شیشہ مزاج اور آشفتہ سر تخلیق کار کی زندگی کے مخفی پہلوؤں کی داستان
خوابِ زیرِ آب
علیم الحق حقی

''خوابِ زیرِ آب''

۳۰ رنومبر ۱۹۴۱ء

مارتھا کلائن سے میری پہلی ملاقات تقریباً ہلاکت خیز تھی..... میرے لیے بھی اور اس کے لیے بھی!

میں پولیس کی گشتی گاڑی لے کر پالی ہائی وے پر جا رہا تھا۔ تمام راستے بادل گرج گرج کر مجھے ڈراتے رہے تھے۔ لیکن پالی لک آؤٹ سے گزرتے ہی مطلع صاف ہوگیا۔ بادلوں نے جیسے ہتھیار ڈالے اور پسپا ہوگئے۔ اب وہ ایسی صبح تھی جیسی ڈیو کارڈز پر نظر آتی ہے؟

صبح پانچ بجے جب میں ہیڈ کوارٹرز پہنچا تھا تو ہائی وے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ڈسپچر جمی وانگ نے میرا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''کیسی خوب صورت صبح ہے لڑکے۔''

میں نے کھڑکی سے سیاہ آسمان کو دیکھ کر پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ ''کاش ایسا ہی ہوتا سارجنٹ۔''

''اور سناؤ۔ لوشیا کا کیا حال ہے؟'' جمی نے پوچھا۔ وہ جانتا تھا کہ لوشیا ماں بننے والی ہے۔

''آج آٹھ ماہ گیارہ دن ہو جائیں گے۔''

''تمہارے انداز سے لگتا ہے کہ تم اپنے ہونے والے بچے کو بچے سے زیادہ ٹائم بم سمجھتے ہو۔''

''وہ ہے بھی ٹائم بم ہی۔'' میں نے کہا۔

جمی ہنسنے لگا۔ ''نارمن، سنو...... کیوں نہ کچھ معمول سے ہٹ کر سوچا جائے۔ اگر تمہیں دھوپ اور تازہ ہوا ملے......''

''کام بتاؤ۔ اتنا گھما کر بات کیوں کرتے ہو؟''

''میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لے تیا چلے جاؤ۔ وہاں رات کچھ گڑ بڑ ہوئی ہے۔ بچوں نے پتھر

چلائے۔ کچھ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ دیواروں پر کسی نے گالیاں لکھ دیں۔ چرچ والے بہت پریشان ہیں۔کیپٹن نے ان سے وعدہ کرلیا کہ وہ کسی کو بھیج دیں گے......''

میں نے سر پر ٹوپی کو ٹھیک سے جماتے ہوئے کہا۔''پچاس میل کا سفر ہے جانے آنے کا۔''

''تو کیا ہوا؟ تم ٹیکسی سے تو جا نہیں رہے ہو۔تمہیں تو تفریح کا موقع مل رہا ہے۔اور پھر ممکن ہے، چرچ والے کیپٹن سے تمہاری تعریف بھی کریں۔تم تو ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہو۔''

''سارجنٹ،تم پھر میری ٹانگ کھینچنے لگے......''

جمی نے میری سنی ان سنی کر دی۔''اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔کون ایسا ہے، جو عمر بھر گشتی پولیس میں رہنا چاہے گا۔اور تم تو پڑھے لکھے ہو......''

''مجھے چڑھاؤ مت۔ابھی مجھے پولیس میں آئے پانچ ماہ ہوئے ہیں اور تم یہ ظاہر کر رہے ہو کہ جیسے میں گورنری کا حق دار ہوں۔صرف اس لیے کہ......''

''تم مجھے غلط نہ سمجھو۔'' جمی نے جلدی سے کہا۔''میں نے تو پہلے دن ہی بھانپ لیا تھا کہ تم بڑی ترقی کرو گے۔اچھا''اب جلدی سے......''

تو ڈرائیو کرتے ہوئے میں یہ سب کچھ سوچے جا رہا تھا۔میرا پورا دھیان سڑک پر نہیں تھا۔ اچانک آسمان پر پھر گھٹا چھا گئی۔ بلکہ اس بار تو بارش ہی شروع ہو گئی۔ میں نے بڑبڑاتے ہوئے کار کے وائپرز چلا دیے۔ میں اس وقت پہاڑ کے گرد گھومتی پُر پیچ سڑک پر تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ وہ اچانک کہاں سے نمودار ہو گئی۔ مجھے تو ایسا ہی لگا کہ وہ اچانک میرے راستے میں آ گئی ہے۔ میں نے بریک پر پوری قوت سے دباؤ ڈالا پیڈل کار کے فرش سے جا لگا۔

عورت کی چیخ کی آواز بریک کی آواز سے زیادہ بلند تھی۔

فضا میں ربڑ کے جلنے کی بو پھیل گئی۔ پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آئے۔ میں نے ونڈ شیلڈ کے پار دیکھا۔ یہ ایک معجزہ ہی تھا کہ کار کھائی میں نہیں گری تھی۔ پہاڑی علاقوں میں اس قدر اچانک بریک لگانا ٹھیک نہیں ہوتا۔

میں نے ریورس گیئر لگایا۔ گاڑی دوبارہ سڑک پر آ گئی۔ بونٹ پر بارش کے گرنے کی آواز کے ساتھ مجھے ایک مختلف آواز سنائی دی۔کوئی سائیڈ کی کھڑکی کے شیشے کو تھپ تھپا رہا تھا۔

کھائی میں گرنے کے خطرے کی وجہ سے میں اسے بھول ہی گیا تھا، جو باعثِ فساد بنی تھی۔ اور اب وہ شیشے کو تھپ تھپا کر اپنے وجود کا احساس دلا رہی تھی۔

میں نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔''خدا کی پناہ مادام۔کیا بات ہے۔آپ نے تو......''

وہ آگے کی طرف جھکی۔ میں نے اسے دیکھا تو بولنا بھول گیا۔ میں نے پہلے کبھی کسی کی آنکھوں میں ایسی دہشت نہیں دیکھی تھی۔

''میرا شوہر۔'' وہ چیخ کر بولی۔''وہ......وہاں......سڑک پر......میں نے کوشش کی تھی......کار روکنے کی......''

''آئیں بیٹھیں۔'' میں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔''کتنی دور ہے؟''

وہ سیٹ پر بیٹھ گئی اور مجھے گھورنے لگی۔لیکن اس کی آنکھوں میں خالی پن سا تھا۔''وہ......میں بھاگ رہی......کوئی نہیں آیا۔''

''میں پوچھ رہا ہوں، کتنی دور ہے؟''

''او گاڈ......میں......''

''چلیں چھوڑیں۔'' میں نے دروازہ بند کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ ساتھ ہی میں نے سائرن بھی کھول دیا تھا۔

میں خاصی رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔لیکن ابھی تک مجھے کسی حادثے کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ میں نے کن انکھیوں سے اس عورت کا جائزہ لیا۔اس کی عمر پچاس سے متجاوز تھی۔اس کا جسم بھاری تھا۔نیلی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

پھر اچانک میں نے دیکھا۔ وہ ۳۵ء کی فورڈ تھی، جو ایک چٹانی چھجے سے ٹکرائی تھی۔ چٹخی ہوئی ونڈ شیلڈ کے پار اسٹیرنگ وھیل کے پیچھے مجھے ایک مڑا تڑا سا ہیولیٰ نظر آ رہا تھا۔

فورڈ کو دیکھتے ہی عورت تن کر بیٹھ گئی۔''میں پوری رفتار سے بھاگی تھی۔تا کہ مدد لے آؤں۔ میں جانتی تھی کہ اسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔اسے دیکھ کر مجھے لگ رہا تھا کہ............''

☆☆☆

مارتھا کو ٹھیک ہی لگ رہا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں نے مارتھا کو پیچھے ہی رکھا تھا، آگے نہیں آنے دیا تھا۔

مرنے والے کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ یا ساٹھ سے کچھ اوپر رہی ہوگی۔ میں نے اس کی نبض دیکھی جو ندارد تھی۔ پھر اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا وہ سرد ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا سر کسی بچے کی طرح پلپلا ہو رہا تھا۔ چہرہ خون میں نہایا ہوا تھا اور بے نور آنکھوں میں آخری منجمد تاثر حیرت کا تھا۔

میں نے اپنے دانت سختی سے بھینچ کر ابکائی کو روکا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا، جیسے خبر سنانے کی فرمائش کر رہی ہو۔ لیکن میں اس وقت کھیل کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں نے ریڈیو کا مائیک اٹھایا اور سینٹرل ڈسپیچ کو ساری روداد سے آگاہ کیا۔

''راجر کار ۴۸''۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ ''ہم ایک ایمبولینس اور ایک گاڑی کھینچنے والا ٹرک بھیج رہے ہیں۔ لیفٹیننٹ گلبرٹ بھی ساتھ آئے گا۔''

''او کے۔ جب تک میں مسز...... اوہ، نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں...... بہرحال میں ان کے ساتھ ہوں۔''

''مسز کلائن۔'' عورت نے دبی دبی آواز میں کہا۔ ''مارتھا کلائن۔''

میں نے اس کا نام ریڈیو پر نشر کر دیا۔ وہاں سے جواب ملا۔ ''راجر...... کار ۴۸۔ آؤٹ۔''

مشینی کھڑکھڑاہٹ بند ہوئی۔ اب اس خاموشی میں میں اس کا سامنا کرنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔ ''میں...... مجھے...... مجھے افسوس ہے مسز کلائن۔ کبھی کبھی...... آدمی بے بس......''

''ہاں آفیسر، میں سمجھتی ہوں۔''

''ایمبولینس ابھی آ جائے گی۔ آپ مائنڈ نہ کریں تو......''

''نہیں۔ میں مائنڈ نہیں کروں گی۔''

''مجھے آپ سے کچھ سوال کرنے ہیں۔''

مسز کلائن نے مجھے جواب نہیں دیا۔

''کیا آپ ہوائی کی رہنے والی ہیں؟''

وہ لاش کے پار، سڑک کو گھورے جا رہی تھی۔

''مسز کلائن، میں آپ کی کیفیت سمجھ سکتا ہوں......''

''کیا واقعی؟'' اس کی آنکھوں میں سرد مہری تھی، اور موت جیسی خاموشی۔ جیسے شاک نے انہیں بجھا دیا ہو۔ ''میرے شوہر کو قتل کر دیا گیا۔ اور تم کہہ رہے ہو کہ تم میری کیفیت سمجھ سکتے ہو۔''

مجھے ایسا لگا کہ میری زبان مڑ گئی۔ چند لمحے تو میں کچھ بول ہی نہیں سکا۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ ''قق...... قتل......''

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''مسز کلائن، میرے خیال میں آپ شاک میں ہیں......''

''آفیسر......؟''

''ہاں'' میں نے اس کی بات پوری کی۔ ''میرا نام پال ہے۔''

''میں بہرحال ایک حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ کسی نے میری شوہر کو قتل کیا ہے...... زہر دے کر۔''

''کس نے؟''

''یہ مجھے نہیں معلوم۔''

''ٹھیک ہے مسز کلائن۔ اب آپ ذرا مجھے تفصیل سے بتائیں۔''

''ہمارا تعلق سینٹ پیٹرز برگ سے ہے...... میرا اور البرٹ کا۔ ہم کل یہاں پہنچے اور موآنا میں ٹھہرے۔ ناشتے کے بعد میں نے اور البرٹ نے ایک کار کرائے پر حاصل کی اور ہائی وے پر نکل آئے۔ ہم پالی سے آگے نکل آئے۔ پھر یہاں سے ایک میل پیچھے ایک موڑ کاٹتے ہوئے البرٹ نے کہا کہ اس کی طبیعت بگڑ رہی ہے۔ میں نے کہا، شاید بدہضمی کا معاملہ ہے۔ اس نے اتفاق کیا۔

''میں فکر مند ہو گئی۔ البرٹ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور اسے پسینہ بہت آ رہا تھا۔ میں نے کہا...... گاڑی روک دو تھوڑی دیر کے لیے۔ اس پر اس نے کہا...... احمقانہ باتیں مت کرو۔ اسی لمحے اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ اسٹیئرنگ وھیل پر جھک گیا۔ اس کا پاؤں ایکسیلیٹر پر پڑا۔ گاڑی ادھر ادھر ڈولنے لگی۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ اسٹیئرنگ پر اس کی گرفت بہت سخت تھی۔''

اب وہ نفی میں سر ہلا رہی تھا۔ ''میں نے اسٹیئرنگ کو تھامنے کی کوشش کی۔ لیکن اسٹیئرنگ کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا آسان نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ جیسے لوہے کے ہو گئے تھے۔

''پھر وہ سائیڈ کی طرف گر گیا۔ اس نے ہاتھوں سے اپنا گلا دبوچا۔ لگتا تھا کہ وہ الٹی کرنے والا ہے۔ لیکن الٹی ہو نہیں رہی تھی۔ کار سڑک سے اتر کر گڑھے کی طرف بڑھی اور......'' اس کی آواز دم توڑ گئی۔

''مسز کلائن؟''

''اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔'' اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ ''گاڑی چٹان سے ٹکرائی۔ میں اتر کر بھاگی...... بھاگتی رہی۔ یہاں تک کہ تم مل گئے۔ مگر اب پتا چلا کہ بہت دیر ہو چکی تھی۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ سامنے ایک درخت کی طرف سے کوئل کی کوک سنائی دی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ ''مسز کلائن، آپ کے شوہر دل کے مریض تو نہیں تھے۔ یا انہیں بے ہوشی کے دورے پڑتے ہوں۔''

''نہیں۔ ان کی صحت ہمیشہ قابلِ رشک رہی۔''

''لیکن اب بہر حال وہ جوان تو نہیں تھے۔ بڑھاپا تو بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔''

اسے میری بات اچھی نہیں لگی۔ ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔'' اس کے لہجے میں بدمزگی تھی۔ ''کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے شوہر سے بھی ناواقف تھی۔

تم نہیں جانتے کہ ہم کیسے کیسے بحرانوں سے گزرے ہیں۔ ہماری نئی نئی شادی ہوئی تو ہم ہنی مون کے لیے ٹائی ٹے نک پر نکلے۔ اس وقت البرٹ بیس سال کا تھا اور میں اٹھارہ کی۔ جب تباہی یقینی ہوگئی اور مجھے بوٹ میں جگہ دی گئی تو میں نے البرٹ کے بغیر جانے سے انکار کردیا۔ پھر جب البرٹ کو بھی موقع ملا تو میں بوٹ میں اتری۔ لیکن ہم دونوں الگ الگ بوٹس میں تھے۔ گھنٹوں گزر گئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا شوہر زندہ ہے یا مر گیا......''

وہ کہتے کہتے رکی۔ پھر بولی۔ ''نہیں آفیسر پال'' میرا شوہر دل کا مریض نہیں تھا۔ اسے قتل کیا گیا ہے۔''

''کیوں؟''

''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ کسی بات پر فکر مند تھا۔'' اس نے میکانیکی لہجے میں جواب دیا۔ چلنے سے پہلے اس نے کئی عجیب فون کالز ریسیو کی تھیں۔ اور وہ ٹیلی فون دوسرے کمرے میں رکھنے لگا تھا...... مجھ سے دور۔ دو ایک بار میں نے فون ریسیو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میری آواز سن کر فون کرنے والے نے ہر بار رابطہ منقطع کردیا۔''

مجھے تو وہ زبردست کہانی لگ رہی تھی۔ تاہم میں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

اس کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ اپنی یادداشت ٹٹول رہی ہو۔ ''چند روز بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا، جو ہماری اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سامنے کھڑا تھا...... سڑک کے پار۔ میں نے بار بار چیک کیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں تھا۔ وہیں کھڑا رہتا تھا۔ وہ صرف اس وقت اپنی جگہ سے ہٹتا تھا، جب البرٹ کسی کام سے باہر جاتا تھا۔''

''اس کا حلیہ بتا سکتی ہیں؟''

''سانولی رنگت، دراز قد......'' سیٹ کے ہتھے پر اس کی گرفت سخت ہوگئی۔ ''مجھے نہیں معلوم۔ ممکن ہے، بعد میں یاد آجائے......''

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ ''یہ بتائیں، آپ لوگ ہوائی کیوں آئے تھے؟''

''یہ البرٹ کی تجویز تھی۔ وہ بس وہاں سے نکل لینا چاہتا تھا۔ اور یہ ہمارا پہلا اسٹاپ تھا۔ دراصل ہم ٹوور کی غرض سے چلے تھے۔ سموآ، تاہیٹی اور پھر فلپائن......'' اس کا لہجہ سیاحوں کا سا ہوگیا۔

میں اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ سنجیدہ تھی۔ ''مسز کلائن، آپ اخبار نہیں پڑھتیں؟''

''نہیں...... کم ہی پڑھتی ہوں۔ کیوں؟'' اس کا لہجہ پرسکون تھا۔ اس کے انداز میں دل چسپی نہیں تھی۔ ''تمہارا مطلب کیا ہے؟''

وہ عالمی سیاست پر لیکچر دینے کے لیے مناسب وقت نہیں تھا۔ ''سینٹ پیٹرز برگ سے نکلنے کے بعد آپ کے شوہر کی کیا کیفیت تھی؟''

''وہ کچھ پرسکون نظر آنے لگا تھا۔ میں بھی ان فون کالز کو اور ان نگرانی کرنے والوں کو بھول گئی تھی۔''

''یہاں تک کہ یہ واقعہ رونما ہوگیا۔''

''آفیسر...... تمہیں ان کو تلاش کرنا ہوگا۔''

''ان کو؟''

''وہ لوگ جنھوں نے میرے شوہر کو قتل کیا ہے۔ جنھوں نے زہر دیا ہے اسے۔''

بات حد سے گزر رہی تھی۔ میں نے کہا۔ ''دیکھیے مسز کلائن......''

وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں میری آنکھوں سے ملیں۔ ان میں التجا سی تیرتی نظر آئی۔ ''تمھیں مجھ پر یقین کرنا ہوگا۔''

''نہیں'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے افسوس ہے۔ لیکن صرف آپ پر یقین کر لینا کافی نہیں۔ ابھی دو ماہ پہلے کی بات ہے۔ ایک بے حد مہربان اور معزز خاتون ہیڈ کوارٹرز آئی۔ اس نے پولیس سے اپنے پالتو کتے کے لیے کل وقتی تحفظ کا مطالبہ کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ چینی بدمعاشوں کا گینگ اس کے کتے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ بس اس دن سے خواتین اور ان کی دل کو چھو لینے والی التجاؤں سے ڈرنے لگا ہوں۔''

اس نے ہاتھ بڑھا کر میری کلائی تھام لی۔ ''سوری...... شاید میں اپنی باتوں سے پاگل لگ رہی ہوں گی۔ لیکن سوچو تو۔ میرا شوہر مر چکا ہے۔ جبکہ وہ بیمار بھی نہیں تھا۔ اور میں نے جو کچھ بھی

کہا ہے، وہ سچ ہے...... خالص سچ!''

میں سوچتا رہا۔ پھر اسی خاموشی میں دور سے آتی سائرن کی آواز سنائی دی۔ ہم دونوں ہی سنتے رہے۔ پھر میں نے کہا۔ ''اب آپ کو چند روز ہونولولو میں رکنا پڑے گا۔ آپ سے پوچھ گچھ بھی ہوگی۔''

مسز کلائن کا انداز ایسا تھا، جیسے میں نے انھیں خود ان کی تدفین کی خبر سنا دی ہو۔ ''خدایا...... نہیں بھئی، ابھی نہیں۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ رات تک کچھ بہتر ہو جاؤں۔''

''ٹھیک ہے۔ ہم کسی کو آپ کے ہوٹل بھیج دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو تنہائی میں بیٹھ کر سوچنے کی ضرورت بھی ہے۔''

مارتھا کلائن نے اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن اس کے انداز سے بے دھیانی ظاہر ہو رہی تھی۔

سائرن کی آواز قریب آتی گئی۔ پھر ایمبولنس نظر آئی۔ اس کے پیچھے گاڑی کھینچنے والا ٹرک تھا اور اس کے پیچھے ایک گشتی کار۔ وہ چھوٹا سا قافلہ ہمارے قریب آ کر رکا۔ تب کہیں سائرن کی آواز سے نجات نصیب ہوئی۔

میں مارتھا کلائن سے ہاتھ چھڑا کر گاری سے اتر آیا۔ سفید کوٹ پہنے دو آدمی اسٹریچر لے کر فورڈ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ گشتی کار سے لیفٹیننٹ گلبرٹ اتر کر میری طرف بڑھا۔ ''صبح بخیر نارمن۔ خاتون کا کیا حال ہے؟''

''وہ خود کو سنبھالے ہوئے ہے جناب۔'' میں نے جواب دیا۔ مگر فوراً ہی نظر ثانی بھی کر ڈالی۔ ''وہ بری طرح دہلی ہوئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ابھی وہ تفتیش کا سامنا نہیں کر سکتی۔ اسے رات تک کی مہلت چاہیے۔''

''کیوں نہیں۔'' گلبرٹ نے کندھے جھٹک دیے۔ تم اسے ہوٹل لے جا رہے ہو نا؟''

''یس سر۔''

گلبرٹ تباہ شدہ کار کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ ''ویسے عورت نے کچھ بتایا تو ہوگا؟''

مارتھا اپنے شوہر کو اسٹریچر پر لے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا رخ میری طرف نہیں تھا۔

''نہیں سر۔ اس نے کام کی کوئی بات نہیں بتائی اب تک۔'' میں نے گلبرٹ کو جواب دیا۔

......☆☆☆......

تقریباً بارہ گھنٹے بعد میں کاپیولان بلے وارڈ پر پٹرولنگ کرتے ہوئے اپنی طویل شفٹ کے آخری منٹ گزار رہا تھا۔ میں نے شیورلیٹ کو کالا کوآ ایونیو پر موڑا اور ساحل کی طرف چل دیا۔ وہ جھٹ پٹے کا سماں تھا۔ آسمان پر شفق کے سرخ لہرے نمایاں ہونے لگے تھے۔ یہ شام کا وہ وقت ہوتا ہے، جب گاڑی چلانے والی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہیڈ لائٹس آن کرے یا نہ کرے۔ میں نے بہر حال ہیڈ لائٹس آن کر دیں۔ قانون کے رکھوالوں کو اچھی مثالیں قائم کرتے رہنا چاہیے۔

ریڈیو نے میری سوچوں کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ ''کالنگ کار ۴۸۔''

میں نے مائیک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''یس۔ کار ۴۸۔''

''ایک آخری کام ہے تمہارے لیے نارمن۔'' سارجنٹ وانگ کی آواز ابھری۔ ''گلبرٹ مسز کلائن کا بیان لینا چاہتا ہے۔ وہ تمہیں موآنا ہوٹل کے کمرا نمبر ۳۰۷ میں ملے گی۔ اسے اپنے ساتھ لیتے آنا۔''

میں اپنے غصے اور جھنجھلاہٹ کو پی گیا...... راجر۔ کار ۴۸ آؤٹ۔''

گشتی پولیس کی کار دیکھ کر موآنا ہوٹل کے دربان کا منہ بن گیا۔ ''کوئی مسئلہ تو نہیں ہے آفیسر؟''

''ایسی کوئی بات نہیں کہ تمہیں فکر مند ہونا پڑے۔''

ڈیسک کلرک نے بھی وہی سوال کیا اور میں نے اسے بھی وہی جواب دیا جو دربان کو دیا تھا۔ کلرک میرے جواب سے غیر مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن اس نے شاید اس خیال سے مزید تفتیش نہیں کی کہ درحقیقت وہ میرا کام ہے۔

تیسری منزل کا ہال وے بالکل سنسان تھا۔ دروازوں کے عقب سے ابھرنے والی دھیمی آوازیں ہی گواہی دیتی تھیں کہ وہاں انسان بھی بستے ہیں۔ ان کے ساتھ دوسری آوازیں بھی تھیں۔ مثلاً نل سے پانی گرنے کی آواز، بیڈ کے چرچرانے کی آواز، برتنوں کی کھٹ پٹ وغیرہ وغیرہ۔

میں نے کمرا نمبر ۳۰۷ کے دروازے پر دستک دی۔ ''مسز کلائن...... پٹرول مین نارمن پال حاضر ہے۔''

اندر کوئی خواب ناک کورس نغمہ بج رہا تھا...... جب ستاروں کی آرزو ہوگی......

میں نے چند لمحے انتظار کیا۔ پھر دوبارہ دستک دی اور پکارا۔ ''مسز کلائن؟''

میرا ہاتھ دروازے کے لٹو پر تھا۔ میں نے اسے گھمایا...... اور وہ گھوم گیا۔ دروازہ لاک

نہیں تھا۔ میں نے اسے دھکیل کر کھول دیا۔ ''مسز کلائن، میں پٹرول مین پال ہوں۔ آپ موجود ہیں نا؟''

پردوں کے درمیان سے دم توڑتی دھوپ کمرے میں آ رہی تھی۔ اور وہ گانا ریڈیو پر بج رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے دوسرا گانا بجنے لگا۔

میں نے پردے ہٹا کر بیڈ کا جائزہ لیا۔ بستر بے ترتیب تھا، جیسے کچھ دیر پہلے کوئی وہاں سوتا رہا ہو۔ میں باتھ روم کی طرف بڑھا اور سوئچ دبا کر لائٹ آن کی۔ سفید ٹائلوں کا فرش روشنی میں جگمگا اٹھا۔ واش بیسن اور باتھ ٹب دونوں صاف ستھرے تھے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ انھیں استعمال ہی نہیں کیا گیا ہے۔

میں بیڈ روم میں واپس آیا اور کونے میں میز پر رکھے فون کا ریسیور اٹھایا۔ ڈائل ٹون موجود تھی۔ میں ریسیور کان سے لگائے کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ اب اسٹریٹ لائٹس روشن ہوگئی تھیں۔

''مین ڈیسک'' ایک مردانہ آواز نے مجھے چونکا دیا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ آواز ریسیور سے آ رہی ہے۔ ''میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

''ہاں۔ میں پٹرول مین نارمن پال ہوں......''

''ٹھیک ہے......'' آپریٹر کا انداز ایسا تھا، جیسے کہہ رہا ہو...... تو مجھے کیا؟

''ابھی چند منٹ پہلے میں تمہارے پاس سے ہوکر آیا ہوں......''

''اوہ۔'' اب وہ چونکا۔ اسے خطرے کا احساس بھی ہوگیا۔ ''کوئی گڑبڑ ہے کیا؟''

''نہیں۔ کوئی خاص نہیں۔ مجھے یہاں مارتھا کلائن سیملنا تھا۔ وہ کہیں باہر گئی ہوئی ہیں کیا؟''

''نہیں آفیسر۔ میرا مطلب ہے، انھوں نے ابھی چیک آؤٹ نہیں کیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ اگر وہ کاؤنٹر پر آئیں تو انھیں کہنا کہ میں کمرے میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''یس آفیسر۔ میں کہہ دوں گا۔''

وقت گزاری کے لیے میں درازیں ٹٹولنے لگا۔ کولڈ کریم، ہیئر کرلرز اور اسی طرح کی نسوانی ضرورت کی دوسری چیزیں وہاں موجود نہیں تھیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کوٹھری کا دروازہ کھولا۔ وہاں تین سوٹ لٹکے ہوئے تھے۔ ایک ڈریس کیریئر بھی تھا۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ چھ بجنے والے تھے۔ اس وقت تو مجھے گھر ہونا چاہئے تھا۔ دنیا میں انصاف ہے ہی نہیں۔ میں نے ایک سگریٹ سلگائی اور قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ریڈیو پر اناؤنسر نے کہا۔ ''اب ہم آپ کو بنگ کرسبی کا ایک نغمہ سنواتے ہیں۔''

میں بُرا سا منہ بنائے وہ نغمہ سنتا رہا۔ میری سگریٹ کا جلتا ہوا سرا انگلی تک آ پہنچا۔ باہر اب اندھیرا ہونے لگا تھا۔ کمرے میں بھی اب سائے ناچتے محسوس ہو رہے تھے۔ کیونکہ صرف باتھ روم میں روشنی تھی۔

''درختوں سے چھن کر آتی چاندنی......'' ریڈیو گنگنا رہا تھا۔

لعنت ہو۔ میں جھنجلا گیا۔ میری برداشت جواب دینے لگی۔ میں فون کی طرف بڑھا اور ریسیور اٹھا کر ہیڈ کوارٹر کا نمبر ڈائل کیا۔

''سینٹرل ڈسپیچ۔ سارجنٹ کروگر اسپیکنگ۔''

''میں نارمن پال ہوں، کار ۴۸۔ سارجنٹ وانگ موجود ہیں؟''

''وہ ابھی کچھ دیر پہلے گھر گیا ہے۔ کیا بات ہے نارمن، تمہارا ریڈیو پھر خراب ہوگیا ہے کیا؟''

''نہیں سر۔ دراصل میں مارتھا کلائن کو لے جانے کے لیے یہاں آیا تھا۔ لیکن وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں نے سوچا، کہیں ایسا تو نہیں کہ سارجنٹ وانگ نے کسی اور کے ذریعے مارتھا کو بلوا لیا ہو۔''

''ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں گلبرٹ پچھلے ایک گھنٹے سے مارتھا کلائن کا منتظر ہے۔''

''خیر، یہ طے ہے کہ اس نے ڈیسک پر چیک آؤٹ نہیں کیا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے کمرے کا جائزہ لیا اور اچانک ہی ساکت ہوگیا۔

''کیا بات ہے نارمن۔ تم لائن پر موجود ہو نا؟''

میں نے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔ کوئی گڑبڑ ضرور تھی۔ کن انکھیوں سے سائیڈ کی جانب مجھے متحرک سا نظر آیا تھا۔ مگر فوراً ہی معدوم ہوگیا تھا۔ میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''ایک منٹ سر۔ میں کچھ چیک کرنا چاہتا ہوں۔''

دکھ پیچھا کرتا ہے...... ریڈیو پر گانا بج رہا تھا۔

میں نے ہر کونے کا جائزہ لیا۔ مگر میں اس تحریک کی دوسری جھلک نہ دیکھ سکا۔ پورا کمرا مجھے اپنا نداق اڑاتا لگ رہا تھا۔

پھر اچانک میں نے دیکھ لیا۔ کوٹھری میں ہک پر لٹکا ڈریس کیریئر جھول رہا تھا۔ جبکہ ہوا کا وجود بھی نہیں تھا۔

اک باری ہم آغوش...... ریڈیو کی آواز گونج رہی تھی۔

میرے ہاتھ پیچھے کی طرف گئے اور میں نے ریسیور چھوڑ دیا۔ آواز معدوم ہوگئی۔ اب صرف ریڈیو کی آواز تھی۔ میٹھی میٹھی یادیں آتی ہیں......

ڈریس کیریئر اب بھی متحرک تھا۔ وہ نیچے سے بھاری محسوس ہو رہا تھا، جیسے اس میں آلوؤں کی بوری ٹھونس دی گئی ہو۔

ماضی کی وہ پہلی پہلی یاد......

میں کوٹھری کی طرف بڑھا۔ میں ڈوری کھینچ کر کیریئر کو کھولنا چاہتا تھا۔ اچانک میرے جوتے جیسے کسی گاڑھی چیز سے لتھڑ گئے۔ ساتھ ہی مجھے کسی ناگوار سی چبھنے والی بو کا احساس ہوا۔

جاناں، تم میری ہو......صرف میری......

میں نے جھٹکے سے ڈوری کھینچی......

سچی محبت مرتی نہیں ہے......

تب مجھے اپنے پیروں کے نیچے خون کا وہ تالاب نظر آیا۔ اور اس کے آگے میرے جوتوں کے سرخ نشان تھے......خونی نشان......ایک......دو......تین! اور خون ڈریس کیہ تیرے نچلے حصے سے ٹپک رہا تھا۔

میں نے ہاتھ بڑھا کر ڈریس کیریئر کی زپ کھول دی۔ اس کی سلائی زور پڑنے کی وجہ سے کھلنے لگی تھی۔

باہوں میں چلے آؤ......

زپ کے کھلتے ہی خون کا فوارہ چھوٹا اور میرے چہرے سے ٹکرایا۔ خون میری آنکھوں میں بھر گیا......

آنکھوں میں بسو، باہوں میں رہو......

اور اس بیگ میں سے انگلیاں برآمد ہوئیں اور انھوں نے میرے کندھے کو چھوا۔ میں نے اندھا دھند ہاتھ بڑھایا اور کلائی کو پکڑ لیا۔ اسی لمحے کلائی جیسے پوری طرح آزاد ہو کر میرے ہاتھ میں آ گئی۔

باہوں میں رہو، سینے سے لگو......

دوسرا ہاتھ میرے رخسار کو سہلا رہا تھا۔ پھر مجھ پر بوجھ سا پڑا جو مجھے پیچھے دھکیلنے لگا۔ پیچھے گرنے سے بچنے کے لیے میں ڈریس ہیریئر سے لپٹ گیا۔ وہ ہک کی گرفت سے آزاد ہوا اور مجھ پر گرا۔

اس بار کی ہم آغوشی......

میں فرش پر گرا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ میری زبان پر کوئی گاڑھی چیز تھی اور نمکین سا ذائقہ تھا۔ اور گاڑھا خون میری آنکھوں میں بھر گیا تھا۔ اس کی وجہ سے میری پلکیں جڑی جا رہی تھیں۔

میرے سینے پہ سر رکھ کے تُو......

میں نے تھوکا۔ پھر ہاتھوں سے قالین کو تھپ تھپایا۔ چند لمحے بعد میرے ہاتھ کسی گول سی چیز سے ٹکرائے۔ میں نے اسے اٹھا کر بغل میں دبایا۔ پھر اپنی آنکھیں پونچھیں۔ دور تک خون کی چھینٹیں اڑیں۔ مجھے ایک پاؤں نظر آیا۔ وہ میرا نہیں تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ٹانگ بھی تھی......

میں سمجھ گیا۔ یہ حقیقت نہیں ہو سکتی۔ ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ تو ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ کسی نے مذاق کیا ہے......

اب جدائی کی گھڑی......

ہاں، وہ مذاق ہی تھا۔ ربڑی گٹھری بازار میں ملتی ہے، جس میں ربڑ کے اعضا ہوتے ہیں......جوک شاپ میں ملتی ہے......

آ جدا ہو جائیں......

میں ہنسنے لگا۔ میرا چہرہ گرم ہوگیا۔ آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ میں نے اس گیند نما شے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر میں نے انگلیوں سے اسے ٹٹولا۔ ارے...... یہ تو ناک ہے...... اور یہ ہونٹ......

پھر ملیں گے کبھی......

گھونگریالے بال اور دو آنکھیں...... بے جان ڈھیلے......

''آپ کے جی ایم بی پر بنگ کروسبی کو سن رہے تھے۔'' اناؤنسر کی آواز ریڈیو پر اُبھری۔

''اب وقت ہوا ہے چھ بجے کی خبروں کا......''

چھ بجے کی خبریں! چھ بج گئے۔ میرے سر میں جیسے یہ خیال...... یہ لفظ...... چھ بج گئے...... گردش کرنے لگے۔ چھ بج گئے۔ مجھے تو اس وقت اپنے گھر میں ہونا چاہئے تھا۔ کھانے کا وقت ہو گیا......

خبریں شروع ہو گئیں۔ ''آج سیکرٹری آف اسٹیٹ نے بتایا......''

جو چیخ میرے حلق سے نکلی، ویسی کوئی آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس سر کو میں نے

اٹھا کر ایک طرف پھینکا۔ وہ کھڑکی سے ٹکرا کر بیڈ پر لڑھکنے لگا۔ کھڑکی کا شیشہ چیخ گیا تھا۔

''......جاپانی سفیر سے مذاکرات کے بارے میں پُر اُمید......''

میں بھاگا۔ دروازہ میں نے کھلا چھوڑ دیا۔ میں فرش پر جوتوں کے خونی نشان چھوڑتا، اپنے پیچھے شور وغل اور چیخ پکار کو نظر انداز کرتا سیڑھیوں کی طرف لپکا۔ دو تین جگہ میرا پاؤں پھسلا۔ میں لابی سے گزرا اور باہر نکلا۔ میری گشتی پولیس کار کی سرخ بتی گھوم رہی تھی، کار کے ریڈیو پر مجھے پکارا جا رہا تھا۔ لیکن میں اپنے عقب کی ہر آواز، قدموں کی ہر چاپ سے ڈر کر بھاگ رہا تھا۔ میں بھاگ رہا تھا، دور جا رہا تھا...... پولیس فورس سے دور...... اپنے مستقبل سے دور...... خون کی بو اور نمکین ذائقے سے دور...... میں بھاگتا رہا...... بھاگتا گیا......

..................☆☆☆..................

ہونولولو اسٹار بلیٹن کا تراشہ

۶ دسمبر ۱۹۴۱ء

کلائن کو زہر دیا گیا تھا۔ ہونولولو پولیس ڈیپارٹمنٹ

قتل ہونے والی مارتھا کلائن کے آں جہانی شوہر کے پوسٹ مارٹم سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ البرٹ کلائن کو قتل کی غرض سے بالارادہ زہر دیا گیا تھا۔ کورونر رالف کورومن نے بتایا کہ البرٹ کلائن کے خون میں نکوتین سلفیٹ کی خاصی مقدار پائی گئی ہے۔ یہ ایک کم یاب زہر ہے، جس کا سراغ صرف اس صورت میں ملتا ہے کہ آپ کو پہلے سے اس کے استعمال کا شبہ ہو۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ جسم پر سوئی کے استعمال کا کوئی نشان نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ زہر مقتول کو کھلایا یا پلایا گیا ہے۔ یہ زہر اتنا سریع الاثر ہوتا ہے کہ حلق سے اترنے کے صرف پندرہ منٹ بعد اثر دکھا دیتا ہے۔

اس پریس کانفرنس سے پولیس کمشنر جان ڈیوس نے بھی خطاب کیا۔ انھوں نے پٹرول مین نارمن پال کے طرزِ عمل پر اسے بے حد سخت سست کہا۔

یاد رہے کہ مارتھا کلائن سے اس کے شوہر کی موت کے بعد پہلی بار پوچھ گچھ نارمن پال نے ہی کی تھی۔ اور بعد میں ہوٹل موآنا میں مارتھا کلائن کی لاش دریافت کرنے والا بھی نارمن پال ہی تھا۔ کمشنر نے نارمن پال کے جائے واردات سے فرار کو بزدلانہ فعل قرار دیا۔

پال نے اعتراف کیا کہ مارتھا کلائن کا دعویٰ تھا کہ اس کے شوہر کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا

ہے؟ کمشنر ڈیوس نے بتایا۔ ''لیکن اس کا خیال تھا کہ مارتھا ڈپریشن میں بغیر کسی ثبوت کے الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہے۔ اس لیے اس نے انسپکٹر گلبرٹ کو یہ بات نہیں بتائی، جو حادثے کے بعد جائے حادثہ پر پہنچے تھے۔ یہی نہیں، نارمن پال نے اپنے کسی بھی افسر کو مارتھا کے اس بیان کے بارے میں نہیں بتایا۔''

کمشنر ڈیوس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ پال کو مارتھا کلائن کی لاش جن حالات میں ملی، وہ بے حد اعصاب شکن تھے۔ لیکن انھوں نے اس بات پر پال کی مذمت کی کہ وہ اتنا اعصاب زدہ ہوا کہ اپنی گشتی کار بھی چھوڑ بھاگا۔ اس نے ہیڈ کوارٹر کو اس قتل کی اطلاع دینے کی زحمت بھی نہیں کی اور پاگلوں کی طرح سڑکوں پر بھٹکتا پھرا۔ یہاں تک کہ ایک گشتی گاڑی نے اسے پک کیا۔ میرے خیال میں اس کا انداز شرم ناک تھا۔ اس کی کارکردگی کے بارے میں انکوائری پیر سے ہو گی۔ فی الوقت نارمن پال کو معطل کر دیا گیا ہے۔''

کمشنر ڈیوس کے اس بیان کے بعد ہیڈ کوارٹرز میں نارمن پال سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو اس نے اپنے وکیل کے خاموش رہنے کے مشورے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بورڈ آف انکوائری کے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ میں نہ کچھ چھپا سکتا ہوں اور نہ ہی چھپا رہا ہوں۔ اور مجھے ان کے فیصلے کی کوئی پروا نہیں۔ کیونکہ میں استعفا دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔''

پٹرول مین نارمن پال کے والد جیروم پال نے جو کہ امپورٹر ہیں اور نارمن پال کی بیوی لوشیا نے رپورٹرز کے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

پولیس کے تفتیش کار ۳۰ نومبر کو مارتھا کلائن کے وحشیانہ قتل کے سلسلے میں موآنا ہوٹل کی خادمہ کیتھرین مورس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہیں۔ جس رات مارتھا کا قتل ہوا، کیتھرین مورس بیماری کا کہہ کر جلدی چھٹی کر گئی تھی۔ اگلے روز اس کی بیٹی کلاڈین مورس نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی۔ کمشنر ڈیوس کے مطابق کیتھرین کی عمر ۴۹ سال، قد ۵ فٹ ۵ انچ، وزن ۱۵۵ پونڈ کے قریب ہے اور اس کے بال سیاہ ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ کیتھرین مورس پر الزام کوئی نہیں۔ وہ صرف پوچھ گچھ کے لیے مطلوب ہے۔

مارتھا کلائن کے قتل کے سلسلے میں پولیس ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی ہے۔ کورونر کورومن نے اس سلسلے میں کہا۔ ''مارتھا کلائن کو پیچھے سے ۲۵ کیلیبر کی ہینڈ گن سے شوٹ کیا گیا۔ پوسٹ مارٹم کے دوران گولی نکالی گئی۔ گولی کی آواز کسی نے نہیں سنی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سائیلنسر استعمال کیا گیا تھا۔''

لاش کے جس طرح ٹکڑے کیے گئے، اس کے بارے میں کورونر کا کہنا ہے کہ یہ کسی نفسیاتی مریض کا کام لگتا ہے۔ پٹرول مین پال سے کوئی کام کی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ لیب ٹیکنیشن جائے واردات پر پہنچے تو پورے کمرے میں مقتولہ کے ہاتھ پاؤں اور اندرونی اعضا بکھرے ہوئے تھے۔ ان تمام اعضا کو ربڑ کی ایک شیٹ میں لپیٹ کر ڈریس کیریئر میں ٹھونس دیا گیا تھا۔ چہرہ بھی قابلِ شناخت نہیں تھا۔ مارتھا کلائن کو صرف انگلیوں کے نشانات سے پہچانا گیا، جو اس کے پاسپورٹ اور دیگر چیزوں پر موجود اس کی انگلیوں کے نشانات سے میچ کر رہے تھے۔ کورونر کا خیال ہے کہ واردات کسی مرد نے کی ہے۔ کیونکہ جس انداز میں مارتھا کلائن کو قتل کیا گیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل بے حد طاقت ور ہے۔ تاہم انھوں نے کسی عورت کے ملوث ہونے کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہسٹیریا کی کیفیت میں آدمی کے اندر نا قابلِ یقین طاقت اور توانائی ابھرتی ہے اور ایسے میں وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

☆☆☆

۸ جنوری ۱۹۶۲ء

رینڈم ہاؤس کے شائع کردہ ناول 'موت کا انتظار'، کے پسِ ورق پر چھپنے والا تعارف

جاپانیوں نے پرل ہاربر پر حملہ کیا تو اس وقت نارمن پال کی عمر بیس سال تھی اور وہ ہونولولو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں گشتی پولیس مین تھا۔ چار سال بعد وہ پیٹن کی تھرڈ آرمی میں سارجنٹ تھا اور جنگ میں حصہ لے چکا تھا۔

جنگ کے بعد بھی وہ کافی عرصہ یورپ میں رہا۔ اس نے رائٹر اور یو پی آئی کے نمائندے کی حیثیت سے کام کیا۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران جو تجربہ اسے حاصل ہوا، وہ اس کے پہلے تین ناولوں کی بنیاد تھا۔ 'دسمبر کا پہلا اتوار' کی بنیاد پرل ہاربر کا واقعہ تھا۔ 'موت کے سائے میں' تھرڈ آرمی کے تجربات پر مبنی تھا۔ اور 'زاکعہ کے بعد' جنگ کے بعد کے جرمن کے پس منظر میں لکھا گیا۔ یہ تینوں ناول ساڑھے پانچ ملین کی تعداد میں فروخت ہوئے۔

پال کی کامیابیوں کا سلسلہ ۵۰ء کی دہائی میں بھی جاری رہا۔ 'مکڑی کا جالا' سپریم کورٹ کے ایک جج کی کہانی تھا۔ اس کتاب پر اسے نیشنل بک ایوارڈ ملا۔ یہ ناول سات ماہ تک سب سے زیادہ بکنے والے ناولوں کی فہرست میں رہا۔

اپنی بیوی جینس اسٹینر کے ساتھ مل کر پال نے کئی نان فکشن کام کیے، جو بہت مقبول ہوئے۔ پال کی کہانیاں پلے بوائے، اور سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ میں اور اس کا نان فکشن کام لائف، لک،

نیویارکر اور پنچ نام کے رسالوں میں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں۔

پال کا پہلی بیوی سے ایک بیٹا ہے۔ وہ اپنی بیوی جینس کے ساتھ پیرس کے باہر فورکیکس نامی گاؤں میں رہتا ہے۔

☆☆☆

گزشتہ رات میں نے پھر مارتھا کلائن کے بارے میں خواب دیکھا۔

اب ایسا کم ہی ہوتا ہے۔ ہاں۔ ان دنوں میں اس طرح کے خواب بہت دیکھتا تھا، جب انکوائری ہو رہی تھی۔ ان دنوں تو نیند میرے لیے ایک ایسا دشمن بن گئی تھی، جس سے ہر رات جنگ کرنی پڑتی تھی۔

مگر وہ برسوں پرانی بات ہے۔ اور اس درمیانی عرصے میں بہت کچھ ہو چکا ہے، جنگ، ایک طلاق، دوسری شادی اور پھر میرا کیریئر۔ اتنا کچھ ہو جائے تو یادیں تو پھیکی پڑ ہی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود کبھی کسی رات یادوں کا کوئی سانپ لہراتا سراتا اپنے بل سے نکل ہی آتا ہے۔

میں تکیے میں منہ چھپا کر لیٹا اپنے دل کی دھڑکن کے معمول پر آنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں نے بستر کو ٹٹولا۔ لیکن جین موجود نہیں تھی۔

دیر تک سونا ہم دونوں کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔ میں نے پھر تکیے میں منہ چھپا لیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور جین کے قریب آتے قدموں کی چاپ ابھری۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ کچھ دیر وہ دوسری طرف کی گفتگو سنتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ ''ہم پہنچ جائیں گے۔'' اور اس نے ریسیور رکھ دیا۔

اب وہ میری طرف آ رہی تھی۔ ایک لمحے بعد میری پسلیوں پر اس کا گھونسہ لگا۔ ''اٹھ جاؤ۔''

''بھاگو یہاں سے۔''

''کم آن نارمن۔ یہ تمہارا وقتِ ولادت ہے۔''

میں کمبل میں اور زیادہ لپٹ گیا۔ ''اور یہ کہاں جانے کی بات ہو رہی تھی؟''

''جیفری پروکٹر نے لنچ پر بلایا ہے۔''

میں نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ وہ سنجیدہ تھی۔ ایسی سنجیدہ وہ بس اس وقت ہوتی ہے، جب ہم کسی پبلشر سے ملنے جا رہے ہوتے ہیں۔

''وہ کیا چاہتا ہے ہم سے؟''

''ہم سے نہیں، صرف تم سے۔ وہ تم سے ورلڈ میگزین کے لیے ایک آرٹیکل لکھوانا چاہتا

ہے۔''

میں اٹھ کر باتھ روم کی طرف لپکا۔ شیو بنانے کے لیے چہرے پر جھاگ پھیلاتے ہوئے میں اپنے چہرے کو غور سے سے دیکھتا رہا۔

جین نے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''ناشتہ کرو گے؟''

''صرف کافی اور ساتھ ہی دعائے عافیت۔''

وہ کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نہا دھو کر نکلا اور لباس منتخب کرنے لگا۔ گرے سوٹ پر سرخ ٹائی لگا کر میں ڈائننگ روم میں آیا، جہاں جین میرے لیے پیالی میں کافی انڈیل رہی تھی۔

''تم تیار ہو؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''تقریباً۔ بس ایک منٹ لگے گا۔'' مجھے کافی دے کر وہ یہ کہتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی۔

وہ ایک منٹ دس منٹ کا تھا۔ بالآخر وہ پورا ہوا۔ اس دوران میں کافی ختم کر چکا تھا۔

راستے میں اس نے کہا۔ ''تمہارے چہرے کے تاثرات کچھ کہہ رہے ہیں۔ اور جو کہہ رہے ہیں، وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔''

''ذرا مجھے بھی تو پتا چلے کہ میرے چہرے کے تاثرات کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کیا کہ ایک میں ہی بے خبر ہوں۔''

''ان سے پتا چلتا ہے کہ تمہارے انداز میں گرم جوشی نہیں ہے۔ یعنی تم کام ملنے پر خوش نہیں ہو۔''

''دیکھو...... ابھی ہمیں جیفری پروکٹر کے خرچ پر مرغن غذائیں کھانی ہیں۔ پھر اس کی کاروباری گفتگو بھگتنی ہے، جس کے نتائج کے بارے میں کوئی قیاس کرنا بھی مخدوش ہی ہے۔ ایسے میں گرم جوشی کا کیا سوال۔ پہلے تیل اور تیل کی دھار تو دیکھ لیں......'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''میں سمجھ گئی۔''

''اور پلیز، ایک بات خاص طور پر یاد رکھنا۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔ ''اس کے بل ادا کرنے سے پہلے اس کی پیش کش کو ٹھکرانے کی ہرگز حماقت نہ کرنا۔''

☆☆☆

ہم ساڑھے گیارہ بجے ریسٹورنٹ پہنچے۔ جیفری وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ ڈائننگ ہال پیٹ مذہب کے پجاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ ویٹر ہمیں جیفری کی میز پر لے گیا۔

جیفری اٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ دیر تک وہ میرا ہاتھ جھنجھوڑتا رہا۔ ''نارمن...... نارمن کتنے برس ہو گئے بھائی۔''

''ہاں۔ تین سال ہو گئے۔'' میں نے کہا۔ ''تم سے مل کر خوشی ہوئی دوست۔'' اور سناؤ، دھندا کیسا چل رہا ہے؟''

''دھندا نہیں، کاروبار کہو۔'' اس نے بُرا مانے بغیر کہا۔ ''اور کاروبار میں تو اتار چڑھاؤ چلتا ہی ہے۔ اسپورٹس ٹوڈے خوب پھل پھول رہا ہے۔ وومن اور موٹر لائف کا بھی یہی حال ہے۔'' یہ وہ رسالوں کے حوالے دے رہا تھا۔ ورلڈ کا البتہ حال کچھ اچھا نہیں۔ لیکن مستقبل بہر حال روشن ہے۔ کیونکہ ہم اسے شاندار نئی تصویروں اور نت نئے آئیڈیاز سے سجانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''بہر حال پروکٹر'' ورلڈ کا اسٹاک اس وقت اوپر کی طرف ہے۔'' میں نے کہا۔ ''چارلی تو بہت خوش ہوں گے۔''

''ڈیڈی کو منافع بھی بُرا نہیں لگتا'' یہ اس نے سادگی سے کہا۔

''اقربا پروری کے فوائد سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔'' میں نے چوٹ کی۔

اس نے شکایتی نظروں سے جین کو دیکھا۔ ''میں سمجھتا تھا کہ بے رحم ناقد صرف عورتیں ہی ہوتی ہیں۔''

''یہ بات نہیں جیفری۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ خالی پیٹ نارمن کتنا کٹ کھنا ہو جاتا ہے۔'' جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کی فکر نہ کرو۔ ابھی آرڈر دیتے ہیں۔ اصل میں میرے ساتھ کوئی ہے...... مائیک راجرز۔ وہ واش روم سے آتا ہی ہوگا۔ بہت تیز لڑکا ہے۔''

''تمہارا کوئی ایگزیکٹیو؟'' میں نے کہا۔

''کاش ایسا ہوتا۔'' اس نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''نارمن...... میں کب سے ایک کامبی نیشن کے چکر میں تھا...... ایک منفرد موضوع اور تمہاری صلاحیتیں۔ اب موقع ملا ہے ان دونوں کی یک جائی کا۔ میں جانتا ہوں، دولت کی تمہیں پروا نہیں۔ اس آخری ناول نے تمہیں کروڑ پتی بنا دیا ہے۔ تم غضب کا لکھتے ہو یار۔ کیسے لکھتے ہو، یہ سمجھ میں نہیں......''

''میرا خیال ہے، تمہارا مہمان آ گیا۔'' میں نے اس کے عقب میں دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

مائیک راجرز کافی پرکشش شخص تھا۔ اس کی عمر ۳۵ کے لگ بھگ ہوگی۔ جیفری نے ہمارا

تعارف کرایا۔ لیکن مائیک راجرز جیسے اپنے خول میں بند رہنے والا آدمی تھا۔ اس کے باوجود میں نے سمجھ لیا کہ کاروباری معاملات میں وہ بہت تیز ہوگا۔

کھانے کا آرڈر دیا گیا۔ جیفری کھانے کے دوران ہی کاروباری گفتگو نمٹا لینے کا قائل تھا۔

''نارمن، اس اپریل میں بحری جہاز ٹائی ٹے نک کی غرقابی کو پچاس سال ہو جائیں گے۔'' اس نے پلیٹ میں گوشت نکالتے ہوئے کہا۔ ''ورلڈ، اپریل کے شمارے میں اس پر ایک خصوصی اسٹوری شائع کر رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اسٹوری تم لکھو۔''

''ٹائی ٹے نک؟ یعنی میں لکھوں...... آئس برگ اور کلفٹن ویب یہ گاتے ہوئے تہ نشین ہونے لگے...... خدا سے نزدیک اور تم سے دور......''

اب مائیک راجرز چپ نہ رہ سکا۔ ''مسٹر پال، آخری لمحوں میں جہاز کے بینڈ نے 'خزاں' کی دھن بجائی تھی۔'' اس نے میری بات کی تصحیح کی اور فوراً ہی معذرت طلب انداز میں مسکرایا۔

جیفری نے میرے چہرے کو بڑے غور سے دیکھا اور بولا۔ ''کیا بات ہے۔ موضوع تمہیں دلچسپ نہیں لگا؟''

''میں کیا کہوں۔ میں بحری جہازوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم یہ کام کسی ایسے آدمی کو دو، جسے بحری جہازوں سے دلچسپی ہو۔''

''ہم مختلف اپروچ چاہتے ہیں۔ ایک نیا زاویہ جو تم جیسا آدمی ہی لا سکتا ہے......''

''یعنی غرقابی کے المیے میں چھپا ہوا مزاح!''

جیفری کا منہ پھول گیا۔ ''مائیک...... تم ہی بتاؤ اسے۔ میرا تو یہ بلڈ پریشر بڑھا دیتا ہے۔''

مائیک مسکرایا اور کان کھجانے لگا۔ ''مسٹر پال، اور لوگ بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ آپ اسی آرٹیکل کے لیے موزوں ترین آدمی ہیں۔''

''حیرت ہے۔ کون لوگ ہیں وہ، نام تو بتاؤ۔''

''پہلے تو میں یہاں اپنی موجودگی کا سبب بتا دوں۔ میں وکیل ہوں اور مسٹر ولیم رائیکر کا خصوصی نمائندہ ہوں۔ ان کا نام سنا ہے آپ نے؟''

میں نے جین کی طرف دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ میں بھی نفی میں سر ہلانے لگا۔

''ٹھیک ہے۔ دراصل برسوں سے مسٹر رائیکر اخبارات کی سرخیوں سے دور ہیں۔ لیکن وہ امریکہ کے ہر بڑے کاروبار میں دخیل رہے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ لیکن اتنے فعال نہیں ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ جنیوا کے قریب دے رئیر کے مقام پر رہ رہے ہیں۔''

خوب صورت جگہ ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں وہاں جا چکا ہوں۔''

''اگرچہ پھیپھڑوں کی کمزوری نے انھیں محدود کر دیا ہے۔ تاہم ۸۵ سال کی عمر میں بھی وہ بہت فعال ہیں۔ ٹائی ٹے نک میں انھیں ذاتی طور پر بھی دلچسپی ہے۔ ان کی بیوی اس جہاز پر موجود تھی۔ لیکن وہ بچ نہیں سکی۔ مسز رائیکر کی خادمہ اور ان کا باڈی گارڈ بھی نہیں بچے۔ البتہ ان کی بیٹی ایوا جہاز سے بچ نکلی تھی۔''

''اس وقت اس کی عمر کیا تھی؟'' یہ جین نے پوچھا۔

''نو یا دس سال۔'' مائیک نے معنی خیز نظروں سے جیفری کو دیکھا۔

''وہ زندہ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' مائیک نے جواب دیا اور آگے کی طرف جھک آیا۔ ''اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مسٹر رائیکر کو ٹائی ٹے نک کے المیے میں اتنی دلچسپی کیوں ہے؟''

مجھے تو یہ اذیت پسندی کا کیس معلوم ہو رہا تھا۔ ''مجھے ان کی دلچسپی کی نوعیت کے بارے میں بتاؤ۔''

مائیک راجرز کا چہرہ چمک اٹھا، جیسے میں نے اسے وہ بہترین موقع دے دیا ہو، جس کا وہ منتظر تھا۔ ''مسٹر رائیکر کے پاس وسائل کی کمی نہیں۔ وہ نیشنل جیوگرافک سوسائٹی اور نیوی ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ آپ نے باتھی اسکیپ ٹرائسٹ کا نام سنا ہے؟ اس نے فلپائینز سے ماریاناز کو نکالا ہے۔''

''ذرا وضاحت کرو۔''

''باتھی اسکیپ سمندر کی بے پناہ گہرائی میں کام کرتا ہے۔ فلپائینز سمندر کا سب سے گہرا مقام ہے۔'' مائیک نے کہا۔ ''۳۵ ہزار فٹ سے زیادہ گہرا۔ اس کامیابی پر نیوی کو بھی بہت خوشی تھی۔ انھوں نے دو سسٹر شپ بنائے۔ ماریاناز اور نپ چون۔ اس وقت یہ دونوں باتھی اسکیپ نیشنل جیوگرافک سوسائٹی کو مستعار دیے ہوئے ہیں۔ اس مہم کو فنڈز مسٹر رائیکر فراہم کر رہے ہیں۔ انھوں نے اٹلی میں بنا ہوا ایک اوشانوگرافک ریسرچ شپ سیونارولا خریدا ہے۔ سیونارولا سمندر میں دونوں باتھی اسکیپس کے لیے ہیڈکوارٹرز کا کام انجام دے گا۔'' اس نے دونوں ہاتھ میز پر پھیلا دیے۔ ''آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا۔ ماریاناز اور نپ چون ٹائی ٹے نک کے ڈھانچے کو ٹٹولنے کی مہم پر ہیں۔''

''تم مذاق کر رہے ہو؟'' میں نے بے ساختہ کہا۔

"مسٹر رائیکر اتنے مہنگے مذاق نہیں کرتے۔" مائیک بولا۔ "جہاز میں جو کاریگر سلامت ہے، وہ اسے نکلوانا چاہتے ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ جیفری میرے ردِعمل کو بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ "یہ بتاؤ کہ رائیکر کو وہاں کس چیز کی تلاش ہے۔" میں نے مائیک راجرز سے پوچھا۔

"دیکھیں مسٹر پال، پہلا مسئلہ غرق شدہ جہاز کو تلاش کرنا ہے۔ اب یہ بھی تو نہیں معلوم کہ جہاز کا ڈھانچہ سلامت ہے یا......" اس نے کندھے جھٹک دیے۔ "دونوں باتھی اسکیپس پر تمام ضروری آلا...... جدید ترین آلات موجود ہیں، جو شدید ترین دباؤ میں بھی کام کر سکتے ہیں۔ ضرورت پڑی تو وہ جہاز کے نچلے حصے کو کاٹ تک سکتے ہیں۔ جہاز سے جو کچھ نکلے گا، اس میں جیوگرافک سوسائٹی کی دلچسپی کی چیزیں بھی ہو سکتی ہیں اور قیمتی چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ نوادرات، جواہرات...... کچھ بھی۔ کہتے ہیں، ٹائی ٹے نک کے مسافروں کے پاس ڈھائی سو ملین ڈالر مالیت کی چیزیں تھیں۔"

جین نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جیفری نے جلدی سے کہا۔ "تو بات طے ہو گئی نا؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اس ڈوبے ہوئے جہاز نے مجھے پھنسا لیا۔"

مائیک راجرز بے حد خوش نظر آنے لگا۔ "اس مہم کا انچارج ہیرالڈ ماسٹرسن ہے۔ وہ اس وقت ہیلی فیکس میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس سے بات کرنا چاہیں گے۔" اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ "ہم اپنے جہاز پر آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں مسٹر پال۔ مسٹر رائیکر کو بھی بہت خوشی ہو گی۔"

"اب میں تمہارے باس کا ملازم ہوں۔ اس لیے تم مجھے نارمن کہہ کر پکار سکتے ہو۔"

"احمقانہ بات ہے۔" جیفری نے جلدی سے کہا۔ "تم مسٹر رائیکر کے ملازم نہیں ہو۔ اور نہ میرے ہو۔ تمہیں تو آزادانہ طور پر یہ اسٹوری لکھنی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت اچھا لکھو گے۔ لیکن بس مہربانی کر کے وقت پر مکمل کر دینا اسے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن جین بیک گراؤنڈ ریسرچ کے سلسلے میں کام......"

"اس کے علاوہ بھی اوپر کے تمام کام میرے ہی ذمے ہوتے ہیں۔" جین نے تڑپ کر کہا۔

"......تو اس کا نام بھی آنا چاہئے۔"

جین کا منہ بن گیا۔ "یہ تو کچھ نامناسب......"

میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "نان فکشن کام ہم اسی طرح کرتے ہیں......"

"چلو ٹھیک ہے۔ جینس اسٹینر اور نارمن پال۔"

"نہیں...... نارمن اور جین پال۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اور کچھ؟"

"فوٹو گرافر کون ہے؟"

"برک شیفیلڈ۔"

"گڈ۔ لیکن کچھ تصویریں میں بھی بناؤں گا۔"

"مجھے دکھانا۔ ہم کوشش کریں گے کہ انھیں بھی شامل کر لیں۔ اور کچھ؟" اس نے مجھے اور جین کو باری باری دیکھا۔

جین سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ "ابھی مالی معاملات طے نہیں ہوئے ہیں۔"

جیفری یوں کراہا، جیسے جین اس کے پیر پر اپنی اونچی نکیلی ہیل رکھ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ "نارمن، میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آتی کہ اس نازک اور اہم معاملے میں تم بیوی کو کیوں آگے بڑھا دیتے ہو؟"

"پیسے کے معاملے میں عورتیں کم جذباتی ہوتی ہیں۔" میں نے کہا۔ ویسے میں جانتا تھا کہ معاوضہ بہت معقول ملے گا۔ اس کی مجھے فکر نہیں تھی۔ البتہ میں آرٹیکل کی طرف سے فکر مند تھا۔

نجانے کیوں مجھے رہ رہ کر اس حوالے سے آج صبح کے ڈراؤنے خواب کا خیال آ رہا تھا!

☆☆☆

"یہ شہ مات۔"

آتش دان میں نارنجی شعلے تھرک رہے تھے اور ان کا عکس بساط پر پڑ رہا تھا۔ مجھے ایسا لگا، جیسے میرے بادشاہ نے حرکت کی ہے۔

جین نے مجھے غور سے دیکھا اور ہمدردانہ لہجے میں بولی۔ "تمہارا دھیان کہیں اور تھا۔"

"ہاں۔ جانتی ہو، میں نے یہ جاب کیوں قبول کی؟"

"موضوع تمہیں اچھا لگا ہے۔ جیفری کا بھی یہی اندازہ ہے۔"

"تمام طور پر میں اس طرح سے گھیرے جانا پسند نہیں کرتا۔"

"کیا تمہارے خیال میں وہ دونوں کچھ چھپا رہے تھے؟" جین کے لہجے میں تشویش تھی۔

"نہیں۔ مائیک راجرز تو ویسے بھی ایماندار آدمی ہے اور جیفری پروکٹر پور پور بے ایمان

ہے۔اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔''

''تو پھر تم پریشان کیوں ہو؟''

''میں اپنے محرکات کی طرف سے فکر مند ہوں۔ جیفری اور مائیک تو یہ بات نہیں جانتے کہ ٹائی ٹے نک میرے لیے کوئی ذاتی مسئلہ ہے......''

''میں سمجھی نہیں۔''

''سمجھانا آسان ہے بھی نہیں۔مگر یہ بتادوں کہ آج صبح میں نے مارتھا اور البرٹ کلائن سے متعلق ایک ڈراؤنا خواب دیکھا......''

''اوہ نارمن۔'' جین نے میرا ہاتھ تھام لیا۔''لیکن مہینوں کے بعد ایسا ہوا ہے......''

''بالآخر آج مجھے ایک بھولی ہوئی بات یاد آ گئی۔مارتھا کلائن نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اور اس کا شوہر ٹائی ٹے نک پر سفر کر رہے تھے اور غرق ہونے سے بچ گئے تھے۔کیسی عجیب بات ہے...... ہے نا؟''

''نارمن...... بیس سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا۔اب تک تو وہ اخبار بھی پہلے پڑھ چکے ہیں۔'' وہ میرے ہاتھ کو سہلانے لگی۔''تم اتنی پرانی کس بات پر پریشان ہو، یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''اب سوچو نا...... یہ کہانی بھی تو ایسی ہی ہے۔'' میں نے کہا۔''بستر مرگ پر پڑا ایک بوڑھا آدمی اپنے ماضی کی راکھ کرید رہا ہے۔اس جہاز کی غرقابی لوگوں کے لیے ایک قصہ پارینہ ہے۔ لیکن اس جہاز سے بچ نکلنے والے دو افراد نے میری زندگی بدل کر رکھ دی۔''

''زندگی میں ایسے عجیب اتفاق بھی ہوتے ہیں۔''

''یہ کچھ زیادہ ہی عجیب نہیں ہے۔میرے خیال میں تو اسے قسمت کہنا چاہیے۔''

''فضول باتیں مت کرو۔لفظ قسمت تو ڈکشنری سے بھی نکال دینا چاہیے۔'' اس نے جھنجھلا کر کہا۔

''سوری۔میں جانتا ہوں کہ میں سرّیت پسند ہوں۔بہرحال مارتھا اور البرٹ کلائن اس اسٹوری کا حصہ ہیں۔''

''مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا کہ نہیں۔''

''بیک سیٹ رائٹر مت بنو۔'' میں نے اسے ڈپٹا۔''صبح سب سے پہلے مائیک کو کال کر کے مہم کے انشورر ہیرالڈ ماسٹرسن سے ملاقات طے کرو۔اور ہاں، میں بوڑھے رائیکر سے بھی ملنا چاہتا ہوں۔مگر اسے ذرا نزاکت سے ہینڈل کرنا۔''

''اور تم کہاں ہو گے؟''

''لندن۔ایک دو دن وہاں رہوں گا۔مجھے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں ٹام بریمل سے ملنا ہے۔ مارتھا اور البرٹ کلائن کے قتل کے بارے میں۔میں ہونولولو پولیس ڈیپارٹمنٹ اور ایف بی آئی کی فائلیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔''

☆☆☆

۹ جنوری ۱۹۶۲ء

لندن کی صبح بہت سرد تھی۔میں دوسری منزل پر واقع ٹام بریمل کے آفس کی کھڑکی میں کھڑا باہر سہوتروں کو دانہ چگتے دیکھ رہا تھا۔میں ٹام کو جیفری اور مائیک سے اپنی ملاقات کا حال سنا چکا تھا۔

اسسٹنٹ کمشنر نے اپنی سفید مونچھوں کو نرمی سے سہلایا اور پھر پائپ سلگانے لگا۔پائپ کا ایک کش لینے کے بعد اس نے ایک لمحہ سکوت اختیار کیا۔پھر آگے کی طرف جھکتے ہوئے ایک دھواں دھار آہ بھری۔''نارمن...... یہ تمہارے نئے ناول کا سیناریو تو نہیں؟ مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے۔''

''نہیں بھئی۔ابھی تین ماہ میں ورلڈ میگزین میں پڑھ لینا۔یہ سب فکشن نہیں، حقیقی ہے۔''

''اس سامان نکالنے کی مہم کا باقاعدہ اعلان کب ہوگا؟'' ٹام نے پوچھا۔

''سائٹ پر کام شروع ہو چکا ہے۔بہتر تو یہی ہے کہ انھیں جلد از جلد کچھ مل جائے۔اتنی بڑی مہم چند روز سے زیادہ پریس سے چھپی نہیں رہ سکے گی۔''

''مجھے تو یہ بس پیسے کا زیاں لگتا ہے۔اور ولیم رائکر کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا ہے، اس کے مطابق اس بیس ملین پاؤنڈ اس کے لیے کوئی بڑی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں۔'' میں نے کہا۔''لیکن میرا آرٹیکل ٹائی ٹے نک سے بچ نکلنے والوں کے بارے میں ہے۔اس میں یہ ایک زاویہ بھی اہم ہے کہ کیا ان میں کچھ جرائم پیشہ لوگ بھی شامل تھے۔''

''وضاحت کرو۔میں سمجھا نہیں۔''

''اصل میں میں ایک کیس سے متعلق حقائق کی جستجو کر رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔''میرا اور جین کا واسطہ مارتھا اور البرٹ کلائن نام کے دو افراد سے پڑا تھا۔وہ امریکی تھی جو ہنی مون کے لیے یورپ گئے تھے اور ٹائی ٹے نک کے ذریعے امریکا واپس آ رہے تھے۔بعد میں دونوں غیر معمولی

حالات میں قتل ہوئے اور امریکا کے تمام اخبارات میں انھیں شہ سرخیوں میں جگہ ملی۔ میں ان کے پولیس ریکارڈز...... خاص طور پر ایف بی آئی کی فائلیں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہ کب کی بات ہے؟''

''بالکل درستی کے ساتھ تو مجھے یاد نہیں۔ بہر حال ۳۰ء کی دہائی کے اواخر اور ۴۰ء کی دہائی کے اوائل کی بات ہے۔''

''اور کہاں کی بات ہے؟''

''وہ قتل کہاں ہوئے، یہی پوچھ رہے ہو نا؟ میرا خیال ہے، مغربی ساحلی علاقے میں۔''

''تم نے پرانے اخبار چیک کیے؟''

''اسی سے تو مجھے پتا چلا ان کا۔ لیکن میں ان کے متعلق تفصیلی معلومات چاہتا ہوں۔ وہ لوگ جو انھیں جانتے تھے، ان کے نام اور پتے۔ ایف بی آئی کی فائلوں سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔''

ٹام کا پائپ بجھ گیا تھا۔ وہ اسے کھول کر اس کی صفائی کرنے لگا۔ ''نارمن...... میں کوشش کر سکتا ہوں۔'' اس نے پائپ میں پھونک مارتے ہوئے کہا۔ ''واشنگٹن میں میرے تعلقات ہیں۔ لیکن بیس سال پرانے قتل کے معاملے میں کوئی پُر جوش نہیں ہوتا۔ مشکل ہی ہے کہ کوئی اتنی پرانی فائلیں نکال کر مجھے دے۔'' وہ دوبارہ پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ''ویسے یہ کیا کس نے تھا؟''

''کیا کس نے کیا تھا؟'' میں نے اپنا چہرہ بے تاثر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''اس صدی کا اہم ترین قتل، جس میں تم اتنی دلچسپی لے رہے ہو۔''

''اس سلسلے میں کوئی مشتبہ بھی نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔''

''یعنی غیر حل شدہ کیس ہے یہ۔ اب اسے چھیڑیں گے تو گرد تو اُڑے گی۔'' اس نے دیا سلائی جلائی اور پائپ سلگانے لگا۔ ''بہر حال میں کوشش کروں گا کہ سرکاری سطح پر معاملے کو نہ چھیڑا جائے۔ ذاتی بیچ زیادہ بہتر رہے گا۔''

''میں تمھیں کسی مشکل میں نہیں پھنسانا چاہتا ٹام۔''

''مشکل میں نہیں پھنسوں گا میں۔ اسے زحمت تو کہا جا سکتا ہے، مصیبت نہیں۔'' وہ مسکرایا۔ ''اور اتنے غم زدہ نظر آنے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمھاری مطلوبہ فائلیں حاصل کرلوں گا۔ ہاں...... وقت ضرور لگے گا۔ ایک ہفتہ بھی لگ سکتا ہے۔''

''کیا یہ ممکن ہے کہ تم ان فائلوں کی کاپی مجھے ڈاک سے بھجوا دو؟''

''ہاں...... کیوں نہیں۔''

''میں اٹھ کھڑا ہوا۔'' شکریہ ٹام۔ مجھے امید ہے کہ تم لنچ کے لئے وقت نکال لو گے۔''

''بالکل۔'' اس نے انٹر کام پر اپنی سکریٹری سے کہا۔ ''میں نارمن کے ساتھ جارہا ہوں۔ اگر میری ضرورت پڑے تو......'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

''اسکاٹس ریسٹورنٹ۔'' میں نے جواب دیا۔

ٹام نے سکریٹری کو بتا دیا کہ ضرورت پڑنے پر وہ ریسٹورنٹ میں اس سے بات کرسکتی ہے۔ پھر وہ میری طرف مڑا۔ ''تمہارے پاس ریزرویشن ہے۔''

''ہاں۔ ایک بجے کی۔''

''بہت خوب۔'' اس نے اپنا کوٹ اٹھایا۔ ''چھتری سنبھالی اور مجھے لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔'' مجھے دوسروں کے پیسے پر فضول خرچی بہت اچھی لگتی ہے۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

''میں خود دوسروں کے پیسے پر عیش کرتا ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ''کھانے کا آرڈر دینے کے بعد ذرا مجھے بتانا کہ تم اس کیس تک کیسے پہنچے۔ تمہارے فکشن کا تو میں پرانا فین ہوں۔''

میں جانتا تھا کہ وہ مجھے چھیڑ رہا ہے۔ میں نے اس کی بات کو اہمیت ہی نہیں دی۔

وہ کھسیا گیا۔ ''سوری نارمن، اس کے پیچھے تجسس نہیں تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ دراصل تمہیں حق ہے وضاحت طلب کرنے کا۔'' میں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ''جیسے ہی فائل ملے گی، میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔''

☆☆☆

جین مجھے اورلی ائیر پورٹ پر ملی۔ اس کے پاس اچھی اور بُری، دونوں طرح کی خبر تھی۔

''میں نے مائیک سے بات کی تھی۔'' اس نے رولتر ڈرائیو کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ ''پھر میں نے پبلی فیکس میں ہیرالڈ ماسٹرسن سے رابطہ کیا۔ دو یا تین ہفتے میں تمہیں اس سے انٹرویو کا موقع ملے گا۔''

''دو تین ہفتے! اس وقت تک تو یہ خبر عام ہو چکی ہوگی۔''

''مائیک معذرت کررہا تھا۔ دراصل ہیرالڈ سیو نارولا پر ہے اور بہت مصروف ہے۔ بانتھی اسکیپس کام کررہے ہیں۔''

''اور رائیکر کے سلسلے میں مائیک کا کیا کہنا ہے؟'' میں نے سوگوار لہجے میں پوچھا۔
''یہ بھی ممکن نہیں۔ وہ اتنا بیمار ہے کہ کسی سے نہیں مل سکتا۔''
''کب تک؟''
''یہ تو مائیک کو بھی نہیں معلوم۔''
میری مٹھیاں بھنچ گئیں۔ ''انٹرویو کے بغیر یہ ایسا ہی ہے، جیسے ایک پر کے ساتھ اڑنا۔ جیفری کچھ کر سکا ہے اس سلسلے میں؟''
''وہ نیویارک واپس چلا گیا ہے۔ کل میں نے فون پر اس سے بات کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارے اس کام کے سلسلے میں وہ ایک پالیسی بنا رہا ہے۔''
''یعنی مچھلی نہ پکڑی جائے تو ڈور توڑ کر کانٹا اور چارہ چھوڑ دو۔''
''ایسا ہی لگتا ہے۔'' جین نے بے پروائی سے کہا۔ ''میں نے بیک گراؤنڈ کے لیے کچھ کتابیں منتخب کی ہیں۔ تم انہیں پڑھ لینا۔''

☆☆☆

''گڈ گاڈ'' میں نے گھبرا کر کہا۔ مجھے چکر آنے لگے تھے۔
''تم متاثر ہوئے ہو نا؟''
میں نے اپنی میز کا سرسری جائزہ لیا۔ تفصیلی جائزے میں تو وقت لگتا۔ وہ کتابوں، رسالوں، اخبارات کے تراشوں، نقشوں اور تصویروں کا ایک بہت اونچا پہاڑ تھا۔ ''تم نے میرے لیے نقشہ نہیں بنایا؟''
''بنیادی اہمیت کی چیزوں سے اسٹارٹ لو۔ پھر والٹر لارڈز کی کتاب......''
''وہ میں پہلے ہی پڑھ چکا ہوں۔''
''پھر یہ کتابیں ہیں...... ٹائی ٹے نک کی حقیقت، سب سے بڑا بحری نقصان، ٹائی ٹے نک اور دوسرے جہاز...... یہ سب ان لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں، جو ٹائی ٹے نک پر سفر کر رہے تھے اور بچ گئے۔ اور یہ کتاب کارپیتھیا کے کیپٹن روسٹرون کی لکھی ہوئی ہے۔ ٹائی ٹے نک کے مسافروں کی مدد کے لیے سب سے پہلے کارپیتھیا ہی پہنچا تھا۔'' اس نے غیر مجلد کاغذات کی دو ڈھیریاں بنا دیں۔ پھر اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''یہ بائیں ہاتھ پر غرقابی کے بارے میں سینیٹ کی رپورٹ ہے۔ اور یہ دوسری طرف برٹش بورڈ آف ٹریڈ کی انکوائری ہے۔ اور یہ مختلف رسالوں میں چھپنے والی فیچر کہانیاں ہیں۔ کچھ عینی شاہدین کے بیان ہیں، جو غرقابی کے

دس سال بعد ریکارڈ کیے گئے۔''
''اور یہ نقشے؟''
''یہ جہاز کے بلیو پرنٹس ہیں۔''
''اس میں جہاز کا مکمل نقشہ بھی ہے؟''
اس نے ایک نقشہ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔
میں نے نقشے کو فرش پر بچھا کر اس کا جائزہ لیا۔ وہ راہداریوں اور اسٹیٹ رومز کا جال سا تھا۔ پھر میں اٹھا اور اپنا سر سہلانے لگا۔ ''اب مجھے کام شروع کر دینا چاہئے۔ اگلے چند روز گھر میں ہی بند رہنا ہے۔''
جین پیچھے ہٹی۔ ''چلو...... یہ تو اچھا ہی ہے۔ مجھے خوشی ہوگی۔''

☆☆☆

۱۲ جنوری ۱۹۶۲ء

اگلے دو دن میرا گزارہ صرف کافی، سینڈوچز اور ٹائی ٹے نک پر ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں جہاز کے بارے میں لکھنے کی اتنی ہی اہلیت رکھتا تھا، جتنی کوئی سانپ جوتوں کے بارے میں معلومات رکھتا ہے۔ مجھے جہازوں کے بارے میں کچھ پتا ہی نہیں تھا۔
بہر حال ان دو دنوں میں مجھے جہازوں کے بارے میں کسی حد تک معلوم ہو گیا۔ ٹائی ٹے نک کی تباہی خدا کے قہر کا نتیجہ نہیں تھا۔ وائٹ اسٹار لائن نامی کمپنی تحفظ سے زیادہ رفتار کی فکر کرنے والی تھی۔ شاید اس لیے کیپٹن اسمتھ نے نہایت فرماں برداری سے ٹائی ٹے نک کو پوری رفتار سے سمندر کے اس حصے میں دوڑا دیا، جہاں برفانی تودوں کی بہتات تھا۔
اس مطالعے کے نتیجے میں مجھے معلوم ہو گیا کہ جہاز کے مسافروں میں کیسے کیسے لوگ تھے۔ جہاز کی فضا کیسی تھی۔ لوگوں کے موڈ کیسے تھے۔
مگر مجھے رائیکرز کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ کلارا رائیکر کی خادمہ جارجیا فیرل کی لاش مل گئی تھی۔ لیکن خود کلارا اور اس کے باڈی گارڈ جیمز مارٹن کی لاشیں نہیں مل سکی تھیں۔
ایوا رائیکر نیویارک میں اپنے باپ سے ملی تو وہ اسی وقت کی ایک بڑی خبر تھی۔ ایک تراشے کے مطابق لڑکی نفسیاتی اعتبار سے بڑے دباؤ میں تھی۔ کیونکہ بہت الم ناک سانحے سے گزری تھی۔ اس نے نہ صرف موت کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ بلکہ اپنی ماں سے محروم بھی ہو گئی تھی۔ اسی تراشے کے مطابق رائیکر نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ کم از کم اس کی بیٹی تو زندہ بچ گئی۔

دو دن کے مطالعے کے بعد میں جہاز سے متعلق تو بہت کچھ جان گیا۔ لیکن اس شخص کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکا، جو جہاز کو بازیاب کرانا چاہتا تھا۔

میں نے کاغذات کو ترتیب سے رکھنے کی کوشش کی۔ پھر اٹھ کر ایک انگڑائی لی۔ اسی وقت مجھے احساس ہوا کہ میری ایک ٹانگ سوگئی ہے۔ میں لنگڑاتا، اچھلتا نشست گاہ کی طرف چل دیا۔

جین کاؤچ پر پاؤں رکھے لیٹی اسٹیریو پر موسیقی سن رہی تھی۔ ''کیا ہوا؟ کام مکمل ہو گیا؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن اب میں اکتا گیا ہوں۔''

''چلو اچھا ہوا۔ اب تو مجھے لگ رہا تھا کہ تمہاری آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آئیں گے۔''

''یہ خطرہ تو اب بھی ہے۔'' میں اس کا پاؤں ہٹا کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ ''وقت کیا ہوا ہے؟''

تین بجنے والے ہیں۔ سینڈوچ دوں تمہیں؟

''میں خود بنالوں گا۔'' میں کچن کی طرف چل دیا۔ ''تمہارے لیے بھی بناؤں؟''

''کلیجی کا بنانا۔''

''ٹھیک ہے۔ اس دوران تم مائیک کو فون کرو۔ اس سے کہو کہ میں کل صبح اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''کس سلسلے میں؟''

''اس کے باس کے پہنچ سے باہر ہونے کے سلسلے میں۔''

جین نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ملانے لگی۔ ''اسے بھی یہ بات بتا دوں یا نہیں؟''

''میرا خیال ہے، اس کی ضرورت نہیں۔''

☆☆☆

مائیک راجرز رائیکر کارپوریشن کے پیرس آفس میں بیٹھتا تھا۔ ایک خوب صورت لڑکی نے مجھے ریسیو کیا۔ میری شناخت پر اس نے خاصا زور دیا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر وہ مجھے مائیک کے آفس کی طرف لے چلی۔ اس وقت تک مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ یہاں تین سال سے کام کر رہی ہے۔ لیکن رائیکر سے اب تک اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

مائیک مجھے دیکھ کر کچھ فرش نہیں ہوا۔ ''تیرا خیال ہے جین نے تمہیں ماسٹرسن کے بارے میں تو بتا ہی دیا ہوگا۔'' وہ بولا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کاش...... میں تم دونوں کو جلدی ملا پاتا'' اس نے کہا۔ ''لیکن وہ بری طرح پھنسا ہوا ہے۔'' وہ اٹھا اور دیوار پر لگے دنیا کے نقشے کی طرف بڑھا۔ اس کی انگلی چند لمحے نقشے پر حرکت کرتی رہی۔ پھر نووا اسکاٹیا کے مقام پر رک گئی۔'' یہ وہ مقام ہے جہاں ٹائی ٹے نک ڈوبا تھا۔ عرض البلد ۴۱ درجے ۶ دقیقے شمال اور طول البلد ۵۰ درجے ۱۴ دقیقے مغرب۔ ماسٹرسن اس وقت یہاں موجود ہے اور باتھی اسکیپس سمندر میں اتروا رہا ہے۔ بہر حال وہ ہیلی فیکس میں تم سے ملاقات کرے گا۔'' وہ واپس آیا اور اپنے ڈیسک کیلنڈر کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ ''تم ۲۳ جنوری کو اس سے مل سکو گے۔''

میں نے کچھ نہیں کہا۔ خاموش رہا۔

مائیک کو میرے چہرے کے تاثر نے کچھ پریشان کر دیا۔ ''دیکھو نارمن، تمہیں اس کہانی کی گہرائی کو ٹٹولنے کا موقع ضرور ملے گا۔ کچھ وقت تو لگے گا۔ لیکن ہم اس سلسلے میں تمہاری تمام ضرورتیں پوری کریں گے۔''

میں آگے کی طرف جھکا اور اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر پھیلا دیے۔ ''میں اسی سلسلے میں تم سے ملنے آیا ہوں۔''

''ہاں ہاں، کہو۔ کیا بات ہے۔'' وہ اور پریشان نظر آنے لگا۔

''سیدھی سی بات ہے مائیک۔ میں تمہارے باس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''کاش یہ معاملہ اتنا سیدھا اور آسان ہوتا نارمن۔'' اس نے آہ بھر کے کہا۔

وہ الفاظ اور لہجہ میں پہلے بھی سن چکا تھا۔ دس سال کی عمر میں جب میں نے اپنے ڈیڈی سے پوچھا تھا کہ بچے کہاں سے آتے ہیں...... تو میرے ڈیڈی نے اسی لہجے میں یہی الفاظ کہے تھے۔

''کل مسٹر رائیکر کے ڈاکٹر نے فون کر کے مجھے بتایا کہ ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے۔'' مائیک کہہ رہا تھا۔ ''لیکن ابھی ان کی حالت ایسی نہیں کہ وہ کسی سے مل سکیں۔''

''ڈاکٹر سے آج تمہاری بات نہیں ہوئی؟''

''نہیں۔ لیکن......''

''چوبیس گھنٹے! اتنی دیر میں تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے، ان کی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ تم فون کر کے معلوم کرو۔''

وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔ ''میں نہیں سمجھتا نارمن کہ یہ عقل مندی ہوگی۔ ڈاکٹر برٹ نے کہا تھا

کہ انہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"یقیناً ہوگی۔ اگر میں ۸۵ سال کا ہوتا تو میں زیادہ وقت آرام ہی کرتا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن میرے ساتھ یہ مسئلہ نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بے چینی کو سمجھ رہا ہوں نارمن......"

"کیا واقعی؟ میرا خیال ہے، تم جانتے ہو کہ اگر میری مسٹر رائیکر سے بات نہیں ہوتی تو یہ اسٹوری جس پر میں کام کر رہا ہوں، دو کوڑی کی بھی نہیں ہوگی۔ یہ بات تو مسٹر رائیکر ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ ڈوبے ہوئے اس جہاز کو کیوں اوپر لانا چاہتے ہیں......وہ بھی اتنی دولت خرچ کر کے۔ اس کا جواب بہت اہم ہے۔ ان کے پیشِ نظر کاروباری منفعت ہے؟ یا یہ محض تجسس کی خاطر ہے؟ یا کوئی ماضی کی پھانس، کوئی پرانا زخم، یا کسی زخم سے اٹھنے والی کوئی ٹیس؟ قارئین کے لیے یہ جاننا بہت اہم ہے۔ اور یہ بات صرف مسٹر رائیکر بتا سکتے ہیں۔"

مائیک مسکرایا۔ "اس وقت تو تمہارا انداز کسی پریس رپورٹر کا سا ہے۔"

"سوری مائیک۔ دراصل یہ اسٹوری ایک پلپلے ہوئے...... بہت پکے ہوئے پھل کی طرح ہے۔ ایسے میں ڈر رہتا ہے کہ اسے دبا کر رس نکالنے کی کوشش کی جائے تو وہ پچک نہ جائے۔ پتا چلے کہ رس تو ہے ہی نہیں۔"

مائیک نے سگریٹ نکالی۔ مجھے بھی آفر دی۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور دیا سلائی ایش ٹرے میں ڈال دی۔ پھر وہ اٹھا اور کھڑکی کی طرف چلا گیا۔ وہ وہاں سے نیچے ٹریفک کو دیکھتے ہوئے سگریٹ کے گہرے کش لیتا رہا۔ پھر جب وہ میری طرف پلٹا تو اس کی آنکھوں میں سرخی تھی۔ وہ آنکھیں اس بچے کی سی لگ رہی تھیں، جو اپنا دفاع کرنے کی اہلیت سے محروم ہو۔ "نارمن، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیا بتاؤں۔ میں مسٹر رائیکر کو صحت کی طرف سے خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ تم ان سے ملاقات کی حتمی تاریخ جاننا چاہتے ہو۔ جبکہ میں ڈاکٹر برٹ کی تائید کے بغیر تمہیں کچھ بتا نہیں سکتا۔"

میں نے معاملے کو اس کے لیے آسان کرنے کی کوشش کی۔ "یہ بتاؤ مائیک کہ مسٹر رائیکر کا بزنس منیجر کون ہے؟"

"میں تمہارا مطلب پوری طرح نہیں سمجھ پایا ہوں۔" اس نے کہا۔ "بیشتر انتظامی اور قانونی معاملات میں ہی نمٹاتا ہوں۔"

"میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ اہم فیصلے کون کرتا ہے...... کب کیا خریدا جائے...... کب کیا بیچ دیا

جائے......وغیرہ وغیرہ۔"

وہ جیسے میری سادہ لوحی پر مسکرایا۔ "لو...... یہ مسٹر رائیکر کے سوا کون کر سکتا ہے۔"

"اب بھی؟"

"ہاں۔ اور یہ کوئی بھاری کام نہیں ہے۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔" میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے اپنے کوٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "اب تمہیں بس اتنا کرنا ہے کہ موقع ملتے ہی اپنے باس سے کہنا کہ ایک حقیر لیکن محنتی رپورٹر ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

مائیک کا چہرہ دھواں ہوگیا۔ "نارمن......"

"ان سے کہنا کہ میں غیر ضروری طور پر ان کا ایک منٹ بھی نہیں لوں گا۔ میں صرف دو باتیں جاننا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ ان کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے۔ دوسرے ان کی زندگی کا سب سے شرمندہ کرنے والا لمحہ کون سا تھا؟"

مائیک کو ہنسی آگئی۔ "دیکھو...... میں کچھ کرتا ہوں۔"

"گڈ" میں نے دروازے کے لٹو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر ذرا جلدی ہی کرنا۔ دیر نہ لگا دینا۔"

☆☆☆

اسی شام ٹام بریمل نے فون کر کے خبر سنائی کہ ایف بی آئی کی متعلقہ فائلیں کوریئر سروس کے ذریعے آنے ہی والی ہیں۔ پھر اسی نے دھیمی آواز میں کہا۔ "نارمن...... تمہیں ہونولولو کے بارے میں مجھے بتا دینا چاہیے تھا۔"

فون پر اتنے یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن مجھے اس کی آواز میں دکھ سا محسوس ہوا۔ "میں چھپانے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ ٹام" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "میں نے بس ایک ناگزیر کو کچھ دیر کے لیے ٹالنے کی کوشش کی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ تمہارے آفس میں آ کر تمہارے سامنے اپنی شرمندگی کی کہانی سنانا کچھ اچھا نہیں لگا۔ یقین کرو، اس میں بدنیتی کا دخل نہیں تھا۔" یہ کہتے کہتے میرا چہرہ تمتما اٹھا۔ لیکن ٹام مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت مجھے کمرہ نمبر ۳۰۷ کی کوٹھری کا وہ منظر اور وہاں سے اپنا بھاگنا یاد آ گیا تھا۔ یاد کیا آ گیا تھا، وہ منظر میری آنکھوں میں پھر گیا تھا۔

"بہرحال چھوڑو اس بات کو۔" ٹام نے کہا۔ "ممکن ہے، تمہارے خیال میں مجھ سے جھوٹ

بولنا کم تکلیف دہ رہا ہو۔لیکن میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں تھی۔''

''او کے ٹام۔آئی ایم سوری۔''

''میں تمھیں فائل کے بارے میں مایوس نہیں کرنا چاہتا۔لیکن سچ یہ ہے کہ اس میں بیشتر وہ باتیں ہیں، جو تم پہلے ہی سے جانتے ہو۔ پولیس اور ایف بی آئی دونوں کی مشتبہ افراد کی فہرست سادہ تھی۔ دونوں کی واحد لیڈی کیتھرین مورس تھی...... موآنا ہوٹل کی خادمہ جو غائب ہوگئی تھی۔ لیکن وہ تو آج تک ملی ہی نہیں۔اب تو اسے قانونی طور پر مردہ قرار دیا جا چکا ہے۔''

''میں جانتا ہوں کہ قتل کا وہ کیس آج بھی معما ہے۔'' میں نے کہا۔''لیکن مجھے مارتھا اور البرٹ کلائن کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ میں ان کے ہوائی آنے سے پہلے کی معلومات چاہتا ہوں۔ مارتھا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ لوگ سینٹ پیٹرز برگ،فلوریڈا میں رہتے تھے۔ میں ان کے رشتہ داروں، دوستوں اور پڑوسیوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں......''

''ایک منٹ''''فون پر کاغذوں کی سرسراہٹ اُبھری۔''ہاں...... یہ رہا۔ ان کے قتل کے بعد ایف بی آئی نے ان کے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کی تھی۔ ان کے نام ہیں فریڈ اور مارٹھا ہینیلے۔''

میں پین کھولے بیٹھا تھا۔ میں نے جلدی سے وہ نام نوٹ کرلیے۔''انھوں نے کیا بتایا؟''

''کوئی کام کی بات نہیں تھی۔ ایف بی آئی کے ایجنٹ نے سمری میں بھی ان کا حوالہ نہیں دیا۔''

''اس میں ان کا ایڈریس ہے؟''

''ہاں ۱۹۴۱ء کا ایڈریس۔ میرا خیال ہے، اب تو اس کا کچھ فائدہ بھی نہیں۔''

''ٹام، میں چاہتا ہوں کہ یہ بہت بڑی زحمت ہوگی تمہارے لیے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ان کا موجودہ پتا علوم کرنے کی کوشش کرو۔''

''نارمن، تم......''

''دیکھو نا۔ فائل تم نے منگوالی ہے۔ اب اگر تم فالو اَپ کے لیے کہو گے تو کسی کو تم پر شک نہیں ہوگا......''

''نارمن......''

''میں بہت شکر گزار ہوں گا......''

''نارمن، تم میری بھی سنو گے یا نہیں۔''

''ہاں ٹام، بولو۔''

''تم ٹیلی فون ڈائریکٹری چیک کیوں نہیں کرتے!''

.............☆☆☆.............

ٹام کا آئیڈیا کہنے کی حد تک آسان، مگر عملاً دشوار تھا۔

صبح کے وقت میں اور جین لائبریریوں کو چھانتے پھرے۔ بلیو تھک نیشنل لائبریری سے ہم نے اسٹارٹ لیا۔

''فون ڈائریکٹریز؟ جی موسیو، اس طرف......'' لائبریرین نے ہماری رہنمائی کی۔''کہاں کی ڈائریکٹری چاہیے آپ کو؟''

''سینٹ پیٹرز برگ......فلوریڈا۔''

لائبریرین کی آنکھوں میں حیرت جھلکی۔ پھر بھی اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر آخر میں بے بسی کے اظہار کے لیے کندھے جھٹک دیے۔

''کوئی مشورہ؟''

''مزارین لائبریری میں کوشش کریں۔''

لیکن مزارین لائبریری بھی خشک کنواں ہی ثابت ہوئی۔ کافی دھکے کھانے کے بعد فورنی لائبریری میں بات بنی۔ وہاں سینٹ پیٹرز برگ کی ۵۹ء کی ڈائریکٹری میسر آگئی۔

میں نے بیٹھ کر ڈائریکٹری کو میز پر رکھا اور اسے کھول کر H میں تلاش کرنے لگا۔ بالآخر مجھے وہ نام نظر آگیا۔ ہینیلے، فریڈ۔ آگے پتا بھی تھا...... ۲۱۲۱، گلف بلے وارڈ، ویسٹ کے ایل ۵۔۹۴۲۱۔

ہم گھر پہنچے تو جین نے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔''تم کرو گے یا میں۔''

میں نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا۔''تم ہی بات کرو۔''

''مجھے کہنا کیا ہے نارمن؟''

''پوچھو کہ انٹرویو دیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن کب؟''

''جلد از جلد۔ میں ملنے والی پہلی فلائٹ سے روانہ ہوسکتا ہوں۔''

جین نے ہاتھ ہلائے، جیسے اسے کامیابی کی کوئی امید نہ ہو۔''ٹھیک ہے۔ کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ویسے ضروری نہیں کہ وہ زندہ ہی ہوں۔''

جین ہمیشہ منفی انداز میں سوچتی ہے۔ مسٹر اور مسز ہینیلے دونوں نہ صرف زندہ تھے۔ بلکہ ورلڈ میگزین کے رپورٹر کو انٹرویو دینے کے معاملے میں پرجوش بھی تھے۔

منگل کی صبح ملاقات طے پا گئی!

☆☆☆

جس دوران میں اور جین لائبریریوں میں ٹیلی فون ڈائریکٹری تلاش کرتے پھر رہے تھے، اس دوران ماریا ناز نامی باتھی اسکیپ کو ٹائی ٹے نک نظر آ گیا تھا۔

اتوار کی رات کو یہ خبر ٹی وی پر آ گئی۔ سمندر میں تہ نشیں جہاز کی دھندلی سی ویڈیو بھی دکھائی گئی۔ ماریا ناز کے کیپٹن جیمز لنکولسن اور کمانڈر رلف ٹوفلر کے انٹرویو بھی آن ایئر گئے۔ انھوں نے بتایا کہ ٹائی ٹے نک فرشِ بحر پر اپنے دائیں پہلو کے بل گرا پڑا ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اس کی حالت بہت اچھی تھی۔

پھر ٹی وی اسکرین پر مائیک راجرز کا چہرہ ابھرا۔ وہ تر و تازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ولیم رائیکر کی کہانی سنائی، پھر اس مہم کے بارے میں بتایا اور اس کی تاریخی اور سائنسی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد ہیرالڈ ماسٹرسن نمودار ہوا۔ ایک رپورٹر کے مائیکروفون پر اس نے ہچکچاتے ہوئے کچھ کہا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر تھی۔ مٹاپے کے باوجود وہ پھرتیلا لگ رہا تھا۔

ایک سوال کے جواب میں ماسٹرسن نے کہا کہ عنقریب نئی تصویریں ریلیز کی جائیں گی۔ غرقابی کے مقام پر موجود سیونارولا نامی جہاز پر اخباری نمائندوں کو بلایا جائے گا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔ اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ مقبول ناول ھوان نارمن ہال ٹائی ٹے نک کی بازیابی سے متعلق فیچر اسٹوری پر کام کر رہے ہیں۔ یہ کہانی اپریل کے ورلڈ میگزین میں شائع ہو گی۔

جین نے اسکرین سے نظر ہٹا کر مجھے دیکھا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ''اس کا مطلب سمجھتے ہو نارمن؟''

''ہاں۔ سمجھتا ہوں۔'' میں نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ ''معروف ہو جانے کی تیاری کرو۔''

صرف بیس سیکنڈ بعد پہلی کال آ گئی۔ پیرس میچ، پھر ڈیر اسپیجل، پنچ، مانچسٹر گارجین، اے پی، یو پی آئی...... ٹیلی فون کی گھنٹی بجے جا رہی تھی۔ دو گھنٹے میں فون کے پاس بیٹھا رہا۔ اٹھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔

''ہاں...... فی الحال تو میں پس منظر پر کام کر رہا ہوں...... مجھے یہ کام اس لیے سونپا گیا کہ

جیفری پروکٹر اور ولیم رائیکر کے نزدیک اس کے لیے مناسب ترین آدمی میں تھا...... نہیں، اپنے معاوضے کے متعلق میں کچھ نہیں بتاؤں گا...... جی ہاں، ایسے متعدد لوگ ہیں، جن سے مجھے لینا ہے۔

جی ہاں...... یقیناً...... مسٹر رائیکر اور ان کے اسٹاف سے انٹرویو بھی میں لوں گا...... دوسرے لوگوں کے بارے میں بتانا فی الحال مناسب نہیں......''

میں نے ان سب کو یہی کچھ بتایا۔ اے پی کا نمائندہ میرے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔ کسی طرح جان نہیں چھوڑ رہا تھا۔ جان چھڑانے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ ایک انٹرویو کے لیے پیر کی صبح میں سینٹ پیٹرز برگ، فلوریڈا کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔

☆☆☆

۱۶ جنوری ۱۹۶۲ء

دروازے پر تختی لگی ہوئی تھی...... آفس! میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ استقبالیہ کاؤنٹر کے اوپر ایک گھنٹی نصب تھی۔ میں نے اسی کو جھٹکا دے کر گھنٹی بجائی۔

کاؤنٹر کے پیچھے ایک دروازہ تھا۔ اس طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ دروازہ کھلا اور ابلی ابلی آنکھوں والی ایک عورت نمودار ہوئی۔ ''کہیے...... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟''

وہ بہت دبلی اور بہت بوڑھی تھی۔ اس کی مسکراہٹ میں گرم جوشی تھی۔

میں چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔

''معاف کیجیے، ہمارے پاس اب جگہ بالکل نہیں ہے۔'' وہ معذرت طلب لہجے میں بولی۔

''ہاں، آپ کے پاس ریزرویشن ہو تو اور بات......''

''آپ مسز ہینلے ہیں نا؟'' بالآخر میں نے پوچھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''میں نارمن پال ہوں۔''

اس نے جلدی سے کاؤنٹر کا ٹاپ ہٹایا اور مجھے آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس دروازے سے گزر کر کاٹیج کے عقبی حصے میں پہنچا۔ ''فریڈ......'' مسٹر ہینلے نے پکارا۔ ''وہ آ گئے فریڈ۔''

فریڈ ایک موٹا اور گنجا شخص تھا، جو ایک آرام کرسی میں ٹھنسا ہوا تھا۔ کسی اخبار کا اسپورٹس پیج اس کی توند پر پھیلا ہوا تھا۔

''ہیلو'' فریڈ نے آہستہ سے کہا اور تکلیف دہ انداز میں اٹھتے ہوئے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔

میری سمجھ میں فوراً ہی آ گیا کہ اس بداخلاقی کی وجہ بیماری ہے، کچھ اور نہیں۔

''بیٹھیے مسٹر پال، تشریف رکھیے۔'' مائما ہینلے نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ ''آپ کافی پئیں گے؟''

''جی ہاں۔شکریہ۔''

''کریم کے ساتھ؟''

''جی ہاں۔لیکن شکر کے بغیر۔''

کچن بائیں جانب تھا۔ چند لمحوں بعد اس طرف سے برتنوں کے کھنکھنانے کی آواز سنائی دینے لگی۔ میں چوتھی دیوار کے ساتھ نصب کتابوں کے شیلف کی طرف متوجہ ہوگیا۔

فریڈ ہینلے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ''آپ کو سینٹ پیٹرز برگ کیسا لگا مسٹر پال؟''

''یہاں آ کر وطن کی یاد ستانے لگی۔ میں ایسے ہی موسم، ایسی ہی فضا میں پلا بڑھا ہوں۔''

''واقعی! کیا یہاں......؟''

''نہیں۔ میں ہونولولو کی بات کر رہا ہوں۔''

''آپ کی پیدائش وہاں کی ہے؟''

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''پال فیملی بہت پہلے سے وہاں آباد رہی ہے۔ ہمارے آباء و اجداد تبلیغ کی غرض سے وہاں پہنچے تھے۔'' مائما ہینلے ٹرے لیے آئی اور اس نے کافی کی پیالی میری طرف بڑھائی۔ میں نے کافی کا گھونٹ لیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''ٹھیک ہے؟''

''بہت اچھا ہے۔شکریہ۔''

مسز ہینلے شیلف کی طرف گئی اور اس میں سے میری کتاب 'مکڑی کا جالا' نکالی۔ ''آپ کی یہ کتاب مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔'' اسی نے کہا۔

''شکریہ۔محبت ہے آپ کی۔''

''اور آپ کی یہ تصویر بھی ہمیں یاد ہے۔'' مائما نے ناول کی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''اتفاق سے اپنی یہ تصویر مجھے بہت ناپسند ہے۔''

''ہم سوچتے تھے......ہمیں یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوگی۔''

میں نے سر اٹھا کر باری باری ان دونوں کو دیکھا۔ ''میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔''

''مسٹر پال، میں اور مائما آپ کو برسوں سے جانتے ہیں۔'' فریڈ نے کہا۔ پھر چھت کی طرف اشارہ کیا۔ ''اوپر ہمارے پاس ملک بھر کے ان اخبارات کے تراشے ہیں، جن میں مارتھا اور البرٹ کے بارے میں چھپا تھا۔ ان میں آپ کی تصویریں بھی ہیں۔ اور ہم نے آپ کی ہر تحریر پڑھی ہے۔ آپ کی کامیابی میں ہمیں ذاتی طور پر دلچسپی تھی۔''

میں اٹھ کر کھڑکی کی طرف گیا اور تازہ ہوا میں گہری سانس لی۔ ''میں تو آپ کا مقروض نکلا۔'' میں نے آہ بھر کے کہا۔ ''اب اگر آپ کچھ نہ کہنا چاہیں تو میں اصرار نہیں کروں گا۔'' وہ جانتے تھے کہ میں ان سے کس سلسلے میں ملنے آیا ہوں۔

انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتے رہے۔

''میں ایک بات واضح کر دوں۔ میں یہاں صرف اس لیے نہیں آیا ہوں کہ مارتھا اور البرٹ کلائن میں میری ذاتی دلچسپی ہے۔ دراصل وہ ٹائی ٹے نک سے زندہ بچ نکلنے والوں میں تھے۔ اور میں ایسے لوگوں پر کام کر رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریڈ نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''بات کہاں سے شروع کی جائے۔''

''ان سے آپ کی کافی قربت تھی؟''

''ہم تقریباً تیس سال ان کے گھر کے برابر رہتے رہے۔'' مائما نے کہا۔ ''اور قربت کسے کہتے ہیں؟''

''کہاں......یہیں؟''

''نہیں نہیں۔'' فریڈ نے کہا۔ ''سینٹرل ایونیو کے اس اپارٹمنٹ میں، جس کے سامنے ال اور مارتھا کا اسٹور تھا۔''

''کیسا اسٹور؟''

''جنرل اسٹور۔ وہاں ٹن فوڈ بھی ملتا تھا۔''

مجھے اچانک ایک خیال آیا۔ ''وہ اسٹور اب بھی وہاں موجود ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بلڈنگ موجود ہے۔'' فریڈ کا منہ بن گیا۔ ''اب وہاں شراب فروخت ہوتی ہے۔''

میں نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میری کار باہر موجود ہے۔ اور ٹمپا کے راستے میں ایک اچھا ریسٹورنٹ ہے۔ کیا خیال ہے......''

فریڈ مسکرایا۔ ''صرف اچھا نہیں۔ اس پورے علاقے میں وہ سب سے اچھا ریسٹورنٹ ہے۔''

''آپ دونوں چلیں تو ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ واپسی میں آپ مجھے کلائن کا وہ اسٹور دکھا

دیجیے گا۔"

مائما نے اشتباہ آمیز نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا۔ پھر مجھ سے بولی۔ "مسٹر پال، دراصل فریڈ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے......"

"اب میں کوئی باقاعدہ بیمار بھی نہیں ہوں۔" فریڈ اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنی چھڑی اٹھائی اور بیڈروم کی طرف چلا گیا۔ چند لمحے بعد اس نے چیخ کر پوچھا۔ "مائما، وہ میری اچھی والی جیکٹ کہاں ہے؟"

"چلاؤ مت فریڈ۔ میں آرہی ہوں۔ مائما نے پکارا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ "ہمیں چند منٹ لگیں گے تیار ہونے میں۔"

............☆☆☆............

البرٹ اور مارتھا کلائن کا گھر سینٹرل ایونیو کی ایک تنگ سڑک پر تھا......کوسٹ گارڈ اسٹیشن اور بوٹ بیسن کے درمیان۔ میں نے کرائے کی بیوک پارک کیا۔ پھر کھڑکی کا شیشہ اتار کر عمارت کا جائزہ لیا۔

"یہ ہے وہ جگہ۔" مائما کے لہجے میں خودترسی تھی۔ "خدا معاف کرے، ہم چالیس سال یہاں رہتے رہے ہیں۔"

اینکر لیکر مارٹ گراؤنڈ فلور پر تھا۔ کاؤنٹر پر گلابی رنگت والا ایک گنجا شخص کھڑا تھا۔ اس وقت وہ ایک گاہک کو نمٹا رہا تھا، جس کی پیٹھ ہماری طرف تھی۔ گاہک پلٹا تو میں نے دیکھا، وہ ایک سیاہ فام لڑکا تھا۔

میں نے اپنا کیمرا سنبھالا اور اتر کر سڑک پار کی۔ عمارت کے پہلو میں چوبی زینہ تھا۔ قدمچوں اور ریلنگ دونوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ان پر سینکڑوں بار رنگ کیا جا چکا ہے۔

زینے کی سائیڈ میں موٹا سا ایک بلا اونگھ رہا تھا۔ آہٹ سن کر اس نے ایک آنکھ کھول کر مجھے دیکھا۔ پھر اٹھا اور خرخراتے اور میری پنڈلیوں سے سر رگڑتے ہوئے میرے ساتھ یوں چلنے لگا، جیسے میرا برسوں پرانا دوست ہو۔

جس فلیٹ میں کبھی مارتھا اور البرٹ رہتے تھے، اس کے دروازے پر طرح طرح کے دھبے اور انگلیوں کے نشانات تھے۔ کھڑکی پر پردہ پڑا ہوا تھا۔

میں پلٹا اور واپس چل دیا۔

میں گاڑی میں واپس آیا تو فریڈ نے مجھ سے کہا۔ "شاید آپ کو یقین نہ آئے۔ لیکن کسی

زمانے میں یہ بہت اچھی جگہ تھی۔"

"کچھ، گندی بستیاں کوئی بالارادہ نہیں بناتا۔ وہ خود بہ خود آباد ہو جاتی ہیں۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "وہ لوگ یہاں کب آئے تھے۔"

"اپریل ۱۹۱۲ء کے اواخر میں۔"

"ٹائی ٹے نک کی غرقابی کے فوراً بعد۔"

جی ہاں۔ اس بار مائما نے جواب دیا۔

"وہ ٹائی ٹے نک پر سفر کی باتیں کثرت سے کرتے تھے؟"

"ابتدا میں تو ایسا نہیں تھا۔" فریڈ نے کہا۔ "لیکن تمام اخبارات میں غرقابی سے بچنے والوں کی فہرست میں ان کے نام چھپے تھے۔ تو قدرتی بات ہے کہ ہم ان سے اس بارے میں پوچھتے تھے۔ ال کا کہنا تھا کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی تھی۔ وہیں سے بچانے والوں نے اسے اٹھایا۔ جبکہ مارتھا نے ہمیشہ یہی کہا کہ وہ ٹائی ٹے نک سے اتاری جانے والی آخری کشتی میں تھی۔"

مائما آگے کی طرف جھکی۔ "آپ تو سمجھ سکتے ہیں مسٹر پال۔ وہ بے چارے ایک ہولناک عذاب سے گزرے تھے۔ انھیں اس کے بارے میں بات کرنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہم بھی ان پر زیادہ زور نہیں ڈالتے تھے۔"

"وہ جب یہاں آئے تو کیا ان کے پاس کافی دولت تھی؟"

"تھوڑی بہت ضرور تھی۔ وہ قلاش نہیں تھے۔ پھر اسٹور چل نکلا۔ اور ان کی کمائی ہونے لگی۔ ہم جب بھی تنگی میں مبتلا ہوتے تو وہ ہماری مدد کرتے۔ ۲۳ء میں مائما کے آپریشن کے لیے البرٹ نے مجھے رقم دی۔ پھر کساد بازاری کے عہد میں جب لوگ بھوکے مر رہے تھے تو ہمارے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ نہ ہوتے تو ہم مر چکے ہوتے۔"

"میں اس فلیٹ کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کچھ فائدہ نہیں۔" مائما نے جلدی سے کہا۔ "مالک مکان نے فلیٹوں کی تعداد بڑھانے کے لیے پرانی دیواریں تڑوا کر نئی دیواریں بنوا دیں۔ اسی لیے تو ہم یہاں سے چلے گئے تھے۔" وہ کہتے کہتے رکی۔ "ایک سرد آہ بھری اور سوگ وار لہجے میں بولی۔" کچھ یہ بھی تھا کہ ان کے بعد یہاں رہنا اچھا نہیں لگتا تھا۔"

"تب تو ضرورت بھی نہیں۔ میں تو بس یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ لوگ یہاں کیسے رہتے ہوں گے؟"

مائما کا چہرہ چمکنے لگا۔ "میں اس سلسلے میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں۔ دراصل ان کا کوئی رشتہ

دارتو تھا نہیں۔ ان کی چیزوں کا ہمیں ہی کچھ کرنا تھا۔ کچھ چیزیں میں نے رکھ لیں۔ باقی سب اسٹور میں بھردیں۔ آپ چاہیں تو انھیں دیکھ لیں......''

☆☆☆

اسٹور کیا، وہ چھوٹی سی دوچھتی تھی۔ فریڈ اور مائما نے سیڑھی کو تھاما اور میں ٹارچ لے کر اوپر چڑھنے لگا۔

''وہ اوپر جو گتے کی بڑی پیٹی رکھی ہے نا، اس میں ہیں ان کی چیزیں۔'' یہ مائما نے پکار کر کہا۔

اس بکس میں اور اس کے اوپر برسوں کی گرد تھی۔ میں اسے اتار کر نیچے تو لے آیا۔ لیکن خود بھوت بن کر رہ گیا۔ مائما نے نیچے اخبار بچھالیا تھا۔ اس نے میری طرف تولیا بڑھایا۔

ذرا دیر میں گویا بلاؤں کا وہ بکس کھل گیا۔ اسمیں وہی عام سی چیزیں تھیں، جو سب لوگوں کے اسٹور میں ہوتی ہیں۔ کانچ کا گل دان، پرانے جوتے، ۱۹۳۳ء کا ایک یادگار چمچہ، چند پیپر بیک ناول، ایک آرائشی ایش ٹرے، جس پر سگریٹ بجھائے جانے کے نشان اب بھی موجود تھے۔

میں نے کیمرا اٹھایا اور چند تصویریں بنالیں۔

گرد کی وجہ سے فریڈ کو چھینکیں آنے لگی تھیں۔ مائما جلدی جلدی کھڑکیاں کھولنے لگی۔ تازہ ہوا بہت خوش گوار لگی۔ کیونکہ میں اتنی دیر میں پسینے میں نہا چکا تھا۔

''مسز ہینسلے، آپ کے پاس ان دونوں کی تصویریں بھی ہوں گی۔'' میں نے اچانک پوچھا۔

''کاش ایسا ہوتا۔ ہمارے ایک عزیز نے ہمیں تحفے میں کوڈک کیمرا دیا تھا۔ مگر اس سے بہ مشکل دو یا تین رول استعمال کر سکے۔

''حیرت ہے۔ اتنے برسوں کے ساتھ کے باوجود......''

''کچھ یوں ہی ہے مسٹر پال کہ البرٹ اور مارتھا تصویروں کے معاملے میں بے حد شرمیلے تھے۔ مارتھا کہتی تھی کہ اس کی تصویر کبھی اچھی نہیں آتی۔ اور البرٹ تصویر کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔'' فریڈ نے وضاحت کی۔

''اس وقت تو واقعی اس کمی پر افسوس ہوا۔'' مائما نے آہ بھر کر کہا۔ ''کاش آپ انھیں دیکھ سکتے مسٹر پال، جب وہ پہلی بار یہاں آئے تھے۔ بہت خوب صورت تھے وہ دونوں۔''

''ہاں، جیسے سنہری بالوں والے فرشتے۔'' فریڈ نے تائید کی۔

''فرشتے زمین پر نہیں رہتے۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' فریڈ کا منہ بن گیا۔

''ایسے ہی......ایک عام سی بات کہی ہے میں نے۔ اچھا یہ بتائیں، ان کے اور آپ کے درمیان کبھی تلخی نہیں ہوئی۔''

''نہیں۔ بالکل نہیں۔'' فریڈ نے بے حد وثوق سے کہا۔

''کوئی سخت بات، کوئی طعنہ؟ کسی رات کچھ زیادہ ہی پی لینے کے بعد جیسے آدمی بہکتا ہے۔ کسی قرض کا تقاضہ؟ کوئی مذاق جو دل کو لگ گیا ہو؟''

فریڈ کوئی کاٹ دار جواب دینے والا تھا۔ لیکن مائما نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ ''یہ بہت مشکل سوال ہے مسٹر پال۔ آدمی بوڑھا ہو جائے تو صرف خوش گوار باتیں ہی اسے یاد رہتی ہیں۔ ناخوش گوار باتیں ذہن سے محو ہو جاتی ہیں۔''

میں فریڈ کی طرف مڑا۔ ''آپ کہہ رہے تھے کہ فریڈ کا اسٹور کامیاب تھا؟''

''ہاں۔ ایک سال کے اندر اس نے پورے علاقے کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔''

''اگر اسٹور کامیاب تھا تو البرٹ کو مزید پاؤں پھیلانے چاہئے تھے۔ اور دکانیں کیوں نہیں کھولیں اس نے؟''

فریڈ سر کھجانے لگا۔ ''یہ بات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی۔ بلکہ میں نے کئی بار اسے مشورہ بھی دیا۔ مگر وہ سر ہلا کر کہتا تھا۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ مجھے ہوس نہیں ہے۔ اور پھر مجھے ملازم رکھنے پڑیں گے۔ نہیں بھئی، ہمارا تو یہ فیملی بزنس ہے۔''

''فیملی سے اس کی مراد تھی بیوی اور وہ خود۔''

''بچے تو ان کے تھے نہیں۔'' مائما افسردہ نظر آنے لگی۔ ''شاید ہمارے درمیان زیادہ قربت کی یہی وجہ تھی۔ بچوں سے ہم بھی محروم تھے۔''

میں ان دونوں کو دیکھتا رہا۔ فضا بہت بوجھل ہوگئی تھی۔ مجھے گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ میں نے کہا۔ ''مارتھا کلائن نے مجھے بتایا تھا کہ ٹرپ پر روانہ ہونے سے پہلے البرٹ کو عجیب سی فون کالز آرہی تھیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اجنبی لوگ ان سے فلیٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔ وہ البرٹ کا پیچھا بھی کرتے تھے۔

آپ نے کبھی ایسے کسی شخص کو دیکھا؟''

فریڈ نے مائما کی طرف دیکھا۔ پھر ایسا لگا، جیسے وہ الجھ رہا ہو۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''ہاں'' ہم

نے دیکھا تھا۔ یہ مارتھا اور البرٹ کے جانے سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے۔ ایک نئے ماڈل کی سیڈان سڑک سے اس طرف کھڑی تھی۔ اس میں ایک آدمی تھا۔ کار اور ڈرائیور بدلتے رہتے تھے۔ لیکن وہ جگہ خالی کبھی نہیں ہوتی تھی۔"

"آپ ان میں سے کسی کا حلیہ بیان کر سکتے ہیں؟"

"اتنی دور سے کہاں پتا چلتا ہے۔ اور پھر اتنی پرانی بات ہے۔ میں نے اور مائما نے مارتھا کو بتائی تھی یہ بات۔ وہ کچھ فکر مند نظر آنے لگی تھی۔ اور ہاں، ان دونوں کے جانے کے بعد وہ کار بھی کبھی نہیں نظر آئی۔"

"مارتھا کلائن نے مجھے بتایا کہ البرٹ نے بالکل اچانک اس سفر کا فیصلہ کیا تھا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"یہ درست ہے۔ ویسے تو وہ لوگ تفریح کے لیے جانے کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ لیکن وہ گئے تو بالکل ہی اچانک۔" مائما نے جواب دیا۔

"اسٹور کا انھوں نے کیا کیا؟"

"ال کے پاس دو تین لڑکے پہلے ہی سے کام کر رہے تھے۔ وہ کام کرتے رہے۔ نگرانی مائما کر لیتی تھی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ہوائی سے ان کے قتل کی خبر آ گئی۔"

"ان لڑکوں میں سے کوئی اب بھی یہاں رہتا ہے؟"

مائما نے نفی میں سر ہلایا۔ "مستقل کام کرنے والا تو ایک ہی تھا۔ اسٹینلے کیلس نام تھا اس کا۔ وہ مر چکا ہے۔"

مجھے احساس ہوا کہ معلومات کا کنواں اب خشک ہو چکا ہے۔ شکریہ ادا کر کے رخصت ہونے کا وقت آ پہنچا تھا۔ میں نے کہا۔ "بس ایک بات اور بتا دیں مجھے۔ مارتھا یا البرٹ نے کبھی کسی ایسے شخص کا تذکرہ کیا، جو ٹائی ٹے نک پر ان کا ہم سفر رہا ہو؟ مسافر ہو یا جہاز کے عملے کا کوئی فرد؟"

"یہ تو مجھے یقین ہے کہ انھوں نے جہاز پر بہت دوست بنائیں ہوں گے۔ وہ دونوں تھے ہی ایسے......خوش اخلاق اور گھل مل جانے والے۔ لیکن مجھے یاد نہیں آتا کہ انھوں نے کبھی کسی کا نام لیا ہو......"

"ایک منٹ۔" فریڈ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "عملے کا ایک شخص تھا، جس کا مارتھا نے کئی بار تذکرہ کیا تھا۔"

"اس کا نام کیا تھا......؟"

"اوگاڈ......ذرا سوچنے دو مجھے۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ "اس کا نام تھا جان......جان......جان میک آرتھر......نہیں میک آرتھر نہیں، کچھ اور تھا۔ بالکل یاد نہیں آ رہا ہے......"

"ضان میک فارلینڈ۔" اچانک مائما نے چیخ کر کہا۔ "اب مجھے یاد آ گیا۔ وہ ان کا اسٹیوارڈ تھا۔ مارتھا جب بھی اس جان میک فارلینڈ کا تذکرہ کرتی تھی تو البرٹ کو بہت شدت سے غصہ آنے لگتا تھا۔"

☆☆☆

۱۷ جنوری ۱۹۶۲ء

میک فارلینڈ، میک فارلینڈ......کیونارڈ لائنز کے نیویارک آفس کا پرسونیل ڈائریکٹر فائلنگ کیبنٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک فائل نکال کر کاؤنٹر پر رکھی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ "عام حالات میں ہم اپنا ریکارڈ عام لوگوں کو نہیں دکھاتے۔ لیکن جس طرح مسٹر پروکٹر نے یہیں فون کیا اور وضاحت کی، اس کے بعد......" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔

اس کا نام پیٹر رائٹ تھا۔ وہ دانت پر دانت جما کر بات کرتا تھا۔ اس کے باوجود ایک ایک حرف کی آواز صاف اور واضح ہوتی تھی۔ اس کی عمر چالیس سے اوپر تھی۔ اور وہ بے حد پُرخلوص ٹائپ کا آدمی تھا۔

"جی ہاں......جان میک فارلینڈ ہمارے ہاں کام کرتا تھا۔" بالآخر اس نے کہا۔ "۲۳ء سے ۴۳ء تک وہ ہمارے ہاں رہا۔ پہلے ماریطانیہ پر اور اس کے بعد کوئین میری پر۔" اب اس کے صرف ہونٹ ہل رہے تھے، جیسے وہ زیرِ لب پڑھ رہا ہو۔ پھر اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ "آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ ہماری کمپنی میں تھا؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"میرا اندازہ تھا۔" میں نے عدم تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"خیر......کوئین میری کو فوجیوں کو لانے لے جانے کے لیے مخصوص کیا گیا تو ۴۲ء میں آپ کے میک فارلینڈ نے اس جہاز پر کام کرنے کی پیش کش کی۔ جنگ کے بعد ۴۷ء تک وہ الزبتھ نامی جہاز پر کام کرتا رہا۔ ۴۷ء میں وہ ریٹائر ہو گیا۔ ہمارے ریکارڈ کے مطابق میک فارلینڈ نے اپنی معمولی پنشن کو اوپل کی ایک کان میں لگا دیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا تھا کہ وہ کوبر پیڈی، جنوبی آسٹریلیا میں پہلے ہی پراپرٹی خرید چکا تھا۔"

''کیا...... کہا؟ پھر سے بتائیں۔''

''کوبر پیڈی جنوبی آسٹریلیا کا ایک قصبہ ہے۔''

''میرے خیال میں یہ ٹائپنگ کی غلطی ہے۔''

اس نے چشمے کے پیچھے سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''نہیں جناب۔ یہ ممکن نہیں ہے۔''

☆☆☆

پیٹر رائٹ نے ٹھیک کہا تھا۔ کوبر پیڈی سچ مچ ایک قصبے کا نام تھا۔

''کیسی لعنتی جگہ ہے۔'' میرے چارٹرڈ جہاز کے پائلٹ نے بہت بُرا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ جہاز کو ایڈی لیڈ ایر پورٹ کے رن وے پر دوڑا رہا تھا۔ ''اور آپ نے وہاں جانے کے لیے بدترین وقت کا انتخاب کیا ہے۔ دیکھیں نا، یہاں موسم گرما اپنے شباب پر ہے۔ درجۂ حرارت کم از کم ۱۲۰ درجے ضرور ہوگا۔''

جہاز رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ میں نے پائلٹ ہوریس اسمیڈ لی سے پوچھا۔ ''تم جان میک فارلینڈ سے ملے ہو کبھی؟''

''نہیں۔ میں تو بس لوگوں کو اور کبھی کبھی سامان پہنچانے وہاں جاتا ہوں۔ وہ کوئی ایسی جگہ نہیں کہ آدمی وہاں رک کر وقت گزارے۔ ویسے بھی کوبر پیڈی کے لوگ ملنسار نہیں ہیں۔''

جہاز اب فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد ہم خون رنگ پہاڑیوں کے علاقے میں پرواز کر رہے تھے۔ اچانک ریڈیو پر ایک آواز ابھری۔ ''یہ ووميرا بیس ہے۔ آپ اب ممنوعہ فضائی حدود میں داخل ہو رہے ہیں۔ اپنی شناخت کرائیں۔''

ہوریس نے مائیکروفون تھاما اور اس میں اپنی مونچھیں تقریباً گھسا دیں۔ ''یہ سیسنا اے ۲۰۳۸ ہے۔ ہم نے ایڈی لیڈ سے پرواز کیا ہے اور کوبر پیڈی جا رہے ہیں۔ ہم بیس سے کلیئرنس لے چکے ہیں۔''

''راجر۔ ہمارے پاس تمہاری کلیئرنس موجود ہے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''ایلس اسپرنگز سے اطلاع ملی ہے کہ ریت کا طوفان جنوب کی سمت بڑھ رہا ہے۔ ہوا کی رفتار ۶۰ میل فی گھنٹا ہے۔''

''راجر۔ تھینکس فار دی وارننگ۔'' ہوریس نے کہا اور مائیک آف کر دیا۔

''یہ کیا سلسلہ تھا؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''یہ تو معمول ہے۔ ووميرا میں ہتھیاروں کے آزمائشی تجربات ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں

ناسا کا ٹریکنگ اسٹیشن بھی ہے۔''

''میں طوفان کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔''

''ارے وہ...... اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔'' اس نے افق کی طرف اشارہ کیا۔ ''ایلس اسپرنگز شمال کی طرف پانچ چھ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اتنا فاصلہ طے کرنے سے پہلے تو طوفان دم توڑ دیتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے وہ راستہ تبدیل کر لے اور کوئینز لینڈ کی طرف چل پڑے۔ بانیو جائے۔'' اس نے کن انکھیوں سے مجھے دیکھا۔ ''آپ کوبر پیڈی میں کتنے دن رکیں گے مسٹر پال؟''

''بس ایک رات۔ کل صبح واپسی۔''

''دیکھیں۔ بدترین صورتِ حال یہ ہو سکتی ہے کہ طوفان کی وجہ سے لینڈنگ اسٹرپ ایک یا دو دن کے لیے قابلِ استعمال نہ رہے۔''

''کاش، ایسا نہ ہو۔''

جہاز نے ایک گھنٹا اور پرواز کی۔ پھر اچانک منظر تبدیل ہو گیا۔ سرخ ریتلی پہاڑیاں غائب ہو گئیں اور حدِ نظر تک صحرا نظر آنے لگا۔

''یہ جھیل کیڈی بارا اوریا کانا ہے۔'' ہوریس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ برسوں سے خشک پڑی ہے۔''

''یہ دوسرا جملہ غیر ضروری تھا۔'' میں نے کہا۔

''بس اب تھوڑی دیر اور لگے گی۔'' ہوریس جہاز کو اور بلندی پر لے گیا۔ میں نیچے بظاہر لہریں لیتی ساکت ریت کو دیکھتا رہا۔

اچانک جہاز نے یوں غوطہ لگایا، جیسے اچانک ہی توازن کھو بیٹھا ہو۔ نیچے کچھ چمکتا نظر آیا۔ ایک اور روشنی سی چمکی...... پھر ایک اور......

''یہ ہے وہ جگہ۔'' ہوریس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ جو ٹین کی چھتیں نظر آ رہی ہیں نا......'' وہ جہاز کو نیچے کی طرف لے جا رہا تھا۔ ''ویسے یہ آپ کے مسٹر میک فارلینڈ یہاں کب سے ہیں؟''

''میرا خیال ہے، پندرہ سال تو ہو گئے ہوں گے۔''

وہ جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔ ''ویسے میں نے کوبر پیڈی جیسی جگہوں پر دو ہی طرح کے لوگ دیکھے ہیں۔ ایک بیوی بچوں والے جوان لوگ، امیدوں سے بھرے، جلدی سے کان خالی کر کے

نکل بھاگنے والے۔ ان میں سے کچھ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ خالی ہاتھ لوٹ جاتے ہیں۔ رکتے وہ بھی نہیں۔ کہیں بھی چلے جائیں، یہاں وہ کبھی نہیں رکیں گے۔

''اور دوسری قسم کے لوگ یہاں جم کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دولت کے چکر میں نہیں۔ یہ صحرا کوئی جادو کر دیتا ہے ان پر۔ وہ باہر کی دنیا کو بھول جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں، جو فرار چاہتے ہیں۔''

''فرار! کس سے؟''

ہوریس اس وقت اس پٹی پر جہاز کو اتار رہا تھا۔ جہاز کو کئی جھٹکے لگے۔ مگر پھر وہ ہموار انداز میں پٹی کے آخری سرے پر کھڑی لینڈ روور کی طرف دوڑنے لگا۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر ہوریس میری طرف متوجہ ہوا۔ ''یہ بات جان میک فارلینڈ سے پوچھیں۔ دیکھیں، وہ کیا کہتا ہے۔''

جان میک فارلینڈ میرے جہاز کے پائلٹ ہوریس کے بیان کی روشنی میں انسانوں کی دوسری قسم سے تعلق رکھتا تھا۔

اونچے نیچے ناہموار راستے پر ڈرائیو کرتے ہوئے ڈرائیور نے کہا۔ ''بوڑھا جونی...... ہاں، میں اسے جانتا ہوں۔ برسوں سے اسے دیکھ رہا ہوں میں۔''

''اسے کانوں سے بھی کچھ حاصل ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''لگتا تو ہے۔ لیکن وہ ان معاملات پر زیادہ بات نہیں کرتا۔''

میں نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے پوچھا۔ ''اتنے برسوں وہ اکیلا تو نہیں رہا ہو گا۔ کوئی عورت بھی ہے اس کی زندگی میں۔''

''مستقل روگ تو اس نے کوئی نہیں پالا۔ اور اس معاملے میں بھی وہ راز داری سے کام لیتا ہے۔ اور تنہائی سے وہ ڈرتا بھی نہیں۔''

اب اِدھر اُدھر ٹین کی چھتوں والے مکان نظر آنے لگے تھے۔ ہوریس بے زاری سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ ''یہ آ گیا جونی کا ٹھکانہ۔'' ڈرائیور نے بتایا...... اور گاڑی روک دی۔

میں نے اپنی نوٹ بک اور کیمرا سنبھالا اور گاڑی سے اتر گیا۔

''میں جیک کے ساتھ رہوں گا۔'' ہوریس نے ڈرائیور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہاں ہمارے لیے بستر تیار ہوں گے۔ آپ اپنا کام نمٹا لیں تو آ جایئے گا۔''

''کہاں آؤ؟'' میں نے پوچھا۔

''کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ کسی سے بھی جیک کے بارے میں پوچھ لیجئے گا۔'' یہ کہہ کر ہوریس نے ہاتھ لہرایا۔ جیپ آگے بڑھ گئی۔

میں چند لمحے دھوپ میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ میری پیٹھ پر پسینہ آبشار کی طرح بہہ رہا تھا۔ گرد ابھی بیٹھ ہی رہی تھی کہ جان میک فارلینڈ نظر آیا۔ وہ سفید نیکر پہنے ہوئے تھا۔ سر پر ہرے رنگ کی بیس بال کیپ تھی۔ وہ آگے بڑھا اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔ تم نارمن ہال ہو نا۔ کہو، کیا اندازہ ہے میرا۔''

''بالکل درست۔ مگر یہ آپ نے سمجھا کیسے؟''

اس کی نیلی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''کوبر پیڈی میں ٹراؤزر اور اسپورٹس پہن کر پھلنے والا یا تو کوئی اجنبی ہو سکتا ہے یا پاگل۔ اور تم مجھے پاگل نہیں لگتے۔''

''اصل میں جہاز میں تو ائیر کنڈیشنر لگا تھا۔''

''وہ یہاں بھی ہے۔'' اس نے اندر کی سمت اشارہ کیا۔ ''آؤ...... میں تمہارے لیے ڈرنک بناؤں۔ پھر بات کریں گے۔''

میں آگے تھا اور وہ میرے پیچھے۔ پانچ قدم نیچے وہ چھوٹا سا، صاف ستھرا ڈرائنگ روم تھا۔ وہاں پرانا لیکن بے داغ صوفہ سیٹ پڑا تھا۔ اور ایک بے حد آرام دہ کرسی تھی۔ چھت اتنی نیچی تھی کہ تقریباً میرے سر کو چھو رہی تھی۔ قدرتی طور پر میں [illegible] کر چلنے لگا۔ ایک جانب مجھے چھوٹا سا کچن نظر آیا۔ اس کے ساتھ ہی بیڈ روم بھی تھا۔

میک فارلینڈ نے اپنے عقب میں دروازہ بند کیا اور اندر آتے ہوئے کہا۔ ''اچھی جگہ ہے نا...... پُرسکون۔''

میں نے اقرار میں سر ہلایا۔ ''اس کا تو مجھے بھی اعتراف ہے۔''

''مگر کچھ لوگ خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔'' وہ ہنسنے لگا۔ ''یہ انڈر گراؤنڈ سیٹنگ ائیر کنڈیشننگ اور ہیٹنگ دونوں کے لیے نہایت موزوں ہے۔ یہاں پاور کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم لوگ توانائی کے زیاں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔'' وہ کچن کی طرف گیا اور پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ ''یہ بتاؤ، کیا پیو گے...... جن؟ اسکاچ؟''

''کچھ بھی پلا دو۔ بس ٹھنڈا ہو۔''

تم امریکی لوگوں کو برف سے کتنی محبت ہے۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ [illegible]چ اور برف کا امتزاج کتنا غیر فطری ہے۔'' اس نے فریج کھول کر بوتل نکالی۔

میں اس دوران کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کسی دیوار پر کوئی تصویر نہیں تھی...... نہ پینٹنگ نہ فوٹو۔ میز پر ایک پرانا فلپس ریڈیو رکھا تھا۔ لیکن ٹی وی نہیں تھا۔ کمرا اپنے مکین جیسا ہی تھا۔

جان میک فارلینڈ کا قد پونے چھ فٹ کے قریب تھا۔ اسے نہ موٹا کہا جا سکتا تھا نہ دبلا۔ اس کا چہرہ گول تھا اور چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھوں میں چوکنا پن تھا۔ چھوٹے چھوٹے سفید بال تھے۔ عمر ۷۰ سے اوپر تھی۔

وہ دو گلاس لے کر آیا۔ ''یہ لو...... بیٹھ ہی جاؤ۔'' اس نے کہا اور کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ ہم دونوں نے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے۔ چند لمحے خاموشی میں گزرے۔

پھر اس نے خاموشی توڑی۔ ''مسٹر پال، تمہارے بارے مٰیں بہت کچھ سنا ہے میں نے۔ پہلے تو زمانہ جنگ میں تمہاری بہادری کے بارے میں...... اور پھر ان جزائر کی زندگی کے حوالے سے۔

''میری کوئی اہمیت نہیں ہے مسٹر لیک فارلینڈ۔'' میں نے کہا۔ ''میں تو یہاں تمہارے متعلق بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔''

''تم مجھے بے تکلفی سے جان پکارو۔ اور تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تمہیں نارمن کہہ کر بلاؤں۔ یوں ہم دونوں کی زبانوں کا بوجھ اور زحمت کم ہو جائے گی۔''

''مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ میں تمہارے بارے میں جو کچھ جاننا چاہتا......''

''میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔ نارمن۔'' اس نے ریڈیو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کبھی میں باہر کی دنیا سے بھی رابطہ کرتا ہوں۔ آج کل ریڈیو پر ہر وقت ٹائی ٹے نک...... ٹائی ٹے نک...... گاتا رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کا ایک بار ڈوب جانا کافی نہیں تھا۔ اب وہ خبیث رانیکر اس نحوست کو پھر سطحِ زمین پر واپس لا رہا ہے۔''

''اس کی یہ مہم خزانے کی تلاش میں کھدائی کے مترادف ہے۔''

''واقعی؟'' اس نے بھویں اچکائیں۔ ''کس چیز کی امید اور تلاش ہے اسے؟''

''اس بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''تمہارا مطلب ہے'' اس بارے میں کوئی زبان نہیں کھولنا چاہتا۔'' میک فارلینڈ نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔

''ممکن ہے، یہ بات ہو۔ بہر حال میں ٹائی ٹے نک کے حوالے سے تمہارے بیک گراؤنڈ کو

سمجھنا چاہتا ہوں۔''

''کیسا بیک گراؤنڈ؟ ہم نے اپنا تین چوتھائی سفر ہی تو طے کیا تھا۔''

''جہاز کے بارے میں تو یاد ہو گا تمہیں؟''

''کیوں نہیں۔ آخر وہی تو میری وجہِ شہرت ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ ''ایسا لگتا ہے کہ پندرہ اپریل کی صبح جو میں پانی پر تیرتا رہا اور خود کو ڈوبنے سے بچانے کی کوشش کرتا رہا، وہ میری زندگی کی اہم ترین کاوش تھی۔''

''یہ آپ کی سب سے اہم یاد؟''

''وہ بہت خوب صورت، بہت حسین جہاز تھا۔ اب میں اس کا نقشہ کیسے بیان کروں۔'' اس نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔

میں خاموش رہا۔ میں جانتا تھا کہ میری خاموشی اسے بولنے پر اکسائے گی۔

اور ہوا بھی یہی۔ وہ چند لمحے جیسے تصور میں جہاز کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''یہ معاملہ صرف آسائشات کی فراہمی کا نہیں تھا۔ اصل میں کمپنی اپنے خاص الخاص مسافروں کو خوش کرنا چاہتی تھی۔ ان میں انگریز لارڈز بھی تھے، فرانسیسی امراء، جرمن بیرن اور امریکی ڈاکو بھی...... جدید دور کے ڈاکو جو تجارت کے ذریعے ڈاکے مارتے ہیں۔ وائٹ اسٹار لائنز نے ان پیسے والوں کے لیے تین عظیم جہاز بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کی آرائش بھی عام جہازوں سے مختلف تھی۔ ان میں مہاگنی کا فرنیچر تھا۔ ان ڈور سوئمنگ پول، پورے جہاز میں کارپٹ۔ ان تین جہازوں میں پہلا اولمپک تھا۔ دوسرا ٹائی ٹے نک اور تیسرا بریٹانک، جو پہلی جنگِ عظیم کے دوران ڈوبا۔''

''تم، ڈوبنے پر ناخوش تو نہیں لگتے۔''

''تم قدرت کی منصوبہ بندی پر یقین رکھتے ہو؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن میرے یقین یا عدم یقین سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''بہر حال، میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ ٹائی ٹے نک ایسی خوب صورت علامت ہے، جسے اور کسی طرح بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایسا جہاز، جسے خدا بھی نہیں ڈبو سکتا۔ لیکن ہوا کیا۔ خدا نے خود اسے ڈبو دیا۔ بڑے بڑے دولت مند، مغرور اور عزت دار لوگ اس کے ساتھ غرق ہو گئے۔ میں اس قدرت کا شعبدہ قرار دیتا ہوں۔ بلکہ اس کے ذریعے قدرت نے مستقبل کی جھلک بھی دکھا دی۔ پہلے سے بتا دیا کہ مرجانے والوں کے دوست اور رشتہ دار جنگِ عظیم مٰیں ان کے

پیچھے چلے آئیں گے۔''

''یہ بہت دل چسپ تھیوری ہے جون۔ یہ ثابت ہو جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔''

''خوش قسمتی سے ایسی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ ان کا ثبوت کبھی نہیں ملتا۔'' اس نے کہا۔''تم اور کیا جاننا چاہتے ہو؟ یہ کہ میں ڈوبتے ہوئے جہاز سے کتنی جرأت مندی سے نکلا۔ اور میں بچ نکلا، اس کا تو ثبوت بھی موجود ہے۔ میں خود اس کا ثبوت ہوں۔''

''مجھے یہ جاننے میں دلچسپی ہے کہ تم سب کچھ چھوڑ کر یہاں کیوں چلے آئے؟''

''کیونکہ یہاں پانی نہیں ہے۔ افق تا افق ریت ہی ریت ہے۔''

''میں اتنی کھلی بات نہیں جاننا چاہتا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ٹائی ٹے نک کی غرقابی کے بعد ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۳ء تک تم کیا کرتے رہے۔ کیونکہ ۱۹۲۳ء میں تم نے کیونارڈ کمپنی جوائن کی تھی۔''

''تم میری جاسوسی کرتے رہے ہو۔''

''نہیں تو۔ بس تمہارا ذاتی ریکارڈ چیک کیا ہے میں نے۔''

''۱۶ء سے ۱۸ء تک میں جنگ میں شریک رہا۔ میں نے نیوی جوائن کر لی تھی۔ اس عرصے کتنی بار موت بہت قریب سے مجھے چھو کر گزر گئی، اس کی گنتی بھی مجھے یاد نہیں۔''

''اور جنگ کے بعد کیا ہوا؟''

''میرے والد کا انتقال ہوا۔ انھوں نے ترکے میں میرے لیے کچھ رقم چھوڑی۔ وہ رقم اُڑانے میں مجھے کئی سال لگے۔''

''تمہارے والد کیا کرتے تھے؟''

میک فارلینڈ اپنے گلاس کی سطح پر ابھرنے والے ننھے منے قطروں کو دیکھتا رہا۔''برائٹن میں ان کی جوتوں کی دکان تھی۔'' اس نے کندھے جھٹکے۔''بہرحال ۲۳ء میں میں قلاش ہو گیا۔ چنانچہ میں نے کیونارڈ سے معاہدہ کر لیا۔''

''ٹائی ٹے نک کی غرقابی کے فوراً بعد تم نے کیا کیا؟ جنگ تو دو سال بعد شروع ہوئی تھی۔''

''ٹھیک سے یاد نہیں۔ بس ستاتا رہا تھا۔ کبھی ادھر ادھر کوئی جاب کر لی۔ زندگی مجھے بونس لگی تھی۔''

''تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم یہاں کیوں چلے آئے؟''

''میری نامی جہاز پر جو میرے دوست تھے، وہ ہر وقت آسٹریلیا کی باتیں کرتے رہتے

تھے۔ کہتے تھے، بڑا کھلا علاقہ ہے۔ پھر ایک دوست نے مجھے اوپل کی کانوں کے بارے میں بتایا۔ کوبر پیڈی اور اندا موکا کے بارے میں۔ اندا موکا یہاں سے جنوب مشرق میں کوئی تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک کان، جہاں سے سالانہ ۲۰ لاکھ پاؤنڈ کی آمدنی ہوتی ہے۔'' وہ پیٹ پر ہاتھ مار مار کر ہنسنے لگا۔''اس وقت مجھ میں بڑی جان تھی۔ ہتھوڑا اچلا سکتا تھا۔ میں نے سوچا، کوئی بات نہیں۔ کوشش کر دیکھیں۔ چنانچہ میں نے شمال میں زمین خرید لی۔ دو سال میں نے یہاں جان ماری کی ۵۱ء میں پہلی بار کچھ کامیابی ہوئی ۵۷ء میں دوسری بار کامیاب ہوا۔ جب سے اب تک کبھی خالی نہیں رہا میں۔'' اس نے اپنا گلاس خالی کیا۔''میں تم سے کچھ پوچھوں۔ مائنڈ تو نہیں کرو گے؟''

''پوچھو۔''

''تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟ صرف ٹائی ٹے نک کی باتیں کرنے کے لیے؟''

''بنیادی مقصد تو یہی تھا۔''

''لیکن ٹائی ٹے نک کے ساتھ ڈوبنے سے بچنے والا ایک میں ہی تو نہیں تھا۔ بہت سے ہوں گے۔''

''بے شک۔ لیکن فریڈ اور مائما ہینلے سے تو میں نے تمہارا ہی نام سنا تھا نا۔ وہ دونوں سینٹ پیٹرز برگ، فلوریڈا میں رہتے تھے۔''

''میں نے تو ان کا کبھی نام بھی نہیں سنا۔''

''تم ان سے کبھی ملے جو نہیں ہو۔ دراصل ان دونوں کی ایک ایسے جوڑے سے بہت گہری دوستی تھی، جن کو ٹائی ٹے نک پر تم نے سرو کیا تھا۔ ان کے نام مارتھا اور البرٹ کلائن تھے۔''

میک فارلینڈ کی آنکھیں جیسی کہیں دور دیکھنے لگیں۔'' کلائن...... کلائن......'' وہ ہونٹ سکوڑتے ہوئے بڑبڑایا۔''البرٹ اور مارتھا، یہی نام بتائے ہیں نا تم نے۔''

''ہاں، ان دنوں ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔''

پہلے آہستگی سے...... اور پھر جلدی جلدی...... وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔''نہیں...... یہ نام بھی نہیں سنے ہیں میں نے۔''

''وہ لوگ نوجوان ہی تھے' بائیس چوبیس سال کے رہے ہوں گے۔

میک فارلینڈ اب بھی نفی میں سر ہلائے جا رہا تھا۔''سوری......''

''وہ بہت خوب صورت جوڑا تھا۔''

''مجھے بالکل یاد نہیں۔'' اس کے لہجے میں تاسف تھا۔

''دونوں کے ہلکے شہد رنگ بال تھے۔''

اس کے ہونٹوں پر معذرت خواہانہ مسکراہٹ تھی۔ ''کاش...... میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا۔ لیکن بائیں جانب والے بی ڈیک پر جہاں میری ڈیوٹی تھی، بے شمار مسافر تھے۔ اتنے کہ میں سب کو یاد نہیں رکھ سکتا تھا۔''

''تمہیں یقین ہے؟''

''بالکل۔'' وہ اٹھا اور کچن کی طرف بڑھا۔ ''نارمن میں تمہیں ایک اور ڈرنک آفر کرتا۔ لیکن میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ دراصل میں نے کسی کو ڈنر پر مدعو کیا ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا؟''

میں بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ مکمل تنہائی تو کسی کو بھی اچھی نہیں لگتی۔ میں ایک سرد آہ بھر کے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ میک فارلینڈ اپنے لیے ایک بڑا جام بنا رہا تھا۔ ''تمہارا بہت بہت شکریہ جون۔ اگر کچھ یاد آ جائے تو تم جیک فوریسٹر کے ہاں مجھ سے رابطہ کر سکتے ہو۔ میں وہیں رات گزاروں گا۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے نارمن۔'' وہ میرے پیچھے آیا اور مجھ سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا اور میرے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ''تمہاری آمد اور تم سے بات کرنا اچھا لگا نارمن۔'' اس نے میرا کندھا تھپ تھپایا۔ ''پھر ملیں گے۔ بلکہ اب تو میں تمہاری کتابیں بھی پڑھوں گا۔''

''ڈیتھ واچ بیٹل پڑھنا۔''

''ضرور۔ ویسے وہ ہے کس موضوع پر۔''

''فریب موضوع ہے اس کا۔''

''یہ تو ویسے ہی دلچسپ معلوم ہو رہی ہے۔''

''مجھے یقین ہے، تمہیں بہت پسند آئے گی۔'' میں نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ ''اپنا خیال رکھنا جون۔''

میں باہر نکلا۔ پھر اچانک ہی میں نے پلٹتے ہوئے کہا۔ ''ویسے یہ بات مجھے بہت عجیب لگی کہ تمہیں مارتھا اور البرٹ کلائن یاد نہیں ہیں۔''

''اس میں عجیب لگنے کی کیا بات ہے نارمن؟''

''میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان دونوں کو تم بہت اچھی طرح یاد تھے۔ وہ تمہارا تذکرہ کرتے

رہے تھے۔'' میں کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

.........☆☆☆.........

۲۲ جنوری ۶۲ء

انھوں نے کوبر پیڈی میں مجھے مس کر دیا۔ میں ایڈی لیڈ پہنچا، تب بھی وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے۔ یہاں تک کہ میں این سیٹ ہوٹل سے بھی چیک آؤٹ کر آیا۔

میں پیر کی صبح ان کے ہتھے چڑھا جب میں بوئنگ ۷۰۷ میں امریکن سموا، ہونولولو اور لاس اینجلز کے لیے پرواز کرنے والا تھا۔

جہاز ٹیک آف کے لیے رن وے پر دوڑتے دوڑتے رک گیا۔ میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی کہ ہو گی کوئی ٹیکنیکل پرابلم۔ لیکن دائیں جانب کھڑکیوں کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے بتایا کہ انھوں نے جہاز کے پاس ایک گاڑی رکتے دیکھی ہے۔ شاید کوئی بیمار ہو گا۔

میں دوبارہ اخبار پڑھنے لگا۔

''آپ مسٹر نارمن پال ہیں؟'' ایک آواز نے مجھے چونکا دیا۔

میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس نے پیتل کا چمکتا ہوا بیج مجھے دکھایا۔ ''آپ میرے ساتھ چلیں مسٹر پال۔'' میرے بازو پر اس کے ہاتھ کا دباؤ معنی خیز تھا۔

ہم جہاز سے اترے۔ جہاز میں لوگ مڑ مڑ کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ نیچے کار میں مجھے عقبی سیٹ پر ایک شخص کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

''کیا چکر ہے یہ؟'' میں نے پوچھا۔

''آپ کو انسپکٹر ویین سے بات کرنی ہے۔ وہی آپ کو کچھ بتا سکیں گے۔''

کار روانہ ہو گئی...... ایئرپورٹ سے دور۔ ''اور میرے سامان کا کیا ہو گا؟'' میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''اس کی آپ فکر نہ کریں۔''

گاڑی اب پارلیمنٹ ہاؤس اور لائبریری کے پاس سے گزر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بڑے پارکنگ گیراج میں داخل ہوئی اور ایک خالی جگہ کھڑی کر دی گئی۔

''آئیے مسٹر پال، اس طرف۔''

لفٹ کے دروازے کھلے۔ میرے دونوں نگران لفٹ میں بھی میرے دائیں بائیں تھے۔ میری نظر لفٹ کے اندر متحرک روشن ہندسوں پر جمی ہوئی تھی۔ لفٹ چوتھی منزل پر رکی اور

دروازے کھلے۔ مجھے ایک بڑے کمرے کی طرف لے جایا گیا۔

مجھے کمرے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے کچھ دیکھا بھی نہیں۔ میری توجہ کمرے میں بیٹھے شخص کی طرف تھی۔

"مسٹر پال، میں انسپکٹر ویوین ہوں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دیوار کی طرف گیا اور اسٹیل کی ایک دراز باہر کی طرف کھینچی۔

جان میک فارلینڈ کی بے نور نگاہیں میرے سامنے تھیں۔ اس کے چہرے اور سر کا بچا کھچا حصہ سرجیکل پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

"اوہ جیز ز۔" میرے گھٹنے لرزنے لگے۔ "میں کہیں بیٹھ سکتا ہوں؟"

انسپکٹر مجھے مردہ خانے کے ایک گوشے میں رکھی کرسی کی طرف لے گیا۔

"مجھے پانی مل سکتا ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

مجھے لانے والوں میں ایک نے پیپر کپ میں مجھے پانی دیا۔ پھر اپنے ساتھی کے ساتھ دروازے پر جا کھڑا ہوا۔

میں نے پانی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے۔ انسپکٹر ویوین میرے سر پر کھڑا تھا۔ "آپ کو کچھ زیادہ ہی صدمہ ہوا ہے مسٹر پال۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے زور لگا کر پیپر کپ کو پچکا دیا۔ "یہ کیسے ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"پڑوسیوں کو اس کی لاش اتوار کی صبح باتھ ٹب میں ملی۔ ۱۹۰۶ء ماڈل کا ماؤزر اس کے بائیں کان کے بہت قریب رکھ کر گولی چلائی گئی۔ چہرے اور کھوپڑی کا بایاں حصہ اُڑ گیا۔ گولی بھی اندر سے نکالی گئی...... بڑی مشکل سے ۶۳۔۷ ملی میٹر کی گولی تھی۔"

مجھے ایک طرف ڈسٹ بن رکھا نظر آیا۔ میں نے پیپر کپ اس طرف اچھالا۔ لیکن میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ "کوئی سراغ بھی ملا؟" میں نے پوچھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ "میرے ساتھ آؤ مسٹر پال۔"

اس کے پیچھے چلتا میں لفٹ کی طرف گیا۔ ہم پانچویں منزل پر گئے۔ ویوین نے ایک دروازہ کھولا اور مجھے انگلی سے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

وہاں دفتر کے بیرونی حصے میں میرا سامان رکھا تھا۔ قمیص اور پینٹس بکھری ہوئی تھیں۔ میرے دونوں سوٹ کیس کاٹ ڈالے گئے تھے۔ چابیوں کے بغیر چیکنگ کا تو یہی انجام ہونا تھا۔

مجھے سمجھ جانا چاہئے تھا۔ لیکن مجھے غصہ بھی آ رہا تھا اور میں خوف زدہ بھی تھا۔ "ویوین......

کیا حرکت ہے؟" میں غرایا۔

"میرا خیال ہے۔ تم خوب سمجھ رہے ہو مسٹر پال۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر تمہارے سامان میں ہمیں ماؤزر مل جاتا تو ہمارا کام بہت آسان ہو جاتا۔"

میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ چند لمحے تو میں کچھ بول ہی نہیں سکا۔ پھر میں نے سنبھل کر کہا۔

"ایک بات بتاؤں ویوین۔ میرے ملک کی ایک مشہور کہاوت ہے کہ تمام احمق پولیس والے جنوب میں رہتے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آسٹریلیا کو اپنے حصے کے احمق ملے ہیں اور ٹھیک ٹھاک تعداد میں ملے ہیں۔"

اس کا جبڑا بھنچ گیا اور چہرہ تمتما اٹھا۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے ماتحتوں کو دیکھا۔ "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم وہ آخری آدمی ہو، جس نے جان میک فارلینڈ کو آخری بار زندہ دیکھا تھا۔"

"قاتل کو چھوڑ کر۔" میں نے ترمیم کرتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ جب میں میک فارلینڈ سے رخصت ہوا تو وہ تن درست اور خوش وخرم تھا اور نشہ میں دھت ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔"

"تمہارے علاوہ کسی کو اس کے گھر جاتے نہیں دیکھا گیا۔"

"اپنے کولہوں سے اخروٹ توڑنے کے بجائے عقل استعمال کرنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے ٹوکا۔ "کوبر پیڈی میں راستے ریت کے ہیں...... اور اس ریت پر قدموں کے نشان پانچ منٹ بھی نہیں رہ پاتے۔ ایسے میں تمہیں کیا پتا چل سکتا ہے۔"

"بہر حال وہاں ایک تم ہی اجنبی تھے۔" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"اس سے کیا ہوتا ہے۔ کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اس کا کوئی صحرائی ساتھی اسے گولی سے نہیں اڑا سکتا۔ ارے باون پتوں کے کھیل میں تو پانچ منٹ میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور قاتل کو باہر سے آنے میں بھی کیا دیر لگتی ہے۔ اندا موکا اور میبل کریک تو کوبر پیڈی کے قریب ہی ہیں۔"

"ہم ان تمام امکانات پر سوچ چکے ہیں۔"

"تو پھر میں یہاں کیوں پھنسا ہوا ہوں۔ ہفتے کی شام سے پہلے میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی۔ اور دس دن پہلے میں نے اس کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو پروکٹر پبلشنگ کمپنی سے بات کر کے دیکھ لو۔ یا اسکاٹ لینڈ یارڈ کے کمشنر بریمل سے پوچھ لو۔"

"بڑے بڑے حوالوں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کوبر پیڈی آنے کے لیے تم نے ایک

پلین چارٹر کیا۔ شام تم نے میک نارلینڈ کے ساتھ گزاری۔ کسی اور کو اس کے ساتھ دیکھا نہیں گیا۔ سیدھی سی بات ہے۔ جیسے ہی اس نے سر گھمایا، تم نے اس کی کھوپڑی اڑا دی۔ اس کی لاش کو باتھ ٹب میں لٹا کر تم نے خون صاف کیا۔ ماؤزر کو تم نے صحرا میں پھینک دیا، جہاں پانچ منٹ میں وہ ریت میں دفن ہو گیا ہوگا۔ تمہارے پاس قتل کا محرک ہو نہ ہو، بھگتنا تو تمہیں ہی پڑے گا۔''

''تمہارا یہ کیس صرف روس کی کسی عدالت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔'' میں نے چڑ کر کہا۔ ''قتل کا کوئی محرک ہے نہیں۔ آلۂ قتل ندارد ہے۔ ایک درجن معزز افراد گواہی دیں گے کہ میک فارلینڈ میں میری دلچسپی محض علمی تھی۔ اصولاً تو تم ہی پولیس سے نکال دیے جاؤ گے۔ میں بری ہو جاؤں گا۔''

''میں اپنی فکر خود کر لوں گا۔ تم زحمت نہ کرو۔'' اس نے میرے پیچھے کھڑے ہوئے اپنے ایک ماتحت کو دیکھا۔ ''بکلے...... یہ شخص انڈر اریسٹ ہے۔ اس پر قتل کا شبہ کیا جا رہا ہے۔''

میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد سنسنی سی دوڑ گئی۔ ''میں ایک فون کر سکتا ہوں؟''

''نیچے چل کر۔'' ویوین کی آنکھوں میں بلا کی سرد مہری تھی۔

پانچ منٹ بعد میں نے اپنے گھر کا نمبر ملایا۔ سات گھنٹیاں بجیں۔ مگر کسی نے فون ریسیو نہیں کیا۔ اور گاڈ...... اس وقت پیرس میں کیا بجا ہوگا۔ میں نے گھبرا کر سوچا۔

''ہیلو۔'' بالآخر جین کی آواز سنائی دی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ گہری نیند سے اٹھی ہے۔

''میں نارمن بول رہا ہوں۔''

''خدا کے لیے نارمن، یہ فون کرنے کا کون سا......''

''شٹ اپ مائی ڈیئر۔ اس وقت ہم پریشانی میں ہیں۔ تم فوراً فرینک ایلمر کو فون کرو۔''

''لندن فون کرو؟ وہ سو رہا ہوگا۔''

''کوئی بات نہیں۔ تمہارا فون اسے جگا دے گا۔ اسے کہنا کہ کبھی کوئی کام بھی کر لیا کرے۔ اور ہاں، جیفری پروکٹر اور ٹام کو بھی فون کرنا۔ بلکہ میرا خیال ہے، امریکی قونصل خانے بھی فون کر ہی دو۔''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جین نے پوچھا۔ ''نارمن...... کیا ہم پر پھر ازالہ حیثیت عرض کا کہیں دائر کر دیا گیا ہے؟''

''نہیں جان۔ یہ معاملہ بہت سنگین ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

☆☆☆

مجھے منگل کی صبح رہائی ملی۔ میں تو شروع ہی سے کہہ رہا تھا کہ میرے خلاف کوئی کیس نہیں بنتا۔ رات میری ایک بدبودار کوٹھری میں ایک عادی نشہ باز کے ساتھ گزری جو میرے سر کے عین اوپر خراٹوں کی ریل گاڑی چلا رہا تھا۔

صبح آٹھ بجے سارجنٹ بکلے مجھے لینے آیا۔ اس نے گارڈ کو تالا کھولنے کو کہا اور پرتشویش نظروں سے مجھے دیکھتا رہا۔ ''گڈ مورننگ مسٹر پال۔'' اس نے کہا۔ ''مجھے امید ہے' آپ کو زیادہ زحمت نہیں ہوئی ہوگی۔''

''زحمت صرف وہی زیادہ لگتی ہے، جو خود پر گزری ہو۔ میری زحمت تم نہیں سمجھ سکتے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

تشریف لائیے جناب۔'' اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے میری بات سنی ہی نہیں۔ ''کمشنر پارک لیس آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔''

کمشنر کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ مسکراہٹ اس کی شخصیت کا اہم ترین جز تھی...... کم از کم اس وقت۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ''پلیز مسٹر پال، تشریف رکھیے۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔'' وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ دراصل وہ بے حد احتیاط سے الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا۔ ''کوبر پیڈی کے باہر ہمیں ایک لینڈ روور کھڑی ملی ہے۔ وہ یسبل کریک سے چوری کی گئی تھی۔ بدقسمتی سے ٹائروں کے نشان مٹ چکے ہیں۔''

''اس کی سیٹ کے نیچے چھپایا ہوا کوئی ماؤزر تو نہیں ملا ہوگا؟''

''نہیں مسٹر پال۔ اور ہمیں ایسی کوئی امید بھی نہیں تھی۔'' اس نے مجھ سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ ''بہرحال آپ پر اب کوئی شبہ نہیں ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میری خاموشی اس کے لیے اعصاب شکن تھی۔ ''مجھے امید ہے کہ انسپکٹر ویوین سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔''

''بس میں اتنا کہوں گا کہ اس کا رویہ سپریم کورٹ کا سا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس نے مجھے ڈرا دیا تھا۔

''دراصل بیس سال سے ویوین کو کامیابیاں ہی ملی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اب وہ ریٹائر ہونے والا تھا۔ آپ کے کیس کی وجہ سے اب وہ کافی پہلے ریٹائر ہو جائے گا۔'' اس نے گویا میرے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔

''آپ پریشان نہ ہوں مسٹر کمشنر۔ میں انسپکٹر ویوین کے خلاف عدالت میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ لیکن میں آپ سے تعاون چاہتا ہوں۔''

''حکم کریں۔'' اس نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''میں جان میک فارلینڈ کے قتل کے کیس کی تفتیش سے باخبر رہنا چاہتا ہوں۔''

''فی الحال تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے آدمیوں نے جیپ سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کچھ نہیں ملا۔ جس زاویے سے بھی تفتیش کی ہے، خاتمہ بند گلی پر ہی ہوا ہے۔''

''میں میک فارلینڈ کے ماضی میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔ مثلاً اس کے امیگریشن کے کاغذات......''

''وہ تو موجود ہیں۔'' اس نے اوپری دراز کھول کر ایک پتلی سے فائل نکالی۔

''مجھے اس کی نقل مل سکتی ہے؟''

''ضرور۔'' اس نے دراز سے ایک اور فائل نکال کر مجھے دی۔

میں نے کاغذات کا جائزہ لیا۔ پھر سر اٹھایا۔ ''اس کے مطابق وہ ۱۵ مئی ۱۸۸۲ء کو مانچسٹر میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں؟''

اس نے اپنی فائل میں ورق الٹ کر دیکھا۔ ''ہاں...... یہ رہا۔ ایملی اور چارلس میک فارلینڈ ۲۶ اگست ۱۹۰۷ء کو ٹرین کے ایک حادثے میں ختم ہوئے......''

''چچ چچ چچ...... بے چارہ۔ اتنی کم عمری میں ماں اور باپ دونوں سے محروم ہو گیا۔'' میں نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن جون نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے باپ کی برائٹن میں جوتوں کی دکان تھی۔ اور یہ کہ وہ ٹائی ٹے نک کی غرقابی کے فوراً بعد اس کے لیے ترکہ چھوڑ کر مرا تھا......''

''تو یہ طے ہے کہ وہ آپ سے جھوٹ بول رہا تھا۔'' ہارک لیس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

......☆☆☆......

۲۳ جنوری ۱۹۶۲ء

بعد میں پتا چلا کہ جان میک فارلینڈ نے بہت سے جھوٹ بولے تھے۔ یہ ضرور سچ تھا کہ اس نے جنگِ عظیم کے دوران نیوی کے لیے خدمات انجام دی تھیں۔ اور یہ کہ وہ کیونارڈ لائنز میں اسٹیوارڈ رہا تھا۔ اس سے قطع نظر وہ دو نمبر آدمی تھا۔ آدھا سچا، آدھا جھوٹا۔ اور جھوٹ وہ بہت دیدہ

دلیری سے بولتا تھا۔

کمشنر ہارک لیس کی دی ہوئی فائل مجھے اپنا منہ چڑاتی محسوس ہو رہی تھی۔ پرواز کے دوران اس فائل کی ورق گردانی کرتے ہوئے مجھے احساس ہو رہا تھا کہ حقائق میرے بے بس ہاتھوں کی گرفت سے پھسلے جا رہے ہیں۔

آسٹریلوی امیگریشن والوں کو نہیں معلوم تھا کہ اپریل ۱۹۱۲ء سے نومبر ۱۹۱۲ء کے درمیان میک فارلینڈ کہاں تھا۔ ریکارڈ کے مطابق اس دوران نہ وہ کسی جہاز پر تھا اور نہ کہیں اور۔

باپ سے ملنے والے ترکے کے بارے میں جو میک فارلینڈ نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا'' وہ ایسا تھا کہ معمولی چھان بین پر بھی پکڑا جاتا۔ لیکن اسے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ کتنا نڈر اور بے دھڑک جھوٹ بولنے والا آدمی ہے۔

اب تو ایسا لگتا تھا کہ وہ مارتھا اور البرٹ کلائن کو بھی جانتا ہو گا۔ اس بات کے گواہ تو مائما اور فریڈ ہینلے بھی تھے۔ مگر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ واقعی بھول گیا ہو۔ بہرحال میں اسے جھوٹا تو ثابت نہیں کر سکتا تھا۔

''ایکسکیوز می سر۔''

میں اچھل پڑا۔ سارجنٹ بکلے کی جہاز میں آمد کی یاد اب بھی مجھے ڈرا رہی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟''

''آپ کا لنچ مسٹر پال۔'' ایئر ہوسٹس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔

میں نے فائل بند کی۔'' جان میک فارلینڈ کو ذہن سے جھٹکا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کھانے کے بعد میں ٹائی ٹے نک سے متعلق جین کا فراہم کردہ مواد پڑھنے لگا۔

لیکن پیپر کے ایڈی لیڈ ٹائمز کی سرخی نے مجھے چونکا دیا۔ یہ خبر اس روز چھپی تھی، جو میں نے حوالات میں گزارا تھا۔ میں پڑھنے لگا......

ٹائی ٹے نک سے ایک فلم کی بازیابی

ہیلی فیکس (اے پی) ۵۰ سال پہلے غرق ہونے والے بحری جہاز ٹائی ٹے نک سے ایک موشن فلم کا ۵۵ سال پرانا رول ملا ہے۔ ولیم رائیکر کے فراہم کردہ سرمائے سے چلائی جانے والی جہاز کی بازیابی کی مہم کا یہ پہلا ثمر ہے۔

''۳۵ ایم ایم کی یہ فلم ایک ایئر ٹائٹ ڈبے میں بند تھی، مہم کے انچارج ہیرالڈ ماسٹرسن نے اس کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔'' یہ ہمارے باتھی اسکیپ نپ چون کو ٹائی ٹے نک کے بائیں

جانب والے بالائی عرشے سے ملا ہے۔"

ہیرالڈ ماسٹرسن نے بتایا کہ اگرچہ فلم بہت اچھی طرح محفوظ کر کے رکھی گئی تھی۔ اس کے باوجود فلم گلنے کی وجہ سے قدرے بوسیدہ ہوگئی ہے۔ پرنٹ نکالنے کے لیے اس پر بڑی نزاکت اور احتیاط کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔

'ایک رف کاپی بنانے کے بعد ایک اور پرنٹ جینیوا بھیج دیا گیا ہے۔ تاکہ مسٹر رائیکر دیکھ سکیں' ہیرالڈ ماسٹرسن نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ انھیں یہ دلچسپ لگے گی۔''

ماسٹرسن نے یہ بھی کہا کہ یہ فلم بازیابی کی اس مہم کے ثمرات میں پہلا ثمر ہے، جسے عام لوگوں کے لیے ریلیز کیا جائے گا۔

جہاز ہونولولو ایئرپورٹ پر اترا تو میں اسی آرٹیکل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

جہاز کو وہاں ایک گھنٹے رکنا تھا۔ میں ایئرپورٹ لاؤنج میں چلا آیا۔ شام کا ڈھلتا سورج افق پر نارنگی کے چھلکے بکھیر رہا تھا۔ میری سوچوں کا رخ بار بار میک فارلینڈ کی طرف ہو جاتا تھا۔

میں اس بات کا قائل نہیں کہ اتفاقات رونما نہیں ہوتے۔ میرے نزدیک یہ ناممکن نہیں تھا کہ میک فارلینڈ کے قتل کا میرے کوبر پیڈی آنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ کون جانے برسوں پہلے کوبر پیڈی یا قریب کے کسی علاقے میں میک فارلینڈ نے کسی شادی شدہ عورت پر ہاتھ صاف کر کے خود اپنی موت کا سامان کیا ہو۔ اور کسی شوہر کو اب موقع ملا ہو کہ وہ حساب برابر کر سکے۔ ممکن ہے، ایسا ہو۔ لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ کوئی جانتا تھا...... جانتا تھا کہ میں اس سے ملنے...... ماضی کی راکھ کریدنے کے لیے کوبر پیڈی جا رہا ہوں۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ مجھے کچھ معلوم ہو۔ اسی لیے وہ میک فارلینڈ کا منہ بند کر دینا چاہتا تھا۔

لیکن ایک مسئلہ تھا۔ قاتل مجھے میک فارلینڈ سے ملنے سے نہیں روک سکا تھا۔ پھر اس نے اسے قتل کیوں کیا۔ کیا اسے یقین تھا کہ میک فارلینڈ نے کوئی ایک یا کئی اہم باتیں مجھ سے چھپائی ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ مستقبل میں کبھی وہ مجھے ان باتوں سے آگاہ کرے۔

اس وقت اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔ ''لاس اینجلز کے لیے قنطاس کی فلائٹ فورٹو ایٹ روانگی کے لیے تیار ہے۔ مسافروں سے التماس ہے کہ گیٹ نمبر ۸ پر پہنچیں۔''

میں نے تیزی سے فیصلہ کیا اور ایک فون بوتھ کی طرف لپکا۔ میں نے سکہ سلاٹ میں ڈالا اور نمبر ملایا۔ چند لمحے بعد مجھے جین کی آواز سنائی دی۔

''اگر تم فلم کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہو تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔'' جین نے

کہا۔ ''مائیک کا کہنا ہے کہ بہت جلد فلم پریس والوں کے لیے ریلیز کر دی جائے گی۔''

''نہیں جین۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں لاس اینجلز میں کم از کم ایک دن ضرور رکوں گا۔ میں رائیکر کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ معلومات...... ذرا زیادہ گہرائی میں جا کر۔''

''مگر نارمن، لاس اینجلز ہی کیوں؟''

''میں جیری بلین سے ملوں گا۔ میرے خیال میں وہ گندگی جمع کرنے کا ماہر ہے۔''

''اس میں کوئی شک نہیں۔'' جین نے سخت لہجے میں کہا۔'' ایک بات کہوں نارمن۔ یہ آرٹیکل تمہیں پستیوں کی طرف لے جا رہا ہے۔ پہلے قتل...... اور اب وہ خاکروب جیری بلین۔ خدا رحم فرمائے۔''

......☆☆☆......

ہمارے درمیان ہوٹل روز ویلٹ میں ملاقات طے پائی۔

میں اسٹول پر بیٹھا اور اسکاچ کا آرڈر دینے کے بعد ادھر اُدھر دیکھا۔ اب میری نظریں اندر کی روشنی سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔

بارٹینڈر کاؤنٹر کو صاف کر رہا تھا۔ اس نے بیس بال کے میچ پر مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اس پر واضح کر دیا کہ مجھے کسی کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں۔

مجھ سے مایوس ہو کر وہ گلاس چمکانے میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اپنا ڈرنک ختم کیا اور دوبارہ آرڈر دے رہا تھا کہ میں نے جیری کو اندر آتے دیکھا۔

جیری بھلین ساٹھ سال کا موٹا اور گنجا آدمی ہے۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کسی بہت بڑے آلو پر دو چھوٹے چھوٹے بٹن چپکا دیے گئے ہیں۔ پچھلے چالیس سال سے وہ ہالی وڈ کی گندگی کے ڈھیر کھنگال رہا ہے۔ وہ آج کے بڑے بڑے اداکاروں کے بارے میں وہ باتیں بھی جانتا ہے، جو وہ اب یاد نہیں رکھنا چاہتے۔ مشہور ہے کہ جیری کو منہ بند رکھنے کے عوض اتنا مل جاتا تھا کہ لکھ کر وہ اتنا نہیں کما سکتا تھا۔ مگر اب وہ تیسرے درجے کے رسالوں میں مسٹر، مس اور مسز ایکس کی کہانیاں لکھتا تھا۔

جیری نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شاید اپنی یادداشت کو ٹٹولنے لگا۔ میں بھی سوچ میں پڑ گیا کہ جیری کو میرے بارے میں کیا کیا یاد آ سکتا ہے۔ کیا اس میں کچھ ایسے گوشے بھی ہوں گے، جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوں۔

بالآخر جیری مسکرایا۔ ''او پرانے بوسیدہ نارمن۔'' اس نے میرے کندھے کو تھپ تھپایا۔

''مجھے تو لگتا تھا کہ اب تم لاس اینجلز میں کبھی نظر نہیں آؤ گے۔ اور سناؤ، جین کیسی ہے؟''

''گھر کا چولہا بجھنے نہیں دیتی۔''

''ہاں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ یہاں آنا چاہے گی۔ جس طرح یہاں میئر تمہارے پیچھے پڑا تھا اور اس نے تمہیں یہاں سے نکال کر دم لیا، اس کے بعد تو اس کا کوئی امکان نہیں۔'' اس نے سر گھما کر بارٹینڈر کو آواز دی۔ ''اے جیڈ، میرے لیے ایک جیک ڈینیلز لاؤ۔''

بارٹینڈر شاید پہلے ہی سے جانتا تھا۔ آرڈر کے ساتھ ہی جام جیری کے سامنے رکھ دیا گیا اور اگلے ہی لمحے جیری نے ایک گھونٹ میں اسے خالی کر دیا۔ بلکہ ایک لحہ تو مجھے ایسا لگا کہ وہ جام بھی حلق سے اتارنے گیا ہے۔

جیری نے آنکھیں مچ مچا کر مجھے دیکھا۔ ''میں جانتا تھا کہ تم یہاں اسکرین رائٹر کی حیثیت سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ نارمن۔'' اس نے کہا۔ ''تمہارے اندر ایک کمی تھی۔ تمہارا چہرہ پیٹ بھرے زخموں جیسا نہیں تھا۔''

''تم مجھے یہ سب کچھ مت سناؤ۔ یہاں میرے اسکرپٹ کا جو حشر کیا گیا تھا، اس کے بعد میں یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا تھا۔''

''لیکن نارمن، تمہیں بھی معلوم ہے کہ فلم باکس آفس پر سپر ہٹ ثابت ہوئی تھی۔''

''ہاں۔ اور اس کا سبب ہیرو اور ہیروئن تھے......''

وہ ہنسا اور اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ''یہ جگہ بات کرنے کے لیے مناسب نہیں۔ میرے ٹھکانے پر چلو۔''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' میں نے بل ادا کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا......

☆☆☆

کاسا الفریڈ کے آرکی ٹیکٹ نے بیس برس پہلے اسے پرانی ہسپانوی سرائے کا رنگ دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اب وہ عمارت میکسیکو کی کسی نامہربان جیل کی طرح لگتی تھی۔

دوسری منزل کے ایک مکین نے پوری آواز سے ریڈیو کھول رکھا تھا۔ جیری نے جیب سے ٹٹو کر چابیاں نکالیں اور چرچراتے زینوں پر چڑھنے لگا۔ ''ان لڑکوں نے پورے شہر کا ماحول خراب کر رکھا ہے۔'' وہ بڑبڑا رہا تھا۔ ''ان منحوسوں کو تو سائبیریا بھیج دینا چاہیے۔''

اس نے دروازہ کھولا۔ ہم دونوں اندر گھسے۔ اس نے جلدی سے دروازہ بند کیا۔ یوں ہمیں

بے ہنگم موسیقی کے عذاب سے نجات ملی۔

''ہاں تو نارمن، اب بات ہو جائے بزنس کی۔'' جیری نے دروازے سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

میں نے جیب سے پچاس ڈالر کا نوٹ نکال کر انگلی اور انگوٹھے کے درمیان دبایا۔ نوٹ اگلے ہی پل جیسے جادو کے زور سے غائب ہو گیا۔ ''یہ تو ہے تمہارے وقت کی قیمت۔'' میں نے کہا۔ ''کام کا معلومات کی قیمت الگ سے ملے گی۔''

''کس قسم کی معلومات؟''

میں نے کاغذات اور رسالوں کا ڈھیر اٹھایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''میں ورلڈ کے لیے جو آٹھ ہیکل لکھ رہا ہوں، اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟''

جیری نے پلکیں جھپکا کر گویا اثبات میں جواب دیا۔ ''ہاں، پروکٹر کا خیال ہے کہ تم اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگا سکتے ہو۔''

''میری ننھی سی اسٹوری کی مدد سے؟ تمہارا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ نیوز اسٹینڈز پر ٹوٹ پڑیں گے ورلڈ خریدنے کے لیے!''

''پروکٹر نے ٹائی ٹے نک کی اسٹوری کی کوریج کے لیے ولیم رائیکر سے بھاری رقم وصول کی ہے۔''

''رائیکر کیوں رقم دے گا؟'' میں نے اچنبھے سے کہا۔ ''ٹائی ٹے نک اسٹوری چھاپنے کے لیے تو امریکا کا ہر میگزین کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''بات تمہاری ٹھیک ہے۔ لیکن رقم کے ساتھ کچھ شرائط بھی ہیں۔ رائیکر کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اسٹوری تم لکھو گے۔''

میں تو یہ سن کر سناٹے میں رہ گیا۔ اور وہ مجھے دیکھ کر ہنسنے لگا۔ ''اس نے یہ شرط کیوں رکھی۔ جبکہ میں اس سے کبھی ملا بھی نہیں ہوں۔'' میرے لہجے میں حیرت تھی۔ ''اچھا...... یہ تو بتاؤ کہ اس نے پروکٹر کو کتنی رقم دی ہے۔''

''آدھا ملین ڈالر۔ اور تم جانتے ہو کہ ولیم رائیکر کے لیے یہ رقم ایک پیالی کا بل ادا کرنے کے مترادف ہے۔ اور تمہارے اخراجات اور تمہارا معاوضہ الگ ہے۔ وہ بھی ولیم رائیکر ادا کر رہا ہے۔''

''مجھے تو یہ سب پاگل پن لگ رہا ہے۔ اور یہ بے ایمانی بھی ہے اور شاید خلاف قانون

بھی۔''

''پولیس کو فون کرنا چاہو تو میرا فون حاضر ہے۔'' اس نے مسخرے پن سے کہا۔

''اس کے بجائے میں یہ کروں گا کہ نیویارک جا کر مائیک پروکٹر کی گردن دبوچ لوں گا۔ مرنے سے پہلے، اپنے آخری لمحوں میں ممکن ہے کہ وہ اس بزنس ڈیل کے سلسلے میں میرے ہر سوال کا جواب دے دے۔

''اب میں اس سلسلے میں تو تمہاری کوئی مدد کر نہیں سکتا۔ میں یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ کون کیا کر رہا ہے۔ کیوں کر رہا ہے، یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ اور میں لوگوں کے ذاتی معاملات سے دور ہی رہتا ہوں۔''

''اور مال نکلوانا چاہتے ہو؟'' میں مسکرایا۔

''نہیں واقعی میں اور کچھ نہیں جانتا۔ اس لیے مجھے دولت سے ورغلانے کی کوشش مت کرو۔ بس میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ولیم رائیکر تمہارا بہت بڑا فین ہے...... اور نہایت دولت مند فین۔''

''میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں...... عام سی معلومات نہیں۔ وہ کچھ جاننا چاہتا ہوں جو بہت کم لوگ جانتے ہوں۔'' میں نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''جیزز۔'' اس کا منہ بن گیا۔ ''جانتے ہی ہو کہ وہ کس زمانے کا آدمی ہے۔ ارے بھئی، وہ اس دور کا ہے، جب روئے زمین پر ڈائنوسار دندناتے تھے۔''

''چھوڑو نا جیری۔ ابھی دو ماہ پہلے رائیکر صرف بوڑھا ارب پتی تھا، جو موت کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن اب ٹائی ٹے نک کے حوالے سے وہ خبر بن گیا ہے۔ وہ اخبارات کی شہ سرخیوں تک پہنچ گیا ہے۔ تم اس کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو، وہ مرچ مسالے کے بغیر سنا ڈالو۔''

وہ چند لمحے اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔ ''بتانے کو کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور جو ہے، وہ اتنا عام بھی نہیں ہے۔'' وہ بولا۔ ''ولیم رائیکر نے اپنی ایک خوش حال آنٹی کے چھوڑے ہوئے معمولی سے ترکے سے کاروبار کا آغاز کیا تھا۔ اکیس سال کا ہوتے ہوتے وہ لاکھوں کما چکا تھا۔ صدی کے اختتام پر اس کا سرمایہ بارہ لاکھ سے متجاوز ہو گیا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں رائیکر نے مالی اعتبار سے روبہ زوال مگر بالٹی مور کے ایک بے حد معزز شخص کی بیٹی کلارا آسٹن سے شادی کر لی۔ ایک طرح سے وہ خالص کاروباری تعلق تھا۔ رائیکر کلارا کو آسائشات فراہم کرتا تھا۔ اس کے جواب میں کلارا اس کی انا کو تسکین فراہم کرتی تھی۔ رائیکر اس سے توقع کرتا تھا کہ وہ اس کے بستر کو سجائے گی بھی اور اس کے اشارے پر اپنی طمانیت کا اظہار اور اس کی مردانگی کے قصیدے بھی پڑھے گی۔ سو کلارا

اپنے حسن کی داد کہیں اور سے سمیٹتی، مگر رازداری کے ساتھ۔ اور مردانگی کا قصیدہ ولیم رائیکر کا پڑھتی۔

''اس سسٹم کے جو نتائج نکلنے تھے، وہ نکلے۔ ایک نتیجہ ایوا رائیکر تھی جو ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئی۔ وہ نہ ہوتی تو کلارا اور ولیم رائیکر کا ازدواجی تعلق ختم ہو چکا ہوتا۔ ایوا کی پیدائش کے بعد ولیم چند برسوں تک بیوی اور بیٹی پر یوں ملتفت ہوا کہ کاروبار کو بھی بھول بیٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلارا نے رازداری کی احتیاط کو بالائے طاق رکھ دیا اور مالی سے لے کر شوفر تک دماغ سے محروم خالص مردوں کو بلا جھجک نوازنے لگی۔ جلدی ہی یہ بات پھیلنے لگی۔ رسوائی اتنی بڑھی کہ کلارا کی معاشرتی زندگی بہت محدود ہو گئی۔ میرا خیال ہے، ایوا نہ ہوتی تو کلارا اور ولیم رائیکر کو مین ہٹن سے لے کر نیوپورٹ تک کوئی بھی اپنے گھر میں دیکھنا گوارا نہ کرتا۔

''۱۹۱۱ء کی موسم گرما میں کلارا ریویرا میں تعطیلات گزار رہی تھی۔ ایوا اس کے ساتھ تھی۔ پھر اچانک ہی اس نے اپنے شوہر کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی وجہ احساس جرم تھا یا ہاتھ کا خالی ہو جانا، اس کا جواب دینے والوں میں سے کچھ ایسے ہیں، جن کا ایک پاؤں قبر میں ہے، کچھ ایسے ہیں، جن کے دونوں پاؤں قبر میں ہیں اور کچھ ایسے ہیں، جنھیں مٹی بھی دی جا چکی ہے۔ بہرحال کلارا اور ایوا اپنے باڈی گارڈ اور خادمہ کے ساتھ ٹائی ٹے نک پر سوار ہوئیں اور نیویارک کے لیے چل دیں۔''

جیری اٹھا اور اس نے کھڑکی کھولی۔ پڑوس کا ریڈیو خاموش ہو چکا تھا۔ اب صرف ٹریفک کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

''اب یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ صرف ایوا کو بچایا جا سکا۔ کلارا اور اس کے ملازم ڈوب گئے۔'' جیری نے کہا۔

''خادمہ کی لاش تو مل گئی تھی۔''

''ممکن ہے۔'' جیری نے کندھے جھٹکے۔ ''یہاں معلومات میں تم مجھ سے آگے نکل گئے۔ بہرحال ایوا کو جب سمندر سے اٹھایا گیا تو وہ بہت برے حال میں تھی۔ دس سال تک رائیکر اس کا علاج کراتا رہا...... بڑے بڑے نفسیاتی اسپتالوں میں۔ بالآخر وہ اس ذہنی تاریکی سے نکل آئی۔ لیکن ٹھہراؤ سے وہ اب بھی محروم ہے۔ اس کے ساتھ اونچ نیچ چلتی رہتی ہے۔''

''ڈپریشن؟ دماغی پراگندگی؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ جب وہ ٹھیک ہوتی ہے تو پرشور زندگی گزارتی ہے۔ اور جب بگڑتی ہے تو خودکشی کی

طرف لپکتی ہے۔ کبھی ریزر، کبھی پیانو کے تار اور کبھی نیند کی گولیاں۔ ۱۹۲۳ء میں اٹلانٹا میں ایک نرس ایوا سے قینچی چھیننے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اپنی کوشش میں تو کامیاب ہو گئی۔ لیکن اپنی ایک آنکھ گنوا بیٹھی۔''

جیری نے میرے چہرے پر بدمزگی کا تاثر دیکھا تو بولا۔ ''تم حقائق جاننا چاہتے تھے۔ تو اب برا کیوں لگ رہا ہے۔''

''میری فرمائش اپنی جگہ۔ بری لگنے والی بات تو بری ہی لگے گی۔ یہ کوئی خلافِ قانون بات تو نہیں۔''

''بہر حال اٹلانٹا کے ڈاکٹر نے رائنیکر سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹروں نے جراحی کی تجویز پیش کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ یوں ایوا پر قابو پانا کافی آسان ہو جائے گا۔ لیکن رائنیکر کے ذہن میں اور ہی کچھ تھا۔ اس نے ایوا کو سوئزر لینڈ بھیج دیا، جہاں وہ چھ ماہ قیدیوں کی طرح رہی۔

''اکیس سال کی ہوئی تو ایوا باپ کی قید سے نکل بھاگی۔ وہ پہلے ویانا میں اور پھر لزبن، پیرس اور نیپلز میں رہی۔ وہ پورے براعظم میں گھومتی پھری۔ اس نے اس عرصے میں باپ کی دولت پر بہت عیش کیے۔ اس نے وہاں بہت تیز رفتار اور جسمانی زندگی گزاری۔ ہر رات وہ کسی پارٹی میں شریک ہوتی۔ ہر رات کوئی نیا مرد اسے سہارا دیے رہا ہوتا۔ یہی نہیں، وہ منشیات کی طرف بھی راغب ہو گئی۔ روم میں اس کا اسقاطِ حمل کا کیس بگڑ گیا۔ وہ سیلیو ہاسپٹل کے پانچویں منزل کے چھجے پر چڑھ گئی۔ پولیس والوں نے اسے نیچے کودنے سے روکے رکھا۔ اس نے بھی نیچے چلا چلا کر انھیں لہولہان کر دیا۔ مسولینی کے عہد میں اسے اٹلی سے نکال دیا گیا۔ لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد وہ پھر وہاں پہنچ گئی۔ اٹلی، پرتگال اور یونان میں ڈیڈی کی دولت کے زور پر مردوں کا سہارا اسے ملتا رہا۔ لیکن رائنیکر کا دل اس کی طرف سے برا ہو چکا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ایوا کو گھر میں کبھی نہیں روک سکے گا۔'' جیری نے ایک سگار نکالا اور اسے سلگانے لگا۔ ''رائنیکر کے اپنے مسائل بھی کم نہیں تھے۔ کساد بازاری نے اسے بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں وہ ایوا سے ملنے سوئزرلینڈ گیا۔ اس کے بعد وہاں سے واپس کبھی نہیں آیا۔ بہت مہنگے اکاؤنٹنٹس اور وکیلوں کی ایک فوج کی فوج اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اس کی دولت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

''جون ۱۹۴۰ء میں وہ اپنی جاگیر پر ندی میں جا کر نہایا۔ تین دن بعد وہ سوتے سے اٹھا، اس احساس کے ساتھ کہ اس سے سانس نہیں لی جا رہی ہے۔ ڈاکٹروں کو ایمبولنس میں ہی اس کے حلق پر چیرا لگانا پڑا۔ اس کے باوجود اسپتال پہنچتے پہنچتے وہ تقریباً مر چکا تھا۔ تب اس کے لوہے کا

پھیپھڑا لگایا گیا۔ اس کی صرف ایک ٹانگ کام کرتی ہے...... اور وہ بھی جزوی طور پر۔'' جیری نے دھواں اگلا۔ کمرا تقریباً اس دھوئیں میں چھپ ہی گیا۔ ''اسپتال سے رائنیکر اپنی حویلی چلا گیا۔ اس وقت سے اب تک وہ حویلی سے باہر نہیں آیا ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی۔ میں جانتا تھا کہ مجھے بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بالآخر جیری نے کہا۔ ''تو تم اس بدمعاش کا انٹرویو کرو گے؟''

''ہاں۔ موقع ملتے ہی۔''

''موقع تو شاید کبھی نہ ملے۔''

تو میں کام چھوڑ دوں گا۔ ویسے بھی رائنیکر کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسے اپنے بل سے باہر آنا ہی ہو گا۔ اور ہاں، مجھے تو ایوا سے بھی بات کرنی ہے۔ یہ بتاؤ، وہ کہاں ملے گی؟''

''کون جانے۔ وہ اسپین میں ہو، فرانس میں یا ڈنمارک میں۔'' اس نے بے بسی سے کندھے جھٹکے۔ ''اب تو وہ بھی بڑھاپے کی طرف بڑھ رہی ہے اس کے کارنامے پھیکے پڑ چکے ہیں۔ ہاں، اس کا بوڑھا باپ ان دنوں اخبارات کی شہ سرخیوں میں جگہ بنا رہا ہے۔''

''معلومات کا شکریہ جیری۔'' میں نے اس کی طرف پانچ سو ڈالر بڑھائے۔ ''اگر ایوا کا پتا چل جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔''

اس نے بڑھ کر میرے لیے دروازہ کھولا۔ ''نارمن، تم جیسے جیسے بوڑھے ہو رہے ہو، اذیت ناک حد تک حق پسند ہوتے جا رہے ہو۔ میرا خیال ہے، جلدی ہی تمہاری ہزار صفحات کی ناصحانہ کتاب شائع ہو گی۔ خدا تمہارے قارئین پر رحم فرمائے۔ ان بے چاروں کا کیا ہو گا۔'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''جیری، تم مجھے صرف ایک سوال کا جواب دو۔''

''پوچھو۔''

''آخری بار تمہیں کسی سے ہمدردی کا احساس کب ہوا تھا؟''

''یہ تمہاری پیدائش سے پہلے کی بات ہے میری جان۔ لیکن بہرحال میں ایوا رائنیکر میں تمہاری دلچسپی کا سبب سمجھ سکتا ہوں۔ دیکھو نا، حقیقت یہ ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کچھ مشترک بھی تو ہے۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''میرا اشارہ جذباتی مسائل کی طرف ہے۔ ماضی کے بھوت...... مسائل جو آج بھی ستاتے

اور ڈراتے ہیں اور یہ سلسلہ آخری سانس تک چلتا رہے گا۔''

میں چند لمحے مٹھیاں بھینچے کھڑا رہا۔ دل تو چاہتا تھا کہ اس کے چند دانت اس کے حلق میں گرادوں۔ پھر میں نے اپنی آواز پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں مایوسی ہوگی جیری۔ میں تمہیں بالکل اہمیت نہیں دیتا۔ تم پر ہاتھ اٹھا کر میں اپنے ہاتھ گندے کیوں کروں۔'' پھر میں دروازے سے نکل آیا۔

''جین کو میری طرف سے پیار کرنا۔'' یہ اس کے الوداعی الفاظ تھے۔

میری ٹانگیں پلٹ کر مجھے واپس لے جانا چاہتی تھیں۔ لیکن میں قوتِ ارادی کے زور پر انھیں آگے لے جاتا رہا۔ عمارت سے نکل کر سڑک پر آیا تو میں نے سکون کی گہری سانس لی......

............☆☆☆............

۲۵ جنوری ۱۹۶۲ء

جین اور لی ایرپورٹ پر مجھے لینے آئی تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ ایسے موقعوں پر سوگوار نظر آنا اس کی عادت بن گی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بار اس کے پاس مجھے سنانے کے لیے کوئی نہ کوئی بری خبر موجود ہوتی ہے۔ ''ٹھیک ہے ڈیز۔ اب سنا ہی دو۔'' میں نے اس سے کہا۔

اس نے ڈیش بورڈ سے مڑا تڑا اخبار نکال کر میری طرف بڑھایا۔ ''تیسرے صفحے پر دیکھ لو۔''

میں نے تیسرا صفحہ کھولا۔ خبر موجود تھی۔ میں پڑھنے لگا......

ماسٹرسن ٹائی ٹے نک کی مہم سے مستعفی

جنیوا (اے پی) ولیم رائیکر کی ٹائی ٹے نک نکالو مہم کے کینیڈین ڈائریکٹر ہیرالڈ ماسٹرسن نے اعلان کیا ہے کہ انھوں نے استعفا دے دیا ہے۔ استعفے کا اطلاق آج سے ہوگا۔

''ماسٹرسن خالصتاً ذاتی وجوہات کی بنا پر استعفا دیا ہے۔'' مسٹر رائیکر کے مشیرِ اعلیٰ مائیک راجرز نے کہا۔ ''ہم سب کو ان کے جانے پر افسوس ہے۔''

ماسٹرسن نے غیر معمولی حالات میں اس کام سے ہاتھ اٹھانے کا اچانک فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ابھی چار دن پہلے ہی انھوں نے ٹائی ٹے نک سے ۳۵ا ایم ایم کی ایک فلم کے ملنے کا اعلان کیا تھا اور کہا تھا کہ بہت جلد وہ فلم عام لوگوں کے لیے ریلیز کردی جائے گی۔

مائیک راجرز نے دعویٰ کیا کہ ماسٹرسن کے پریس ریلیز کے برعکس فلم ایسی حالت میں ملی ہے کہ اس میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ انھوں نے اس بات کا جواب دینے سے انکار کردیا کہ ملنے والی فلم کے پرنٹس پریس والوں کے لیے ریلیز کیے جائیں گے یا نہیں۔

ہیلی فیکس میں ماسٹرسن نے اپنے استعفے کی خبر پر تبصرہ کرنے سے انکار کردیا۔

میں نے اخبار کو تہ کرکے عقبی سیٹ کی طرف اچھالا اور بے زاری سے بونٹ پر برسنے والی بارش کی بوندوں کو گھورتا رہا۔ ''ایک بات بتاؤں جین۔'' میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ ''یہ اسٹوری لکھنا مجھے سویٹر بننے کی طرح لگ رہا ہے۔'' میری انگلیاں جیسے غیر مرئی سلائیوں کو گھمانے لگیں۔ ابھی میں آستین پوری کرنے کی کوشش کررہا ہوں کہ اتنے میں کوئی سامنے والے حصے کی اون پکڑ کر کھینچ لیتا ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت تیزی سے پھندے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ میں پوری زندگی بنتا رہوں، تب بھی یہ سویٹر مکمل نہیں ہوگا۔''

جین تلخ انداز میں مسکرائی۔ ''اس آرٹیکل کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

تم نہیں سمجھ سکتیں۔ ماسٹرسن پروفیشنل آدمی ہے۔ کیا وہ یہ تمیز نہیں کرسکتا کہ فلم کارآمد ہے یا کسی کام کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ رائیکر کو اس فلم میں کوئی بہت خاص...... بہت ہی خاص چیز نظر آئی ہوگی۔ ورنہ وہ اپنے ٹاپ کے آدمی کو اس طرح کبھی نہیں نکالتا۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں تو اخبار والے اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اس میں ضرور کوئی ایسی بات ہے جو وہ کسی کو بھی دکھانا نہیں چاہتا۔ ورنہ وہ کبھی یہ خطرہ مول نہ لیتا۔''

تو اب تم کیا کروگے اس سلسلے میں؟''

''پہلا قدم تو یہ ہوگا کہ مائیک راجرز سے بات کی جائے۔''

''وہی غصہ اور جذباتی آرٹسٹ والا معمول؟''

''ہاں۔ ایسا ڈراما کہ اس کے السر میں اضافہ ہوجائے۔''

''میرے خیال میں تو مائیک کو السر کی شکایت ہے ہی نہیں۔'' جین نے کہا۔

''اگر نہیں ہے تو میرے خیال میں اب اس کے لیے السر کے آغاز کا وقت آ گیا ہے۔''

گھر پہنچتے ہی میں نے فون کرنے کی کوشش شروع کردی۔ خاصی دیر کے بعد اس کی سکریٹری تک رسائی ہوئی تو وہ دیوار بن کر کھڑی ہوگئی۔ مجھے اس کی اچھی طرح جھاڑ پھونک کرنی پڑی۔ بالآخر لائن پر مائیک کی آواز سنائی دی۔ ''نارمن، خوشی ہوئی کہ تمہارا فون آیا۔'' اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''میرے پاس تمہارے لیے شان دار خبر ہے۔''

''اس سے پہلے تمہیں میرے کچھ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔''

''میری بات تو سنو نارمن۔ میں ابھی سوئزرلینڈ سے واپس آیا ہوں۔'' اس کے سانس سے ایسا لگ رہا تھا، جیسے وہ سفر اس نے پیدل طے کیا ہے اور واپسی ابھی ایک منٹ پہلے ہوئی ہے۔

"مسٹر رائیکر تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

گویا میں ایک ننھا سا بچہ تھا، جسے ٹافیاں تیار کرنے والی فیکٹری میں معائنہ کرنے کے لیے بلایا گیا تھا۔

"اور وہ جلد از جلد تم سے ملنا چاہتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو کل شام ہی......"

میری اسکیم دھری کی دھری رہ گئی!

☆☆☆

ویریئز نامی گاؤں فرانس اور سوئزرلینڈ کی سرحد پر واقع ہے۔ اس قصبے میں ایک ہی خاص بات ہے۔ اس کے رہنے والے بڑے فخر سے یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ دنیا کے امیر ترین شخص نے رہنے کے لئے ان کے گاؤں کا انتخاب کیا ہے، درحقیقت ولیم رائیکر دنیا کے متمول ترین افراد کی فہرست میں بارھویں نمبر پر تھا۔

وہ بہت بڑا محل ایک بہت بڑے چٹانی چھجے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ وہاں ایک سڑک بھی تھی جو ویریئز کو اپنی ماس سے ملاتی تھی۔ لیکن رائیکر نے بہرحال اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اسے غیر ضروری طور پر ڈسٹرب نہ کیا جا سکے۔ سڑک عام استعمال کے لئے نہیں تھی۔

مکان کے بغلی حصے میں ہسپانوی طرز کا ٹائلوں والا گیراج تھا۔ اس وقت اس کے پھیلنے والے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ ایک مرسڈیز پک اپ اور ایک سلور کلر کی بڑی لیموزین گیراج میں موجود تھیں۔ میں نے اپنی کرائے کی فیاٹ کو رولز کے برابر کھڑا کیا تو بڑی شدت سے اپنی بے بضاعتی کا احساس ستانے لگا۔

باہر نکل کر میں نے احاطے کا جائزہ لیا۔ ہر طرف برف کی ہلکی سی تہ جمی ہوئی تھی۔

میں نے دروازے سے منسلک پیتل کے بھاری جھولتے ہوئے کھٹ کھٹے کو دروازے سے ٹکرایا۔ کھردرے چہرے اور لمبے بھورے بالوں والی ادھیڑ عمر عورت نے دروازہ کھولا۔

"مسٹر پال؟"

"جی ہاں۔"

"میں فراؤلین لزل سلوٹ ہوں...... مسٹر رائیکر کی پرنسپل نرس" اور اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

بہت غور سے دیکھنے پر مجھے اس کے ہاتھوں پر چھوٹے چھوٹے اودے دھبے اور چہرے پر چند جھریاں نظر آئیں۔ لیکن نرس کے سفید لباس کے نیچے اس کا جسم کرتب دکھانے والوں کا سا تنا

ہوا اور لچک دار نظر آتا تھا۔

اس نے دیکھا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں تو اس کے کندھے اور سیدھے ہو گئے۔ "بتاؤ تو کہ میری عمر کیا ہے؟" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔" میں نے اپنی آنکھوں میں حیرت پھیلاتے ہوئے بے حد معصومیت سے کہا۔ "ویسے چالیس سے ایک سال ادھر یا ایک سال ادھر......"

"میری عمر ۶۵ سال ہے۔" اس نے سینہ تانتے ہوئے کہا۔ "اس پر کوئی تبصرہ؟"

"شان دار۔" میں نے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا زندگی بھر کی کمائی یہیں افتخار ہے اور یہی اس کا متاع غرور ہے۔

اس نے اندر زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آئیے پلیز۔"

سنسان راہ داریوں سے گزرتے ہوئے میں نیم تاریک کمروں میں تاکتا رہا۔ لیکن کہیں کوئی نظر نہیں آیا۔ "یہ محل صرف تمہارے اور مسٹر رائیکر کے لیے تو بہت بڑا ہے۔"

"یہاں ہم اکیلے نہیں۔ محل میں ۲۵ ملازمین ہیں۔ اور پیرس سے وقتاً فوقتاً مسٹر اراجرز آتے رہتے ہیں۔ وہ بہت باصلاحیت اور قابل آدمی ہیں۔ وہ میرے شاگرد بھی ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"جسم کا افزائش کے موضوع پر وہ مجھ سے رہ نمائی چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ادھیڑ عمری میں ان کا پیٹ نکل آئے۔" اس نے میرے پیٹ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

زینہ چڑھنے کے بعد وہ بائیں جانب مڑ گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اچانک میں نے ایک تکا آزمانے کا فیصلہ کیا۔ "فراؤلین سلوٹ، تم نے کبھی بیڈن بیڈن میں بھی کام کیا؟"

اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں کچھ پھیل سی گئیں۔ "ہاں...... جنگ سے پہلے۔ لیکن آپ نے کیوں پوچھا؟"

"ایوا رائیکر بھی کہیں تمہارے شاگردوں میں سے تو نہیں۔"

وہ سامنے دیکھتی رہی۔ "برسوں پرانی بات ہے۔ اب تو کافی عرصے سے میں نے ایوا کو نہیں دیکھا ہے۔" وہ بولی اور ایک دروازے کا ہینڈل تھام لیا۔ "آپ زیادہ وقت نہ لیجئے گا۔ ایک گھنٹے بعد مسٹر رائیکر کو پھر لوہے کے پھیپھڑے پر واپس آنا ہوگا۔ ٹھیک ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

وہ بہت روشن اور مکمل طور پر سفید کمرا تھا۔ کھڑکیوں سے وریئیر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ اس گول کمرے کے واسط میں اسپتال کا ایک بڑا بیڈ رکھا تھا۔ لوہے کا وہ مشہور زمانہ پھیپھڑا عقبی دیوار کے ساتھ لگی ایک میز پر رکھا تھا۔ کمرے کو گرم رکھنے کے لیے وہاں سن لیمپس لگائے گئے تھے۔

اس نے اپنا چشمہ اتارا۔ اس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن آنکھیں زندگی سے بھرپور تھیں۔ تم نارمن پال ہو؟'' اس نے کھرکھراتی آواز میں کہا۔

''جی ہاں۔''

پتلا سا ایک ہاتھ چادر سے نکلا۔ میں نے اسے تھام لیا۔

''میں کب سے تم سے ملنا چاہ رہا تھا۔ تمہارا آخری ناول پڑھ کر میں نے خود سے کہا...... اس شخص کا اپنا زبردست اسٹائل ہے۔ اور جب تم نے ٹائی ٹے نک کی اسٹوری لکھنے کا وعدہ کیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔''

''مسٹر رانیکر، آپ نے مجھ سے یہ اسٹوری لکھوانے کے لیے بھاری رقم ادا کی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں، کیوں؟''

''میں تمہاری بات سمجھا نہیں بیٹے۔''

''میرا اشارہ ان پانچ لاکھ ڈالرز کی طرف ہے، جو آپ نے پروکٹر کو ادا کیے۔''

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے دوبارہ چشمہ لگالیا۔ ''یہ تمہیں کس نے بتایا؟''

''اس سے کوئی فرق پڑتا ہے؟''

''نہیں...... کوئی خاص نہیں۔''

''تو مجھے اس بات کا جواب دیں۔''

''میرے خیال میں بات صاف ہے۔ مجھے تمہارا کام پسند ہے۔ اور میں چاہتا تھا کہ یہ اسٹوری تم ہی لکھو۔''

''پانچ لاکھ ڈالر چھوٹی رقم نہیں ہے۔''

''رقم کی کوئی اہمیت نہیں۔ میری ایک پھوپھی تھیں، جنھوں نے ایک بلی کے علاج پر دس ہزار ڈالر خرچ کر دیے تھے۔ میں ان کی طرح کا ہوں۔ جب تم میری عمر کو پہنچو گے تو یہ بات سمجھو گے۔ دولت ہوتی ہی اس لیے ہے کہ تم اس کی مدد سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرو۔ اور بوڑھے آدمی سے تو لوگ ویسے بھی خبطی پن کی توقع رکھتے ہیں۔ ایک بات میں پہلے ہی صاف کر دوں۔ میں دو ہفتے بعد خود معائنہ کرنے کے لیے سیونا رولا پر پہنچوں گا۔''

''اس فیصلے کو آپ کے ڈاکٹر کی تائید حاصل ہے؟''

''اگر میں اپنے ڈاکٹر کے مشوروں کو سنجیدگی سے لوں تو مجھے پیشاب کے لیے بھی تین نرسوں کی مدد درکار ہے۔'' اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔ مہم کے نئے ڈائریکٹر چیٹ کنکس ووڈ نے ۱۲ فروری کو رپورٹرز کو بریفنگ کے لیے سیونا رولا پر بلایا ہے۔ تم بھی مدعو ہو۔''

''شکریہ۔ میں ضرور جاؤں گا۔''

''دو رپورٹرز کو باتھی اسکیپ میں بیٹھ کر زیر آب جانے اور ٹائی ٹے نک کا معائنہ کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک تم ہو۔'' اس کے ہونٹوں پر لمحاتی مسکراہٹ ابھری۔ ''تم خوفِ محصوری کے مریض تو نہیں ہو نارمن؟''

''یہ تو اب پتا چلے گا۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے دوسرا رپورٹر کون ہے؟''

''تمہارا فوٹو گرافر دوست برک شیفیلڈ۔''

''میں سیونا رولا تک پہنچوں گا کیسے؟ کیا سفر کے اخراجات خود مجھے برداشت کرنے ہوں گے؟''

''اس کی فکر نہ کرو۔ مائیک راجرز سب معاملات طے کرلے گا۔''

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ایک ٹرین جینیوا جا رہی تھی۔ ''میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے ہیرالڈ ماسٹرسن کو کیوں نکالا؟''

وہ مسکرایا۔ ''وہ شراب بہت پیتا ہے۔''

''یہ کوئی نیا شوق تو نہیں ہوگا اس کا۔''

''یہ تو مجھے نہیں معلوم۔''

''یہ آپ کو اس کی خدمات حاصل کرنے سے پہلے معلوم کرنا چاہئے تھا۔''

''مائیک راجرز میرے بارے میں ایسے بات کرتا ہے، جیسے میں خدا ہوں۔ اور تم نے شاید اس کی باتیں سن سن کر میرے بارے میں ایک رائے قائم کرلی ہوگی۔ لیکن بیٹے، میں خدا نہیں ہوں۔ مجھ سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ ماسٹرسن بھی میری ایک غلطی تھا۔''

''یہ بتائیں، آپ نے اس کی بھیجی ہوئی فلم بھی دیکھی؟''

''اس میں رنگین دھبوں کے سوا دیکھنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔''

''ہاں۔ اخباروں میں بھی یہی چھپا ہے۔ مگر مجھے یہ بات عجیب لگتی ہے۔ کیونکہ ماسٹرسن کا خیال کچھ اور تھا۔''

''ماسٹرسن تخیلاتی آدمی تھا۔ اور اسے اخبارات کی شہ سرخیوں میں آنے کا بھی شوق تھا۔ یہ دونوں چیزیں یک جا ہوں تو برائی بن جاتی ہیں۔ یہی اس کے زوال کا باعث بنیں۔''

''مسٹر رانیکر، آپ کو اس مہم کا خیال کیوں آیا؟''

''مجھے سائنس میں دل چسپی ہے۔ دوسرے اس میں پبلسٹی بھی ملتی تھی۔''

''آپ کی اس مہم کا کسی بھی طرح ایوا سے کوئی تعلق ہے۔''

''ایوا کے مسائل کے بارے میں میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بہت ذاتی معاملہ ہے اور اس کا تمہاری اسٹوری سے کوئی تعلق نہیں۔''

''اور مسز رانیکر؟ کہیں اس میں انتقام کا کوئی پہلو تو نہیں؟''

''میں سمجھا نہیں۔''

''معذرت کے ساتھ مجھے عرض کرنے دیں کہ ٹائی ٹے نک آپ کی بیوی کا مقبرہ ہے۔ شاید اس وجہ سے آپ کو اس سے ذاتی مخاصمت ہو۔ آپ ٹائی ٹے نک کو اپنا دشمن سمجھتے ہوں۔ اور انتقاماً آپ اسے تسخیر کرنا چاہتے ہوں۔''

''آئیڈیا تو بہت زبردست ہے۔ مسٹر پال۔''

''وجوہات کے بارے میں تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ ٹائی ٹے نک میں آپ کی دل چسپی مریضانہ نوعیت کی ہے۔''

اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''جس کا جو جی چاہے سمجھے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''مسٹر رانیکر، آپ نے جان میک فارلینڈ کے بارے میں سنا؟''

''ہاں سنا۔ وہ آسٹریلیا میں رہ رہا تھا نا؟''

''آپ اسے جانتے تھے؟''

''میں؟ فارلینڈ کو؟ نہیں، ہرگز نہیں۔''

''وہ ٹائی ٹے نک پر اسٹیوارڈ تھا۔''

''ہاں، سنا ہے میں نے۔ تمہیں شاید یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ ٹائی ٹے نک میں میری دل چسپی اپنی جگہ۔ لیکن ٹائی ٹے نک سے بچ نکلنے والوں میں مجھے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔''

''مگر اب وہ زندہ نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''یہ کوئی ایسی بات نہیں جو زور دے کر بتائی جائے۔ نارمن، تم کہیں اس میک فارلینڈ سے میرا تعلق تو نہیں جوڑ رہے ہو۔''

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ البتہ میں متجسس ضرور ہوں۔ اسٹیوارڈ کی حیثیت سے جان میک فارلینڈ کی مملکت جہاز کے بائیں پہلو کے بی۸۴ سے بی۷۰ تک تھی۔ ماسٹرسن کے کہنے کے مطابق یہ جہاز کا وہی حصہ ہے، جہاں سے وہ فلم ملی تھی۔ میں نے میک فارلینڈ سے ملاقات کی تھی۔ لیکن وہ جھوٹا آدمی تھا۔ اور جب تک میں یہ بات سمجھتا، وہ قتل کیا جا چکا تھا۔'' میں نے دونوں ہاتھ سامنے کی سمت پھیلائے۔ ''موت ایک نہ رکنے والا سلسلہ ہے۔ اور یہ بات میرے لیے پریشان کن ہے۔''

''بدقسمتی سے تم ہر صورتِ حال میں ڈراما تلاش کرنے کے عادی ہو۔''

''زندگی تو خود ہی ایک ڈراما ہے......''

رانیکر کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس کی انگلی نے ایک بٹن دبایا۔ ''معاف کرنا مسٹر پال، تمہاری گفتگو اب مجھے تھکن میں مبتلا کر رہی ہے۔'' اس کا سینہ پھول پچک رہا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم میری حالت......''

''میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن ایک اور بات پوچھنی ہے۔ آپ کو علم ہے کہ آپ کی بیٹی ان دنوں کہاں رہ رہی ہے؟''

''وقت ضائع مت کرو مسٹر پال۔ ایوا کو ٹائی ٹے نک کے بارے میں کچھ یاد نہیں۔ اور کوئی اس کے بچپن کو کریدنے کی کوشش کرے تو وہ بہت زیادہ ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔''

''مجھے مسترد کیے جانے پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں انکار بھی آپ کی بیٹی کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔''

رانیکر نے اپنا سر ایک طرف جھکا لیا۔ ''مجھے نہیں معلوم کہ اس وقت ایوا کہاں ہے۔ تین ماہ سے تو میں نے اس کی آواز بھی نہیں سنی ہے۔'' اس نے ایک اور بٹن دبایا۔ ''لزل تمہیں رخصت کرے گی۔ گڈ بائی مسٹر پال۔ تم سے بات کر کے اچھا لگا۔ یاد رکھنا، دو ہفتے بعد ہمیں ملنا ہے۔'' وہ مسکرانے لگا۔

..........☆☆☆..........

''تمہیں وہ کیسا لگا؟'' جین نے مجھ سے پوچھا۔

ہم لے بیٹرن کے ایک بوتھ میں بیٹھے تھے۔ ''اس نے پوری کوشش کی کہ مجھے کچھ معلوم نہ ہو۔ اس کے پاس نقابوں کی کمی نہیں اور وہ موقعے کی مناسبت سے بہت تیزی سے انہیں استعمال کرتا ہے۔'' میں نے پلیٹ ایک طرف ہٹائی۔ میں تو ڈپریس ہو گیا۔''

ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ریسٹورنٹ سے نکل کر اپنی کار میں آ بیٹھے۔ کار کا رخ ہوٹل رچمنڈ کی طرف تھا۔ ایک سگنل پر بریک لگاتے ہوئے میں نے جین کی طرف دیکھا۔ ''تم ٹائی ٹے نک کے ڈیک کا نقشہ ساتھ لائی ہو؟''

''میرا خیال ہے، لائی ہوں۔''

''میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

جین سوٹ کیس کو ٹٹولنے لگی۔ ہم اس وقت ہوٹل کے کمرے میں تھے۔ جین نے نقشہ نکال کر مجھے دیا اور میں نے اسے بیڈ پر پھیلا دیا۔ ''یہ ہے جان میک فارلینڈ کی مملکت۔'' میں نے بائیں پہلو کے بی ڈیک کی طرف اشارہ کیا۔ ''کیبن نمبر ۸۴ سے کیبن نمبر ۷۰ تک۔ اب یہ بتاؤ، یہاں کہیں مسافروں کی فہرست بھی موجود ہے۔''

جین نے ذرا دیر میں فہرست بھی برآمد کر لی۔

اب میری انگلی ناموں پر حرکت کر رہی تھی۔ ''البرٹ اور مارتھا کلائن کیبن نمبر ۸۷ بی میں تھے، جو میک فارلینڈ کا علاقہ تھا۔ میں یہ دوسرے کیبنوں میں بھی نام بھرنا چاہتا ہوں۔ تم ذرا نام پڑھ کر بتاتی رہو۔''

جین نے صفحے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''بس جلدی نہ مچانا۔''

بیس منٹ بعد میک فارلینڈ کی عملداری میں موجود ہر کیبن پر اس کے مکین کا نام لکھ دیا گیا۔

جین نے میری کارکردگی کا جائزہ لیا۔ ''اچھا لگ رہا ہے۔ مگر یہ بتاؤ'' ان لوگوں میں سے کس کا تعلق رائیکر سے بھی ہے؟''

''براہ راست تو نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''کلارا اور ایوا رائیکر یہاں تھیں۔'' میں نے انگوٹھے سے نقشے کے اس مقام کو دباتے ہوئے کہا۔ ''۵۳ بی اور ۵۵ بی۔ بالائی عرشے پر اسٹار بورڈ کے سوئیٹس۔ اور یہ برابر میں ۵۷ بی ہے، جس میں کلارا اور ایوا کا باڈی گارڈ جیمز مارٹن تھا۔ ان میں سے کوئی کیبن میک فارلینڈ کے علاقے میں نہیں ہے۔''

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور چند لمحے نقشے کو بہت غور سے دیکھتا رہا۔ ''بات صرف اتنی سی ہے کہ فلم میک فارلینڈ کے علاقے سے ملی ہے۔''

''فلم جس مقام سے ملی ہے، اس کی نشان دہی کرو۔'' جین نے کہا۔

ماسٹرسن نے رپورٹرز کو بالکل درست مقام کے بارے میں بتایا ہی نہیں۔ اور میرا خیال ہے مائیک راجرز اور ولیم رائیکر بھی اس بارے میں کبھی نہیں بتائیں گے۔''

اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''ممکن ہے، ہم ان باتوں کے لیے پریشان ہو رہے ہوں، جو بے معنی ہیں۔ دیکھو نا، رائیکر کا کہنا ہے کہ فلم سادہ ہے۔ تو ممکن ہے، ایسا ہی ہو۔''

میں نے نقشے کو تہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ ''جین، اگر وہ فلم سادہ ہے تو میک فارلینڈ کا قتل، ماسٹرسن کا استعفا اور اس اسٹوری کا تقریباً ہر پہلو بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔''

فون کی گھنٹی بجی۔ ہوٹل کے آپریٹر نے ہماری پیرس کی جواب دینے والی سروس کا بھیجا ہوا ایک پیغام سنوایا۔ ہمارے لیے لاس اینجلز سے کسما جیری بلین کی کال آئی تھی۔ اس کا فون نمبر بھی ہمیں دے دیا گیا۔

''مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اس گھٹیا آدمی کو فون کرو گے۔'' جین نے بے زاری سے کہا۔

''اس نے فون بلاوجہ تو نہیں کیا ہوگا اور جب تک ہم فون نہیں کریں گے، ہمیں وجہ معلوم بھی نہیں ہوگی۔''

اس نے جلدی جلدی وقت کا حساب لگایا اور بولی۔ ''اس وقت تو فون کرنا ممکن نہیں۔ لاس اینجلز میں صبح کے پانچ بجے ہوں گے۔''

میں ہنسا اور نمبر ملانے لگا۔

''ہنسنے کی کیا بات ہے؟'' اس نے چڑ کر پوچھا۔

''تم پر ہنسی آ رہی ہے۔ تم اس فکر میں گھلی جا رہی ہو کہ جیری بلین کی نیند خراب ہوگی۔'' فون پر آپریٹر آئی تو میں نے اسے جیری کا نمبر لکھوا دیا۔ اس کے بعد میں دوبارہ جین کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اور میرا خیال ہے کہ جیری کبھی سوتا ہی نہیں ہے۔''

چند لمحے بعد میرا اندازہ درست ثابت ہو گیا۔

''کال کرنے کا شکریہ نارمن۔'' فون پر جیری کی آواز ابھری۔ لہجے میں تازگی تھی۔ ''تم مجھ سے بہت خفا تھے، جب رخصت ہوئے۔''

''کوئی بات نہیں جیری۔ باہر نکل کر میں سب کچھ بھول گیا تھا۔''

''میرے پاس ایک تجویز ہے نارمن۔''

''تم اپنی فیس بتاؤ۔''

''پانچ سو ڈالر۔''

''اور اس کے بدلے مجھے کیا ملے گا؟''

''ایوا رائیکر کا پتا۔''

''بولو...... میں سن رہا ہوں۔''

''اتنا تیز نہیں نارمن۔ پہلے رقم کی بات کرو۔''

''میرے ساتھ کھیل مت کھیلو جیری۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں بے ایمان نہیں ہوں۔ تم پتا بتاؤ۔''

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد جیری نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ وہ اس وقت میڈرڈ میں ہے۔ ۱۴۰۲، کیلیے ڈی الکاں۔ اپارٹمنٹ نمبر ۵۱۰۔''

میں نے ریسیور رکھتے ہی قلم اور کاغذ سنبھالا اور پتا لکھنے لگا......

''کیا بڑی خبر ہے......؟'' جینن کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

''ایوا اسپین میں ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے کل کی میڈرڈ کی فلائٹ پر سیٹ چاہئے۔ تم یہاں رکی رہو تو بہتر ہے۔''

''یہاں رک کر کروں گی کیا؟''

''ادھر اُدھر گھومو پھرو اور سونگھو۔ ویریٹر کے لوگوں کو ٹٹولو کہ رائیکر اور اس کے اسٹاف کے بارے میں وہ کیا کچھ جانتے ہیں۔ خاص طور پر ان لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا، جن کی رائیکر اور اس کے ملازمین سے ڈیلنگ رہتی ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ یہ کام میں کرلوں گی۔''

''ایک اور بات۔ یہاں جنیوا میں بھی اور ویریٹر میں بھی، شتی پال چیک کرنا۔ دیکھو کہیں سے رائیکر کے محل کے بلیو پرنٹس اور فلور پلان مل سکتے ہیں یا نہیں۔''

..........☆☆☆..........

۲۸ جنوری ۱۹۶۲ء

ہر اتوار کی شام میڈرڈ میں بیس ہزار افراد انسانی جان کی رسمی قربانی دیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ میں دو پاؤں والے جانوروں کی اس بھیڑ میں بہ حالتِ مجبوری شامل تھا۔ اپنی آنکھوں کو ڈھلتی دھوپ سے بچاتے ہوئے میں رنگ کا جائزہ لے رہا تھا۔ بل فائٹ بس شروع ہی ہونے والی تھی۔

میں دل نہ چاہتے ہوئے بھی اس انسانی ریوڑ میں شامل تھا۔ میرے عقب میں پرجوش تماشائی بگل بجا رہے تھے۔ وہاں چالیس ہزار افراد موجود تھے۔ جو حلق کے بل چیخ چیخ کر ان چو تورافلنوں کو داد دے رہے تھے، جنہیں اس روز میدان میں اترنا تھا۔

ایک آواز دوسری تمام آوازوں پر بھاری تھی...... یا شاید مجھے ایسا لگ رہا تھا۔ میں نے اپنے نکون کے ۱۳۵ ایم ایم کے ٹیلی فوٹو لینس کا رخ اس آواز کی طرف کیا، جو مجھ سے تین قطار آگے سے آرہی تھی۔

دھندلا سا وہ چہرہ بتدریج واضح ہونے لگا۔ وہ ایک بھاری بدن کی بھورے بالوں والی عورت تھی، جس کے ہاتھ میں جھاگ اڑاتی بیئر کی بوتل تھی۔ ''اوئے...... ٹورو ٹورو...... وہ چلا رہی تھی۔ اس کے دائیں بائیں دو جوان مرد تھے۔ اس نے ہنستے ہوئے ان دونوں کی پیٹھ پر ہاتھ مارا۔

ایوا رائیکر کو ڈھونڈنا کچھ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اسے کھو دینا بھی اتنا ہی آسان تھا۔ شام کے بیشتر حصے میں میں اپنی کرائے کی الفا رومیو میں اس کی فیراری کا تعاقب کرتا رہا تھا۔ اور جب اس نے ایرینا کے باہر گاڑی روکی تو میرے پیٹ میں کچھ کچھ ہونے لگا۔ مجھے بل فائٹ سے سخت نفرت ہے۔

لیکن ایوا کا وہ پسندیدہ ترین مشغلہ تھا۔ میدان میں بیل کو کھینچنے والوں اور منقش برچھوں کی نمائش کو وہ بہت خوش ہو کر دیکھ رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ 'شاباش بہادر' کا نعرہ بھی لگاتی۔ ساتھ ہی دائیں یا بائیں موجود اپنے کسی ساتھی کو ایک بوسے سے نواز دیتی۔

وقت نے ایوا رائیکر کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ صرف جبڑے ہی نہیں، اس کا کسا ہوا جسم بھی کم از کم دس سال پہلے ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ بال چمک سے محروم ہو چکے تھے اور بے جان لگ رہے تھے۔ لیکن اس کی آنکھیں...... گہری نیلی آنکھیں اب بھی خوب صورت تھیں۔ بیئر کی لائی ہوئی دھندلاہٹ کے باوجود وہ کسی بیس سالہ لڑکی کی آنکھیں تھیں۔

بیل کو کھینچنے والے گھوڑوں پر سوار اپنا کام کر رہے تھے۔ بیلوں کی گردن کے پیچھے پشت پر سرخ دھبے ابھر رہے تھے۔ میرا جی متلانے لگا۔ میں نے اس طرف سے نظر ہٹالی۔

''اولے...... بریو...... بریو'' ایوا چیخ رہی تھی۔

سورج تیزی سے مغرب میں جھک رہا تھا۔ رنگ نارنجی رنگ میں نہایا ہوا لگنے لگا۔ اپنے کیمرے کے ویو فائنڈر سے، میں نے اچھلتے ہوئے خون کے فوارے کو ریت پر گرتے دیکھا۔ سانڈ بل فائٹر کو گھور رہا تھا۔ پھر وہ جھپٹا، دوڑا اور سرخ رومال کے نیچے سے نکلتا چلا گیا۔

بل فائٹر کے غچے آہستہ...... اور آہستہ ہوتے گئے۔ بالآخر اس نے سانڈ کے جسم میں تلوار گھونپ دی۔ سانڈ اس کے قدموں میں گر گیا۔

تماشائی حلق کے بل چلا رہے تھے۔ بگل بجائے جا رہے تھے۔ ایوا رائیکر اپنے دونوں بوائے

فرینڈز سے بار بار لپٹ کر خوشی سے چلا رہی تھی۔

میں نے ایسے پانچ اور تماشے برداشت کیے۔ ایرینا اب نارنجی کے بجائے اودے رنگ میں نہایا ہوا لگ رہا تھا۔ پھر میدان میں صفائی کرنے والے اتر آئے۔ تماشائی اسٹیڈیم سے نکل رہے تھے۔ میری نظریں ایوا کے بالوں پر جمی تھیں۔

جب تک میں اس کے قریب پہنچا، وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ ''معاف کیجیے گا، رائیکر، آپ مجھے چند منٹ دے سکتی ہیں؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ ''کس لیے؟''

ایوا کے بوائے فرینڈ مرغوں کی طرح پھولنے لگے۔ ''بھاگ جاؤ یہاں سے۔ خاتون کو پریشان مت کرو۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

میں نے ایوا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''میرا نام نارمن پال ہے۔''

اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی موہوم سی چمک ابھری۔ ''ناول نگار نارمن پال...... زبردست۔ اب یہ نہ بتانا کہ تم اپنے نئے ناول کے لیے ریسرچ کر رہے ہو۔''

''میں، 'ریت اور خون' کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں۔ اور تم اس کی لنڈا ڈارنیل ہو۔''

ایوا مسکرائی نہیں۔ ''میں نے ہمیشہ خود کو ریتا ہیورتھ جیسا سمجھا ہے۔''

''ممکن ہے۔ بہرحال میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کار کی طرف اشارہ کیا۔ ''اور ان دونوں کی موجودگی میں نہیں، بلکہ اکیلے میں۔''

چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر ایوا نے کندھے جھٹک دیے۔ ''اوکے۔'' اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ''چلو...... تم دونوں اتر جاؤ۔''

''لیکن ایوا...... ہمہ...... ہم......'' وہ دونوں ہکلانے لگے۔

ایوا نے ایک نوٹ ان کی طرف بڑھایا۔ ''ٹیکسی پکڑ لو۔ اب میرے اپارٹمنٹ میں ملاقات ہوگی۔''

وہ ناخوش تھے۔ مگر تعمیل کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ ایوا نے اگلا دروازہ کھول کر برابر والی سیٹ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''آجاؤ۔''

میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس کے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے تبصرہ کیا۔ ''اچھے لڑکے ہیں۔ خریدے ہیں یا لیز پر لیے ہیں؟''

''قسطوں پر لیے ہیں۔'' ایوا نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ ''ویسے مجھے مایوسی ہوئی ہے مسٹر

پال۔''

''بھلا کیوں؟''

''تم مجھے بدصورت آدمی نہیں لگے تھے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ثابت ہو گیا ہوں۔''

''ہاں۔ میری نجی زندگی پر ایسا بے ہودہ تبصرہ بدصورتی ہی تو ہے۔''

''سوری۔ لیکن بے ڈھنگا پن مجھے اکساتا ہے۔''

ایوا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور توپ کے گولے کی طرح اسے پارکنگ لاٹ سے نکالا۔ گاڑی سڑک پر پہنچی تو اس کی رفتار ۶۰ میل فی گھنٹا تھی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔

ایوا نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے پاؤں ایکسی لیٹر پر اور ہاتھ ہارن پر رکھ دیا۔ ''تم نے مجھے ڈھونڈا کیسے؟''

''انکساری سے کام لے رہی ہو ایوا۔ ارے یہاں کون ہے جو تمہیں نہیں جانتا۔''

وہ مسکرائی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تم نے ڈیڈی سے بات نہیں کی؟''

''بات تو کی تھی۔ لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ تم کہاں ہو۔ اس وقت میرا خیال تھا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور اب اس پر یقین ہے۔''

''ارے...... وہ کیسے؟''

''ثبوت میں تو اس وقت ہم بیٹھے ہیں۔'' میں نے کار کے ڈیش بورڈ کو تھپتھپایا۔ ''دیکھو نا، اس طرح کی کاریں درختوں پر نہیں اُگتیں۔ امکان یہی ہے کہ یہ تحفہ ہے محبت کرنے والے دولت مند باپ کا۔''

''تو تم نے اپنے طور پر مجھے ڈھونڈا ہے۔'' وہ کار کو جہاز سمجھ رہی تھی۔ ''تو مسئلہ کیا ہے؟ میں اتنی اہم کیسے ہو گئی؟''

''ٹائی ٹے نک کی وجہ سے۔''

''اس کے بارے میں تو میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی ہوں۔'' وہ ہنس کر بولی۔ ''وہ جہاز تھا اور ڈوب گیا تھا۔''

''اور تم بچ گئی تھیں ایوا۔ تم مجھے بہت کچھ بتا سکتی ہو۔''

فیراری ایک بلڈنگ کے سامنے رکی۔ ''یہ ہے میرا گھر۔'' اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ ''اب

رہی تمہارے سوالوں کے جواب دینے کی بات، تو مسٹر پال، یہ ممکن نہیں۔ میں اس وقت صرف دس سال کی تھی۔'' اس نے انجن بند کر دیا۔

''لگتا ہے، تمہیں اپنے ڈیڈی کی طرح ٹائی ٹے نک میں دلچسپی نہیں ہے؟''

''ڈیڈی کے اور میرے درمیان شاید ہی کچھ مشترک ہو۔''

میں نے انگلیوں کو یوں چلایا، جیسے وہ ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ پر تھرک رہی ہوں۔'' اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے بے حد سرد لہجے میں کہا......''

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ''کیا یہ ہے تمہارا اسلوب؟ اگر ایسا ہے تو خدا مجھے محفوظ رکھے۔''

''یہ میرے اسلوب کا معاملہ نہیں۔ میں تمہارے انداز کی لفظی تصویر بنا رہا تھا۔''

''بے حد کاٹ دار۔ لگتا ہے، تم مجھے چھیل دینا چاہتے ہو۔''

''اب یہ تو تمہارے محسوس کرنے کی بات ہے۔ ویسے تم اپنے باپ کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

''ہاں...... ڈیڈی۔'' اس نے اپنے بالوں میں انگلیاں لہراتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کبھی جانور پالے ہیں مسٹر پال؟''

''زیادہ تر بلیاں پالی ہیں۔ چھوٹی عمر میں کبوتروں کا شوق تھا۔''

ایوا نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں۔ ''میں جب چھوٹی سی تھی تو ہم نیوپورٹ میں ایک بہت بڑے مکان میں رہتے تھے۔ عقب کی جانب ایک تنگ گندی گلی تھی، جہاں میں کھیلتی تھی......''

''یہ ٹائی ٹے نک کے بعد کی بات ہے؟''

''ہاں۔ اور مجھے بات کرنے دو۔ ٹوکو مت۔ بہرحال ہمارے گھر کے پچھواڑے، اس گندی گلی میں پانی بھی تھا اور دلدل بھی۔ ایک دن مجھے وہاں مگرمچھ کا ایک چھوٹا سا بچہ ملا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ وہاں کیسے پہنچا...... کہاں سے آیا۔ اور کون جانے وہ گھڑیال ہو۔ میں ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتی۔ وہ چار یا پانچ انچ لمبا تھا...... اور بہت پیارا تھا۔ اس کی آنکھیں زرد چمک دار تھیں۔ اس کی گھنڈی دار دم ہر وقت ہلتی رہتی تھی۔ وہ بہت چنچل اور بے فکرا تھا۔ اس کا جبڑا ہر وقت چلتا رہتا تھا۔ اگر کوئی اپنی انگلی اس کے قریب لے جائے تو وہ دانت کٹکٹا کر لپکتا تھا اور کاٹنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ چھوٹا بھی تھا اور بے ضرر بھی۔'' وہ بات کرتے کرتے جیسے کھو سی گئی۔ ''میں پورے موسمِ گرما اس چھوٹے سے مگرمچھ کے ساتھ کھیلتی رہی۔ میں اس کی دُم کھینچتی اور وہ دانت کٹکٹاتا۔ وہ مجھے کاٹتا بھی تھا۔ اور ہر دن گزرنے کے ساتھ اس کی کاٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

''ایک صبح میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے پلٹ کر مجھے کاٹا...... اور صحیح معنوں میں کاٹا۔'' اور جھرجھری سی لے کر رہ گئی۔ شاید وہ یاد اس کے لیے بہت جیتی جاگتی یاد تھی۔ ''مجھے بارہ ٹانکے لگائے گئے تھے۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ جس وقت اس نے اپنی گلابی زبان سے میرے گوشت کو چاٹا تو میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اور اب وہ کسی دوست کی آنکھیں نہیں تھیں۔ اس لیے ان آنکھوں کا تاثر دوستانہ نہیں تھا۔ ان آنکھوں میں لالچ تھا۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ مجھے ایک بار اور کاٹنا چاہتا ہے۔ بلکہ جیسے وہ سوچ رہا تھا کہ اب کے کس جگہ کاٹا جائے۔

''مجھے یاد ہے، میں چیختی ہوئی اندر بھاگی۔ میرا خیال ہے، بعد میں کسی نوکر نے اس مگرمچھ یا گھڑیال کو تلاش کر کے مار ڈالا......''

ایوا کا جسم تن گیا تھا۔ ''بعد میں مجھے احساس ہوا کہ مگرمچھ بدلا نہیں تھا۔'' اس نے کہا۔ ''سیدھی سی بات ہے۔ وہ بڑا ہو گیا تھا۔ اور میں نے یہ بات نہیں سمجھی تھی۔ بلکہ میں نے یہ بھی نہیں سمجھا تھا کہ وہ اول و آخر مگرمچھ ہے اور کاٹنا اس کی فطرت ہے۔'' اس نے اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا لیے۔ ''بے شک...... تمہیں میرے والد میں کشش محسوس ہوئی ہوگی۔''

''محسوس تو ہوئی...... مگر ذرا بھدے انداز میں۔''

''واقعی؟'' اس کے انداز میں سچ مچ کی حیرت تھی۔ ''وہ بہت چالاک ہوا کرتے تھے۔ اپنے جس شکار کو تکلیف پہنچاتے تھے، وہ تکلیف کے باوجود مسکرا رہا ہوتا تھا۔ یہی ان کا کمال تھا۔''

''تم نے لفظ شکار استعمال کیا ہے ایوا۔ وہ کون لوگ تھے؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے ہونٹ سکوڑے۔ ''شکار نمبر ایک تو میری ماں ہی تھی۔''

''وہ کیسے؟''

''ان کی بدقسمتی کہ وہ میرے والد کی محبت کا بنیادی ہدف تھیں۔ ڈیڈی انہیں...... میری پیارنی پالتو...... کہہ کر پکارتے تھے۔'' ایوا نے پھر جھرجھری سی لی۔ اس کے جسم میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ ''ڈیڈی ان کا اسی طرح خیال رکھتے تھے، جیسے کسی پالتو جانور کا رکھا جاتا ہے۔ وہ انہیں اچھا کھلاتے، اچھا پلاتے، آسائشوں میں رکھتے۔ جواب میں وہ ڈیڈی کا بستر گرم رکھتیں۔ لیکن ڈیڈی ان سے اکتا بھی جاتے تھے۔ جب بھی ایسا ہوتا تو وہ انہیں دوسروں کے بستر میں بھیج دیتے۔ زیادہ تر وہ دوسرے، ان کے کاروباری شریک ہوتے تھے۔ یوں ڈیڈی کو دہرا فائدہ ہوتا۔ ممی سے بالواسطہ انہیں مالی منفعت بھی حاصل ہوتی تھی۔

تمہاری ممی انکار نہیں کرتی تھیں؟

''نہیں، ان میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ وہ سچ مچ ڈیڈی کا پالتو جانور تھیں۔ وہ ڈیڈی سے بے
حد تک محبت کرتی تھیں۔ دوسرے ڈیڈی کو انکار سننے کی عادت نہیں تھی۔ کوئی ان کی بات
رد کرے تو وہ متشدد ہو جاتے ہیں''

''یہ اسٹوری نہیں ہے۔ یہ سب کچھ میرے اطراف میں ہوتا رہا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ
دیکھا ہے'' اس کا لہجہ معاندانہ تھا۔

''اس وقت تم مشکل سے آٹھ نو سال کی ہوگی'' میں نے ڈرائیونگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
''اور مجھے یاد ہے، اس عمر میں میں سمجھتی تھا کہ بچے سبزی کے کھیت میں اگتے ہیں''

''میری بات اور ہے۔ میں عدم تحفظ کا شکار رہی ہوں''

''یعنی تم وقت سے پہلے بڑی ہو گئیں''

ایوا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمارت کی تیسری منزل کے کسی فلیٹ سے موسیقی کی آواز آ رہی
تھی۔

چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔ پھر ایوا نے کہا۔ ''مسٹر پال، میرے ساتھ مربیانہ انداز میں
مت پیش آؤ۔ تم نے میرے بارے میں جو کچھ بھی سنا ہے، اس کے باوجود میں بچی نہیں ہوں۔
اپنے ماں باپ کے بارے میں مجھے بعد میں پتا چلا۔ جو کچھ میں نے برسوں دیکھا تھا، اسے آنے
والے برسوں میں ہی سمجھا۔

''ٹھیک ہے ایوا۔ لیکن ماں کے بارے میں تمہاری یہ تخیلاتی تخلیق کاری اب بے سود معلوم
ہوتی ہے۔ دیکھو نا، انہیں مرے 50 سال ہو گئے''

''اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ لیکن اس وقت تو زندہ تھیں'' اس نے آنکھیں سکیڑ کر مجھے
دیکھا۔

''میں نہیں سمجھتا کہ میری اسٹوری میں مگرمچھ اور پالتو کتے کی تمثیل کی کوئی گنجائش ہے''
میں نے کہا۔ اس کے جسم میں جو تناؤ نظر آیا، اسے میں نے نظر انداز کر دیا۔ ''تمہیں احساس نہیں
کہ تمہارے اور تمہارے ڈیڈی کے درمیان بہت کچھ مشترک ہے۔ تم دونوں محض اذیت بھری
چیخ سننے کے لیے سوئے ہوئے کتے کو ٹھوکر مارنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ پسند
کرتے ہو''

''کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو کبھی بھلائی نہیں جاتیں۔ لیکن ٹائی ٹے نک ایسا نہیں ہے۔
خدا ہی جانے، ڈیڈی کیوں اسے نکالنے کے چکر میں پڑ گئے''

اس کے چہرے پر تکدر تھا ''یہ وہ جہاز ہے، جو میری ماں کی موت کا سبب بنا۔ میں تو اس کے
بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی''

''ایوا'' میں نے اس جہازی غرقابی کے بارے میں تمام تفصیلات پڑھی ہیں۔ میری سمجھ میں
کبھی نہیں آیا کہ تمہاری ماں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ وہ فرسٹ کلاس کی پسنجر تھی اور لائف بوٹس
میں سب سے پہلے فرسٹ کلاس کے مسافروں کو موقع دیا گیا تھا۔ تو وہ پیچھے کیوں اور کیسے رہ گئی؟

ایوا نے دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ''سوری مسٹر پال۔ مگر مجھے دیر ہو رہی
ہے۔ میں اندر جا رہی ہوں۔ تمہیں اندر چلنے کے لیے نہیں کہوں گی۔ کیونکہ مجھے مزید کچھ نہیں کہنا
ہے''

میں بھی گاڑی سے اتر آیا۔ ''ایوا...... بہت لوگوں کو تم میں دلچسپی ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ
تمہاری یادداشت میں، تمہاری یادوں میں بے شمار لوگوں کو دلچسپی ہے۔ ٹائی ٹے نک کے
مسافروں میں سے تین افراد اس حال ہی میں قتل کیے گئے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے، جسے بسیر بہا کر
نہیں مٹایا جا سکتا۔ اور جس نے بھی انہیں قتل کیا ہے، وہ میری طرح آسانی سے اس پر یقین نہیں
کرے گا کہ تمہیں کچھ یاد نہیں ہے''

ایوا نے پلٹ کر ایک نظر مجھے دیکھا۔ وہ اسٹریٹ لائٹ کا کمال تھا یا سچ مچ، بہر حال اس کا
چہرہ زرد لگ رہا تھا۔ ایک لحہ وہ مجھے دیکھتی رہی۔ پھر پلٹ کر عمارت میں چلی گئی۔

میں ٹیکسی میں بیٹھ کر اسٹیڈیم واپس گیا، جہاں میں نے اپنی کار چھوڑی تھی۔ اپنی کار میں بیٹھتے
ہوئے میری نظر اسٹریٹ لائٹس پر پڑی اور میری نظروں میں ایوا رائیکر کی آخری جھلک پھر گئی۔
اس لمحے مجھے اس بات کا احساس ہوا جو اس وقت اسے دیکھتے ہوئے نہیں ہوا تھا اور اس سے پہلے
بھی نہیں ہوا تھا۔ ایوا کی داہنی آنکھ کے نیچے ایک مندمل زخم کا ہلکا، مگر لمبا نشان تھا۔

مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ مگرمچھ کے کاٹنے کا نشان ہے!

29 جنوری 1962ء

جنیوا ائیرپورٹ پر جین مجھے لینے آئی تھی۔ ہوٹل رچمنڈ کے سفر کے دوران میں اسے
ایوا رائیکر کے بارے میں بتاتا رہا۔ (مجھے یہ جوڑی بہت عجیب لگی ہے...... ایوا اور اس کے ڈیڈی
کی یہ جین نے کہا۔

''بالکل'' میں نے اپنی خیاث کو ایک سست رفتار سیڈان سے آگے نکالتے ہوئے کہا۔
''درحقیقت وہ ایک خوف زدہ کر دینے والی عورت ہے۔ اس پر سکون سطح کے نیچے کوئی آتش فشاں

ہے۔اور سطح بھی کہہ ایسی پر سکون نہیں ہے۔اچھا یہ بتاؤ، یہاں کوئی اہم معاملہ ہوا''

''میرا خیال ہے، تم نے اخبار نہیں دیکھے ہیں''

میرے پیٹ میں گرہیں سی پڑنے لگیں۔''اب میں مزید دھماکے برداشت نہیں کر سکتا'' میں بڑبڑایا۔

''چھوٹا سا ہے، بڑا نہیں'' جین نے مجھے دلاسہ دیا'' رائیکر نے ٹائی ٹے نک سے ملنے والی فلم ریلیز کردی ہے''

''اور تم کہتی ہو کہ یہ بڑا دھماکہ نہیں ہے'' میری گاڑی تقریباً فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔

''جیسا کہ مائیک راجرز نے پریس والوں کو بتایا تھا، اس فلم میں کچھ بھی نہیں ہے''

''حیرت......! میرا خیال ہے کہ مائیک کو پرانے اسٹاک میں سے 35 ایم ایم کی فلم حاصل کرنے، اسے روشنی میں ایکسپوز کرنے اور اس کو کہنگی کا تاثر دینے میں اتنی دیر لگی۔ فلم کی صرف نقل جاری کرنے میں تو اتنا وقت نہیں لگتا۔''

''مگر نارمن، یہ ثابت کرنا مشکل ہے''

''میں اس کی کوشش بھی نہیں کروں گا۔ یہ بتاؤ، رائیکر کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوئی؟''

''مجھے اس کی حویلی کے تعمیراتی نقشے حل کئے ہیں۔ اس سے کام چلے گا؟

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''کیسے مل گیا تمہیں؟''

''رائیکر جب اپنے عمل میں آیا تو اس سے پہلے اس نے جینیوا کی ایک بڑی رقم کو محل کی تزئین نو کا ٹھیکہ دیا تھا۔ میں ان کے دفتر گئی۔ وہاں وہ ڈرافش مین مل گیا، جس نے وہ کام کیا تھا۔ چند فرانکس کے بدلے وہ تعاون پر راضی ہوگیا''

چند فرانکس کے تذکرے پر میرے کان کھڑے ہوئے ''صحیح تعداد بتاؤ فرانکس کی''

''ڈھائی لاکھ فرانک''

''اس نے تمہیں ٹھگ لیا جین'' میں نے دردناک لہجے میں کہا۔

''رقم کی کیوں فکر کرتے ہو۔ تمہیں نقشے تو مل گئے نا'' اس نے ایک بڑا فولڈر میری طرف بڑھایا۔ ''لو......خود دیکھ لو''

''بعد میں دیکھوں گا ڈیئر۔ ابھی مجھے سڑک پر ہی رہنے دو'' میں نے کہا: ''اور رائیکر کے اسٹاف کے بارے میں کیا خبر ہے؟''

''میں سمجھی نہیں''

''ہٹلر، خادمائیں، باڈی گارڈز'' میں نے جھنجلا کر کہا۔ ''ان کی کبھی چھٹی بھی ہوتی ہوگی۔ کبھی فرصت بھی ملتی ہوگی انہیں، کبھی تفریح کے لیے بھی نکلتے ہوں گے وہ اور ظاہر ہے کہ وہ ویسٹر میں وقت گزارتے ہوں گے۔''

''پتا نہیں۔ میں نے سوچا بھی نہیں'' جین نے کہا اور کہہ کر سوچنے لگی۔ اچانک وہ بولی ''ایک منٹ...... کیا رائیکر کے پاس سیارہ رولز لیموزین بھی ہے؟''

''ہاں، ہے تو۔ کیوں؟''

''اسے میں نے گاؤں میں سرائے کے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔ شوفر سوڈا سلف خریدنے ویسٹر آتا رہتا ہے۔ سرائے کا نام تمہیں یاد ہے''

''نہیں۔ لیکن میں تمہیں دکھا سکتی ہوں''

''جین...... میری دعا قبول ہوگئی''

''کیا دعا کر رہے تھے تم؟''

''میں محل میں گھسنا چاہتا تھا...... اعلانیہ طور پر نہیں۔ چپکے سے''

..........☆☆☆..........

یہ اسی شام کی بات ہے۔ جین نے اشارہ کرتے ہوئے کہا'' یہ ہے وہ جگہ''

کوئی پچاس گز دور سڑک پر وہ زرد روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہاں شیشے کا ایک دروازہ تھا۔ باہر کاروں کی قطار تھی۔ دروازے کے عقب سے موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''اپچوف......'' میں بڑبڑایا۔ وہ سرائے کا نام تھا۔ میں نے دیکھا۔ کافی دور تک پارکنگ کی جگہ نہیں تھی۔ ''یہاں تو جگہ ہی نہیں ہے''

''آگے چلو۔ کہیں نہ کہیں پارک کرنے کی جگہ مل ہی جائے گی'' جین نے کہا۔

ہم نے آدھے بلاک کا فاصلہ طے کیا۔ وہاں ہمیں ایک گاڑی نظر آئی جو بہت زیادہ جگہ گھیرے ہوئے تھی۔ دو فاکس ویگن گاڑیوں کے درمیان رائیکر کی وہ لیموزین کھڑی تھی۔ اس کی سیاہ باڈی پر گرتے ہوئے برف کے گالے ایسے لگ رہے تھے، جیسے کبوتر بیٹھے ہوں۔

میں نے اپنی گاڑی روکی اور ادھر ادھر نظر گن لیتا رہا۔ ''میں یہاں اتر رہا ہوں'' میں نے کہا۔ ''تمہیں ڈرائیونگ میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوگی''

''نہیں۔ پریشانی کیسی؟'' جین نے مجھ سے نظریں ملائے بغیر کہا۔

میں نے دونوں شیشوں کے درمیان سے بریف کیس نکال لیا۔ ’’تمہیں یاد ہے نا کہ مجھ سے کہاں ملنا ہے؟‘‘

’’ہاں...... اپنی میس جانے والی سڑک پر محل کے گیٹ سے چوتھائی میل ادھر۔ میں وہاں ساڑھے گیارہ بجے پہنچوں گی اور دو بجے تک انتظار کروں گی تم اس وقت تک نہیں پہنچے تو میں سرحد پار کر کے فرانس چلی جاؤں گی اور فوری طور پر ٹام بریمل کو فون کروں گی‘‘

’’بہت خوب۔ آؤ اب مجھے الوداع کہو‘‘

’’اس کی ضرورت نہیں‘‘ جین نے سرد لہجے میں کہا۔

’’اتنی فنا کیوں ہو‘‘ میں نے پوچھا

’’غیر ضروری طور پر خطرات مول لینا......‘‘

’’چھوڑو بھی۔ ہر بار یہی کچھ ہوتا ہے‘‘

اس نے جذباتی انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ’’پوری کوشش کرنا دو بجے تک پہنچنے کی‘‘ پھر اس نے کار کا شیشہ چڑھایا اور اسے آگے بڑھا دیا۔ چند لمحے گاڑی کی بتیاں مجھے نظر آتی رہیں۔ پھر گاڑی موڑ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ سڑک پر سناٹا تھا۔ میں لیمورین کی طرف بڑھا اور ماہرانہ انداز میں بریف کیس کو اس کے بائیں جانب والے عقبی ٹائر کے پیچھے چھپا دیا۔ پھر میں سرائے کی طرف چل دیا۔

سرائے میں ہجوم تھا۔ میں اس میں رائیکر کے شوفر کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ میری نظریں بائیں طرف تھیں۔ پھر ایک جگہ وہ رک گئیں مجھے یقین ہوگیا کہ وہ رائیکر کا شوفر ہی ہے۔ اس کی عمر 35 کے لگ بھگ تھی۔ سر پر چھوٹے کریوکٹ بال تھے۔

دو منٹ بعد مجھے موقع بھی مل گیا۔ اس سے برابر والے اسٹول پر بیٹھا شخص جانے کے لیے اٹھا اور میں نے بہت تیزی سے اس کی جگہ پر قبضہ کرلیا۔

شوفر نے غیر متجسس انداز میں مجھے دیکھا۔ میں نے مسکرا کر ہیلو کیا۔ جواب میں ہیلو کہنے کے بعد وہ بار مین کی طرف مڑا اور ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی میں اس سے کچھ کہنے لگا۔ اسی لمحے مجھے اس کی گود میں رکھی ڈرائیوز کیپ نظر آ گئی۔ اور میں پوری طرح مطمئن ہوگیا۔

چند لمحے بعد اس نے بے دھیانی میں پہلو بدلا اور اٹھائی ٹوپی گر گئی۔ میں نے ٹوپی اٹھا کر اس کو دی۔ ’’سر...... آپ اسے کھونا تو نہیں چاہیں گے‘‘

’’شکریہ‘‘ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔

میں نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا ’’کہیں آپ اس رولز لیموزین کے ڈرائیور تو نہیں؟‘‘

’’ہاں۔ میں ہی ہوں‘‘

’’او گاڈ...... میرا بڑا دل چاہتا ہے ایسی کوئی گاڑی چلانے کو‘‘

’’مزہ تو آتا ہے اسے چلانے میں‘‘

تم لہجے سے امریکن لگتے ہو‘‘

تین امریکن ہوں۔ بنش ویل سے میرا تعلق ہے۔ جم کلین نام ہے‘‘

میں نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبایا۔ ’’میرا تعلق شارلوٹ سے ہے۔ نام جیک وارنگ ہے‘‘

’’اچھی جگہ ہے شارلوٹ‘‘

’’مگر تم یہاں کیا کر رہے ہو...... امریکا سے اتنی دور۔ اوہ سمجھا...... جس کے پاس رولز لیمو ہو گی، اس کے پاس پیسہ بھی بہت ہوگا‘‘

جم نے اپنا جام خالی کر دیا۔ ’’وہ مسٹر رائیکر کی ہے‘‘ اس نے کہا ’’وہ یہاں سے کچھ دور ایک پہاڑ پر رہتے ہیں‘‘

’’تمہارا کام آسان بھی ہے اور پرلطف بھی‘‘ میں نے لہجے میں رشک سموتے ہوئے کہا۔

’’تنخواہ تو بہت اچھی ہے‘‘ اس نے کہا! اور پہلو بدلا۔ اس دوران میرا ہاتھ اس کی جیب کو چھو گیا۔ اس کی جیب خالی تھی۔ یعنی کام اتنا آسان نہیں تھا، جتنا میں نے سمجھا تھا۔

’’یقیناً ہوگا۔ ذرا یہاں موجود لوگوں کو تو دیکھو......‘‘

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ اس دوران میرے ہاتھ نے اس کے کوٹ کی بائیں جیب کو ٹٹولا۔ ’’یہاں کے لوگ کافی خوش حال ہیں۔ لیکن انہیں اس خوش حالی کے لیے بہت محنت کرنی پڑتی ہو گی‘‘ اس کی یہ جیب بھی خالی تھی۔ تم خوش حالی کی خاطر اتنی دور آ کر اتنی محنت کر رہے ہو......؟‘‘

اس نے اپنا جام بچاتے ہوئے کہا۔ ’’کام نہ کچھ زیادہ ہے نہ مشکل‘‘

اب میرا ہاتھ اس کی سامنے دائنی جیب کو چھو رہا تھا۔ ’’وطن سے دور تو ہونا۔ بہر حال آدمی کو بھی کچھ تو نہیں مل جاتا۔‘‘

’’ٹھیک کہتے ہو‘‘ اس نے ہاتھ اٹھایا اور بار مین کو پکارا۔ ’’آرمنڈ...... ایک ڈبل اور‘‘

اس بار میری انگلیاں اس کی دھاتی کی چین سے ٹکرائیں۔ بارٹینڈر نے ڈبل اس کا جام اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے بے صبرے پن سے جام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس دوران اس کا چابیوں کا گچھا اس کی جیب سے میری جیب میں منتقل ہو گیا۔

"میرے دوست کو بیئر پلاؤ" جم نے بارمین سے کہا۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ اپنی داہنی جیب کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے نہیں نہیں" میں نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید اصرار کرتا، میں نے سو فرانک کا نوٹ بارمین آرمنڈ کی طرف بڑھا دیا۔ "تمہارا بہت شکریہ مارٹن" اس نے گرم جوشی سے کہا۔ "لیکن پہلا حق میرا تھا"

"ایسی بات مت سوچو۔ اس مقام پر کسی امریکن کا ملنا میرے لیے بہت بڑی خوشی ہے۔ ارے......اوہ......" میں کہتے کہتے رکا۔ "میرا خیال ہے، میں اپنی گاڑی کی لائٹس کھلی چھوڑ آیا ہوں۔ میں ابھی آیا دوست۔ تم میری جگہ سنبھال کر رکھنا۔" یہ کہہ کر میں دروازے کی طرف لپکا۔

باہر نکل کر زرد روشنی میں میں نے چابیوں کے اس گچھے کا جائزہ لیا۔ سات میں سے ایک ہی چابی میرے کام کی تھی۔ وہ جس پر PR کے حروف ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔ میں نے ٹائر کے پیچھے سے اپنا بریف کیس نکالا۔ پھر میں نے گاڑی کی ڈکی کھولی۔

میں نے بریف کیس فاضل ٹائر کے پاس اس طرح سے رکھا کہ اب ڈکی لاک نہیں ہو سکتی تھی۔

میں سرائے میں واپس پہنچا تو جم وہیں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک اور بھرا ہوا جام تھا۔ "سوری...... مجھے ذرا یہ دیر ہو گئی آنے میں" میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "لائٹس واقعی آن تھیں"

"اچھا ہوا، تمہیں خیال آ گیا"

میں نے بارمین کو اشارہ کیا۔ "ایک بیئر اور دینا" پھر میں جم کو دیکھ کر مسکرایا۔ "تیرا خیال ہے؟ میں اس کا مستحق ہوں"

اگلے دو گھنٹوں میں مجھے جم کے متعلق وہ کچھ بھی معلوم ہو چکا تھا، جو میں جاننا نہیں چاہتا تھا۔ شراب شاید اس کے لیے سچ بلوانے والا جادوئی مشروب تھی پھر میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔

"جم، اب میں چلتا ہوں" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "تم سے مل کر بہت خوشی

ہوئی۔" چابیوں کا گچھا دوبارہ اس کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔ وہ بھی کھڑا ہو گیا "ڈرنکس کا بہت شکریہ جیک۔"

"یو آر ویل کم۔ گڈ نائٹ"

باہر نکل کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر لیموزین کی ڈکی کھولی اور اس میں بیٹھ گیا۔ ڈکی بند ہوتے ہی اندر اندھیرا ہو گیا۔

وہ زیادہ طویل انتظار نہیں تھا۔ ذرا دیر بعد سے قدموں کی چاپ سنائی دی، پھر دروازہ کھلنے کی آواز......اور وہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے بعد انجن کھانسا......اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

گاڑیوں سے محبت کرنے والے کہتے ہیں کہ رولز رائس کا سب سے زیادہ شور مچانے والا حصہ اس کا کلاک ہے۔

اس بات پر ہرگز یقین نہ کیجئے گا۔ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر حلفیہ گواہی دیتا ہوں کہ رولز کا سب سے پُرشور حصہ اس کی ڈکی ہے۔

میری گھڑی کا چمکدار ڈائل بتا رہا تھا کہ ساڑھے بارہ بجنے والے ہیں۔ جین میرا انتظار کر رہی ہوگی۔

اس کے چند منٹ بعد گاڑی رک گئی۔ "ہیلو جم" وہ دبی دبی سی آواز شاید رائیکر کے باڈی گارڈ کی تھی" گاؤں میں کیا حالات ہیں" "وہی سست رفتاری چل رہی ہے۔ ہاں......ایک باتونی امریکن مل گیا تھا"

گاڑی دوبارہ آگے بڑھی۔ رائیکر کی جاگیر کا گیٹ پار کرنے کے بعد محل کی طرف جاتے ہوئے اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ حالانکہ وہ چڑھائی پر سفر کر رہی تھی۔ ذرا دیر بعد پتا چلا کہ گاڑی اب بجریلے راستے پر ہے۔ پھر بریک لگائے گئے اور گاڑی رک گئی۔

چند لمحے بعد دھات کے پھسلنے کی آواز سنائی دی۔ جم نے یقیناً گیراج کا الیکٹرونک دروازہ بند کیا ہوگا۔

میں کان لگائے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر میں مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب میں گیراج میں اکیلا ہوں۔ میں نے لاک کو کھسکا کر ڈکی کا پٹ اوپر اٹھایا اور اپنا بریف کیس لے کر باہر نکل آیا۔ ڈکی کو میں نے بند کر دیا۔

میری آنکھیں اندر کے ماحول سے ہم آہنگ ہونے لگیں تو مجھے رولز کے پیچھے مستطیل شکل

کی ایک روشنی نظر آئی۔ اگلے ہی لمحے سمجھ میں آ گیا کہ وہ گیراج کے دروازے میں بنی چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ اور باہر ایک اسپاٹ لائٹ کی روشنی تھی۔ جو اس کھڑکی سے نظر آ رہی تھی۔ ایک اور روشنی حرکت کرتی ہوئی آ رہی تھی۔ میں نے بروقت چھلانگ لگائی اور کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔

ہانپنے کی آواز بتا رہی تھی کہ باہر دو افراد ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ ''تمہیں وہم ہوا ہوگا۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''ٹھیک کہتے ہو'' دوسرا بولا۔

اس کے بعد بجریلے راستے پر دور جاتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے سوچا، ابتدا میں ہی بال بال بچا ہوں۔

اب مجھے ایک اور فکر لاحق ہوگئی۔ وہاں شکاری کتوں کی موجودگی بھی ناممکنات میں سے نہیں تھی۔ میں نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ کتے ہوں یا نہ ہوں، یہ گارڈز بھی کم تو نہیں تھے۔ اور اب تو کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ میں خود ہی یہاں آ پھنسا تھا۔ میں نے سوچا، گارڈز کے راؤنڈز کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ فٹ۔ میرے لیے تو پندرہ منٹ کچھ بھی نہیں تھے۔

میں نے اپنی جیب سے پین لائٹ نکالی اور اس کی روشنی میں گیراج کے پاس سوئچ تلاش کرنے لگا۔ دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ پھسلا۔ مجھے تو وہ شور ہی لگا۔ لیکن باہر نکلنے کے لیے وہ ناگزیر تھا۔

میں اپنا بریف کیس لیے باہر آ گیا۔ اندھیرے میں محل ایک بہت بڑا ہیولا سا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک گھٹنا زمین پر لٹکا کر اس پر بریف کیس رکھتے ہوئے میں نے بریف کیس کو کھولا اور اس میں سے ہک اور ڈوری نکالی۔ میرے ہاتھ بہت تیزی سے کام کر رہے تھے۔

پھر میں نے ہک کے اپنے سر کے اوپر گھمایا۔ میں اس کے وزن کے بارے میں درست اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ اسے لنگری طرح گماتے ہوئے میں نے گیراج کی چھت سے باہر نکلی ہوئی، بتیوں کو دیکھا، اور پھر ہک کو ان کی طرف اچھالا۔ ہک ایک بتی میں اٹک گیا۔ میں نے تھوڑا سا کھینچ کر دیکھا۔ ڈوری کھینچ رہی تھی۔ ہک کی گرفت پکی نہیں تھی۔ ذرا دیر بعد مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ میں نے اس پر اپنے پورے جسم کا وزن ڈال کر دیکھا۔ ڈوری تنی ہوئی تھی، اور کھینچ بھی نہیں رہی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور ڈوری کو تھام کر اوپر چڑھنے لگا۔ چھت پر پہنچتے پہنچتے میری سانس پھولنے لگی تھی۔ میں چھت پر ہاتھوں اور گھٹنوں کو لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر میں گشت کرنے والے گارڈ آ گئے تھے۔ انہوں نے معمول کے مطابق فلیش لائٹ کو گھماتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔ اور پھر آگے بڑھ گئے۔ ان کے جاتے ہی میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

چاندنی میں نہائے ہوئے مونٹ بلینک اور مونٹ ڈولینٹ اتنے قریب لگ رہے تھے کہ ہاتھ بڑھاؤ اور چھولو۔ ڈھلوانوں پر اخروٹ اور صنوبر کے درخت بلند آواز میں سانسیں لیتے محسوس ہو رہے تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ محل سے جنگل تک ڈھلوان کم از کم 500 فٹ کی ہے۔

میں نے ڈوری اور ہک کو دوبارہ بریف کیس میں رکھا۔ پھر رینگتا ہوا گیراج کی چھت کے دوسرے سرے تک گیا۔ وہاں سے جو چھلانگ مجھے لگانی تھی، وہ پندرہ فٹ کی تھی۔ ڈھلوان پر میں نے کوئی بیس فٹ کا فاصلہ طے کیا اور چٹانی چھجے پر پہنچا۔ وہاں سے میں نے درختوں کا جائزہ لیا۔ پھر محل کو دیکھا۔ محل کا طرز تعمیر جدا تھا۔ لیکن میرے نکتہ نظر سے کام کا تھا۔ کھڑکیوں کے نیچے ایک ایک چھجا تھا۔ جس پر منقش کام کیا گیا تھا۔ چھجے کی چوڑائی سات انچ تھی...... یعنی اتنی کہ اس پر بہ مشکل کھڑا ہوا جا سکتا تھا۔

میں نے چھلانگ لگائی اور چھجے کو تھام لیا۔ اب میں خود کو اوپر اٹھا رہا تھا۔ مگر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کام خاصا دشوار ہے۔ بڑی مشکل سے میں چھجے پر پہنچا۔ مگر میں ہانپ رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میرا چہرہ تمتما رہا ہوگا۔ اپنا توازن قائم رکھنے کے لیے میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور چند لمحے وہاں ساکت کھڑے ہو کر سانس درست کرنے لگا۔

چھجے میں بہرحال ایک خوبی تھی۔ وہ مضبوط تھا۔

دیوار سے چپکے چپکے میں نے داہنا اور پھر بایاں کھسکایا۔ اسی طرح رائٹ لیفٹ رائٹ لیفٹ کرتا میں دیوار کے ساتھ بڑھتا رہا۔

تھوڑی دیر میں میں چٹانی چھجے سے دور ہو گیا۔ اب میں گرتا تو نیچے کافی نیچے درختوں سے ٹکراتا جو ڈھلان پر صف بہ صف کسی فوج کی طرح ایستادہ تھے۔ گرنے کا کوئی امکان نہیں۔ میں نے خود کو سمجھایا۔ اس بارے میں سوچنے کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ گرنے کا امکان ہے اور قوی ہے چھجے پر چلتے چلتے میں اس جگہ پہنچا، جہاں خم تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میری منزل آ گئی ہے۔ وہ رائنیکر کے بیڈ روم کی کھڑکی تھی۔ لیکن اس وقت ہر طرف اندھیرا تھا۔

محل کے نقشے کے مطابق محل کی جو کھڑکیاں پہاڑ کے رخ پر تھیں، ان میں الارم نصب نہیں

کیے گئے تھے۔ میں نے گلاس کٹر استعمال کیا۔ کھڑکی کے شیشے کا ایک نیم دائرہ نما حصہ کٹ کر الگ ہو گیا۔ میں نے ہاتھ ڈال کر اندر سے کھڑکی کی چٹخنی گرادی۔

کھڑکی کا فریم تھام کر میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ رائیکر ملحقہ کمرے میں سو رہا ہو گا۔ اس کا لوہے کا پھیپھڑا کام کر رہا ہو گا۔ فراؤلین سلوٹ اس کے پاس بیٹھی اونگھ رہی ہو گی...... ہر ایمرجنسی کے لیے تیار۔ تمام ملازمین نچلی منزل پر ہوں گے۔

میں جانتا تھا کہ اس انسانی مقبرے میں اس وقت 25 افراد موجود ہوں گے۔ مجھے امید تھی کہ ان میں سے کسی کو نیند میں چلنے کی بیماری نہیں ہو گی۔ خوش قسمتی ہے سن روم کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں اسے کھول کر سنسان راہ داری میں نکل آیا۔ بائیں جانب والا پہلا دروازہ رائیکر کے دفتر کا تھا۔

میرا تجربہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے سائز کا پلاسٹک چابی کا کام کرتا ہے۔ میں نے کارڈ کو دراوزے کی درز میں گھسایا اور بولٹ کو محسوس کر کے نرمی سے دباؤ ڈالا۔ پلاسٹک کا کارڈ لاک کے خم سے مس ہوا تو لاک پھسلا۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور میں نے اپنے عقب میں دروازے کو بند کر دیا۔

کمرے میں سب سے غلیاں چیز کمرے کے وسط میں رکھی ہوئی اخروٹ کی لکڑی کی وہ میز اور اونچی پشت والی چمڑے کی وہ کرسی تھی۔ میز کے دونوں جانب دیوار کے ساتھ گرے رنگ کی دھاتی فائلنگ کیبنٹس تھیں۔

میں نے اپنی کار کی چیزیں نکالیں اور انہیں بے حد پیشہ ورانہ انداز میں میز پر ترتیب سے رکھنے لگا۔ تپائی والے اسٹینڈ کو میں نے کرسی کے پیچھے رکھ دیا۔ اسٹینڈ پر میں نے 8 ایم ایم کا کیمرا فٹ کیا اور اسے جھکا کر سیٹ کرنے لگا۔ پھر میں نے ٹیبل لیمپ کو کیمرے کے برابر لگایا۔ اس کی روشنی میز پر پڑ رہی تھی۔ وہ اگرچہ کم تھی۔ لیکن میرا خیال تھا کہ کام چل جائے گا۔ میں نے ریفلیکٹر کو بھی جھکا کر سیٹ کر دیا۔

لیمپ کی روشنی میں مجھے میز کی چار درازیں نظر آ رہی تھیں۔ چاروں کا اپنا اپنا لاک تھا۔ مجھے پلاسٹک کارڈ کی مدد سے انہیں کھولنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگا۔ سب سے پہلے میں نے اوپر والی دراز کو کھولا۔ اس میں دو نیلا فولڈر تھے۔ ہر فولڈر میں کوئی بیس کے قریب ٹائپ شدہ کاغذات تھے۔ ان فولڈرز کے علاوہ اس دراز میں پنیں، کلپس، ربر بینڈ، پنسلیں اور اسٹیشنری کے چند آئٹم تھے۔

میں نے کرسی کو ہٹا دیا۔ کیمرے کا لینس اب میز کی سطح کو فوکس کر رہا تھا۔ میں نے کیمرے

میں زوم لینس لگایا اور اپرچہ کا کنٹرول آٹو سے ہٹا کر F 8 اور F11 کے درمیان سیٹ کر دیا۔ اب میں اصل کام شروع کرنے کے لیے تیار تھا۔

میں نے پہلے فولڈر کو لینس کے سامنے رکھا۔ دائیں ہاتھ سے میں نے کیمرے کو اسٹارٹ کیا اور بائیں ہاتھ سے ورق الٹتا رہا۔ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ہر صفحہ پوری طرح ایکسپوز ہو جائے۔

درازوں میں فائلوں اور دستاویزات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن کیمرے کی تیز رفتاری نے کام دکھا دیا۔ پہلی سطر سے آخری سطر تک ایک دستاویز کو ایکسپوز کرنے میں ڈیڑھ منٹ لگتا تھا۔ آدھے گھنٹے تک میں اس کام میں لگا رہا۔ لیکن میں نے ایک بار بھی نہیں دیکھا کہ کس دستاویز کی نوعیت ہے۔

کام مکمل کر کے میں نے لیمپ بجھا دیا۔ اف...... میری کمر اکڑ گئی تھی۔ میں نے فلم کو کیمرے سے نکال لیا اور ایک انگڑائی لی۔ لگتا تھا کہ اب کمر بھی سیدھی نہیں ہو گی۔

اسی وقت دروازے کا لٹو کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ گھوما۔ ایک دم سے روشنی ہوئی اور دروازے میں لزل سلوٹ کھڑی نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

میرے پاس یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ اسے میری موجودگی کا احساس کیسے ہو گیا۔ میں نے تیزی سے جھکتے ہوئے غوطہ لگایا۔ گولی میرے بالوں کو چھوتے ہوئے گزری۔

خوش آئند بات یہ تھی کہ لزل کا نشانہ بہت کچا تھا۔ میں لڑھکتا ہوا میز کے عقب میں پہنچا اور تپائی کو کیمرے سمیت اٹھا کر لزم پر کھینچ مارا شیشہ اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ بھاری کیمرا لزل کے جبڑے سے ٹکرایا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف گری۔ اس کی انگلی نے ٹریگر کو دبایا اور دو گولیاں چھت میں پیوست ہو گئیں۔

میں میز کے عقب سے نکل کر دروازے کی طرف لپکا۔ لزل دروازے میں بکھری ہوئی تھی۔ تپائی اور ٹوٹے ہوئے لینس کے ٹکڑے اس سے جسم پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ساکت پڑی تھی۔ لیکن اس کی سانس بہر حال چل رہی تھی۔

میں نے اپنی بریف کیس سے ڈوری اور ٹیپ نکالا اور لزم کو پھلانگتا ہوا راہ داری میں لپکا۔ سولیریم کا دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوا اور دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔

باہر سے شور وغل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ لزل کے دوستوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ اور ان میں انسانوں کے علاوہ کتے بھی شامل تھے۔ یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی پہنچنے والے بھی ہیں۔

میں کھڑکی پر پہنچا تو راہ داری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے کھڑکی کھولی، اپنے ہک کو کھڑکی کے فریم میں پھنسایا اور رسی کو تھام کر اترنا شروع کر دیا۔

مجھے اس وقت نہ نیچے موجود گارڈز اور کتوں کی فکر تھی اور نہ اوپر موجود گارڈز کی۔ میں اپنی توجہ صرف رسی پر اور اس کی مدد سے نیچے اترنے کے عمل پر مرکوز رکھنا چاہتا تھا۔

میں کسی سیاہ چیز کے قریب سے گزرا۔ وہ صنوبر کا درخت تھا۔ میں نے ہمت کر کے نیچے دیکھا۔ ابھی میں زمین سے کم از کم سو فٹ اوپر تھا۔

''دیکھو...... یہ دیکھو...... یہ ہک!'' اوپر سے ایک آواز سنائی دی۔

آہستہ...... سکون سے۔ گھبراؤ مت میں نے خود کو تلقین کی۔ اب صرف چالیس فٹ کا فاصلہ رہ گیا ہے۔

''سڑک کی طرف کتوں کو لے کر جاؤ'' ایک اور آواز......

تیس فٹ...... بیس فٹ......

''نکالو نا اس ہک کو۔ جلدی کرو''

اگلے ہی لمحے تنی ہوئی رسی میرے ہاتھ میں ڈھیلی پڑ گئی۔ میں دھڑ سے زمین پر گرا۔ پیٹھ کے بل پڑا میں چند لمحے آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھتا رہا۔ پھر میں سسکتا اور کراہتا ہوا اٹھا اور آگے بڑھا۔ میرا پورا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔

دور سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے رفتار کم کیے بغیر گردوپیش کو سمجھنے کی کوشش کی۔ بائیں جانب ڈھلوان تھی۔ میں اس طرف مڑا اور اندھا دھند بھاگا اور ایک درخت سے ٹکرا کر گر گیا۔ سنبھل کر اٹھنے کے بعد میں نے پھر دوڑنا شروع کر دیا۔

جنگل اتنا گھنا تھا کہ چاندنی کو زمین پر اترنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ جگہ جگہ درختوں کے پھیلے ہوئے ہاتھ گویا مجھے روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں درختوں کی شاخوں سے بچتا بچاتا دوڑتا رہا۔

میری آنکھوں کے گوشے کی سمت ایک زرد ستارہ چمکا...... فلیش لائٹ!

''مجھے تو وہ کہیں نظر نہیں آ رہا ہے'' کوئی بولا۔

''وہ یہیں کہیں ہے'' دوسری آواز نے کہا، ''کتے اس کی بو پا چکے ہیں۔ اب وہ بچ نہیں سکتا۔''

میں دوڑتا رہا۔ پھیپھڑوں میں جیسے آگ بھر گئی تھی۔

میرے عقب میں پتوں کی کھڑکھڑاہٹ تھی۔ تعاقب ہو رہا تھا۔

''کتے کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ وہ اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا''

پسینہ اب میری آنکھوں میں گھسا جا رہا تھا۔ فاصلہ اب زیادہ نہیں تھا۔

درختوں کے درمیان سے ہیڈ لیمپس کی روشنی نظر آئی۔ وہ جین کی فیاٹ ہوگی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ کوئی پچاس گز دور ہوگی۔

مگر پچاس گز کم نہیں ہوتے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ کتوں کے بھونکنے کی آواز قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنی جیکٹ اتاری اور اسے اپنے داہنے بازو پر لپیٹ لیا۔

کار کے ہیڈ لیمپس کی روشنی جنگل میں سایوں کو جنم دے رہی تھی۔ پھر اچانک اندھیرے میں سے مجھے دو انگارے اپنی طرف جھپٹتے نظر آئے۔

کتے نے مجھ پر چھلانگ لگائی، اور میرے داہنے بازو کو بھنبھوڑ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس کے دانتوں نے جیکٹ کو چیر ڈالا اور میرے گوشت تک پہنچ گئے اس کی گرم گرم سانسیں مجھے گھناؤنی لگ رہی تھیں۔

میں پہلو کے بل گرا۔ کتے کی کوشش تھی کہ مجھے چیر پھاڑ ڈالے۔ میں ادھر ادھر ٹٹولنے لگا۔ بالآخر ایک بڑے آلو جتنی چٹان میرے ہاتھ میں آ گئی۔

کتا میرے گلے پر جھپٹ رہا تھا۔ اس وقت میں نے پتھر سے اسی پر وار کیا۔ پتھر اس کے کان کے نیچے لگا۔ لکڑی کے چٹخنے کی سی آواز آئی۔ کتا رونے کے انداز میں چلایا اس نے جھرجھری سی لی اور ختم ہو گیا۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے اٹھایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اس لمحے گارڈ کی فلیش لائٹ درختوں کے درمیان حرکت کرتی ہوئی آئی۔ میں نے اپنی چھڑا جیکٹ پھینکی اور کار کی طرف بھاگا۔

عقب سے دو سمتوں آوازیں آ رہی تھیں۔ اور وہ مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے۔

درختوں کے درمیان سے پہلی بار مجھے جین کی خیاٹ کی جھلک نظر آئی۔ میرا حوصلہ بڑھ گیا۔ مگر مجھے یہ احساس بھی تھا کہ کتے بہت قریب آ گئے ہیں۔ میں ڈھلوان پر گولی کی طرح دوڑا۔ میرا سایہ مجھ سے آگے تھا...... زرد روشنی میں نہایا ہوا سایہ!

''وہ رہا'' کس نے چیخ کر کہا۔

اس کے ساتھ ہی بندوقیں گرجیں اور گولیاں برسنے لگیں۔

میں جنگل کے آخری حصے سے گزر رہا تھا...... گرتا پڑتا...... منتظر کار کی طرف۔ جین نے جھک کر دروازہ کھولا۔ اس کے چہرے پر وحشت تھی۔ میں نے چھلانگ لگاتے ہوئے دروازے کا

ہینڈل تھاما۔ اسی لمحے کتے بھی جھپٹے۔ وہ دو تھے۔ وہ کار کے دروازے سے ٹکرائے۔ ان کے دانتوں نے کھڑکی کا شیشہ چبانے کی کوشش کی۔

''نارمن......''

گاڑی کی باڈی میں چند گولیاں پیوست ہوگئیں۔

تم جلدی سے گاڑی چلاؤ۔'' باقی باتیں بعد میں''

کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ پھر رک گئی ''کیا مصیبت ہے......؟''

''مجھ سے یہ منحوس گاڑی کبھی نہیں چلتی......''

''چلاؤ کسی طرح''

دونوں کتے کنورٹیبل ٹاپ پر چڑھ گئے تھے۔ وہ پنجے مار رہے تھے اور کینوس پر خراشیں پڑ رہی تھیں۔ کار کے اندر میں اور جین جگہیں تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ''ہٹو نا'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

''ہٹ تو رہی ہوں''

ایک کتے نے جگہ بنالی تھی۔ اس کے دانت میرے کندھے سے ٹکرائے۔ جین حلق کے بل چلائی۔ میں ڈیش بورڈ کو ٹٹول رہا تھا۔ بالآخر فلیش لائٹ میرے ہاتھ آ گئی۔ جین کتے کو اپنے پرس سے مار رہی تھی۔ میں نے اسے ایک طرف ہٹایا اور کتے کی ناک پر فلیش لائٹ رسید کی۔ پھر ٹوٹے ہوئے شیشے کو اس کی آنکھوں میں گھسا دیا۔ اس نے جھپٹا مار کر فلیش لائٹ میرے ہاتھ سے گرادی۔ پھر وہ بھیانک آواز میں روتا ہوا پیچھے ہٹا اور گاڑی سے نیچے گر گیا۔

دوسرا کتا البتہ زیادہ سخت جان تھا۔ وہ گیئرز میں الجھا ہوا تھا کہ وہ بونٹ پر چڑھ آیا۔ ایک لمحہ اس نے میری آنکھوں میں دیکھا اور پھر حملہ کر دیا۔ اس کی ٹکر کے نتیجے میں ونڈ شیلڈ چٹخ گیا۔ کتے نے ذرا سا پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کیا۔

بالآخر میں گاڑی کو پہلے گیئر میں ڈالنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے کلچ دبایا۔ کتا ونڈ شیلڈ پر اور زور لگا رہا تھا۔ گاڑی نے رفتار پکڑی تو کتا بھونکنے اور غرانے لگا۔

گاڑی چالیس کی رفتار سے چل رہی تھی کہ میں نے اچانک بریک لگا دیا۔ کتا اچھل کر آگے گرا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں مجھے اس کی زرد آنکھیں نظر آئیں۔ پھر میں نے گاڑی آگے بڑھائی اور ایکسلیٹر پر پاؤں رکھ دیا۔ طبیعت خراب کر دینے والی آواز سنائی دی۔ گاڑی کتے کے اوپر سے گزر گئی تھی۔

کار کی عقبی بتیوں کی روشنی میں میں عقب میں دو مسلح گارڈز کو نمودار ہوتے دیکھا۔ گولیاں عقبی کھڑکی سے ٹکرائیں۔ میں نے ایکسیلیٹر کو کار کے فرش سے لگا دیا۔ اگلے ہی لمحے میں نے ایک موڑ کاٹا......اور گارڈز پیچھے رہ گئے۔

میری فیاٹ 90 کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ بہ ظاہر ہمارے پیچھے کوئی کار نہیں تھی۔ میں نے رفتار کم کی۔ ایک موڑ قریب آرہا تھا۔ ''میرا خیال ہے، اب وہ پیچھا کریں تو بھی نہیں پکڑ سکیں گے'' میں نے بہ مشکل کہا۔

جین نے میرے زخمی بازو کو دیکھا ''او گاڈ، تم زخمی ہو؟''

''نہیں...... بالکل نہیں'' میں نے اپنے خون آلود ہاتھ کو اور پھر بازو کو دیکھا، جس سے خون بہہ رہا تھا۔ میری طبیعت اچانک بگڑنے لگی۔

''ہوا کیا ہے تمہیں؟'' جین نے پوچھا۔

''میں نے معاملہ بگاڑ دیا تھا''

تمہیں سب کچھ چھوڑنا پڑ گیا''

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

اس نے میرے سینے کی طرف اشارہ کیا ''تو پھر یہ کیا ہے؟''

میں نے اپنی قمیص کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور 8 ایم ایم کا وہ میگزین نکالا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے جین کی طرف بڑھا دیا۔ یہ روئے زمین پر سب سے قیمتی گھریلو فلم ہے۔ میں نے کہا۔

3 فروری 1962ء

سب سے پہلے تو فلم کی پروسیسنگ ہونی تھی!

جین نے 30 جنوری کو فلم پیرس میں کوڈک کمپنی کی لیب بھجوادی تھی۔ تین فروری کو وہاں سے رول آ گیا۔ وہ تین دن......انتظار کے وہ تین دن میری زندگی کے ناخوش گوار ترین دن تھے۔ ان میں سے دو دن ہم نے خود کو نمایاں کیے بغیر چپکے سے سوئزرلینڈ سے نکل بھاگنے میں صرف کیے۔ کام تو سارا جین کو ہی کرنا پڑا۔ کیونکہ میری تو ایسی حالت نہیں تھی کہ میں کچھ کرسکتا۔ جین مجھے ہوٹل لے گئی۔ وہاں اس نے میرے زخم دھوئے، مرہم پٹی کی اور دوا دے کر مجھے سلا دیا۔ اور جس دوران میں سو رہا تھا، جین نے منہ مانگی رقم ادا کر کے فیاٹ کے ڈینٹ نکلوائے۔ اس پر نئے سرے سے پینٹ کرایا تاکہ کرائے کی فیاٹ کو جس حالت میں لیا تھا، اس حالت میں واپس کر دیا جائے۔ میں طویل نیند لے کر اٹھا تو وہ ہوٹل کا بل ادا کر چکی تھی اور اس نے پیرس جانے والی بی او اے سی کی

فلائٹ پر دو سیٹیں ہی ریزرو کرالی تھیں۔

اور لی ایر پورٹ سے ہم ٹیکسی پکڑ کر سیدھے گھر گئے۔ ہم دروازے بند کئے کھڑکیوں پر پردے کھینچے، ٹیلی فون کے ریسیور کریڈل سے ہٹا کر رکھے اور بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔

لیکن کچھ نہیں ہوا۔

دو دن تک جین ٹی وی سے چپکی بیٹھی رہی۔ اس نے کسی چینل کی خبریں نہیں چھوڑیں۔ میں اخبارات چیک کرتا رہا۔ لیکن کہیں کوئی خبر نہیں تھی۔ اب تو مجھے بھی لگ رہا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں دیکھا جانے والا ڈراؤنا خواب تھا۔

لیکن 3 فروری کو ہمارے پوسٹ بکس کے پتے پر فلم دھل کر آئی تو صورتِ حال بدل گئی۔

زرد رنگ کا وہ چھوٹا سا کارٹن کوٹ کی جیب میں ڈال کر میں نے نارمل انداز میں اپنی رولز تک جانے کی کوشش کی۔ آہستہ نارمن، ذرا آہستہ۔ میں خود کو سمجھا رہا تھا۔ نروس نظر آنے کی ضرورت نہیں۔ تم کوئی بم لے کر نہیں چل رہے ہو۔

جین دروازے پر میری منتظر تھی۔

میں فلم لے آیا ہوں...... پوسٹ آفس سے'' میں نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔

''پرسکون رہو نارمن'' جین نے کہا اور میرا کوٹ لے کر الماری میں لٹکا دیا۔ تم تو ٹائم بم کی طرح ہو رہے ہو''

''پروجیکٹر کہاں ہے؟ میں نے پوچھا۔

''گیراج میں۔ اور اسکرین بھی وہیں ہے'' اس نے دروازہ کھولا۔ ''لیکن پہلے تمہیں اپنی تھرتھری پر قابو پانا ہوگا''

کچھ دیر میں میری حالت سنبھلی۔ ہم دونوں تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ میں اسکرین سے الجھا ہوا تھا۔ جبکہ جین نے پروجیکٹر کو کافی کی میز پر سیٹ کر دیا تھا۔

فلم شروع ہوئی۔ پہلے تو سرخ حروف میں کوڈک نام نظر آیا۔ پھر پردے پر تاریکی چھا گئی۔ ایک لمحے کے بعد اسکرین پر رائیکر کی میز کا ٹاپ نظر آیا۔ پھر میرا ہاتھ...... جس نے فولڈر کا پہلا صفحہ کھولا۔

''رفتار ذرا کم کرو''

ابتدا میں صفحہ دھندلا سا تھا۔ مگر پھر کچھ بالکل صاف نظر آنے لگا۔

فریز مردود یہیں روک دو'' میں نے کہا۔

جین نے فوکس فائن کیا۔ وہ کوئی کاروباری میمو تھا...... ٹیکساس آئل سے متعلق۔ ''آگے بڑھاؤ جین''

آدھے گھنٹے تک ہم ان صفحات کی فلم دیکھتے رہے۔ میں اپنے اندر ابھرنے والی مایوسی سے لڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا میں بلاوجہ جان پر کھیل کر رائیکر کے محل میں گھسا تھا؟ کیا میں نے لاحاصل زخم کھائے تھے؟

ورق الٹتے رہے۔ وہ اسٹاک کے، منافع کے بارے میں رپورٹس تھیں۔ ان میں پے رول بھی تھا، ٹیکس کے کاغذات بھی اور قانونی جائزے بھی۔ مگر مجھے اب تک اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی۔

وہ پچھلے 50 سال کے ریکارڈز تھے۔ انہی کے درمیان ایک پرانا بوسیدہ کاغذ نظر آیا...... اور فوراً ہی اوجھل بھی ہو گیا۔

''ایک منٹ جین، چند فریم پیچھے چلو، میں نے کہا اور اٹھ کر اسکرین کی طرف بڑھا۔

جین نے تعمیل کی۔ ''ہاں...... بس روک دو'' میں نے کہا۔

اب میں اس صفحے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ حروف تھے...... تین تین حروف کے سیٹ......

QWG	RAU	WQT
PCW	BFW	IEJ
TIY	EVY	QUR
ESP	UKS	GKP
YFG	UBF	RWA
RWE	KIV	RAG
ARI	VTB	UON
OUD	IIB	WBR
TIY	PDR	ARI
QPB	WER	OBI
RGW	URP	REU
EPK	BUX	XJA
UCW	SIX	ARI

AWP JAB OZZ

جین نے سرگوشی میں کہا۔ ''یہ تو صریحاً کوڈ معلوم ہوتا ہے''

''ہاں'' میں نے اسکرین کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اس کے علاوہ بھی غور کرو۔ یہ کاغذ بہت...... بہت پرانا لگتا ہے۔ اور مجھے تو واٹر مارک کے سے آثار بھی نظر آ رہے ہیں'' میں نے اسکرین پر غیر واضح حروف کو گھورتے ہوئے کہا'' کاش...... فلم کچھ اور واضح ہوتی''

''میرا خیال ہے! تم بہت قریب سے دیکھ رہے ہو'' جین نے کہا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھو''

میں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ حروف نمایاں ہونے لگے'' مارکونی گرام'' میں بڑبڑایا۔ تمہیں یقین ہے؟

''سو فی صد تو نہیں۔ لیکن ابتدائی حروف تو صاف ہیں'...... مارکو...... خود دیکھ لو' جین نے سر ایک طرف جھکا کر دیکھا۔ کچھ کچھ لگتا تو ہے''

میں اسکرین کو اور باریک بینی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ مارکونی گرام ہے۔ پیغام کہاں سے بھیجا گیا اور کہاں کے لیے بھیجا گیا، یہ پھاڑ لیا گیا ہے میں نے میز پر پڑی اپنی نوٹ بک اٹھائی۔ میں ذرا اسے کاپی کر لوں۔ اس سے پہلے کہ پروجیکٹر فلم کو جلا ڈالے۔''

میں اس صفحے کے مندرجات اپنی نوٹ بک پر اتارنے لگا۔ میں اس کام سے فارغ ہوا تو جین نے پروجیکٹر کو بند کر دیا۔ پھر اس نے کندھے کے اوپر سے نوٹ بک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ عمودی تحریر کیوں؟

''کیا پتا؟ شاید اسے اس طرح پڑھنا ہو گا''

ہم دونوں اس کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر جین نے کہا'' کوڈز کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

''کچھ بھی نہیں۔ لیکن ہمیں اس کوڈ کا راز ہر حال میں معلوم کرنا ہے۔''

............☆☆☆............

بہت ڈھونڈنے پر خفیہ کوڈز کے فن کے بارے میں یوجینیا ولیمز کی لکھی ہوئی ایک پتلی سی کتاب ملی۔ وہ پوری رات اور اگلی صبح کا بڑا حصہ میں نے چارٹس اور ڈایا گرامز کے درمیان گزارا۔ بالآخر شام کے وقت میں نے رائیکر کے کوڈ کو سامنے رکھا اور اس پر کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

''یہ ہمارا نکتۂ آغاز ہے۔'' میں نے ایک چارٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جین سے کہا۔ ''اس میں انگریزی کے حروف کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ کون سا حرف کتنے تواتر کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔''

میں نے وہ چارٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں ایک ہزار الفاظ میں کون سا حرف اوسطاً کتنی بار استعمال ہوتا ہے، اس کی تعداد دی گئی تھی۔ ترتیب کچھ اس طرح سے تھی: E591/1000

T473/1000 - A368/1000 - 0360/1000 - N230/1000 -
I308/1000 - R286/1000 - S275/1000 - H237/1000 - D171/1000
L153/1000 - F132/1000 - C124/1000 - M114/1000 -
U111/1000 - G90/1000 - Y89/1000 - P89/1000 - W68/1000 -
B65/1000 - V41/1000 - K19/1000 - X7/1000 - J6/1000 -
Q5/1000 - Z3/1000

''اچھا ہے یہ چارٹ۔'' جین نے کہا۔ ''لیکن اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟''

''فی الحال تو کچھ نہیں۔ ابھی ہمیں کوڈ پیغام میں استعمال ہونے والے حروف کی تواتری قوت کو سمجھنا ہو گا۔ پھر اس چارٹ سے موازنہ کرنا ہو گا۔''

''ضروری تو نہیں کہ پیغام انگریزی زبان میں ہو۔''

میرا منہ لٹک گیا۔ ''یہ تو میں سوچنے کی بھی ہمت نہیں کروں گا۔ تم ذرا حروف کو شمار کرو۔''

پندرہ منٹ کے بعد ہم نے پیغام میں استعمال ہونے والے حروف کی فہرست تعداد سمیت تیار کر لی۔ نقشہ کچھ ایسا بنا......

A-9، B-9، C-2، D-2، E-7، F-3، G-5، H-0، I-11، J-3، K-4،
L-0، M-0، N-1، O-4، P-8، Q-4، R-14، S-3، T-4، U-10، V-3،
W-11، X-3، Y-4، Z-2

میں نے اس فہرست کا جائزہ لیا۔ ''اس میں R سب سے زیادہ کثرت سے آیا ہے۔ منطقی اعتبار سے اسے انگریزی زبان میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے حرف E سے تبدیل کرنا چاہیے۔''

''چلو۔ کر دیکھو۔''

ہم نے اس پر عمل کر کے دیکھا۔ آدھے گھنٹے تک سر کھپانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

میں نے پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ ''یہ تو بند گلی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''یہ بات طے ہے کہ R کی جگہ E نہیں لگتا۔'' میں نے چارٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''اب کوڈ پیغام میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف I اور W ہیں۔ ان کو آزمایا جائے۔''

''ٹھیک ہے۔ پہلے D کو ٹرائی کرتے ہیں۔'' جین بولی۔

ہم نے ڈبلیو کی جگہ ای استعمال کر کے دیکھا۔ ''کوئی دھماکہ نہیں ہوا۔'' جین نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''تحمل سے کام لو۔ کھیل تو اب شروع ہو رہا ہے۔ اب کوڈ پیغام کے سب سے زیادہ استعمال ہونے والے حرف R کو انگریزی زبان کے سب سے زیادہ استعمال ہونے والے دوسرے حرف T سے بدل کر دیکھو۔''

اس پر عمل کرنے سے یہ نقشہ سامنے آیا......

?E? T?? E??
??E ??E ???
??? ??? ???
??? ??? ???
??? ??? TE?
TE? ??? T??
?T? ??? ???
??? ??? E?T
??? ??T ?T?
??? E?T ???
T?E ?T? T??
??? ??? ???
??E ??? ?T?
?E? ??? ???

جین نے بھویں اچکا کر مجھے دیکھا۔ ''اب بھی سوالیہ نشانات کی تعداد حروف سے کہیں زیادہ ہے۔''

''اب P کی جگہ A رکھ کر دیکھیں۔''

اس پر عمل کیا گیا۔ مجھے صورتِ حال کچھ حوصلہ افزا لگی۔ ''بات کچھ بنتی لگ رہی ہے۔'' میں نے محتاط لہجے میں کہا۔ ''اب I کی جگہ O رکھ کر دیکھیں۔''

سوالیہ نشان سمٹنے لگے تھے۔ جین نے تجویز پیش کی۔ ''O کی جگہ N کو ٹرائی کریں۔''

''ضرور۔ کیوں نہیں۔''

اس کے نتیجے میں نقشہ کچھ اور بہتر ہو گیا۔

''اب U کی جگہ I کو دے کر دیکھتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

اب نقشہ کچھ اس طرح کا تھا......

?E? T?I E??
A?E N?E O??
?O? ??? ?IT
??A I?? ??A
??? IN? TE?
TE? ?O? T??
?TO ??N I??
?I? OON ENT
?O? A?T ?TO
?AN E?T ?NO
T?E ITA T?I
?A? NI? ???
I?E ?O? ?TO
?EA ??N ???

میں نے ٹائپ رائٹر پر سر ٹکایا اور اسی نقشے میں کوئی پیٹرن تلاش کرنے لگا۔ ایک سطر میں ENT اور OON نظر آ رہے تھے۔ بھلا اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کچھ دیر سر کھپانے کے بعد مجھے احساس ہو گیا کہ یہ بے سود ہے۔ افقی ترتیب میں تو کوئی بات بنتی نظر نہیں آ رہی ہے۔ میں نے سوچا کہ مجھے عمودی ترتیب کو چیک کرنا چاہیے۔ پیغام سے ظاہر بھی یہی ہوتا تھا کہ اسے عمودی طور پر لکھا گیا ہے اور اس اعتبار سے اس میں تین سطریں ہیں۔

''جین...... ذرا پنسل تو دینا مجھے۔'' میں نے اس نقشے پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

''جین نے پنسل میری طرف بڑھائی۔ اس دوران ایک پیٹرن مجھے نظر آنے لگا تھا۔ درمیان والی عمودی دسویں سطر میں تین حروف کے سیٹ میں آخری حرف T تھا۔ اس کے نیچے ITA تھے اور اس کے نیچے NI? تھے۔ میں نے ان پر دائرے بنا دیے۔ اس کے ساتھ ہی جیسے

میرا دماغ روشن ہو گیا۔ میں نے انہیں یک جا کر کے لکھا.............TITANI?

''یہ تو ٹائی ٹے نک ہے۔'' میں نے سنسنی آمیز لہجے میں کہا۔ ''اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔''

''مجھے تو یہ تمہاری سوچ لگتی ہے۔ ٹائی ٹے نک تمہارے دماغ پر سوار ہے۔'' جین نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ چونکی۔ ''نہیں نارمن، میرا خیال ہے، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن بہرحال پیغام تو ہم اب بھی نہیں سمجھ پائے ہیں۔''

''یہ درست ہے۔ لیکن ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں۔ اب میں وہ حروف لکھتا ہوں، جن کے متبادل ہم نے تلاش کر لیے ہیں۔ وہ متبادل ہیں، N،O،A،T ، I ، اور E۔''

ہم چند لمحے ان چھ حروف کو دیکھتے رہے۔ لیکن اب مزید کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔

''تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی منطقی ربط نظر نہیں آتا۔'' میں نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''کثرتِ استعمال والے نظریے پر کام کرتے رہو۔''

''وہ تو ناکام ہو چکا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اور منطقی ربط کے بغیر اندھا دھند کام کرتے رہے تو ہم بڈھے ہو جائیں گے اور مسئلہ حل نہیں ہو گا۔''

میں غور کرتا رہا۔ پھر میں نے مزید حروف کا متبادل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ ٹائپ کرتے کرتے میری انگلیاں دکھ گئیں۔ میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو سہلانے لگا۔

جین ہمدردی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''اب یہ کام مجھے سونپ دو۔'' اس نے کہا۔

''شکریہ۔'' میں ٹائپ رائٹر کے سامنے سے ہٹ گیا۔

جین کی ٹائپنگ میں روانی بھی تھی اور وقار بھی۔ وہ دوسرے کالم کو ٹائپ کر رہی تھی کہ اچانک رک گئی۔

''کیا ہوا؟ کوئی گڑبڑ؟'' میں نے پوچھا۔

جین نے میرا ٹائپ کیا ہوا اب تک کے دریافت کردہ حروف کا چارٹ اٹھایا اور اسے کی بورڈ کے سامنے رکھ کر موازنہ کرنے والے انداز میں دیکھنے لگی۔

''ذرا یہاں آ کر دیکھو۔'' اس نے کہا۔

میں نے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھا۔ دریافت ہونے والے جو حروف میں نے ٹائپ کیے تھے، جین اس کے نیچے کی بورڈ کی ترتیب کے مطابق حروف ٹائپ کر رہی تھی کی بورڈ کی ترتیب کچھ یوں تھی۔

QWERTYUIOP
ASDFGHJKL
ZXCVBNM

جین فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ جواب میں، میں بھی مسکرایا۔ لیکن میں نے کندھے بھی جھٹک دیے۔

''کیا کہتے ہو؟'' جین نے پوچھا۔

میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن جین یوں خوش نظر آ رہی تھی، جیسے اس نے کوئی معرکہ سر کر لیا ہو۔ میں نے بے بسی سے کندھے جھٹک دیے۔

''ہم کسی منطقی ربط، کسی منطقی پروسس کی تلاش میں ہیں۔ اور وہ ہمارے سامنے ہے۔ بس ہم اسے دیکھ نہیں پا رہے تھے۔''

''مجھے تو اب بھی کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

''جن حروف کا کوڈ ہم نے توڑا ہے، ان کے کی بورڈ کو دیکھو اور پھر غور کرو۔''

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پہلا حرف جو ہم نے ڈی کوڈ کیا وہ B تھا اور اس کا متبادل N تھا۔ پھر ہم نے I کی جگہ O لگایا تھا۔ اور P کی جگہ A اور R کی جگہ T......

اچانک مجھے جھٹکا سا لگا۔ میری سمجھ میں آ گیا۔ واقعی وہ سامنے ہی کی بات تھی۔ میں نے جین کو لپٹا لیا۔ ''تم جینئس ہو جین...... سو فی صد جینئس'' میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ ''ہم دونوں کی ٹیم زبردست ہے ڈیر۔ نام میرا اور ذہانت تمہاری۔''

''کیا بات کر رہے ہو۔ بالآخر تم بھی یہ نکتہ دریافت کر ہی لیتے۔''

''ہاں۔ تم نے بالکل درست لفظ استعمال کیا ہے...... بالآخر...... بالآخر!''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔''

لیکن میں جانتا ہوں۔ آسان باتیں مشکل سے سمجھ میں آتی ہیں۔ بہرحال اب وہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ منطقی ربط ہمیں مل گیا تھا۔ کوڈ پیغام میں استعمال ہونے والے ہر حرف کو ہمیں کی بورڈ پر تلاش کرنا تھا اور کی بورڈ پر اس کا اگلا حرف ہی اس کا متبادل ہوتا۔ Q کی جگہ W، W کی جگہ E وغیرہ وغیرہ۔

ہم نے کوڈ حروف کی جگہ متبادل حروف کو رکھ کر لکھا تو پیغام کی کچھ ایسی شکل بنی......

WEH TSI EWY

AVE	NGE	ORK
YOU	RBU	WIT
RDA	ILD	HLA
UGH	ING	TES
TER	LOB	TSH
STO	BYN	IPM
PIF	OON	ENT
YOU	AFT	STO
WAN	ERT	PNO
THE	ITA	TRI
RAL	NIC	CKS
IVE	DOC	STO
BEA	KSN	PXX

پیغام عمودی شکل میں تین کالمی تھا۔ میں نے اسے ترتیب دے کر لکھا...... وہ مکمل اور بامعنی پیغام تھا۔ لکھا تھا...... تمہاری بیٹی ہمارے پاس ہے اسٹاپ۔ اگر اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو ٹائی ٹے نک کے نیویارک پہنچنے کے بعد والی دوپہر کو سنگر بلڈنگ کی لابی میں تازہ ترین شپ مینٹ کے ساتھ ملو۔ اسٹاپ۔ کوئی ہشیاری نہیں۔ اسٹاپ XX

ایک لمحے کو میں فتح کی خوشی سے سرشار رہا۔ لیکن اگلے ہی لمحے میری خوشی کافور ہوگئی۔ یہ اسائن مینٹ قبول کرنے کے بعد وہ پہلا موقع تھا کہ مجھے ولیم رائیکر پر ترس آ رہا تھا۔

............☆☆☆............

۵ فروری ۱۹۶۲ء

شرابی والے لطیفے کا دوسرا جوتا جیفری پروکٹر نے پیر کے دن گرایا!

وہ جوتا ایک ٹیلی گرام کے روپ میں صبح دس بجے ہمارے گھر پہنچا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور لفافہ چاک کر کے ٹیلی گرام نکالا۔ جین میرے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''ہمارے محبوب سرپرست کی طرف سے۔'' میں نے اسے لہراتے ہوئے کہا۔

''پڑھنے تو دو۔''

میں نے ٹیلی گرام پھیلایا۔ ہم دونوں پڑھنے لگے۔ مضمون کچھ اس طرح کا تھا......

ڈیئر نارمن،

مہربانی کر کے فوری طور پر پروکٹر کے نیویارک آفس چلے آؤ۔ تم سے ٹائی ٹے نک اسٹوری کے بارے میں بات کرنی ہے۔ اپائنٹ مینٹ لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس جلد از جلد پہنچو۔ جین کو پیار۔ جیفری۔

''کیا خیال ہے نارمن؟'' جین نے پوچھا۔

''یہ کسی اعتبار سے بھی کوئی عام بلاوا نہیں ہے۔'' میں نے ٹیلی گرام کو ڈسٹ بین میں ڈالتے ہوئے کہا۔ پھر میں بیڈ روم کی طرف چل دیا۔ میں نے الماری سے اپنا ٹوسوٹر نکالتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تو میں سامان اَن پیک بھی نہیں کر پایا تھا۔ اس لیے روانگی میں دیر لگے گی ہی نہیں۔''

............☆☆☆............

ذاتی طور پر نیویارک شہر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اس شہر کے باسیوں پر مجھے رشک آتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مطابقت پذیری انہی میں ہوتی ہے۔ جو شخص مین ہٹن کی ویسٹ سائیڈ کے علاقے میں رہ لیا، وہ دنیا میں کہیں بھی رہ سکتا ہے۔

پروکٹر ورلڈ پبلشنگ کا دفتر تھرڈ ایونیو پر واقع ہے۔ وہ اسٹین لیس اسٹیل کی بنی ہوئی ۷۵ منزلہ عمارت ہے۔

جیفری پروکٹر نے فوراً ہی مجھے اپنے کمرے میں بلوا لیا۔ ''نارمن...... مجھے خوشی ہے کہ تم آئے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس قدر اچانک تمہیں طلب کیا۔ اصل میں ایسا زوردار کام ملا ہے کہ میں چاہتا ہوں، تم فوراً ہی اس پر کام شروع کر دو۔'' اس نے 8"x10" کی ایک گلوسی تصویر میری طرف بڑھا دی۔

میں نے تصویر کا جائزہ لیا۔ وہ کسی جانی پہچانی عمارت کا ایریل شاٹ تھا۔ ''یہ کیا بلا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''فلشنگ میڈوز۔'' اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ ''نارمن...... یہ اس سال کی سب سے بڑی اسٹوری ہے۔ اور یہ کام جسے میں نے سونپا تھا، اس کے لیے لکھنا ایسا ہے، جیسے کسی تالاب سے مچھلیاں پکڑنا......''

''مجھے تو اس میں قصوروار تم ہی لگتے ہو۔''

''اب تم ہی مجھے بچا سکتے ہو۔'' اس نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں۔

میرا منہ لٹک گیا۔ لیکن میں نے کہا کچھ نہیں۔

''حقائق بھی موجود ہیں اور تصاویر بھی۔'' وہ اپنی کہتا رہا۔ ''بس ان کو یک جا کر کے
ہے۔ اندازِ تحریر کی ضرورت ہے۔''

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''دوسرے لفظوں میں تم چاہتے ہو کہ اب تک میں نے رائیکر اور
ٹے تک پر جو کام کیا ہے، اسے ڈراپ کر دوں۔'' میں نے کہا۔ ''اس اسٹوری کو بھول جاؤں
اب دو ماہ سے بھی کم عرصے میں منظرِ عام پر آنا ہے اور میں نیویارک میں ہونے والے ٹینس
عالمی میلے پر کام شروع کر دوں؟''

''ہاں۔ اب دیکھو نارمن، آخری لمحوں میں کچھ بھی ہو جاتا ہے۔ ویسے تمہیں بہترین
بلکہ منہ مانگا معاوضہ ملے گا۔ مانگو، کیا مانگتے ہو۔''

میں ہنس دیا۔ ''تمہارا مسئلہ کیا ہے جیفری۔ تمہارے نیچے مجھے تختِ طاؤس بھی نظر نہیں
ہے۔ اور تمہارے سر پر تاج تو کیا، پورے بال بھی نہیں ہیں۔''

وہ میز پر رکھے کاغذات ادھر سے ادھر کرنے لگا۔ ''نارمن، یہ اسٹوری میرے لیے
ورلڈ میگزین کے لیے بہت اہم ہے۔ میں فراخ دلی کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ حالانکہ مجھے
نہیں کرنی چاہیے تھی۔ مجھے تمہاری فطرت یاد رکھنی چاہیے تھی۔''

میں نے حیرت سے سر جھٹکا۔ ''یہ...... یہ تو تمہارا اسٹائل ہی نہیں ہے۔ تم تو سیدھی
کرنے والے آدمی ہو۔ پھر یہ گھماؤ پھراؤ کیسا۔ تم تو کُول آدمی ہو...... برف کے شہزادے
فطرت سے ہٹ کر......''

جیفری نے کاغذات سمیٹتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم سے مزید گفتگو کرنا لا
ہے......''

''میں نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی ہے۔''

''تم غلطی پر ہو نارمن۔'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''ماضی میں میں تمہیں برداشت
ہوں۔ میں نے ہمیشہ تمہارا لحاظ کیا ہے۔ لیکن آج تم ناقابلِ برداشت ہو گئی ہو۔ میں تمہیں
ٹے تک کی اسٹوری سے بھی ہٹا رہا ہوں اور اپنے پے رول سے بھی۔ فوری طور پر......
ہے۔''

''گزشتہ دو مہینے سے اس اسٹوری کے بارے میں اشتہار چھپ رہے ہیں...... دنیا
تو اب تمہارے ایک اشارے پر میں اس سے ہاتھ اٹھا لوں تم تو سچ مچ بادشاہوں کی سی با

لگے ہو۔''

''وقت کے ساتھ گرد بیٹھ جاتی ہے۔'' جیفری مسکرایا۔ تم پریشان نہ ہو نارمن۔ تم نے اب
تک جو کام کیا ہے، اس کا تمہیں معاوضہ ملے گا۔ بلکہ میں ابھی ادائیگی کرا دیتا ہوں......'' اس کا
ہاتھ انٹرکوم کی طرف بڑھا۔

''نہیں جیفری۔ رک جاؤ۔''

اس کا ہاتھ رک گیا۔ ''کیا بات ہے نارمن؟''

''اس بوتل کو کھولنے کی حماقت مت کرو۔ ورنہ چاہو گے تو بھی اسے بند نہیں کر سکو گے۔''

جیفری نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بال پوائنٹ کی نوک سے اپنے دانت کریدنے لگا۔
نارمن، تم سمجھتے ہو کہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ صرف آدھا درجن فون کالز کے زور پر میں تمہارے
یریئر کو فلش میں بہا سکتا ہوں۔''

''او گاڈ...... انھی مکالموں کا تو مجھے انتظار تھا۔ اب اگلا مکالمہ ہو گا...... تمہیں اس شہر میں کوئی
وڑی کو بھی نہیں پوچھے گا۔ تم بھیک کی طرح کام مانگتے پھرو گے۔ مگر تمہیں کام نہیں ملے گا......
ں ہے نا؟''

''حقیقت اتنی پرمزاح نہیں ہو گی۔ وہ بہت سنگین ہو گی نارمن۔'' جیفری نے پھر انٹرکوم کی
رف ہاتھ بڑھایا۔

میں نے فیصلہ کیا کہ ڈھیل بہت دی جا چکی ہے۔ اب کھینچنا ضروری ہو گیا ہے۔ ''مجھے رائیکر
کے پانچ لاکھ ڈالرز کے بارے میں معلوم ہے۔'' میں نے کہا۔

جیفری جیسے ٹھٹھ کر رہ گیا۔ چہرے کے تمام عضلات ساکت ہو گئے۔ آنکھوں سے خالی پن
جھانکنے لگا۔

''جیری بلین۔'' میں نے وضاحت کی۔ ''اور جیری کی خامیاں اپنی جگہ، اس کی معلومات کو
چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔''

وہ ایک دم سے ڈھیلا پڑ گیا۔ ہم دونوں چند لمحے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے
رہے۔ بالآخر اس نے خاموشی توڑی۔ ''او کے نارمن۔ دیکھو، یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اور بے حد
پیچیدہ بھی ہے۔''

''میرے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں۔''

اس نے کرسی سے ٹیک لگائی اور چھت کو گھورنے لگا۔ ''مائیک راجرز گزشتہ کرسمس کے موقع پر

میرے پاس آیا تھا۔'' اس نے کہا۔ ''اس نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ اس اسٹوری کے تمام اخراجات رائیکر کارپوریشن کو ادا کرنے تھے۔ اور جس پانچ لاکھ ڈالر کی تم نے بات کی، وہ اظہارِ خیر سگالی تھا۔''

''مجھے یہ بتاؤ کہ اس رقم کے ساتھ شرائط کیا تھیں؟''

جیفری نے چہرے پر معصومیت طاری کرنے کی کوشش کی۔ ''بنیادی شرط صرف یہ تھی کہ اسٹوری تم لکھو گے۔''

''وہ تو میں جانتا ہوں۔''

اس کی مسکراہٹ میں تلخی تھی۔ ''کیا تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم ابتدا ہی سے واقف تھے؟''

''لاس اینجلز سے آنے کے بعد میں مسلسل اس بارے میں سوچتا رہا ہوں۔''

''یہ بات تمہیں اس سے پوچھنی چاہیے تھی۔''

''میں نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ میرا بہت بڑا فین ہے۔''

''جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، سچ بھی یہی ہے۔''

''لیکن تم پر اتنی عنایات کیوں؟ اس مہم کی کوریج کے حقوق جو تمہیں دیے گئے، تو یہ تحفہ بہت بڑا ہے۔ صرف اس کے بدلے میں اگر وہ یہ شرط عائد کر دیتا کہ اسٹوری میں لکھوں گا تو تمہارے لیے انکار ممکن نہیں تھا۔ تو پھر یہ 5 لاکھ ڈالر کی عنایت کیوں؟''

''بڈھا ہر قیمت پر تم سے لکھوانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی یہ کمزوری بھانپ لی تو اس سے فائدہ بھی اٹھالیا۔''

''جیسے تم نے مجھے پھانس لیا۔ خیر اب یہ بتاؤ، اب پھول کی خوشبو کو ایسا کیا ہو گیا کہ وہ بدبو لگنے لگی۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب تم سمجھ رہے ہو۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''رائیکر مجھ سے اسٹوری لکھوانا چاہتا تھا اور اب معاملہ الٹ گیا ہے۔ اب وہ یہ اسٹوری مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ تو اس کے پیچھے ہے کون...... رائیکر خود؟ یا مائیک راجرز؟''

جیفری کے ہونٹ بھنچ گئے۔

''کم آن جیفری۔ بتانا تو تمہیں ہے۔ میں اعترافِ گناہ سننے والے پادری کی طرح ہوں۔ اور تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے تو تم فارغ کر ہی رہے ہو۔''

''مائیک نے کچھ بتایا نہیں۔'' جیفری جیسے پھٹ پڑا۔ ''اس نے بس یہ کہا کہ رائیکر تمہیں اوندھا پڑا دیکھنا چاہتا ہے...... اور وہ بھی فوری طور پر۔ اس کے لیے تمہیں لات رسید کرنی ہے۔''

''اور تم نے تعمیلِ ارشاد کی خاطر فوراً ہی بھاری اور نکیلا جوتا پہن لیا۔ تاکہ ڈھنگ سے لات رسید کر سکو۔ تم آدمی ہو یا غلام کہ مائیک راجرز کی انگلیوں کے اشاروں پر چھما چھم ناچنا شروع کر دیا۔ صرف پانچ لاکھ ڈالر کے لیے ایسی زبردست غلامی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کاروباری دنیا میں طوائفیں اتنی سستی ملتی ہیں۔''

''میرا خیال ہے، میں نے بہت بکواس سن لی تمہاری......''

''میں آگے کے اندازے لگا سکتا ہوں۔ وہ پانچ لاکھ ڈالر تو بس آنسو پونچھنے کے لیے ہوں گے۔ اصل میں تو پروکٹر ورلڈ پبلشنگ اور ورلڈ میگزین کی ڈوبتی نیا کو بچانے کے لیے رائیکر نے بہت بھاری قرض کا وعدہ کیا ہوگا۔ کیوں...... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

جیفری نے گہری سانس لی۔ اس کے چہرے سے پریشانی مترشح تھی۔ ''کاش، تم کوئی کاروباری آدمی ہوتے نارمن۔ تب تم اس صورتِ حال کو بہت آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔''

''سیدھی سیدھی بات کرو جیفری۔ ہم فن کاروں کو تو تم جانتے ہی ہو۔ ہم بے چارے ازلی احمق...... ہمیں ذرا نزاکت سے ہینڈل کیا جاتا ہے۔''

اس نے اپنے دونوں ہاتھ میز پر پھیلائے، جیسے اپنے باطن کا دسترخوان بچھا رہا ہو۔ ''ورلڈ میگزین ان دنوں مشکلات سے دوچار ہے۔ ہمارے لیے اس کے اخراجات کم کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کٹوتی کہاں سے کی جائے......''

میں نے دفتر کے بیرونی کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اپنی حسین سیکرٹری سے شروعات کرو۔''

اس نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں۔ ''اور اس کے علاوہ بھی کمپنی کو سرمائے کی ضرورت تھی۔''

''تو یہ بتاؤ کہ رائیکر کو کمپنی کا کتنا حصہ ملا؟ اچھا نہیں...... رہنے دو۔ میں نہیں جاننا چاہتا۔'' میں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''وقت کم ہے۔ میں تمہیں آخری بات بتا دوں۔ جیسے ہی تم مجھے علیحدہ کرو گے، میں یہاں سے ٹیکسی پکڑ کر نیویارک ٹائمز کے دفتر کا رخ کروں گا اور اب تک کی کہانی کو چٹخارے والی افواہ کے اسلوب میں لکھ کر ان کے حوالے کر دوں گا۔ دیکھو نا، آخر میں بے روزگار ہوں گا۔ اور بے روزگاری کسے اچھی لگتی ہے۔ اور مجھے یقین ہے،

تمہاری گرما گرم چٹ پٹی اسٹوری سے وہ اتنے متاثر ہوں گے کہ میری ٹائی ٹے نک کی اسٹوری بھی منہ مانگے داموں خرید لیں گے۔ اور تمہارے ہاتھ کیا آئے گا۔ انکم ٹیکس والے ٹیکس چوری کرنے کے جرم میں تمہارے پیچھے لگ جائیں گے اور تمہیں ننگِ وطن ثابت کر دیا جائے۔''

''تحریر سے زیادہ تو تمہارے بیان میں زور ہے۔ تم مجھے گالیاں دینے پر اکسا رہے ہو۔'' اس نے تپ کر کہا۔

''ابھی تم نے میرا زورِ تحریر دیکھا کہاں ہے۔ نیویارک ٹائمز میں دیکھنا۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ''جیفری، تمہیں مجھ سے وفاداری کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ کیونکہ وہ تم نے کمائی ہی نہیں ہے۔ اور میں اتنا پرانا ہو چکا ہوں کہ تم جیسے پبلشرز سے نمٹنے کا ہنر مجھے آ گیا ہے۔'' میں نے اپنا کوٹ کندھے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔ ''لنچ کے لیے کوئی اچھا ریسٹورنٹ تو بتاؤ۔''

وہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ ''سنو نارمن، بات چیت سے ہر مسئلے کا حل نکل آتا ہے۔ مفاہمت اور سمجھوتہ بھی ہو سکتا ہے۔''

''کیوں نہیں۔ یہ تو بہت ہی آسان ہے۔ تم مجھے بے روزگار مت کرو۔ میں اپنی اسٹوری مکمل کروں اور تم اپریل میں اسے شائع کر دو۔ اس میں کہیں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ سیدھی سی بات ہے۔''

''اس کی میں کیسے حامی بھر لوں۔ رائیکر بہت مستقل مزاج...... بلکہ اڑیل آدمی ہے۔''

''آدمی کبھی اڑیل نہیں ہوتا۔ اڑیل تو بس ٹٹو ہوتے ہیں۔'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ''رائیکر بھی جھوٹی دھونس دے رہا ہے۔ تم ایسا کرو کہ اسے فون کر کے میری گفتگو کا لبِ لباب سنا ڈالو۔ میری بات لکھ رکھو۔ وہ بڑا حقیقت پسند آدمی ہے۔'' میں نے دروازے کے لئے پر ہاتھ رکھا۔ ''ارے..... ایک بات تو بتاؤ۔ فون پر مائیک راجرز کا انداز کیسا تھا تمہارے ساتھ؟''

''وہ بہت غصے میں تھا...... اور خوف زدہ بھی لگ رہا تھا۔''

''مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ سب کچھ اسے اپنے پاس سے ملا ہوگا...... اور اس سے زیادہ ہی ملا ہوگا۔''

''ایک بات میرے بار بار پوچھنے پر بھی نہیں بتائی اس نے۔'' جیفری نے کہا۔ ''میں پوچھ رہا کہ نارمن کو نکالنے کی وجہ کیا ہے۔ اس نے نہیں بتایا۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا۔''

''اس کی ضرورت بھی نہیں ہے جیفری۔ وجہ مجھے معلوم ہے۔ وجہ مائیک کو بھی معلوم ہے۔ او رائیکر بھی جانتا ہے۔ اور رائیکر کو معلوم ہے کہ میں بھی جانتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے لئ

گھمایا اور دروازہ کھولا۔ ''درحقیقت وہ واحد آدمی جو حقیقت سے بے خبر ہے، تم ہو اور میرا خیال ہے، تمہیں جاننا بھی نہیں چاہیے۔ مضرِ صحت چیزوں سے بچا کرو۔'' میں دروازے سے نکل آیا۔

............☆☆☆............

۱۲ فروری ۱۹۶۲ء

ہیلی کاپٹر میں سفر کا میرا تجربہ بہت محدود تھا اور مختصر دورانیے کا تھا اور اس میں بھی میں شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپا لینے کا قائل تھا۔ میں کھڑکی کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتا تھا۔ بس اخبار پڑھنے بیٹھ جاتا تھا۔

لیکن اس روز اخبار میرے لیے بالکل کافی نہیں تھا۔ میں اور برک شیفیلڈ نے ہیلی فیکس سے کرائے کے اس ہیلی کاپٹر میں سفر شروع کیا تھا اور اس سفر کو پانچ گھنٹے ہو چکے تھے۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار ڈیڑھ سو میل فی گھنٹہ تھی اور وہ بحرِ اوقیانوس پر پرواز کر رہا تھا۔ میں یہ سب یاد بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن بھولنا بھی ممکن نہیں تھا۔

بہرحال پائلٹ رالف کینڈرک کا وجود میرے لیے تسلی کا باعث تھا۔ اس کے چہرے پر چڑیوں کے پنجوں کے سے نشانات میرے نزدیک اس کی خود اعتمادی کے غماز تھے۔ اس کی عمر ۵۰ سے اوپر تھی۔ مجھے ہیلی کاپٹر میں ادھیڑ عمر پائلٹ اچھے لگتے تھے۔

کینڈرک نے میری آستین کو جھٹکا دیا۔ ''وہ دیکھو...... وہ رہا جہاز۔'' اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سیونا رولا صرف پانچ میل دور تھا۔ رائیکر کا وہ اطالوی کھلونا جیسے اپنے بہت بڑے باتھ ٹب میں برفانی تودوں کے درمیان تیر رہا تھا۔ اتنے فاصلے سے دیکھنے پر بھی اس کے عرشے پر ہیلی کاپٹر کا پلیٹ فارم صاف دکھائی دے رہا تھا۔ البتہ ماریانا اور نپ چون دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ شاید وہ دونوں جہاز کی اوٹ میں ہوں گے۔

ہیلی کاپٹر اب جھٹکے لے رہا تھا۔ میں افق تا افق دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ سمندر میں جا بہ جا برفانی تودے بکھرے ہوئے تھے، جن کے اوپری حصے دھوپ میں سنہری لگ رہے تھے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے فاکس ویگن سائز کے بھی تھے اور سوفٹ کے پہاڑ نما بھی۔

اس رات، اسی مقام پر برفانی تودے بہت موٹے تھے، جب ٹائی ٹے نک اپنے ۱۵۰۰ مسافروں کو لے کر موت کی آغوش میں اترا تھا۔ پچاس سال پہلے وہ ایسی ہی صبح تھی، جب کیپٹن روسٹرون نے بچنے والوں کو اٹھا کر کارپیتھیا پر سوار کیا تھا۔

برک شیفیلڈ کی آہِ سرد نے مجھے چونکا دیا۔ ''ذرا سوچو نارمن، کھلے سمندر میں ہم ملاحوں کے درمیان اکیلے ہوں گے۔''

''نو کیمپنگ برگ۔ کم از کم ناشتے سے پہلے تو ہرگز نہیں۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہو۔'' اس کے چہرے پر تھکن تھی۔ ''اب میں کچھ کام کرلوں۔ اس نے اپنا کیمرا سنبھالا۔

کینڈرک کے ہیڈفون سے آوازوں کی بھن بھناہٹ سنائی دینے لگی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''ہم اب صرف دو میل دور ہیں مسٹر پال۔'' اس نے کہا۔ ''آپ لینڈنگ کے لیے بیلٹ کس لیں۔''

ہم عقبی حصے کی جانب سے جہاز تک پہنچے تھے۔ چھوٹے قد کا ایک آدمی ہیلی پیڈ پر کھڑا جھنڈی لہرا کر اشارے دے رہا تھا۔ مجھے تو وہ کوئی میوزک ڈائریکٹر لگا۔ لیکن کینڈرک یقیناً اس کے اشاروں کو سمجھ رہا تھا۔

جہاز کے داہنی جانب مجھے نپ چون اور ماریانا کے نارنجی اور سفید مینار سے دکھائی دیے۔

پلیٹ فارم پر سفید رنگ کا ایک دائرہ تھا۔ ہیلی کاپٹر کو اس دائرے میں اتارنا تھا۔ رالف کینڈرک کا اندازہ بے حد درست تھا۔ دو ہلکے سے جھٹکے لگے اور ہم لینڈ کر گئے۔

روٹرز کے گھومنے کی رفتار کم ہوتے ہوتے روٹرز رک گئے۔ کینڈرک پینل کا جائزہ لے رہا تھا۔

میں نے کینڈرک کا کندھا تھپتھپایا۔ ''تمھیں یاد ہے، میں نے ہیلی فیکس میں تم سے کیا کہا تھا؟ یہاں تمہارے لیے کمائی کا موقع ہے۔''

''او کے مسٹر پال۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ کو کس چیز کی تلاش ہے۔''

''یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ کسی کو دبانے کی ضرورت نہیں۔ بس بے وقوف بنے رہو اور اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھو۔''

جھنڈی لہرانے والا ہیلی کاپٹر کی طرف آ رہا تھا۔ کینڈرک نے کہا۔ ''آپ دونوں چلیں۔ میں یہاں کے معاملات نمٹاتا ہوں۔''

میں اور برک ہیلی کاپٹر سے اتر کر چلے۔ جھنڈی ہلانے والا ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ آگے سیڑھیاں تھیں، جو نچلے عرشے کی طرف جا رہی تھیں۔ جھنڈی والے نے اپنا تعارف کرانا ضروری

نہیں سمجھا تھا۔ لیکن نیچے جا کر اس نے ہمارا تعارف کمانڈر ایرک بریزر سے کرایا۔

''میں اس آپریشن کے لیے نیوی کا رابطہ افسر ہوں۔'' ایرک بریزر نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی اس نے جھنڈی والے کو رخصت ہونے کا اشارہ کیا اور ہمیں راہ داری میں لے کر چلا۔ ''آپ لوگوں نے ناشتہ کیا ہے؟''

برک نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ناشتے کے وقت تو ہم پرواز کر رہے تھے۔''

''اچھا ہوا۔ ہیلی کاپٹر میں ناشتہ کر کے سفر کرنا اچھا بھی نہیں ہوتا۔'' کمانڈر نے کہا۔ ''اب میرے ساتھ ناشتہ کیجیے گا۔'' اس نے ایک اور زینے کی طرف اشارہ کیا۔ ''عرشہ نیچے ہے۔''

نیچے ناشتے کے دوران میں اسٹاف کے لوگوں سے ہاتھ بھی ملاتا رہا۔ ان میں زیادہ تر فرانسیسی اور اطالوی تھے۔

ناشتے کے بعد میں کافی کی دوسری پیالی پی رہا تھا کہ کمانڈر نے میری طرف جھکتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ''میں آپ کو ایک ایسے اہم آدمی سے ملواتا ہوں مسٹر پال، جس سے شاید آپ پہلے کبھی نہیں ملے ہوں گے۔''

میں نے سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے کمانڈر سے کہا۔ ''تعارف کی ضرورت نہیں کمانڈر۔ ہم پرانے دوست ہیں۔''

مائیک راجرز کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ وہ پل پل رنگ بدل رہا تھا۔ ''تم بہت اچھے لگ رہے ہو نارمن۔'' اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ''لگتا ہے، سمندر کی ہوا تمھیں راس آ گئی ہے۔''

''آگے دیکھیں، کیا ہوتا ہے۔'' میں نے برک کی طرف سر سے اشارہ کیا۔ ''اس سے ملو مائیک، یہ ہے برک شیفیلڈ۔''

انھوں نے ہاتھ ملائے۔ برک کے انداز میں گرم جوشی تھی اور گرفت میں سختی۔ ''تم سے مل کر خوشی ہوئی دوست۔''

مائیک نے اپنی مسکراہٹ کا رخ کمانڈر کی طرف کیا۔ ''تم مسٹر شیفیلڈ کو سیونا روں کی سیر کیوں نہیں کراتے ایرک۔''

''ضرور...... کیوں نہیں۔'' ایرک بریزر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آئیے مسٹر شیفیلڈ، یہاں دیکھنے کو بہت کچھ ہے۔''

برک اپنے لینس اور فلیس چیک کرتا ہوا کمانڈر کے پیچھے چل دیا۔

"ہاں مائیک، اب بولو۔ کیا کہنا ہے۔ میں نے مائیک راجرز کو گھورا۔

"مسٹر رائیکر نے تمہیں ناشتے پر بلایا ہے۔"

"تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا۔" میں نے ناشتے کی خالی پلیٹوں کی طرف اشارہ کیا۔

"مسٹر رائیکر کو اکیلے کھانا اچھا نہیں لگتا۔ تم بیٹھ کر انھیں کھاتے ہوئے دیکھتے رہنا۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو...... مجھے راستہ دکھاؤ۔"

میں اس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں عملے کا جو فرد بھی ملتا، اسے سیلوٹ کرتا۔ "تم نے ناشتے کی بات کی تھی۔ تو ناشتے کا مین آئٹم میں تو نہیں ہوں گا۔" میں نے اسے چھیڑا۔

لیکن وہ بھڑکا نہیں۔ "مسٹر رائیکر آدم خور نہیں ہیں۔" اس نے عام سے لہجے میں کہا۔

اب ہم ایک راہ داری میں تھے، جس کے دونوں جانب دروازے تھے۔ مائیک نے بائیں جانب کے ایک دروازے پر دستک دی۔ "پلیز...... یہاں انتظار کرو۔" اس نے مجھ سے کہا اور ایک طرف چلا گیا۔

میں پلٹ کر اسے دیکھتا رہا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے دیکھا تو لزل سلوٹ کا چہرہ نظر آیا۔

بنیادی طور پر اسے چہرہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ زخموں کے نشانات اور نیل کا ایک مجموعہ جزا تھا۔ پیشانی پر ٹانکوں کی سلائی نظر آ رہی تھی۔ کچھ سرخ نشان الگ تھے۔

فراؤلین سلوٹ ویسے بھی قبول صورت تک نہیں تھی۔ لیکن اس رات میں نے اس خطرناک حد تک بدصورت بنا ڈالا تھا۔ اس نے اپنی اکلوتی آنکھ سے مجھے گھورا اور بولی۔ "اندر آ جاؤ۔"

وہ ہٹی تو مجھے ولیم رائیکر کاؤچ پر بیٹھا نظر آیا۔ اس نے ناشتے کی ٹرے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "منہ کھولے کیا کھڑے ہو۔ یہاں آؤ اور بیٹھو۔"

میں آگے بڑھا اور بیٹھ گیا۔ فراؤلین سلوٹ نے دروازہ بند کر دیا۔

رائیکر سمندر میں بھی شان سے رہنے کا عادی تھا۔ اس کیبن میں اگر پورٹ ہول نہ ہوتے دنیا کے کسی بھی بہترین ہوٹل کے بہترین سوئیٹ سے اس کا موازنہ کیا جا سکتا تھا۔ "بہت خوب" میں نے کہا۔ "ویسے یہ کیبن ہے کس کا؟"

"یہ پورا جہاز ہی میرا ہے۔"

میں نے سر گھما کر آدھ کھلے اندرونی دروازے سے بیڈ روم کا جائزہ لیا۔ وہاں بیڈ کی جگہ رائیکر کا لوہے کا پھیپھڑا نظر آ رہا تھا۔

"وہاں تمہاری دل چسپی کی کوئی چیز نہیں ہے۔" رائیکر نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ "وہ گانا یاد ہے...... یہاں میں ہوں اور میرا سایہ......؟ تو یہ رہا میں اور وہ رہا میرا سایہ۔" اس نے لوہے کے پھیپھڑے کی طرف اشارہ کیا۔

میں کاؤچ کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مجھے احساس تھا کہ لزل سلوٹ مجھے گھور رہی ہے۔ رائیکر کو میری بے چینی کا احساس ہو گیا۔ تائی ڈیر، مجھے مسٹر پال سے کچھ ذاتی نوعیت کی گفتگو کرنی ہے۔" اس نے فراؤلین سلوٹ سے کہا۔ "تم جاؤ۔ ضرورت پڑنے پر میں تمہیں بلا لوں گا۔"

وہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ راہ داری میں چند لمحے اس کے قدموں کی چاپ گونجتی رہی۔ پھر معدوم ہو گئی۔

رائیکر خاموشی سے مجھے گھورتا رہا۔ اس کی نظریں تولنے...... ٹٹولنے والی تھیں۔

"مسٹر رائیکر، آپ پہلے سے بہتر لگ رہے ہیں۔"

"میری عمر ۸۵ سال ہے اور مجھے دیکھ کر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں اپنے دونوں پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ اور ہر گزرتے دن کے ساتھ میرا حال بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔"

"میں نے یہ سوچ کر کہا کہ کبھی کبھی آب و ہوا کی تبدیلی اچھا اثر ڈالتی ہے۔"

"ممکن ہے، ایسا ہو۔" اس نے کہا۔ "ویسے پچھلے کچھ عرصے سے تم بہت متحرک اور سرگرم رہے ہو۔ اسپین...... وہاں سے سوئزرلینڈ اور وہاں سے نیویارک۔" اس کی انگلیاں کرسی کے ہتھے پر تھرکنے لگیں۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے جیفری پروکٹر سے کیا کہا تھا؟"

"میں نے تو سیدھی سی بات کی تھی۔ جیفری ڈرتا بہت ہے۔"

رائیکر کا چہرہ بے تاثر تھا۔ "مسٹر پروکٹر نے تمہیں بہت اچھا مشورہ دیا تھا۔ تمہیں قبول کر لینا چاہیے تھا۔"

"اب آپ کوشش کر کے دیکھیں۔ ممکن ہے، آپ مجھے قائل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"مجھے امید تو یہی ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ "لیکن سچ پوچھو تو میں زیادہ پُرامید بھی نہیں ہوں۔ اپنے دور میں میں نے تم جیسے بے شمار لوگ دیکھے ہیں۔ جوان لوگ جو سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بڑے مشن پر کام کر رہے ہیں۔" اس نے بدمزگی کے اظہار کے لیے ہونٹ سکیڑے۔ "وہ سب خود کو حق پرست سمجھتے تھے اور سچائی کو بے نقاب کرنے کے لیے اپنی دانست میں بڑی جنگ لڑ رہے تھے۔" رائیکر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "میں تمہاری معاملہ فہمی پر انحصار نہیں کروں گا۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔ اس لیے میں بھی سیدھی بات کہوں گا۔ تم اس

استوری کی جان چھوڑ دو۔"

"......ورنہ......؟"

"سوئس پولیس کو مطلع کر دیا جائے گا کہ تم میرے گھر میں چوری کی نیت سے گھسے اور تم نے قیمتی چیزیں چرائیں بھی۔ اسی رات فراؤلین سلوٹ نے تمہیں صاف دیکھا اور پہچانا تھا۔"

"جی ہاں۔ اور اس کے بعد مجھ پر ہلاکت خیز انداز میں فائر بھی کیے تھے۔"

"ظاہر ہے۔ تم بلا اجازت اندر گھسے تھے۔ اور فراؤلین میری املاک کی حفاظت کر رہی تھی۔"

"وہ فائر کرتی ہوئی اندر گھسی تھی۔ آپ کو مشورہ دوں۔ آپ اپنے اس دفتر میں فراؤلین کو مطلع کیے بغیر دیر تک کام کبھی نہیں کیجیے گا۔ ورنہ اس کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں گے۔"

"میں یہ بات یاد رکھوں گا۔" رائیکر نے خشک لہجے میں کہا۔ "بہرحال فراؤلین سلوٹ کی نگاہ بالکل درست ہے۔ یہ بات دنیا کی ہر عدالت میں ثابت کی جا سکتی ہے۔ اور اسے تمہارے خلاف بیان دے کر ذاتی طور پر بھی بہت خوشی ہوگی۔"

"مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میرے خلاف تمام شہادتیں محض واقعاتی ہوں گی۔ اور اب تو ان کی اہمیت بھی نہیں رہی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اب تک تو آپ نے رپورٹ درج کرائی نہیں۔ اور میرے خیال میں آپ کا ایسا کوئی ارادہ ہے بھی نہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اب تک تو آپ نے رپورٹ درج کرائی نہیں۔ اور میرے خیال میں آپ کا ایسا کوئی ارادہ ہے بھی نہیں۔"

"تم بے وقوف ہو بیٹے۔ کیا تم مجھے اس دو کوڑی کے آدمی جیفری پروکٹر جیسا سمجھتے ہو؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ رائیکر کی آنکھوں سے اب نفرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

چند لمحے بعد میں نے کہا۔ "میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور تہ کیا ہوا ایک کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "ممکن ہے، اس کے بعد فضا صاف ہو جائے۔"

رائیکر نے ڈی کوڈ کیا ہوا وہ پیغام پڑھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا چہرہ تبدیل ہو گیا۔ اب وہ محض ایک بوڑھا اور خشک سال آدمی نہیں تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا، جس کے پیچھے ماضی کے بھوت

لگے ہوں۔ پھر اس کے چہرے پر منتقم مزاجی کا سایہ سا لہرا گیا۔ اب میں سمجھ سکتا تھا کہ جب پنڈورا نے بلاؤں کا صندوق کھولا ہوگا تو اسے کیسا لگا ہوگا۔

اس نے کاغذ کو موڑ توڑ کر گیند سی بنائی۔ پھر اس نے سختی سے دانت پر دانت جماتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پال، میں تم سے یہ پوچھ کر وقت برباد نہیں کروں گا کہ یہ تمہیں کیسے ملا۔ میں صرف ایک بات کہوں گا...... صاف صاف اور واضح طور پر۔ یہ پیغام نہ کبھی چھپے گا، نہ عام لوگوں تک پہنچے گا...... کسی بھی صورت۔ سمجھ گئے تم؟"

"چند باتیں آپ کو بھی سمجھ لینی چاہئیں۔"

"مثلاً؟"

"نمبر ایک...... یہ ڈی کوڈڈ پیغام محض ایک کاپی ہے۔ ایسی بے شمار کاپیاں موجود ہیں۔ چند کاپیاں سربہ مہر لفافوں میں رکھ کر میں نے اپنے وکلاء کو بھجوا دی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے کاروباری معاملات کی دیکھ بھال ایک سے زائد وکیل کرتے ہیں۔ ان کو میں نے ہدایت کی ہے کہ میری موت کی صورت میں وہ لفافے جن میں اس پیغام کے علاوہ آپ کے بارے میں میری نامکمل لیکن بے حد دلچسپ ریسرچ کی تفصیل شامل ہے، تمام بڑے اخبارات کو اشاعت کے لیے دے دیئے جائیں۔"

اب میں رائیکر کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وقتی طور پر ہی سہی، مچھلی نے بہرحال چارہ نگل لیا ہے۔ مجھے تو بس تھوڑی سی مہلت درکار تھی۔ ہیلی فیکس سے نکلنے کے بعد میں وہ سب کچھ عملاً کرتا، جس کی ابھی چند لمحے پہلے رائیکر کو دھمکی دی تھی۔

رائیکر مسکرایا۔ "ابھی جو دلیرانہ گفتگو تم نے کی ہے، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، وہ نمبر ایک کے تحت تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تو نمبر دو کے ذیل میں بھی کچھ کہنا چاہو گے۔"

"جی ہاں۔ اور نمبر دو یہ ہے کہ کوڈڈ اور ڈی کوڈڈ دونوں پیغام شائع کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔ کیونکہ میرے پاس اس کے بارے میں نہایت ناکافی معلومات ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں میری معلومات بڑھا سکیں گے۔" میں نے کوٹ کی جیب سے ڈی کوڈڈ پیغام کی ایک اور کاپی نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی۔ "اب آپ یہ سوچیں کہ اس خفیہ پیغام میں جو حقائق سامنے آتے ہیں، ان کی مدد سے ایک زبردست کہانی تیار کر سکتا ہوں۔ ہے۔ نا؟"

رائیکر نے کچھ نہیں کہا۔ خاموشی سے مجھے گھورتا رہا۔

"اس مارکونی گرام میں دو چیزیں کم ہیں...... دو پتے۔ مقام روانگی اور مقام آمد۔ بہرحال

ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ یہ پیغام تمہیں بھیجا گیا تھا۔ اور جس لڑکی کے اغوا کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ ایوا ہے۔ جس کسی نے بھی یہ پیغام لکھا، ۱۴ اپریل سے پہلے لکھا ہوگا۔ کیونکہ ۱۴ اپریل کی رات ٹائی ٹے نک اس آئس برگ سے ٹکرایا تھا۔ جبکہ پیغام بھیجتے وقت اغوا کنندگان کو پورا یقین تھا کہ ٹائی ٹے نک اپنے پہلے سفر کو مکمل کر کے اپنی منزل پر ضرور پہنچے گا۔ انھوں نے تاوان کی وصولی کے لیے ٹائی ٹے نک کے نیویارک کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہونے کے بعد کی دوپہر کا وقت تجویز کیا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایوا ٹائی ٹے نک پر ان کے قبضے میں تھی۔''

ایک بڑی موج پورٹ ہول سے ٹکرائی۔ پورٹ ہول کا شیشہ جھاگ میں نہا گیا۔

''ایوا جہاز پر اپنی ماں، اس کی خادمہ جارجیا فیرل اور باڈی گارڈ جیمز مارٹن کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔'' میں نے بات آگے بڑھائی۔ ''میرا خیال ہے، ایوا کو اغوا کرنے کے لیے پہلے ان سب کو ٹھکانے لگایا گیا ہوگا۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے۔ کیونکہ ان تمام لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ بچنے والوں میں شامل نہیں تھا۔''

ولیم رائنیکر اب بھی خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔

''اہم ترین سوال یہ ہے کہ اغوا کرنے والے کون تھے۔ پوری طرح سے اجنبی؟ نامعلوم۔ خوف اور نڈر مجرم؟ میرا خیال ہے، یہ درست نہیں۔ انھوں نے تمہیں خفیہ پیغام بھیجا...... کوڈ پیغام! تو ظاہر ہے، وہ ٹائی ٹے نک سے کھلا پیغام تو نہیں بھیج سکتے تھے۔ ورنہ ٹائی ٹے نک وائرلیس آپریٹر کو معلوم ہو جاتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ انھیں یہ یقین کیوں تھا کہ تم فوراً ہی اسے ڈی کوڈ کر لو گے۔'' میں نے الجھن ظاہر کرنے والے انداز میں ہاتھ ہلائے۔ ''میں نے اور میری بیوی نے اس پر بہت سر کھپایا۔ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ اغوا کرنے والے یہ خطرہ مول لے سکتے تھے کہ تم پیغام سمجھ ہی نہ پاؤ۔ ایسا ہوتا تو ان کا تو کھیل ہی چوپٹ ہو جاتا۔ منطقی اعتبار سے اس الجھن کا ایک ہی جواب ممکن تھا! یہ کوڈ تمہارے اور اغوا کنندگان کے درمیان پہلے سے طے تھا۔''

ولیم رائنیکر کا چہرہ تمتما اٹھا۔ ''تم گندے ذلیل......''

''نہیں نہیں مسٹر رائنیکر، میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم نے خود اپنی بیٹی کو اغوا کرایا۔'' میں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہ بات سو فی صد قرینِ قیاس ہے کہ تم ان لوگوں کو جانتے تھے۔ تمہارے اور ان کے درمیان یہ کوڈ پہلے بھی استعمال ہو چکا تھا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کس سلسلے میں؟ پیغام میں ایک اہم اشارہ ہے...... تازہ ترین شپ مینٹ۔'' میں نے آخری لفظوں پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ بڑے مبہم الفاظ ہیں...... ڈی کوڈ ہونے کے باوجود بھی

ٹے نک کے نیویارک پہنچنے کے بعد اسی تازہ ترین شپ مینٹ کے ساتھ سنگر بلڈنگ کی لابی پہنچنا تھا۔ یہ تازہ ترین شپ مینٹ کیا تھا؟ سونا؟ ممکن ہے، لیکن بہر حال سونا بھاری ہوتا ہے۔ ات؟ یہ بھی ناممکن نہیں۔''

ولیم رائنیکر کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ لیکن وہ بولا کچھ نہیں۔

میں مسکرایا۔ ''بہر حال اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ قسمت نے اغوا کنندگان کے ساتھ مذاق رڈالا۔ تم تک تاوان کے لیے پیغام پہنچا۔ مگر شاید اس وقت تک وہ بے چارے دل کے ارمان میں لیے بحر اوقیانوس میں دو میل نیچے اتر چکے ہوں گے......''

ولیم رائنیکر کے چہرے پر ٹوٹ پھوٹ نظر آ رہی تھی۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ ٹھیک ہے۔'' وہ غرایا۔ ''بس تم مجھے اکیلا چھوڑ دو۔''

''کیسی عجیب بات ہے۔'' میں نے خود کلامی کے سے انداز میں سرگوشی کی۔ ''ٹائی ٹے نک غرقابی ہزاروں لوگوں کے لیے بدقسمتی ثابت ہوئی۔ لیکن اس بات کا واضح امکان موجود ہے کہ ی غرقابی ہی کی وجہ سے تمہاری بیٹی کی جان بچ سکی۔ میں سوچتا ہوں کہ شاید تم بھی سوچتے رہے گے کہ ایوا کی زندگی کیسے بچی...... کیسے جان بخشی ہوئی اس کی!''

''ہاں...... یہ تو میں گزشتہ پچاس سال سے سوچ رہا ہوں۔'' بالآخر رائنیکر کی زبان کھلی۔

''اور ایوا کیسا محسوس کرتی ہے؟''

''اسے کچھ یاد ہی نہیں۔'' رائنیکر کا چہرہ پھر بے تاثر ہو گیا، جیسے کوئی نقاب اس کے چہرے پر ری ہو۔ ''اس بے چاری کو جو تھوڑا بہت سکون حاصل ہے، وہ ٹائی ٹے نک کے بارے میں ھ یاد نہ رہنے ہی کی وجہ سے ہے۔'' اس نے سسکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر اچانک اس میں تی در آئی۔ ''اور اگر تم نے یا کسی نے بھی اس خفیہ پیغام کے ذریعے اس کی سوئی ہوئی یادداشت جھنجھوڑنے کی حماقت کی تو خدا کی قسم، میں اسے اپنے ان ہاتھوں سے ختم کر دوں گا۔''

''میں آپ کے جذبات سمجھ سکتا ہوں مسٹر رائنیکر۔ مگر یہ بہت پرانی بات ہے۔''

''پرانی بات! ارے یہ کل کی بات ہے...... سمجھے کچھ...... کل کی بات۔ میری بیٹی اور میں......''

کہتے کہتے رکا، جیسے ماضی کی بوتل میں ڈاٹ لگا رہا ہو۔

''نہیں مسٹر پال، تم نے سراغ رسی کی بے شمار کہانیاں لکھی ہیں۔ اور اب تم نے انھیں حقیقت مجھنا شروع کر دیا ہے۔ حقیقی زندگی میں جن لوگوں کے سینے میں راز دفن ہوں، وہ اپنا منہ بند ہی

رکھتے ہیں۔"

"مگر کتنے عرصے مسٹر رائیکر؟ منہ بند رکھنے والے مرجاتے ہیں۔ مگر سننے کے خواہش مند کبھی ختم نہیں ہوتے۔"

"یہ تو کہانیاں لکھنے والے کا جملہ۔" ولیم رائیکر نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ پھر وہ ہنسا مگر اس ہنسی میں تلخی تھی۔ "بہر حال تم نے میرا ارادہ اور پختہ کرا دیا ہے۔"

"کون سا ارادہ؟"

"میں بھی تمہارے ساتھ زیرِ آب چلوں گا...... ٹائی ٹے نک کو دیکھنے۔"

............☆☆☆............

مائیک راجرز ہیلی پیڈ کے قریب ریلنگ سے ٹکا کھڑا تھا۔ "شارک کے شکاری فکر کر رہے ہو؟" میں نے اسے چھیڑا۔

وہ مسکرایا۔ "نہیں۔ مرغابیوں کو دانہ ڈال رہا ہوں۔"

اور میں نے دیکھا۔ وہ واقعی آٹے کی گولیاں اچھال رہا تھا اور مرغابیاں ان پر جھپٹ رہی تھیں۔ "مائیک...... تم سے کچھ سوال کرنے ہیں مجھے۔"

اس نے آٹے کی گولیاں اچھالیں۔ "ضروری نہیں کہ میں جواب بھی دے سکوں۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میں تمہارے باس کے زیرِ آب تفریح پر اصرار کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"اوہ...... میں مسٹر رائیکر کے ذاتی معاملات میں کبھی دخل نہیں دیتا۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ان کے ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟"

ڈاکٹر چیخ پیٹ کر چپ ہو جاتے۔ ان کا بس چلے تو اس عمر میں آدمی کو کچھ بھی نہ کرنے دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس عمر میں صرف جینا ہی بہت کافی ہے۔"

"لیکن میرے خیال میں مسٹر رائیکر کا یہاں آنا بھی کوئی اچھا فیصلہ نہیں تھا۔"

"ممکن ہے۔ لیکن تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن صحافیوں کو قدرتی طور پر دخل در معقولات تک کا حق حاصل ہوتا ہے؟"

یہ تو پھر دخل در نامعقولات ہے۔ قارئین کے کچھ حقوق ہوتے ہیں اور مصنفین کے کچھ مقدس فرائض۔"

مرغابیاں اب دور چلی گئی تھیں۔ مائیک نے پلیٹ ایک کرسی پر رکھ دی۔ "اگر میں یہ کہوں کہ

تم اپنے قارئین کی تفریحِ طبع کے لیے اپنے کپڑے شوق سے اتار سکتے ہو، دوسروں کے نہیں، تو؟"

"تو میں اس پر ہلکی سی توہین محسوس کروں گا اور مجھے کچھ تعجب بھی ہو گا۔ کیونکہ تعلقاتِ عامہ کے میدان کے کسی آدمی سے ایسے الفاظ کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور پھر میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا۔ میری توہین کرنے سے پہلے یہ چیک کر لیا کرو کہ کہیں میں ابھی تک تمہارے باس کی گڈ بک میں تو نہیں ہوں۔"

اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ "یہ تم کیا......"

"میرے اور رائیکر کے درمیان جنگ بندی ہو گئی ہے۔ عقل مندی اسی میں ہے کہ تم بھی......"

"مجھے تو نہیں......"

"معلوم۔" میں نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔ "ظاہر ہے، تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ تمہارا یہ مقام نہیں کہ رائیکر تمہیں بتا کر کچھ کرے۔ ہاں کچھ کر کے تمہیں بتا دے تو بتا دے۔ خیر چھوڑو، مجھے تمہاری بہتری سے زیادہ رائیکر کی صحت کی طرف سے فکر ہے۔"

"زندگی ان کی ہے۔ وہ خطرہ مول لینا چاہتے ہیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"اگر زیرِ آب اٹیک ہو گیا...... خواہ معمولی سا ہو، تو اوپر آتے آتے وہ ختم بھی ہو سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں ان سے بات کر چکا ہوں۔ لیکن وہ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔"

"بس تو دعائیں شروع کر دو۔"

............☆☆☆............

دوپہر کے وقت میں کارنر کی ایک میز پر ایک نازک مزاج شخص کے ساتھ بیٹھا تھا، جس کا نام ایل وِن اسپیئر تھا۔ وہ اپنے کام کے بارے میں بات کرنے سے گریزاں تھا۔ لیکن بالآخر اس نے بڑی رازداری کے ساتھ مجھے بتا ہی دیا کہ وہ باتھی اسکیپس کے ریموٹ کنٹرول سے چلنے والے آلات کا میئر ہے۔

"مجھے ایک بات بتاؤ" میں نے کہا۔ "زیرِ آب تو غیر معمولی دباؤ ہوتا ہے۔ اس میں مالڈوز کیسے کام کرتے ہیں؟"

اسپیئر خالی خالی نظروں سے مجھے تکتا رہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

میں چند منٹ اسے اس اصطلاح کے بارے میں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اس نے

پہلے کبھی یہ اصطلاح سنی ہی نہیں تھی۔ اور اس کے پیشے کے پیشِ نظر یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی۔ ایک پروفیشنل آدمی اتنا بے خبر کیسے ہوسکتا ہے۔

میں بات اور بڑھاتا۔ مگر اسی وقت برک وہاں آ گیا۔

میں نے اپنی پلیٹ صاف کی اور نیپکن تہ کر کے ایک طرف رکھا۔ ''ٹہلنے چلتے ہو؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''ہاں...... کیوں نہیں۔''

ایل ون اسپیئر کو خدا حافظ کہہ کر میں اٹھا۔ وہ ابھی کھانا کھا رہا تھا۔ میں برک کے ساتھ ٹہلنے لگا۔

''نارمن، تم مجھے بہت شکی مزاج سمجھتے ہو۔'' برک نے اچانک سرگوشی میں کہا۔ ''لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ یہاں ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ الگ الگ...... ہر ایک کی۔ مجھ پر نظر رکھنے والا ایک خاص آدمی ہے۔''

''ممکن ہے، وہ کوئی دوست ہو۔ ممکن ہے، تمہاری شہرت تم سے پہلے پہنچ گئی ہو۔''

''میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ وہ دو گھنٹے سے میرا پیچھا کر رہا ہے۔''

''اس وقت وہ کہاں ہے؟'' میں نے ادھر ادھر دیکھا۔

''چوکنے رہو۔ بالآخر وہ نظر آ جائے گا۔''

میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس کا مذاق اڑاؤں، اس سے شرط لگا لوں کہ اسے وہم ہوا ہے۔ مگر خوش قسمتی سے میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ پانچ منٹ میں برک کی بات درست ثابت ہوگئی۔ وہ شخص ہمارے پاس سے گزرا اور اس نے نیچے پڑا ہوا سگریٹ کا ایک خالی پیکٹ اٹھا لیا۔

''یہی ہے وہ آدمی۔'' برک نے کہا۔ ''اب کوئی تبصرہ نارمن؟''

''میرا خیال ہے، مجھ پر بھی نظر رکھی جا رہی ہوگی۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن ضروری نہیں کہ رائیکر کا کوئی آدمی ہو۔ یہ پروجیکٹ ایسا ہے کہ اس کے معاملے میں نیوی والے بھی بہت حساس رہے ہوں گے۔ ممکن ہے، یہ کمانڈر ایرک بریزر کا آدمی ہو۔''

برک ہنسنے لگا۔ ''میں جانتا تھا کہ تم یہ سب کہو گے۔ مجھے معلوم تھا......''

''اچھا...... اس کی فلم بناؤ۔'' میں نے کہا۔ ''ہیلی فیکس پہنچ کر ہم ان کے بارے میں چھان بین کریں گے۔ بشرطیکہ تمہیں اس میں دلچسپی رہی۔''

☆☆☆

دوپہر ایک بجے میں سیونارولا کے بائیں جانب والے عرشے پر میں برک شیفیلڈ اور د

رائیکر سے ملا۔ لزل سلوٹ نے اپنے باس کی وھیل چیئر کو متوازن کیا اور اس کے کندھوں پر کمبل لپیٹ دیا۔ رائیکر کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے گرمی کی ضرورت بھی ہے۔

کمانڈر ایرک بریزر اپنے عملے کو ہدایات دے رہا تھا، جو ماریانا اور نپ چون کے گرد لپٹی ہوئی رسّی کی سیڑھیوں سے الجھے ہوئے تھے۔ مینار نما دونوں باتھی اسکیپس لہروں پر ڈول رہے تھے۔

باتھی اسکیپس میں سوار ہونا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پہلے تو رسّی کی سیڑھی کو تھام کر باتھی اسکیپ کے اوپری رخ پر بنی دھاتی سیڑھیوں تک پہنچنا تھا۔ پھر ان سیڑھیوں پر چڑھنا تھا۔ ولیم رائیکر جیسے بوڑھے آدمی کے لیے تو وہ ایسی مشقت تھی، جس سے اسے ہرگز نہیں گزرنا چاہیے تھا۔ لیکن وہ تھا بڑا ہمت والا۔ وہ چڑھا اور اپنے ہی زور پر چڑھا۔

یہ سب ماریانا نامی باتھی اسکیپ پر سوار ہوئے تھے۔ اس کا کیپٹن فلپ ٹوفلر تھا۔ وہ پتلی مونچھوں اور سرخ بالوں والا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔

ماریانا کئی اعتبار سے شیشے کا ایک مینار تھا۔ میں نے اپنی ناک شیشے سے چپکا کر باہر دیکھا۔ باہر بہت اندھیرا تھا۔ سیونارولا کے پانی میں ڈوبا ہوا حصہ بے حد دھندلا دھندلا لگ رہا تھا۔ پانی یوں اچھل رہا تھا، جیسے چولہے پر رکھے فرائنگ پین میں مکھن پگھلتا ہے۔

''اس شیشے کی موٹائی کتنی ہے؟'' میں نے فلپ ٹوفلر سے پوچھا۔

''ایک فٹ کے قریب۔ اور یہ بہت محفوظ ہے۔''

رائیکر بھی اس طرف چلا آیا۔ اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ باتھی اسکیپ پر سوار ہونے کے مرحلے نے اسے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن اس کی فطرت ایسی تھی کہ وہ اس کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا۔ ''ویل کیپٹن، اب تم اس چیز کو نیچے بھی لے کر جاؤ گے یا نہیں۔'' اس نے کھرکھراتی آواز میں کہا۔

''ذرا دیر بعد مسٹر رائیکر۔'' فلپ ٹوفلر نے جواب دیا۔ اس نے باتھی اسکیپ کے ڈھکنے پر لگی سیل کو چیک کیا اور پھر اسے گرا کر بند کر دیا۔ اس کی آواز سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہت بھاری ہوگا۔ کم سے کم اس کا وزن ۳۰۰ پونڈ رہا ہوگا۔ اب میری سمجھ میں آ رہا تھا کہ قید ہونے کے کیا معنی ہیں اور قید میں کیسی گھبراہٹ ہوتی ہے۔

کیپٹن آلات کی طرف متوجہ تھا۔ ''ہم اب سیلابی والوز کھول رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں داخلی ٹیوب میں سمندر کا پانی بھر جائے گا۔''

ہم ساکت بیٹھے تھے۔ ہمیں کچھ بھی پتا نہیں چلا۔ ہر چیز جیسے پڑی ہوئی تھی۔ اسی وقت فلپ

ٹوفلر نے اعلان کیا۔ ”ہمارا سفر شروع ہو چکا ہے۔“ اور وہ گہرائی ماپنے والے گیج کو دیکھ رہا تھا۔

باتھی اسکیپ میں متحرک کا کوئی احساس نہیں تھا۔ رائیکر اور میں شیشے کی دیوار کے پار دیکھ رہے تھے۔ سیونارولا کا نچلا ڈھانچہ اوپر کی طرف اٹھتا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر چند ہی لمحوں میں وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو متحرک کی وہ نشانی بھی ہم سے چھن گئی۔

باہر ہلکی زردی مائل نیلگوں روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ نپ چون بھی کہیں قریب ہی ہوگا۔ لیکن ہمارے حدِ نگاہ سے باہر...... ایک بہت بڑی تیغ ماہی جیسے مجھے چھوتی ہوئی گزری۔ ساتھ ہی باتھی اسکیپ میں کلی کرنے کی سی آواز سنائی دی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے فلپ کو دیکھا۔

”باہر ہائیڈروفون نصب ہیں۔“ اس نے وضاحت کی۔

مچھلیوں کا ایک اور گروہ شیشے کی دیوار کے پاس سے گزرا۔ ”تمہیں سمندری گہرائی میں کام کرنے کا تجربہ ہے۔“ میں نے اس سے پوچھا۔

”کیپٹن ٹوفلر اس باتھی اسکیپ کا منتظمِ اعلیٰ ہے۔“ رائیکر نے کہا۔ ”تم اسے سکون سے کام کرنے دو مسٹر پال۔“

فلپ ٹوفلر نے پہلے مجھے، پھر رائیکر کو دیکھا۔ پھر کندھے جھٹک کر آلات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”نپ چون کالنگ ماریانا۔“ کسی چھپے ہوئے لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھری۔ ”ہم اس وقت سطحِ سمندر سے ۱۸۰ فٹ نیچے ہیں۔“

کیپٹن نے مائیکروفون تھام کر اس میں کہا۔ ”ماریانا کالنگ نپ چون۔ ہم ۱۷۴ فٹ نیچے ہیں۔ آؤٹ۔“

نپ چون مجھے اب بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ روشنی اور کم ہونے لگی۔

۲۰۰ فٹ...... ۲۲۵ فٹ...... ۳۰۰ فٹ...... اب وہاں سورج کی ایک ننھی سی کرن بھی نہیں تھی۔ فلپ ٹوفلر نے باہر نصب اسپاٹ لائٹس روشن کر دیں۔ ۵۰۰ فٹ...... ۱۲۰۰ فٹ...... ۱۸۰۰ فٹ......

دیوار کے اس طرف پانی میں برف کے گالے سے تیرتے دکھائی دے رہے تھے۔

”یہ پیراک حیوئیے ہیں۔“ فلپ ٹوفلر نے میرے ان کہے سوال کا جواب دیا۔ ”یہ اوپر جاتے لگتے ہیں۔ جبکہ درحقیقت ہم ان کے درمیان سے گزر کر نیچے اتر رہے ہیں۔ اور اصلی بات

یہ ہے کہ ہم بہت تیز رفتاری سے نیچے اتر رہے ہیں۔

۲۱۰۰ فٹ...... ۲۵۰۰ فٹ...... ۳۵۰۰ فٹ...... ۴۰۰۰ فٹ...... ۵۱۰۰ فٹ...... ہم ایک میل نیچے پہنچ چکے تھے...... ۶۰۰۰ فٹ......

”آدھا راستہ طے ہو گیا۔“ فلپ ٹوفلر نے کہا۔

ایک بڑی عجیب سی مچھلی دیوار سے ٹکرائی اور گھبرا کر پلٹ گئی۔

۷۰۰۰ فٹ...... ۷۶۰۰ فٹ...... ۸۲۰۰ فٹ...... ۹۰۰۰ فٹ......

پھولے ہوئے پیٹ والی ایسی خطرناک اور بدصورت مچھلی دیوار کے عقب سے مجھ پر پوری خوں خواری کے ساتھ اس طرح حملہ آور ہوئی کہ میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ مچھلی نے بھی سمجھ لیا کہ نظر آنے کے باوجود میں اس کی دسترس میں نہیں ہوں۔

دس ہزار فٹ!

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ہمیں وہ عمودی سفر شروع کیے ایک گھنٹہ ہو رہا تھا۔

”نپ چون کالنگ ماریانا۔ ہم گیارہ ہزار فٹ پر ہیں۔“ لاؤڈ اسپیکر پر آواز ابھری۔

ماریانا کالنگ نپ چون...... ۱۰۳۲۵ فٹ“ فلپ ٹوفلر نے مائیک میں کہا۔

گیارہ ہزار فٹ......

نیچے، بہت نیچے مجھے چمک سی دکھائی دی۔ میں نے اس روشنی کی طرف اشارہ کیا......

”یہ نپ چون ہے۔“ فلپ ٹوفلر نے کہا۔ اس نے ایکو ساؤنڈر گراف کی طرف اشارہ کیا، جس پر چند سیاہ دھبے نظر آرہے تھے۔ ”یہ سمندری تہ ہے۔“

ابھی ایک ہزار فٹ کا سفر باقی تھا۔ گیارہ ہزار...... ساڑھے گیارہ ہزار فٹ...... روشنی تیز...... بہت تیز ہو گئی۔

”یہ تہ نشیں ریت سے ہوتے والا انعکاس ہے۔“ فلپ ٹوفلر نے کہا۔

ذرا دیر بعد ماریانا بڑی نرمی سے سمندری تہ پر اتر گیا۔ ”لیجیے...... ہم پہنچ گئے۔“ ٹوفلر نے کہا۔ ”ہم اپنے مقام سے کچھ ہٹے ہوئے ہیں۔ اگر میرا اندازہ درست ہے تو ٹائی ٹے نک سے ہم ایک میل دور ہیں۔“

ہم جس جگہ کھڑے مشاہدہ کر رہے تھے، وہ سمندری تہ سے صرف تین فٹ اوپر تھی۔ ایک بہت خوب صورت مچھلی بڑی نزاکت سے تیرتی ہوئی گزری۔

”کیسا پُرسکون مقام ہے۔ ہے نا؟“ ٹوفلر نے نرم لہجے میں کہا۔ ”یہ احساس کرنا ناممکن ہے

کہ اگر اسی مقام پر کسی انسان کو کسی تحفظ کے بغیر چھوڑ دیا جائے تو وہ پلک جھپکتے میں اتنی تیزی سے بکھرے گا کہ اسے کسی بھی چیز کا پتا نہیں چلے گا۔“

میں نے تصور کیا اور جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔

اب ہائیڈروفونز پر پروپیلر کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور ماریانا جیسے ایک ایک انچ کر کے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ سمندری تہ ہموار نہیں ہے۔ وہاں بڑے بڑے گول پتھر بھی تھے۔ پھر مجھے نپ چون کی زرد روشنی دکھائی دی۔

پھر اچانک جیسے دھند چھٹی اور ٹائی ٹے نک نظر آیا۔ وہ اپنے داہنے پہلو کے بل پڑا تھا اور ... درجے کا زاویہ بنا رہا تھا۔ زنگ کی وجہ سے اس کی رنگت نارنجی بھوری ہو گئی تھی۔ کچھ اس کی ... سمندری کائی بھی تھی۔ لیکن بڑی بات یہ تھی کہ جہاز کا ڈھانچہ اب بھی سلامت تھا۔

کوئی کچھ نہیں بولا۔ سب خاموش تھے۔ لگتا تھا کہ مناسب لفظ مل ہی نہیں سکیں گے۔ پہلے کے مقابلے میں جہاز کا مستک کوئی تیس فٹ سے زیادہ جھکا ہوا تھا۔ مستول کے مڑے تڑے اسٹیل نے اس عرشے کو توڑ ڈالا تھا، جس پر ۵۰ برس پہلے کیپٹن اسمتھ کھڑا تھا۔

ماریانا کی روشنی میں ٹائی ٹے نک کا بوٹ ڈیک نظر آیا، جہاں کبھی لائف بوٹس رہی ہوں گی۔ یہاں کبھی محبت کرنے والوں نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چہل قدمی کی ہو گی۔ مگر اس وقت ... وہاں بس دو لا بشر شکاری گھات میں بیٹھے تھے۔

روشنی اور بڑھ گئی۔ نپ چون ٹائی ٹے نک کے عقبی حصے کی طرف جا رہا تھا۔ برک اس وقت دھڑا دھڑ تصویریں کھینچ رہا ہو گا۔

ماریانا جہاز کے ساتھ حرکت کر رہا تھا...... ایک کے بعد ایک پورٹ ہول گزرتے جا رہے تھے۔ کچھ پورٹ ہول تو ایسے تھے کہ ان میں اب بھی شیشہ موجود تھا۔ مجھے یاد تھا کہ جہاز کا داہنا حصہ آئس برگ سے ٹکرایا تھا۔ اس کے نتیجے میں جو تین سو فٹ چوڑا شگاف نمودار ہوا تھا، وہ نگاہوں کے سامنے اس لیے نہیں تھا کہ وہ سمندری تہ سے لگا ہوا تھا۔ جہاز اس پہلو کے بل تو گرا تھا۔

ہم جہاز سے بالائی عرشے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہاں پہلی بار مجھے رائیکر کی مہم برائے بازیابی کی کاروائی کے نشان نظر آئے۔ جہاں جہاں ویلڈنگ کا آلہ استعمال کیا گیا تھا، وہاں سے زنگ غائب ہو گیا تھا اور چمکدار اسٹیل نظر آنے لگا تھا۔ وہ بی ڈیک تھا۔

”وہ فلم یہیں سے ملی تھی نا؟ میں نے پوچھا۔“ وہ سادہ بے کار فلم!“

”جی ہاں۔“ فلپ ٹوفلر نے بے ساختہ جواب دیا۔

ویلڈنگ کے نشان جہاز کے عقبی حصے پر بھی تھے، جہاں سامان رکھا جاتا تھا۔

”مجھے لگتا ہے کہ آپ کو کارگو میں دل چسپی ہے۔“ میں نے کہا

ولیم رائیکر نے نظریں چرانے کی غلطی نہیں کی۔ ”ٹائی ٹے نک پر بے حد قیمتی چیزیں بھی تھیں۔ ان میں بھاری زیورات بھی تھے۔ کچھ خراب ہو چکے ہوں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بہت کچھ صحیح وسلامت بھی ہو گا۔ اب جہاز کے سب سے نچلے خانے میں موجود گاڑیوں ہی کو لے لو۔ وہاں بڑی قیمتی گاڑیاں موجود ہیں۔ اب تو انہیں نایاب ہی سمجھو۔ ان کی قیمت اور بڑھ جائے گی۔ ذرا سوچو، ٹائی ٹے نک سے ۵۰ سال بعد برآمد ہونے والی گاڑی کی کیا بولی لگ سکتی ہے۔“

”مجھے تو وہ ڈراؤنی لگے گی۔“ میں نے کہا۔

”لیکن سب کو نہیں۔ بلکہ زیادہ تر کو ایسی چیزوں میں کشش محسوس ہو گی۔ میں انسانی فطرت کو خوب سمجھتا ہوں۔“

زندگی میں پہلی بار میری سمجھ میں آیا کہ پرانے...... بہت پرانے زمانے کے لوگ بعض مقامات کو منحوس قرار دے کر ان سے دور کیوں بھاگتے تھے...... انھیں ترک کیوں کر دیتے تھے۔ ٹائی ٹے نک میں جیسے موت کی بُو رچی ہوئی تھی۔ میں نے جنگ کے دوران اپنی آنکھوں کے سامنے درجنوں افراد کو مرتے دیکھا ہے۔ لیکن مجھے ایسا ترس کبھی نہیں آیا، جو اس وقت لوہے کے اس ٹوٹے ہوئے ڈائنوسار کو دیکھ کر آیا جو فرشِ سمندر پر مردہ پڑا تھا۔

ولیم رائیکر پلک جھپکائے بغیر جہاز کو گھور رہا تھا۔ اس کو پہلی بار دیکھ کر ہی مجھے خیال ہوا تھا کہ وہ ایک سحر زدہ...... جکڑا ہوا آدمی ہے۔ لیکن سبب اب سمجھ میں آیا تھا۔ یہ مردہ جہاز ایک خوف ناک جادوئی عکس تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ آنکھوں کے راستے اندر اتر کر آدمی کے دماغ پر قابو پانے کی طاقت رکھتا ہے۔ خاص طور پر اس آدمی کے لیے جس کے پاس ٹائی ٹے نک کی یادیں بھی ہوں۔ ایسا آدمی تو سوئے یا جاگے، ہر لمحہ اس طلسم کا اسیر رہے گا۔

ہم ٹائی ٹے نک کے بے حد جسیم پروپلیرز کے پاس سے گزرے اور جہاز کے گرد کئی چکر لگائے۔ بالآخر فلپ ٹوفلر نے ماریانا کو روک دیا۔ ”ہماری بیٹری کم زور ہو رہی ہے۔ اب ہمیں اوپر جانا ہو گا۔“

اس نے ایک بٹن دبایا اور ٹائی ٹے نک کسی ڈراؤنے خواب کی طرح اوجھل ہونے لگا۔

”اب ہم جہاز کے اندر تلاشی کا کام شروع کرنے والے ہیں۔“ فلپ ٹوفلر نے کہا۔ پھر اس کا لہجہ عجیب سا ہو گیا۔ ”کبھی کبھی میں ان چیزوں...... ان یادگاروں کے بارے میں سوچتا ہوں جو

۵۰ سال سے جہاز میں پڑی ہیں۔ خطوط، ریزگاری، بوڑھی عورتوں کے دواؤں کے ڈبے، ننھی بچیوں کی گڑیاں...... وہ ساری چیزیں جو اس وقت بہت اہم تھیں...... اور اب بے معنی اور غیر اہم ہیں۔ تب میری سمجھ میں آتا ہے وقت کتنی بڑی چیز ہے۔''

میں مسکرایا۔ مجھے ٹوفلر سے اس نزاکتِ فکری کی توقع نہیں تھی۔ لیکن رائیکر نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔

''اس جہاز میں ایک اور چیز بھی موجود ہے۔'' رائیکر نے کہا۔ وہ جیسے اب بھی ڈوبے ہوئے ٹائی ٹے نک کو دیکھ رہا تھا۔ ''میری بیوی!''

............☆☆☆............

میں ہیلی کاپٹر کی عقبی نشست گاہ سے ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا دور ہوتے سیونارولا کو دیکھ رہا تھا۔ ''مسٹر کینڈرک، آپ کو دوبارہ فیول بھروانے میں دشواری تو نہیں ہوئی؟''

''ذرا بھی نہیں۔ جہاز کا عملہ بہت تعاون کرنے والا تھا۔'' پائلٹ نے جواب دیا۔

''کوئی غیر معمولی بات جو تم نے دیکھی ہو۔''

''نہیں...... کچھ نہیں۔'' وہ بے خیالی سے اپنے بالوں میں انگلیاں لہرا رہا تھا۔ ''مجھے آپ کو مایوس کرتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے مسٹر پال۔ مگر مجھے تو یہ پوری مہم صاف ستھری لگی ہے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے برک سے پوچھا۔

''سیونارولا کے بارے میں۔'' اس نے کہا اور کندھے جھٹک دیے۔ ''اس بات کے سوا کہ ہم پر نظر رکھی جا رہی تھی، مجھے کوئی اور بات مشتبہ نہیں لگی۔ لیکن میری بات کی کیا اہمیت ہے۔ اگر رائیکر کو کچھ چھپانا ہے تو وہ ہمیں اس طرف جانے ہی نہیں دے گا۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن ایک چیز رائیکر نہیں چھپا سکتا۔'' میں نے کہا۔ ''اور وہ ہے سمندر کی تہ پر پڑا ہوا جہاز۔ ماریانا اور نپ چون جس تفصیل سے اور جس باریک بینی سے ٹائی ٹے نک کی تلاشی لے رہے ہیں، وہ غیر معمولی ہے۔ اور اب تک کسی نے اس کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کی کہ پورٹ سائیڈ سے بی ڈیک پر اتنا دھیان کیوں دیا گیا۔''

''یہ وہی جگہ ہے نا، جہاں سے فلم ملی ہے؟'' برک نے پوچھا۔

''ہاں۔ اور یہ وہی جگہ ہے، جہاں مارتھا اور البرٹ کلائین نے ہنی مون منایا تھا۔'' میں نے سمندر کے اس حصے کو گھورتے ہوئے کہا، جہاں ٹائی ٹے نک کی آبی قبر موجود تھی۔

............☆☆☆............

پانچ گھنٹے بعد ہیلی کاپٹر ڈراٹ ماؤتھ کے نواحی علاقے پر پرواز کر رہا تھا۔ ''حضرات...... ہم

تقریباً اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔'' کینڈرک نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا۔ ''اور میرا خیال ہے، ہم سب کے لیے بہت بڑی خوشی ہے۔''

اس نے ہیلی کاپٹر کو قوسی شکل میں ہیلی فیکس کی بندرگاہ کی طرف موڑا۔ ہم رخصت ہوتے ہوئے بحری جہاز البرٹا کے اوپر سے گزرے تو جہاز نے تین بار ہوٹر بجا کر ہمیں خدا حافظ کہا۔

''تیار ہو جائیں۔ دو منٹ بعد ہم اترنے والے ہیں۔''

میں نے کینڈرک کے کندھوں کے اوپر سے ہیلی پیڈ کو دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن ساحل کے قریب عمارتوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ اسی لمحے کینڈرک نے بے حد چڑچڑے پن سے سرعت پا پر ہاتھ مارا۔ اس کے غیر معمولی انداز پن نے مجھے چونکا دیا۔

''یہ کون سا وقت ہے گڑبڑ کا۔'' وہ غرایا۔

اس لمحے مجھے ایک ترش و تیز بو کی موجودگی کا احساس ہوا۔

برک کو بھی شاید بدبو آ گئی تھی۔ ''یہ کیسی بدبو......''

اچانک انسٹرومینٹ پینل کے نیچے سے دھواں اٹھنے لگا۔ کینڈرک کے منہ سے گالی نکلی اور وہ اپنی سیٹ بیلٹ کو ٹٹولنے لگا۔ ''جلدی کرو۔'' اس نے آگ بجھانے والے آلے کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ مجھے دو۔''

میں نے آلے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کی طرف بڑھایا۔ اسی وقت انسٹرومینٹس سے نیلے رنگ کے شعلے نکلنے لگے۔

پھر ایک دھماکہ ہوا۔ جیسے گیس کے سینکڑوں برنر دہک اٹھے ہوں۔ اور کاک پٹ میں گاڑھا سیاہ دھواں بھر گیا۔ میرے اردگرد ہاتھ اور بازو لہرا رہے تھے۔ دل دوز چیخیں...... دہکتے چہرے...... بالوں سے اٹھتے ہوئے شعلے...... جلتے ہوئے پلاسٹک اور بھنتے ہوئے گوشت کی بو......!

آگ میری طرف بڑھ رہی تھی۔ میرے ہاتھ میں لائف جیکٹ تھی۔ دروازے کا گرم ہینڈل میرے ہاتھ سے چپک رہا تھا۔ پھر میں گر رہا تھا۔ جلتے ہوئے لوہے کے ٹکڑے میرے پیچھے تھے۔ نیلا رنگ میری طرف جھپٹ رہا تھا۔ ٹھنڈا یخ بستہ پانی میرے پھیپھڑوں میں بھر رہا تھا۔

پھر اس کے بعد کچھ نہیں رہا...... کچھ بھی نہیں!

............☆☆☆............

سفیدی ہی سفیدی! آنکھیں کھلیں تو مجھے ہر طرف سفیدی ہی سفیدی نظر آئی۔ میرا دل

بیٹھ گیا...... خدایا...... کیا میں اندھا ہو گیا ہوں؟ میں نے سر نیچے کیا۔ اب بھی ہر طرف سفید تھی۔ میرا پورا جسم سفید چادر میں لپٹا بستر پر پڑا تھا۔ دونوں بازوؤں پر سفید پٹیاں بندھی تھیں ٹانگیں بہت بھاری لگ رہی تھیں۔ لگتا تھا۔ پلاسٹر چڑھا ہوا ہے۔ میں نے پاؤں ہلا۔ چاہے۔ مگر ناکام رہا۔

''نرس۔'' میں نے چیخ کر پکارا۔ ''نرس!''

سفید دروازہ کھلا اور ایک نسوانی چہرہ نظر آیا۔ فوراً ہی وہ غائب بھی ہو گیا۔ مگر چند لمحے ! دوبارہ نمودار ہوا۔ اس بار اس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ ''مسٹر پال، میں ڈاکٹر ڈیل ہوں۔ نے کہا۔'' مجھے خوشی ہے کہ بالآخر آپ کو ہوش آ گیا۔ اور کم از کم یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کا بہت اچھی طرح کام کر رہا ہے۔'' ڈاکٹر نے دیکھا کہ میں کمرے کا جائزہ لے رہا ہوں، تو ا نے کہا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کہاں ہیں۔ میں بتاتا ہوں۔ یہ فلیکس کے وکٹوریہ جنرل ہاسپٹل کا برن یونٹ ہے۔'' وہ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ ''اور آپ یہا نو دن سے ہیں۔''

میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ زندہ ہیں۔'' ڈاکٹر ڈیل نے کہا۔ ''سچ تو یہ ہے کہ میرے پیشہ ساتھی اب بھی شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے خیال میں آپ کا زندہ بچنا ممکن نہیں تھا۔ آپ ٹانگوں، بازوؤں، کندھوں اور سینوں پر دوسرے درجے کی سوختگی ہے۔ پھر آپ تقریباً منجمد میں گرے اور ڈوبنے سے بہ مشکل بچے۔ آپ کو جس جہاز نے سمندر سے اٹھایا، اس پر بہت ا ڈاکٹر موجود تھے۔ ورنہ آپ صرف پوسٹ مارٹم کے ہی قابل رہ جاتے۔''

''میری بیوی؟'' میں نے کہا۔ ''آپ نے اسے اطلاع کر دی؟''

''جی ہاں۔ وہ باہر ہیں...... آپ سے ملنے کے موقع کی منتظر۔'' نرس نے جواب دیا۔

چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور جین اندر آئی۔ اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو رہی تھی سرخ اور متورم...... اور وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ اب تمہارا کیا حال ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''سن ہو رہا ہوں ہر طرف سے تم اپنی سناؤ۔''

اس نے مسکرانے کی کوشش کی اور رومال سے آنکھیں خشک کرنے لگی۔ ''میں نے نے عہد کیا تھا کہ میں نہیں روؤں گی۔''

میں نے میز پر رکھے ٹشو پیپر کی طرف اشارہ کیا۔ ''اچھا...... ناک تو چھنک لو۔''

اس نے ٹشو پیپر لیا اور چہرہ صاف کرنے لگی۔ ''تم مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہو گے۔ ہے نا؟ لیکن ابھی تک میں نے خود کو بہت کامیابی سے سنبھالے رکھا تھا۔''

''میں ٹھیک ہو جانے کے بعد بتا سکوں گا کہ میں تمہیں کیا سمجھتا ہوں۔''

اس نے ٹشو پیپر کو ڈسٹ بین میں پھینکا۔ ''تم ہمیشہ سے ایسے ہی ہو۔''

میں نے ایک طرف رکھے گل دستوں کو دیکھا۔ ''یہ پھول کس نے بھیجے ہیں؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور دوسرے گل دستے کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ تمہاری طرف سے تو نہیں؟''

''نہیں۔'' جین نے گل دستے سے منسلک کارڈ نکالا۔ ''نیک تمناؤں کے ساتھ...... ولیم رائیکر۔''

میں نے قہقہہ لگایا۔ لیکن میری آواز میں لرزش تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ خیال آیا۔ ''کینڈرک اور برک کا کیا ہوا؟''

وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ ''کینڈرک مر چکا ہے نارمن۔''

میرے حلق میں جیسے کچھ پھنسنے لگا۔ ''اور برک؟''

''وہ انتہائی نگہ داشت کے یونٹ میں ہے۔ وہ بہت بری طرح جلا ہے۔ وہ...... وہ...... انھیں اس کی...... اس کی دونوں ٹانگیں کٹ چکی ہیں۔ اور اس کا سیدھا ہاتھ بھی۔''

میرے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔ میرے دانت بجنے لگے۔ ''ڈاکٹر آج کل بہت باکمال ہو گئے ہیں۔ وہ اسے نلیوں کے ذریعے کھلائیں گے اور مشین کی مدد سے فضلہ کھینچ لیں گے اور وہ برسوں جی سکے گا۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''بعد میں نارمن۔ پہلے ذرا جان تو پکڑ لو۔''

''پولیس کو ہیلی کوپٹر کے بچے ہوئے ٹکڑے بھی ملے؟''

''ہاں، شاید ملے تو ہیں۔ آج یہاں اک کیپٹن لنکن مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ تمہیں جلد از جلد کریش کی تحقیقاتی کاروائی میں شرکت کے لیے بلانا چاہتا ہے۔''

تحقیقاتی کاروائی! میرے گلے میں کچھ پھنسنے لگا۔ مجھے کچھ یاد آنے لگا۔ لیکن فوراً ہی میں نے سوچا...... اس بار معاملہ مختلف ہے۔ اس بار میں ان کا ہدف نہیں ہوں گا۔

جین نے جیسے میرا ذہن پڑھ لیا۔ ''کیپٹن لنکن نے مجھے اطمینان دلایا ہے کہ تمہیں کم سے کم زحمت دی جائے گی۔''

"میں تو بس اچھی امید ہی کر سکتا ہوں۔ دراصل اس معاملے میں پریس کی دل چسپی تو بہ
بڑھی ہوئی ہوگی۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ جین میرا سر سہلا رہی تھی۔

"جین...... تمہارے ذہن پر کوئی بوجھ ہے نا؟" میں نے کہا۔ "چلو، اتار دو۔ ورنہ مجھے قیا
سے کام لینا پڑے گا۔"

"ارے نارمن، ایسی کوئی بات......"

"تم میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد کی منصوبہ بندی کر رہی ہو۔ اگر تمہاری مرض
چلی تو مجھے ٹائی ٹے نک کی اسٹوری سے ہاتھ اٹھانا ہوگا اور ہم سمندر کے کنارے کوئی کاٹیج لے کر
وہاں رہنے لگیں گے اور ۹۵ سال کی عمر تک عورتوں کے لکھے ہوئے رومانی ناولوں پر ہماری گزر بسر
ہوگی۔"

جین ہنسنے لگی۔ لیکن اس ہنسی میں بھی شکایت تھی۔ "تم اور طرح کے ناول نویس ہونا، اس
لیے۔" اس نے کھسیا کر کہا۔ "محبت کو تم کہاں سمجھ سکتے ہو۔"

"چلو تم سے سیکھ لوں گا۔"

"دیکھو نارمن، بات تو ہمیں کرنی ہے۔ لیکن یہاں نہیں۔ مناسب وقت پر مناسب مقا
پر۔ جہاں میں اپنے بال بھی نوچ سکوں، چلا بھی سکوں اور برتن بھی توڑ سکوں۔ کیونکہ یہ سب کچھ کر
کے بھی شاید میں تمہیں قائل نہیں کر سکوں گی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "چلو اب کچھ دیر سو لو۔"

☆☆☆

اوناوا (یو پی آئی) آج ہیلی فیکس ایر چارٹر کمپنی کے ہیلی کاپٹر کی تباہی کے کیس میں مز
سماعت ہوئی۔ یاد رہے کہ مذکورہ ہیلی کاپٹر ایک صحافتی مشن پر ولیم رائیکر کے تحقیقاتی شپ
سیوناروا لا پر نارمن پال اور برک شیفیلڈ کو لے کر گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر یہ حادثہ پیش آیا۔
پائلٹ تو ختم ہوگیا۔ نارمن پال اور برک شیفیلڈ بری طرح جل گئے تھے۔ تفتیشی افسر گلین لنکن
کہنا ہے کہ اب تک کی تفتیش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ کوئی حادثہ تھا
کوئی تخریبی کارروائی۔

پال نے تفتیشی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ آگ بالکل اچانک شروع ہوئی
تھی اور اس نے محض چند لمحوں میں پورے کاک پٹ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور آگ بہت
خوفناک تھی۔ انھوں نے کہا کہ کینڈرک کی پوزیشن ایسی تھی کہ وہ نہ بچ سکا۔ کینڈرک اور برک

شیفیلڈ اگلی نشستوں پر تھے۔ جبکہ خود نارمن پال پچھلی سیٹ پر تھا۔ آگ انسٹرومینٹ پینل سے
شروع ہوئی تھی، اس لیے اگلی سیٹ پر بیٹھے افراد پہلے اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ انھیں کچھ کرنے کی
مہلت بھی نہیں ملی۔

پولیس کو ہیلی کاپٹر کے کچھ ٹکڑے جائے حادثہ سے ضرور ملے۔ لیکن ایسی کوئی چیز نہیں ملی،
جس سے دھماکے کے سبب کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا۔

بیل کارپوریشن کے نمائندے سائمن ہیری مین نے شہادت دی کہ ہیلی کاپٹر کے ڈیزائن
میں ایسی کوئی خرابی نہیں ہے، جس کی وجہ سے آگ لگ سکے...... ویسی آگ جیسی مسٹر نارمن پال
نے بیان کی ہے۔ "فیول کے پائپ اور برقی سرکٹ کو حواجز کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔"
ہیری مین نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسٹر پال نے جو آگ کا نقشہ کھینچا ہے اور جو دھماکہ
بیان کیا ہے، وہ حادثاتی طور پر کس طرح ممکن ہے......"

بہرحال پولیس کو ابھی تک سبوتاژ کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔ تفتیشی افسر لنکن کا کہنا ہے کہ
حقائق کی کمی کی وجہ سے تفتیش کی گاڑی ایک اندھی گلی میں آ کر پھنس گئی ہے۔

مرنے والے پائلٹ رالف کینڈرک نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ برک
شیفیلڈ وکٹوریہ جنرل ہاسپٹل میں انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں زیر علاج ہے۔

☆☆☆

میں نے اگلے دو ماہ ہیلی فیکس میں اپنی ٹوٹی پھوٹی زندگی کو ٹانکے لگا کر جوڑتے ہوئے
گزارے۔

ڈاکٹر ڈیل کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں مارچ کے اوائل ہی میں میں بستر پر اٹھ بیٹھنے کے
قابل ہوگیا۔ اگلے دو ہفتوں میں مجھے پٹیوں سے نجات مل گئی۔ تمام نرسیں اور ڈاکٹر ہر وقت مجھے
یاد دلاتے رہتے تھے کہ میں بے حد خوش قسمت ہوں۔ نہ صرف اس حادثے سے میں زندہ بچ
گیا۔ بلکہ میرا چہرہ بھی جلنے سے پوری طرح محفوظ رہا۔

میرے جسم کے تمام بال جل چکے تھے۔ ٹھیک ہونے کے بعد میری جلد گلابی اور چمک دار ہو
گئی تھی۔ میں نے اپنے جسم کے عضلات کو حرکت دینے کی کوشش کی۔ مگر وہ جیلی کے بنے ہوئے
لگ رہے تھے۔

مزید ہفتے گزرے تو میں نارمل انداز میں چلنے لگا۔ مگر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا
تھا۔ ٹائی ٹے نک کی اسٹوری کا وقت نکلا جا رہا تھا۔

۱۵ مارچ کو میں نے اپنی انا کو ایک طرف رکھا اور جیفری پر وکٹر کو فون کیا۔ آخر میں ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو گیا۔ کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر نہیں۔ یہاں دینے والا میں تھا اور لینے والا وہ۔ مجھے مضمون ایک ہفتے میں مکمل کرنا تھا۔ اور وہ مضمون تیز ٹیمپو کا نام نہاد مضمون ہوتا...... لفاظی سے بھرا ہوا۔ اس کے بدلے میں جیفری اس بات پر رضامند ہو گیا کہ وہ ورلڈ میگزین میں اعلان کرے گا کہ یہ مضمون اس سیریز کا پہلا حصہ ہے، جو ورلڈ میں چھپے گی۔

جین اس دوران پیرس اور اسپتال کے درمیان شٹل بنی رہی۔ وہ بیک گراؤنڈ نوٹس لا رہی تھی۔ کاغذات اس طرح جمع ہوئے کہ میرا بیڈ چھپ گیا۔ میں نے اپنا پورٹیبل ٹائپ رائٹر اپنی گود میں رکھا اور دو دن تک ٹائپ کرتا رہا۔ دوسری کتابوں سے اخذ کی گئی ٹائی ٹے نک کے غرق ہونے کی منظر کشی، ایوا اور ولیم رائیکر سے میری ملاقاتوں اور گفتگو کا گھٹا گھٹا سا احوال۔ میں نے کلائین کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ان کے متعلق جو کچھ میں جانتا تھا، اس میں نصف حقائق تھے اور نصف قیاسات۔ ماریانا کے ٹرپ کا احوال میں نے تفصیل کے ساتھ لکھا اور وہی اختتام...... قارئین کرام، اب اگلی قسط میں ملاقات ہو گی۔ اور یقین کریں کہ اگلی قسط سے مقابلہ کیا جائے تو جو کچھ آپ نے ابھی پڑھا، وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ اگلی سنسنی خیز قسط کا انتظار فرمائیے۔

میں نے ان صفحات کو لفافے میں ٹھونسا، لفافے کو بند کیا اور سپرد ڈاک کرنے کے لیے رات کی ڈیوٹی والی نرس کو دے دیا۔ پھر میں تکیے سے سر لٹکا کر ٹیبل لیمپ بجھایا اور کھڑکی کے شیشے کے اس پار رات کی نیلگوں روشنی میں آسمان سے گرتے برف کے گالوں کو دیکھنے لگا۔ اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا کہ خوب ہوں...... اتنی پیوں کہ مدہوش ہو جاؤں، سب کچھ بھول جاؤں۔

رات بھر میں اس اسٹوری کے بارے میں سوچتا رہا، جواب جیفری کی میز پر پہنچنے والی تھی۔ مجھے افسوس تھا۔ وہ نہایت گھٹیا کام تھا۔ حالانکہ میں اسے بہت اچھا بنا سکتا تھا۔ لیکن میں کیا کرتا۔ اسپتال میں قید ایک جلا ہوا مریض۔ میں تو بے بس تھا۔ اس لیے کہ خدا کی مرضی یہی......

مجھے سیو نارولا ہونے والی ولیم رائیکر کی ملاقات اور اس کی دھمکی یاد آئی۔ پھر یہ افواہیں کہ ہیلی کاپٹر کی آگ حادثہ نہیں تھی۔ بلکہ تخریبی کارروائی تھی۔ اس خیال سے میری طبیعت بگڑنے لگی اور مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

صبح ہوتے ہوتے میں اپنے اگلے آرٹیکل کے سلسلے میں اپنا جنگی منصوبہ ترتیب دے چکا تھا۔ مجھے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں، جو سیو نارولا پر برک کا پیچھا کرتا رہا تھا۔ پھر مجھے ایوا سے دوبارہ بات کرنی تھی اور آسٹریلوی پولیس کو میک فارلینڈ کے قتل کے سلسلے میں

ھنجوڑنا تھا۔ اس کے علاوہ ٹائی ٹے نک سے بچ نکلنے والے ان افراد سے انٹرویو کرتے تھے، جو ہاز پر مسٹر رائیکر اور ایوا کے اور مارتھا اور البرٹ کلائین کے پڑوسی تھے۔

یہ کوئی چھوٹی فہرست نہیں تھی۔ اور بنیادی مسئلہ تھا اسپتال سے نکلنے کا۔ اسپتال سے نکلنے کے بعد میں ایک بار پھر بہت سے لوگوں کے دلوں میں چبھنے والی پھانس بن جاتا۔ یہ خیال میرے لیے بے حد خوش کن تھا۔

............☆☆☆............

وکٹوریہ جنرل ہاسپٹل میں میرے آخری ایام بہت تکلیف دہ تھے۔ مجھے یہ احساس ہر وقت ستاتا تھا کہ میں یہاں قید کر دیا گیا ہوں۔ ڈاکٹر ڈیل اور اس کے ساتھی مجھے کبھی ختم نہ ہونے والی ورزشوں میں الجھائے رکھتے تھے۔

شام کے وقت ملنے والے آتے۔ ان میں زیادہ تر خوش گوار تھے۔ کچھ بے زار کن تھے اور بہت کم ایسے تھے، جو تکلیف دہ تھے۔ جیفری میرے لیے ورلڈ میگزین کے اس شمارے کی کاپیاں لے کر آیا، جس میں میری اسٹوری کی پہلی قسط چھپی تھی۔

''یہ تو شاہ کار ہے نارمن۔'' اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ ''ایڈیٹوریل بورڈ کہانی کی دوسری قسط کا بے چینی سے منتظر ہے۔ اور یہی حال قارئین کا ہے۔ شاباش نارمن، ایسے ہی کام کرتے رہو۔''

ہونولولو سے میرے والدین آئے۔ ان کے دو دن بعد رون آیا۔ حیرت انگیز طور پر میری پہلی بیوی بھی میری مزاج پرسی کے لیے آئی۔ وہ مجھے دیکھ کر رونے لگی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا...... اپنا خیال رکھنا...... اور پھر بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ میں بھی جذباتی ہو گیا تھا۔

جس دن مجھے اسپتال سے چھٹی ملنی تھی، اس سے پچھلی رات کو میں برک سے ملنے گیا۔ میں لنگڑا رہا تھا۔ اور برک نے خود مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ بہر حال میں نے سوچ لیا تھا کہ حادثے کے بارے میں بات بالکل نہیں کروں گا۔

بالآخر ۲۴ اپریل میں نے سیدھے ہاتھ میں چھڑی لی اور بائیں ہاتھ سے جین کا ہاتھ تھاما اور وہیل چیئر پر بیٹھ گیا۔ نرس رہوڈز وہیل چیئر کو دھکیلتی اس طرف چلی جہاں ہماری کار کھڑی تھی۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ خفیف سی لنگڑاہٹ کے ساتھ ہی سہی، مگر میں خود بھی چل سکتا تھا۔ لیکن اسپتالوں کے ضابطے بہر حال اتنے مقدس ہوتے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔

جین نے ۱۹۶۲ء کی اچھالا کرائے پر لی تھی۔ نرس نے سہارا دے کر مجھے وھیل چیئر سے اٹھایا۔ جین نے کار کا دروازہ کھولا۔ ''کوئی مسئلہ ہو مسٹر پال تو بلا جھجک مجھے بتا دیں۔'' نرس رھوڈز نے کہا۔

''میں تم سے رابطہ رکھوں گا۔'' میں نے کہا۔

اس کے بعد نرس کے اور جین کے درمیان الوداعی کلمات کا تبادلہ ہوا اور پھر ہم روانہ ہو گئے۔

جین نے ہیٹر آن کیا اور میری طرف متوجہ ہوئی۔ باہر آ کر کیسا لگ رہا ہے؟''

''بہت اچھا...... جیسے دوسری زندگی ملی ہے۔ اور دنیا سے لڑنے کی طاقت بھی ہے۔''

''اب لڑنے کی باتیں مت کرو۔''

''یہ بتاؤ۔ تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟''

''ایک جگہ جو میں نے چند روز پہلے دریافت کی تھی۔''

جین تفصیل بتانے پر آمادہ نہیں تھی۔ بہرحال چیشا ایونیو سے اس نے گاڑی بائیں جانب موڑی۔ ہم ایک خوب صورت پبلک پارک کے سامنے سے گزرے۔ ذرا دیر بعد جین نے بریک لگائی۔ گاڑی اینٹوں سے بنی ایک سائن پوسٹ کے سامنے رک گئی۔

میں نے کھڑکی کے شیشے کو اپنے کوٹ کی آستین سے رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔ پھر میں نے اس یادگاری لوح کا جائزہ لیا......

سٹی آف ہیلی فیکس

فیئر ویولان قبرستان

۱۸۹۳ء

''شفایابی کے بعد تم مجھے قبرستان لے آئی ہو۔ یہ تو کوئی اچھا مذاق نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''پلیز...... غصہ مت کرو۔'' جین نے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ قبرستان کے ڈرائیو وے میں پھسلن بہت تھی۔ ''بس تم بیٹھے دیکھتے رہو۔''

سڑک پر دو رویہ درخت تھے۔ درختوں کے عقب سے جا بجا جھانکتی ہوئی الواحِ مزار نظر آ رہی تھیں۔

جین نے گاڑی روکی۔ وہاں ایک لوح نظر آئی جس پر سیاہ حروف میں لکھا تھا...... ٹائی ٹنک!

''خدا کی پناہ...... یہ تم کس چکر میں پھنسا رہی ہو جین؟'' میں نے گھبرا کر کہا۔

جین نے دروازہ کھولا اور سہارا دے کر مجھے اتارا۔ ''تم میرے ساتھ آؤ تو۔'' وہ ہاتھ تھام کر مجھے ایک طرف لے چلی۔

قبرستان سنسان تھا۔ ہم اس سائن سے آگے بڑھے۔ وہ ڈھلوانی راستہ تھا۔ آگے کئی قبریں تھیں۔ جین ایک قبر کے سامنے رک گئی۔ اس نے قبر کے کتبے سے برف ہٹائی تو عبارت واضح ہو گئی......

ولیم ہنری ہیرلیسن کی یاد میں

جو این الزبتھ ہیرلیسن کا محبوب شوہر تھا

جس نے ۱۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو ٹائی ٹنک کی

غرقابی کے دوران موت کو گلے لگایا

زندگی نام موت ہی کا ہے

میرے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی۔ میں نے اپنے کوٹ کو اپنے جسم سے لپٹا لیا۔ مجھے اپنے وجود سے خوف کی بو آتی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ وہی بو تھی جو ابھی تھوڑے دن پہلے میں نے فرشِ سمندر پر پڑے ٹائی ٹنک کو دیکھ کر محسوس کی تھی...... اور جو بیس سال پہلے موآنا ہوٹل کے اس کمرے کی کوٹھری میں مجھے محسوس ہوئی تھی۔ میں ابھی تک اس بو سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا۔

''یہ کوئی دو سو کے قریب ہیں۔'' جین نے کہا۔ ''ٹائی ٹنک کی غرقابی کے دو ہفتے بعد ہیلی فیکس کے کیبل شپ میکے بینٹ نے یہ لاشیں نکالی تھیں۔ ان میں سے کچھ کی شناخت ہو گئی، جیسے یہ ہیرلیسن۔ لیکن بہت سوں کی شناخت نہیں ہو سکی۔'' اس نے گھوم کر بندرگاہ کی طرف دیکھا، جہاں ایک اکیلا ٹینکر کھڑا تھا۔ ''کیسی زبردست جگہ ہے یہ۔ ہے نا؟''

ہم بے چہرہ کتبوں کے درمیان گھومتے پھرے۔ یہ وہ گمنام لوگ تھے، جو ۱۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو ٹائی ٹنک کے ساتھ ڈوب کر ہلاک ہوئے تھے۔ مجھے وہاں چلتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا کہ ہمارے قدموں کی وجہ چالیس پچاس سال سے سونے والے ان مُردوں کی نیند خراب ہو رہی تھی۔ مجھے ان کی برہم سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔ میں جانتا تھا کہ میری یہ سوچ احمقانہ ہے۔ اس کے باوجود میں خود کو اس انداز میں سوچنے سے روک نہیں سکتا تھا۔

ہماری کار کے پیچھے ایک پلائی ماؤتھ سیڈان نمودار ہوئی اور رکی۔ اس میں سے ایک عورت اتری اور ہماری طرف چلنے لگی۔ تاہم وہ بہت قریب نہیں آئی۔ وہ کتبے پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔

قطاروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم اس عورت کے قریب ہوتے گئے۔ اس نے ابھی تک یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ ہماری موجودگی سے باخبر ہے۔

دوسری طرف سے گزرتی ہوئی ایک مال گاڑی کی سیٹی سنائی دی۔ لیکن اس عورت نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ اب وہ اپنی قطار پوری کر کے ہماری والی قطار میں داخل ہونے والی تھی۔

ٹرین گزری تو قبرستان کی زمین جیسے ہلنے لگی۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس عورت کا جائزہ لیا۔ اس کا چہرہ بہت بڑا تھا۔ عمر پچاس سے اوپر تھی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ زندگی اس پر مہربان رہی ہے۔ وہ ایسی عورت لگتی تھی، جو شکار کی مہمات میں بھی اپنے شوہر کا ساتھ دیتی رہی ہوگی۔

ٹرین نے ایک بار اور سیٹی بجائی۔ عورت اب ہماری قطار میں تھی اور ہماری طرف آ رہی تھی۔

''ہیلو۔'' میں نے کہا۔

''ہیلو۔'' اس نے سر اٹھا کر دیکھے بغیر کہا۔ ''تم لوگ یہاں آتے رہتے ہو؟''

''نہیں۔'' جین نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''ہم لوگ باہر سے آئے ہیں۔''

خوش قسمت ہو کہ یہاں رش نہیں ہے۔ ورنہ ٹائی ٹے نک کی غرقابی کے بعد یہ قبرستان سیاحوں کے لیے بہت پرکشش ہو گیا ہے۔ اور اب جبکہ وہ بے وقوف رائیکر گڑے مردے اکھاڑ رہا ہے تو اور مصیبت ہو گئی ہے۔ مقامی لوگ تو بےزار ہو چکے ہیں۔''

''لیکن وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے۔''

''ایسا بھی نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔''

وہ ہمیں ایک دور افتادہ گوشے میں لے گئی۔ یہ وہ جگہ تھی، جو منڈ سرا سٹریٹ سے ملحق تھی۔
جس قبر کے سامنے وہ رکی، اس کے کتبے کے نچلے حصے پر پیتل کی ایک چھوٹی سی پلیٹ لگی تھی۔

عورت نے کتبے کو اپنے اسکارف سے صاف کیا۔ میں اور جین جھکے......

جارجیا بیتھ نیرل

۱۸۸۰ء۔ ۱۹۱۲ء

یہ اس وفادار لڑکی کی قبر ہے، جس نے ۱۴ اپریل ۱۹۱۲ء کو ٹائی ٹے نک پر اپنے فرض سے کہیں بڑھ کر خدمات انجام دیں۔

ہدیۂ تشکر

از طرف

ولیم رائیکر

''اس تاریخ پر غور کیا آپ نے۔'' عورت بولی۔ ''یہ دوسروں سے ایک دن پہلے مری۔ جہاز تو پندرہ کی صبح ڈوبا تھا۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اس لڑکی نے ۱۴ تاریخ کو ایسا کیا کیا کہ ایسا اظہار تشکر کمایا......

میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ''آپ کون ہیں۔''

''میرا نام روتھ ماسٹرسن ہے۔'' اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں تیزی اور چوکنا پن تھا۔ ''جب آپ اسپتال سے نکلے تھے، تبھی سے میں آپ کا پیچھا کر رہی ہوں۔''

''میں......مجھے......''

''نہیں۔ ہم کبھی نہیں ملے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن آپ میرے شوہر کو کم از کم ان کے کام اور ساکھ کے حوالے سے جانتے ہیں۔'' اس نے جین کا بھی ہاتھ تھام لیا اور ہم دونوں کو کار کی طرف لے جانے لگی۔ ''میں کار میں بیٹھ کر آپ کو سمجھا دوں گی۔ میرے شوہر آپ سے بات کرنے کو بے تاب ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ زیادہ محفوظ تھا کہ آپ لوگوں کو میں لے کر آؤں۔''

''ہیرالڈ......''

''جی ہاں۔ ہیرالڈ ماسٹرسن۔ ان کے پاس گھر میں ایک فلم ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ وہ فلم دیکھ لیں۔ یہ ایک پرائیویٹ شو ہوگا۔''

............☆☆☆............

۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء

ہم نے روتھ ماسٹرسن کی یہ تجویز قبول کر لی کہ ہم اس کی پلائی ساؤتھ کے پیچھے پیچھے چلیں۔ وہ ہمیں اپنے اپارٹمنٹ لے جائے گی، جہاں اس کا شوہر، ولیم رائیکر کی ٹائی ٹے نک بازیابی مہم کا سابق انچارج ہیرالڈ ماسٹرسن ہمارا منتظر ہے۔

اس نے گاڑی روکی اور ہمارے گاڑی پارک کر کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ پھر وہ ہمیں لے کر عمارت میں داخل ہوئی۔ اندر کہیں پوری آواز میں، موسیقی کا کوئی ریکارڈ بج رہا تھا۔ ''یہ کالج کے لڑکے ہیں۔'' روتھ نے وضاحت کی۔ ''یہ لوگ بہت شور مچاتے ہیں۔ اب تو ہم اس کے عادی ہو گئے ہیں۔''

روتھ نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کسی نے بھنچی بھنچی آواز میں پوچھا۔ ''کون ہے؟''

''میں ہوں پیلیے۔'' روتھ نے کہا۔

اندر زنجیروں کے کھنکھنانے کی آواز سنائی دی۔ چند لمحوں کی کھڑ پڑ کے بعد دروازہ کھل گیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ مسز ماسٹرسن نے تعارف کرایا۔ میں نے ہیرالڈ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اسے بہت غور سے دیکھا۔

پچھلی بار میں نے ہیرالڈ ماسٹرسن کو ٹی وی پر دیکھا تھا۔ اس وقت اس کا رنگ گلابی تھا اور چہرے پر کامیابی کی چمک تھی۔ جب کے مقابلے میں اب وہ جیسے سکڑ گیا تھا۔ اس کی رنگت زرد تھی اور آنکھوں میں جیسی آسیب بس گئے تھے۔ اس کا انداز اس شخص کا سا تھا، جس کی نگاہ کمزور ہو اور وہ اپنا چشمہ کہیں بھول آیا ہو۔

''مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی...... آپ دونوں سے مل کر یہ ہیرالڈ نے پرجوش لہجے میں کہا۔ ''آئیے...... اندر آئیے۔''

ہم اندر چلے گئے۔

''تشریف رکھیے۔'' اس نے کاؤچ کی طرف اشارہ کیا۔

بھاری پردوں سے چھن کر آنے والی دھوپ کی وجہ سے اندر ایکوریم جیسا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے نیم تاریکی کہنا زیادہ مناسب ہے یا نیم روشنی۔ ماسٹرسن کھڑا اپنے دونوں ہاتھ مل رہا تھا۔

''آپ آرام سے بیٹھیں۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھیں۔ کچھ پئیں گے؟''

''نہیں۔ شکریہ۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر معذرت خواہانہ مسکراہٹ تھی، ''مجھے افسوس ہے مسٹر پال۔ لیکن میں اس معاملے میں بہت بے صبرا ہو رہا ہوں۔ جیسے ہی آپ وہ فلم دیکھیں گے تو اسی لمحے سے میری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں رہے گی۔ اس لیے میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ فلم دیکھنے کے بعد کم از کم پانچ دن تک آپ اس سلسلے میں زبان بند رکھیں گے۔''

''مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔'' میں نے کہا۔

''گڈ...... وری گڈ۔'' اس نے سکون کا سانس لیا۔ ''دیکھیں نا...... مجھے یہ ملک چھوڑنے کے لیے مہلت درکار ہوگی۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟''

''نہیں، میں نہیں سمجھ رہا ہوں۔ آئی ایم سوری۔''

''رائیکر کی وجہ سے...... وہ بہت بے رحم...... بے حد سفاک آدمی ہے۔ وہ...... وہ کچھ......''

اس نے اپنی آستین سے پسینے میں تر پیشانی کو صاف کیا۔ ''میرا خیال ہے، میں شروع سے بتاؤں۔'' اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ ''گزشتہ سال میں بروبیکر، ہچی سن اینڈ ایڈلر کے نیویارک آفس میں کام کر رہا تھا۔ ولیم رائیکر کمپنی کا سب سے بڑا اسٹاک ہولڈر تھا۔ اس نے نومبر میں مجھے پیش کش کی کہ میں اس کی ٹائی ٹے نک بازیابی کی مہم کی سربراہی قبول کرلوں۔ میرا عہدہ ایگزیکٹو ڈائریکٹر کا تھا۔ لیکن مائیک راجرز اور دوسرے تیکنیکی لڑکے مجھ پر حکم چلاتے تھے۔ بہر حال میری خدمات پبلک ریلیشنز کے سلسلے میں حاصل کی گئی تھیں۔ انا کے لحاظ سے وہ کوئی بڑی جاب نہیں تھی۔ لیکن مالی منفعت بہت بڑی تھی۔

''جب تک ماریانا اور نپ چون نے ٹائی ٹے نک کو تلاش نہیں کر لیا، تب تک ہم نے اخبار والوں کو اس مہم کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ پھر جب ٹائی ٹے نک مل گیا تو بعض نیٹ ورکس کو اور چند وائر سروسز کو نپے تلے انداز میں فیڈ کیا جانے لگا۔ اس وقت تک رائیکر نے ویریئر سے مجھ سے ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا۔

''پھر نپ چون نے ۲۱ جنوری کو وہ فلم دریافت کی۔ ہمارے اسٹاف میں ہر ایک کو علم تھا کہ یہ ایک بہت بڑی دریافت ہے۔ میں خود وہ فلم لے کر ڈی لکس لیب نیویارک گیا۔ لیب کے کارندوں نے نیگیٹیو کو بڑی نزاکت سے پروسس کیا اور بڑی احتیاط سے پرنٹ نکالے......''

''ایک منٹ۔'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''اس فلم کو کتنے لوگوں نے دیکھا؟''

''لیب میں؟ جہاں تک مجھے علم ہے، وہ صرف تین افراد تھے۔ ہم نے سیکورٹی کا بہت زیادہ خیال رکھا تھا...... میرے احکامات پر!'' وہ تلخی سے ہنسا۔ ''لیکن وہی میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی۔ رائیکر کو زیادہ لوگوں کو خراب نہیں کرنا پڑا۔ وہ محض چند ہی افراد تھے۔''

''پیسہ دے کر منہ بند کیے گئے ہوں گے؟''

''پیسہ یا دھمکی۔ وہ ایک ہاتھ میں ڈنڈا اور دوسرے ہاتھ میں گاجر رکھتا ہے۔ اب کسی کا بے شک گاجر کو دل نہ چاہ رہا ہو۔ لیکن ڈنڈے کے مقابلے میں تو وہ بہت اچھی لگتی ہے نا۔'' ہیرالڈ نے پہلو بدلا۔ ''بہر حال فلم دیکھنے کے بعد میں نے پریس کانفرنس کی۔ اس میں فلم کے متعلق بتایا اور دو دن میں پرنٹ فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی رات میں نے پرنٹ کی ایک کاپی ولیم رائیکر کو بھجوا دی۔''

ماسٹرسن کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ مچلی۔ ''چوبیس گھنٹے بعد مجھے ویریئر سے ٹرنک کا موصول ہوئی۔ رائیکر نے وہ فلم بھی دیکھ لی تھی اور میری پریس کانفرنس بھی۔'' اس نے قہقہہ لگایا ا چھت کو گھورنے لگا۔ ''میں اس کی آواز...... اس کے الفاظ اس وقت بھی سن سکتا ہوں۔ اس کہا...... تمہارا کام ختم ہوگیا ماسٹرسن۔ تمہاری تنخواہ تمہیں گھر بھجوادی جائے گی۔ تم فوری طور پر میر زندگی سے نکل جاؤ۔ اور اگر تم نے اس سلسلے میں کسی سے ایک لفظ بھی کہا تو یاد رکھنا، میں تمہیں کردوں گا۔''

''ممکن ہے، اس نے غصے میں کہا ہو۔'' جین نے خیال آرائی کی۔

''قتل کی دھمکی ولیم رائیکر کا اظہار نفرت کا اسٹائل ہے۔'' میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ہیرالڈ ماسٹرسن نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سامنے پھیلائے اور انہیں گھورنے لگا۔ ''بہر حا اس کال کے فوراً بعد میں وہاں سے نکل بھاگا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں نے کسی فرائنگ پی میں چھلانگ لگادی ہے۔ لیکن میں نے پرنٹ کی ایک کاپی نیویارک کے ایک پوسٹ بکس کے پر بھیج دی تھی۔ وہی میرا سب سے اچھا پتا تھی...... کیا پتا، وہ ترپ کا اکا ثابت ہو۔''

''اس فلم کی کتنی کاپیاں موجود ہیں؟''

''جہاں تک مجھے علم ہے، اس کی تین کاپیاں ہیں۔ ایک ولیم رائیکر کے پاس ہے اور ا میرے پاس ہیں۔ تینوں ۱۶ ایم ایم کے ری ڈکشن پرنٹس ہیں۔''

''اور نیگیٹیو؟''

ہیرالڈ ماسٹرسن نے اظہار بے بسی کے طور پر کندھے جھٹکے۔ ''وہ ضائع ہوگیا۔ ڈی لکر والوں نے بہت کوشش کی، بڑی احتیاط برتی۔ لیکن وہ پچاس سال پرانا سیلولائیڈ تھا۔ پرنٹ میں فل پھنسی اور اس کے چیتھڑے اڑ گئے۔'' اس نے کافی ٹیبل پر جھک کر نیچے سے فلم کا کین نکالا۔ ''ب رہا...... دنیا میں موجود تین پرنٹس میں سے ایک۔ بشرطیکہ رائیکر نے اپنا پرنٹ ضائع نہ کیا ہو۔''

''وہ محفوظ ہوگا۔ ولیم رائیکر بھی کوئی چیز ضائع نہیں کرتا۔'' میں نے پورے یقین سے کہا۔ کیونکہ مجھ پر یہ بات ثابت ہوچکی تھی۔

ہیرالڈ نے وہ کین میری طرف بڑھایا۔ ''یہ میں آپ کو دے رہا ہوں۔ یہ ایک طرح انشورنس ہے۔'' پھر اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔ ''پروجیکٹر بیڈروم میں ہے۔''

ہم بیڈروم میں چلے گئے۔ روتھ نے پردے کھینچ دیے۔ بھری دوپہر میں کمرے میں اندھیر ہوگیا۔ کچھ اس میں دخل عشق پیچاں کی بیل کا بھی تھا، جو کھڑکیوں سے لپٹی ہوئی تھی۔ روتھ اور جین

بیڈ پر بیٹھ گئیں۔ ہیرالڈ پروجیکٹر میں الجھا ہوا تھا۔ سامنے اسکرین تھی۔

''میں تمہاری کچھ مدد کروں؟'' میں نے ہیرالڈ سے پوچھا۔

''نہیں۔ فلم رول ہو رہی ہے۔''

اس نے لیمپ آن کیا۔ اسکرین پر دھندلا سا ۹ نمبر نظر آیا۔ اس کے بعد نسبتاً صاف ۸ نمبر اور پھر ۷ نمبر نظر آیا۔ ہیرالڈ امیج فوکس کر رہا تھا...... ۶ نمبر، پھر ۵، پھر ۴، ۳، ۲ اور ۱۔

اسکرین پر ایک بلیک اینڈ وائٹ منظر ابھرا۔ وہ انگلینڈ کا کوئی مضافاتی علاقہ تھا اور چلتی ہوئی کسی گاڑی سے فلم بنائی جارہی تھی۔ کھڑکی کی ایک چوبی چوکھٹ فریم میں بار بار اوپر نیچے ہو رہی تھی۔ وہ شاید کوئی ریل تھی۔

''یہ بوٹ ٹرین ہے۔'' ہیرالڈ نے کہا۔ ''یہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۲ء کو لندن سے ساؤتھمپٹن کی گودی کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ٹائی ٹے نک پر سفر کرنے والوں کی کریم اس ٹرین پر سوار تھی۔ یہ کیمرا جس کے بھی ہاتھ میں ہوگا، وہ یقیناً کوئی دولت مند آدمی ہوگا۔''

سین کٹ ہوا اور ٹرین کی کھڑکی سے ریل کی متعدد پٹریاں نظر آنے لگیں۔

''یہ ساؤتھمپٹن کا ٹرمینس اسٹیشن ہے۔''

ادھر ادھر شیڈ، گودام اور کرینیں نظر آرہی تھیں۔ ٹرین رک گئی۔ کیمرے نے گودی کے پیچھے تین چمنیوں کو دکھایا، جن سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ پھر کیمرے نے کٹ کر کے جہاز کو دکھایا، پھر اوپر کی طرف حرکت کرتے ہوئے جہاز کے مستک تک پہنچا، جہاں بڑے حروف میں ٹائی ٹے نک لکھا تھا۔

بیڈروم میں پروجیکٹر کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔

کیمرے نے دائیں جانب پین کرتے ہوئے پورے جہاز پر موو کیا اور بالآخر گینگ پلینکس پر ٹھہر گیا۔

اس دراز قد سیاہ بالوں والی عورت کی عمر کوئی ۳۵ کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کے چہرے کے نقوش بہت خوب صورت تھے۔ اس نے ایک چھوٹی بچی کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور وہ دونوں گینگ پلینک کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ عورت نے پرانے زمانے کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے سر پر بہت قیمتی ہیٹ تھا۔

بچی نے مڑ کر کیمرے کی طرف دیکھا اور ہنس کر ہاتھ لہرانے لگی۔

سین کٹ ہوا۔ اب اسکرین پر ٹائی ٹے نک کا بوٹ ڈیک نظر آرہا تھا۔ پھر کیمرے نے

نیچے گودی کا منظر دکھایا۔لوگ بڑے جوش سے الوداعی انداز میں ہاتھ، اپنی ٹوپیاں اور اسکارف لہرا رہے تھے۔

''جہاز روانہ ہو رہا ہے۔'' ہیرالڈ ماسٹرسن نے کہا۔

کیمرا اب ساؤتھمپٹن کے متحرک مناظر دکھا رہا تھا۔پھر وہ کٹ کر کے دوبارہ بوٹ ڈیک پر آ گیا۔لائف بوٹس پر چمنیوں کے سائے پڑ رہے تھے۔ایک بہت خوب صورت، تیز طرار اور شوخ وشنگ لڑکی جس کی عمر ۱۸ اور ۲۲ کے درمیان ہوگی، ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑی افق کو دیکھ رہی تھی۔اس کے سر پر ٹوپی اور جسم پر ایک بھاری کوٹ تھا۔

کیمرا پھر چھوٹی لڑکی پر آیا جو قریب ہی کھڑی تھی۔یہ وہی بچی تھی، جسے ہم پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔اب اس کے جسم پر شال لپٹی ہوئی تھی۔

فریم میں ایک جانب سے وہ پُرکشش عورت پھر داخل ہوئی۔اس نے جھک کر ننھی لڑکی کے کوٹ کے کالر کو کھڑا کیا۔پھر اس نے سر اٹھایا اور کیمرامین کو دیکھا۔اس سے عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی، جیسے وہ کیمرامین کو کوئی خفیہ پیغام دے رہی ہو۔پھر اس نے چھوٹی لڑکی کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر ریلنگ کے پاس کھڑی جوان لڑکی کی طرف بڑھی۔وہ تینوں ساتھ کھڑی ہوئیں۔ان کا انداز تصویر بنانے والوں کا سا تھا۔ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ ہلا رہی تھیں۔

اب وہ تینوں چل رہی تھیں اور اوپر نیچے ہوتا کیمرا بھی ان کے ساتھ ہی حرکت کر رہا تھا۔اس حرکت کی غیر ہمواری کا سبب یہ تھا کہ کیمرا جس کے ہاتھ میں تھا، وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔جوان لڑکی پُرکشش عورت اور بچی کے آگے چل رہی تھی۔اس کے انداز میں اتراہٹ تھی۔پھر چلتے چلتے جوان لڑکی نے قریب سے گزرنے والے ایک شخص کو روکا اور کیمرے کی طرف اشارہ کیا۔وہ یقیناً اس سے کیمرا لے کر فلم بنانے کی فرمائش کر رہی تھی۔تاکہ کیمرامین بھی فلم میں آ سکے۔

سین کٹ ہوا۔اب ریلنگ کے پاس چار افراد کھڑے تھے۔

انتہائی بائیں جانب سیاہ بالوں والی پُرکشش عورت تھی۔اس کے برابر جوان اور خوب صورت لڑکی تھی۔جس نے اپنی ٹوپی اتار لی تھی اور اس کے شہد رنگ بال کھل گئے تھے اور وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔اس کے برابر چھوٹی بچی تھی۔چھوٹی بچی کسی کے کندھوں پر چڑھی ہوئی تھی۔ وہ پچیس چھبیس سال کا ایک جوان آدمی تھا، جس کے جبڑے بھاری اور دانت بے حد سفید اور چمک دار تھے۔اس کے بال یا تو گہرے سنہرے تھے یا پھر سرخ تھے۔اس کی آنکھوں میں زند

دلی تھی۔وہ اپنے کندھے پر سوار بچی کی پنڈلیاں سہلاتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔لفظ سنائی نہیں دے رہے تھے، مفہوم بھی نہیں معلوم تھا۔مگر یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ کیمرے کے ذریعے فلم دیکھنے والوں تک کوئی بے آواز پیغام پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ چاروں چند لمحے اسی طرح نظر آتے رہے۔پھر اچانک اسکرین سے معدوم ہو گئے۔کلک کی آواز سنائی دی اور اسکرین تاریک ہو گئی۔

''بس......اتنا ہی ہے۔'' ہیرالڈ ماسٹرسن نے کہا۔

میں نے لپک کر مشین کو ریورس میں چلایا۔آخری سین دوبارہ نظر آیا۔میں نے ایک بٹن دبایا اور اسکرین پر وہ منظر ساکت ہو گیا۔''جین۔'' میں نے اپنے لہجے میں ہیجان کو دبانے کی کوشش کی۔''کچھ سمجھ میں بھی آیا؟''

اس کے انداز میں بے یقینی تھی۔''یہ تمہارا شو ہے نارمن۔میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں اسکرین کی طرف بڑھا۔''اب ہم اس پُرکشش عورت سے شروع کرتے ہیں۔یہ میرے خیال میں کلارا ہے......رائیکر کی بیوی۔اور یہ بچی ایوا ہے۔ایوا رائیکر! اس کی داہنی آنکھ کے اوپر اگرچہ گھاؤ کا نشان نہیں ہے۔مگر میں یقینی طور پر اسے پہچان رہا ہوں۔ یہ ایوا ہی ہے۔'' یہ کہہ کر میں جین کی طرف مڑا۔''اب رہ گئے یہ دونوں۔یہ بڑا چیلنج ہے۔پہچان سکتی ہو انھیں؟

''کیا بیس سوالوں میں بوجھنا ہوگا؟''

''میں تمہیں ایک اشارہ دیتا ہوں۔یہ جوڑی شادی کے کیک پر خوب سجے گی۔''

جین کی آنکھیں چمکنے لگیں۔''قائما ہیلیے؟''

''ہاں۔'' میں نے ۵۰ سال پرانے ان چہروں کو دیکھا۔''ان کے پڑوسیوں نے مبالغے سے ہرگز کام نہیں لیا تھا۔البرٹ اور مارتھا کلائین کی جوڑی واقعی بہت خوب صورت تھی۔''

☆☆☆

۳۰ اپریل ۱۹۶۲ء

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟'' ٹام بریمل نے پوچھا۔

میں نے پروجیکٹر کا سوئچ آف کیا۔اس کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے آفس کی دیوار پر نظر آتے والی تصویریں معدوم ہو گئیں۔''مائما ہنسیلے نے جوان کا حلیہ بیان کیا تھا، وہ اس پر پورے اترتے ہیں۔اور ماسٹرسن کا کہنا ہے کہ یہ فلم ٹائی ٹینک کے بی ڈیک سے ملی ہے۔مارتھا اور البرٹ

کلائین کا کیبن اسی علاقے میں تھا۔ اگرچہ میں یہ بات ثابت نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ایوا اور ولیم رائیکر انہیں شناخت کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم ماسٹرسن کو سچا تسلیم کر لیں...... میں تو اس کی بات پر یقین کرتا ہوں...... تو ولیم رائیکر یہ فلم کسی کو دکھانا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کی خاطر وہ کسی کو بھی قتل کر سکتا ہے۔"

"تم تو اندھا دھند بھاگ رہے ہو نارمن......"

"میں نے ابھی سب سے اہم بات نہیں کی ہے۔ ضرورت پڑی تو میں حلفیہ گواہی دوں گا کہ فلم والی لڑکی وہی مارتھا کلائین ہے، جس سے میں ہونولولو میں ملا تھا۔"

"یہ بیس سال پرانی بات ہے۔" ٹام بریمل اپنے ہاتھوں کو یوں دیکھ رہا تھا، جیسے وہاں کوئی فلم چل رہی ہو۔ "نارمن...... مجھے تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ہم پوری طرح صرف تمہاری یادداشت پر انحصار کر رہے ہیں۔

"تم زیادتی کر رہے ہو ٹام۔ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو۔" میں جھنجھلا گیا۔

"سوری نارمن، میں صرف حقائق کی جستجو کر رہا ہوں۔ اور حقائق بہت...... بہت ہی کم ہیں۔"

"دیکھو...... مارتھا اور البرٹ کلائین کے پاس ٹائی ٹے نک پر پاسپورٹ بھی رہے ہوں گے۔ پاسپورٹ سے ہمیں ان کی تصویریں مل سکتی ہیں۔"

"کیا پتا، وہ جہاز کے ساتھ غرق ہو گئے ہوں۔"

"پھر بھی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے پاس ان کا ریکارڈ تو ہوگا۔"

ٹام بریمل چند لمحے اپنی ٹھوڑی کھجاتا رہا۔ "ممکن ہے۔ ویسے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ انھوں نے اتنی پرانی فوٹو فائلیں سنبھال کر رکھی ہوں گی۔ لیکن بہرحال یہ کوشش کی جانی چاہیے۔ اس میں کامیابی کا امکان ہے۔" وہ اپنے میمو پیڈ پر کچھ لکھنے لگا۔ "اور اس دوران ہم جہاز کی غرقابی پر جو تحقیقات برطانیہ نے کی تھیں، ان کی فائلوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بورڈ آف ٹریڈ کے ریکارڈز بھی چیک کریں گے۔ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔"

مجھے ایک دم سے ایک خیال آیا۔ "ٹام ہم نے ایک یقینی جواب کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ اور وہ ہے رائما ہنسیلے۔ میں فلم کے اس پرنٹ سے بڑے بڑے فوٹو ڈیولپ کرا سکتا ہوں۔ مائما اور اس کا شوہر ہی تو دو ایسے زندہ افراد ہیں، جو مارتھا اور البرٹ کو یقینی طور پر پہچان سکتے ہیں۔"

"یہ اتنا سادہ اور آسان بھی نہیں۔" ٹام بولا۔ "فلم بہت بوسیدہ اور خستہ حال ہے۔ اس سے پرنٹ بنائے جائیں گے تو وہ زیادہ واضح نہیں، بلکہ زیادہ غیر واضح نظر آئیں گے۔" ٹام نے دیا

سلائی جلائی اور اس کی مدد سے اپنا پائپ سلگانے لگا۔ "اچھا، یہ تو بتا دو، مجھ سے دوسرا کام کیا ہے نہیں؟"

"کیا پتا، اس کی ضرورت ہی نہ پڑے۔"

"تمہارے چہرے سے تو کچھ اور ہی لگ رہا ہے، نارمن۔"

"بتاتا ہوں ٹام۔ بہت آسان سا کام ہے۔"

تمہارا ہر کام ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم نے آج تک مجھ سے کبھی کسی مشکل کام کے لیے کہا ہی نہیں۔"

............☆☆☆............

"نہیں...... نہیں بھئی۔" میں نے کہا۔ "یہ دیانہ زیادہ بڑا ہو گیا۔ اسے چھوٹا کرو۔ اور گوشوں کو ذرا خمیدہ کرو۔"

"ایسے؟" سارجنٹ رینڈ نے پوچھا۔ وہ اسکیچ بنانے والی مشین کا آپریٹر تھا۔

دیواری اسکرین پر دو ہونٹ نمودار ہوئے۔ اوپر آنکھیں اور ناک پہلے سے موجود تھیں۔

"ہاں، یہ قدرے بہتر ہے۔ لیکن بال کچھ زیادہ ہی گھونگریالے ہیں۔"

سارجنٹ رینڈ کچھ بٹن دبانے لگا۔ ٹام آگے کی طرف جھکا۔ "اور کچھ نارمن؟"

میں نے دیوار پر نظر آنے والے چہرے کا جائزہ لیا۔ میرے ذہن میں برک شیفیلڈ کا پیچھا کرنے والے کا جو خاکہ تھا، یہ چہرہ اس پر بڑی حد تک پورا اترتا تھا۔ وہ عملے کا ایک ایسا فرد تھا۔ جس کے صاف ستھرے ہاتھوں پر نہ کوئی سختی تھی نہ کام کرنے کی کوئی نشانی۔ "نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب میرے پاس اضافہ کرنے کو کچھ نہیں۔"

سارجنٹ رینڈ نے گھڑی پر نظر جما کر ساٹھ سیکنڈ انتظار کیا۔ پھر مشین کے پیچھے جا کر ایک پرنٹ برآمد کیا اور لا کر ٹام بریمل کو دے دیا۔

"گڈ۔ اب اسے پیرس بھجوا دو۔ ٹھیک ہے؟" ٹام نے پرنٹ کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

سارجنٹ رینڈ کے جانے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ "چلو...... اب دیکھتے ہیں۔ انٹرپول والے ان دنوں ویسے بھی خالی بیٹھے ہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب یہ سب چھوڑو۔ ہمیں لنچ کی فکر کرنی چاہیے۔"

اگلے دو گھنٹے ہم نے ایک ریسٹورنٹ میں گزارے۔ بالآخر مجھے اپنی پینٹ ڈھیلی کرنی پڑی۔ اب میں ٹام کا مزید ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اور وہ اب بھی اٹھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں سمجھ گیا

کہ جب تک بل ادا کرنے کی ذمے داری میری ہے، تب تک اس کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔

جس دوران میں بل ادا کر رہا تھا، ٹام نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے رابطہ کیا۔ تاہم کار میں بیٹھنے سے پہلے اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔

''پیرس میں تمہارے صاحبِ تصویر کا سراغ مل گیا ہے نارمن۔'' اس نے کار میں بیٹھتے ہی کہا۔

کار آگے بڑھی۔ ''اتنی جلدی؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''ایسی تو مجھے امید نہیں تھی......''

''امید تو مجھے بھی نہیں تھی۔ لیکن یہ بہرحال کوئی گڑا مردہ نہیں تھا۔ اس لیے آسان ثابت ہوا۔''

اپنے دفتر میں ٹام نے موصول ہونے والی رپورٹ کا اوپر والا صفحہ میری طرف بڑھایا۔ ''یہ ہے تمہارا مطلوبہ آدمی۔''

وہ سوفی صد وہی تھا۔ اس کی دو زاویوں سے لی گئیں وہ دو تصویریں تھیں اور دونوں کو میں پہچان سکتا تھا۔ اور وہ تصویریں روم پولیس کے ریکارڈ کی تھیں۔

ٹام رپورٹ کی تفصیل پڑھ رہا تھا۔ ''الفریڈو پیاٹچی۔ ۱۸ جون ۱۹۱۵ء کو پالرمو میں پیدا ہوا۔ ماریا اسکالیسی سے ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو شادی کی، جو کارلو اسکالیسی کی بیٹی ہے۔ عجیب...... بے حد عجیب۔'' ٹام نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ''تم نے اسکالیسی فیملی کے بارے میں سنا ہے؟''

''نہیں...... میں تو بس ایک ہی فیملی کے بارے میں جانتا ہوں...... مافیا؟''

''ہاں...... وہی ہے۔''

الفریڈ ۱۹۴۷ء میں کارلیون پر مسلح حملے کے سلسلے میں گرفتار ہوا۔ ناکافی ثبوت کی وجہ سے بری ہو گیا۔ ۱۹۵۲ء میں میلان میں قتل کے شبہ میں گرفتاری ہوئی۔ مگر بری ہو گیا۔ ۱۹۵۷ء میں ٹریسٹے گینگ کے قتلِ عام کے سلسلے میں پھر گرفتار ہوا لیکن جرم ثابت نہیں ہو سکا۔ اسے اسکالیسی فیملی کے مفادات کا نگہ بان سمجھا جاتا ہے...... نیویارک میں بھی اور سسلی میں بھی۔ کیفاور کمیشن نے اس کے بارے میں چھان بین کی۔ مگر شہادتیں ایسی نہیں تھیں کہ جن کی بنیاد پر اس کے خلاف کارروائی کی جاسکتی۔

ٹام نے فولڈر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے کہا نا، یہ کام آسان تھا۔'' اس نے ایک بار پھر تصویر کا جائزہ لیا۔ ''اور تم کہتے ہو کہ یہ شخص سیونارولا نامی جہاز پر موجود تھا...... جہاز کے عملے میں شامل تھا؟''

''ہاں۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ رائنیکر کا جہاز بہت خطرناک ہاتھوں میں ہے۔'' ٹام نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

اس وقت فون کی گھنٹی نے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ پیرس سے جین کی کال تھی۔

''صبح جیری بلین نے فون کیا تھا۔'' جین نے بتایا۔ ''مجھے اس کی بات پر یقین تو اب بھی نہیں ہے۔ بہرحال میں نے اسے رقم بھجوا دی۔''

''خبر تو بتاؤ......''

''گزشتہ رات ایوا رائنیکر نے اپنی کلائیاں کاٹ ڈالیں۔ میڈرڈ میں ڈاکٹرز کا خیال ہے کہ وہ بچ نہیں سکے گی۔''

☆☆☆

یکم مئی ۱۹۶۲ء

میڈرڈز ہاسپٹل کی لوکیشن ایسی ہے کہ شمال مشرق کی طرف کھلنے والی کھڑکیوں سے مریض نباتاتی باغ، چڑیا گھر اور بین روٹیرو پارک کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ میں اس وقت چوتھی منزل کی ایک ایسی ہی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔

میں پلٹا اور میں نے ایوا رائنیکر کو دیکھا۔ جن چادروں سے اس کا جسم ڈھکا تھا، صرف ان کا ہلکا سا زیر و بم اس کی زندگی کی گواہی دے رہا تھا۔ ورنہ وہ زندہ نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی کلائی کے گرد پٹیاں لپٹی تھیں۔ اور اس کی جلد ان پٹیوں سے میچ کر رہی تھی۔ لگتا تھا کہ اس کا جسم خون سے محروم ہو گیا ہے۔

پلکوں میں برائے نام پھڑ پھڑاہٹ بھی نہیں تھی۔ بس اس کی آنکھیں ایک دم کھلیں اور کمرے کا جائزہ لینے لگیں۔ پھر اس کی نظریں میری طرف اٹھیں اور ٹھہر گئیں۔ ''کیا...... کیا مصیبت......'' وہ مسکرائی...... ٹوٹی پھوٹی مسکراہٹ۔ ''ارے...... یہ تم ہو!''

''کیسا محسوس کر رہی ہو تم؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے اپنے بیڈ کو دیکھا اور پلکیں جھپکائیں۔ ''او گاڈ...... میں یہاں کیسے پہنچی؟''

میں نے اس کی ایک کلائی تھام کر اٹھائی۔ تاکہ وہ اسے دیکھ سکے۔

''اور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''مجھے پتا چلا کہ تم یہاں مشکل میں ہو۔ اس لیے میں چلا آیا۔''

کس سے پتا چلا تمہیں؟''ڈیڈی سے؟''

میں نے نفی میں سر ہلایا۔

''تو پھر مائیک راجرز نے بتایا ہوگا تمہیں۔'' وہ کمزور سی آواز میں ہنسی۔ ''مسٹر کلین بھی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے، جھاڑوں لگا کر گندگی صاف کریں گے۔ کل رات آئے تھے وہ میرے پاس۔ میں نے لات مار کر بھگا دیا۔ اور اب تمہاری باری ہے۔'' اس نے بزرکی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''ایسا مت کرو ایوا۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''کس سلسلے میں؟'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''یہ جو میں زندگی اور موت کے درمیان بھٹکتی پھرتی ہوں، کبھی ادھر کبھی اُدھر، اس سلسلے میں؟''

''تم ہمیشہ سے عجیب انداز میں خوش قسمت رہی ہو۔ میں اس بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ تازہ ترین خوش قسمتی یہ کہ تمہارا مالک مکان بروقت پہنچ گیا۔ اس نے تمہیں باتھ روم کے فرش پر پڑا دیکھا اور تمہیں اسپتال پہنچا دیا۔ تمہارا بلڈ گروپ O ہے۔ یہ ایک اور خوش قسمتی ہے۔ ہر اسپتال میں یہ خون گیلنوں کے حساب سے پھینکا پھرتا ہے۔ اسی لیے تم اس وقت زندہ ہو اور تمہارے اندر مجھے لات مار کر نکالنے کی طاقت بھی ہے۔''

''خدا کی پناہ پال، تم بہت کمینے آدمی ہو۔'' اس نے پلکیں جھپکا کر آنکھوں کی نمی چھپانے کی کوشش کی۔

''ہاں...... شاید میں ایسا ہی ہوں۔'' میں نے اس کی طرف ٹشو پیپر بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن میں ہی دنیا میں تمہارا واحد دوست بھی ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ ڈیڈی اور ان کے غلام تمہارے لیے کار آمد ہیں۔ تمہارے اسپتال کے بل ادا کرتے ہیں، وہ تمہارے دوستوں کو منہ بند رکھنے کا معاوضہ دیتے ہیں۔ تمہیں ہر آسائش فراہم کرتے ہیں۔ لیکن ایوا، ڈیڈی کی دولت تمہارے مالک مکان کو نہیں خرید سکی۔ اس نے تمہیں نکال دیا ہے۔ آرام دہ بستر اور بستر کا عیش و آرام تم سے چھن گیا ہے۔''

''دفع ہو جاؤ پال۔'' ایوا نے دانت بھینچ کر کہا۔

''بچی نہ بنو۔ اپنی عمر کا خیال رکھو۔ یہ سوچو، باہر نکل کر تم کیا کرو گی۔ تمہاری گاڑی موجود ہے۔ مائیک کچھ نقد رقم بھی چھوڑ گیا ہوگا۔ مگر اس سے کیا ہوگا؟''

''تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟''

''وہ جو تم سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''بہت خوب۔ اب تم ہولی فادر کا رول کرو گے۔''

''قانونِ ضرورت کے تحت ایوا، میں تمہیں اپنی نظروں سے اوجھل ہونے نہیں دینا چاہتا۔'' میں نے ہاتھ بڑھایا اور انگلی سے اس کی پیشانی کو چھوا۔ ''یہ جو تمہارا سر ہے نا، اس میں کہیں ایک مقفل یادداشت ہے...... یادداشت۔ پچاس برس پہلے تم نے اسی کی چابی کہیں پھینک دی تھی۔

''شٹ اپ۔''

میں نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور انھیں اس کی آنکھوں کے سامنے لے جا کر ہلایا۔ ''یہ جو کچھ ہے، اس مقفل یادداشت کی وجہ سے ہے۔ صرف اس کی وجہ سے تم نے اپنی زندگی کو کچرا گھر بنا کر رکھ دیا ہے۔ سمجھی کچھ۔''

اس نے اپنے ہاتھ میری گرفت سے آزاد کرائے اور آنکھوں پر رکھ لیے۔ ''تم میرا پیچھا چھوڑ دو...... لعنت ہو تم پر......''

''میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں ایوا۔''

''نہیں۔'' وہ ہسٹیریائی انداز میں چلائی۔ ''تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ تم میری زندگی سے نکل جاؤ۔''

پھر وہ دہری ہو گئی۔ آنسوؤں کا سیلاب جیسے ہر بند کو بہا لے گیا۔ میں بیڈ پر بیٹھ گیا اور نرمی سے اس کا سر تھپ تھپانے لگا۔ اپنے احساس جرم کو دباتے ہوئے ہی اسے تسلی دینے لگا۔ میں نے اس کے آنسو پونچھے۔ ''سب کچھ باہر نکال دو ایوا...... اسی میں تمہاری بہتری ہے۔'' میں اس سے کہنا چاہتا تھا۔ لیکن نہیں کہہ سکا۔ کیونکہ مجھے اپنے خلوص پر یقین نہیں تھا۔ اس کے زبان کھولنے میں میرا مفاد تھا۔

............☆☆☆............

پانچ دن بعد میں نے اسپتال کے پارکنگ لاٹ میں ایوا رائیکر کو اپنی فیئرری کار کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں کار کی چابی تھی، جسے وہ اپنی انگلی میں نچا رہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا، کار میں بیٹھی اور انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ کوشش کرتی رہی۔ لیکن انجن اسٹارٹ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

میں کار کی طرف بڑھا اور کھڑکی کا شیشہ تھپ تھپایا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئی تو میں نے ڈسٹری بیوٹر کیپ اسے دکھایا۔ ''اب ہم تم جڑواں ہیں۔'' میں نے کہا۔

اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان اٹھا۔ میں اس کے رکنے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر تنگ آ کر میں نے کہا۔ ''اب بس بھی کرو۔''

''تم......تم......تم......'' وہ گالیاں دیے جا رہی تھی۔

''بس ایوا، بہت ہوگئی۔ اب تم کم از کم ظاہری طور پر خود کو ایک مہذب عورت ثابت کرو۔ ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔'' میں نے روکے لہجے میں کہا۔

وہ اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔ ''تم آخر چاہتے کیا ہو؟''

میں نے جھک کر اگنیشن سے چابی نکال لی۔ پھر میں نے بڑھ کر ڈسٹری بیوٹر کیپ دوبارہ لگا دیا۔ اس کے بعد میں گھوم کر آیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پارکنگ لاٹ سے نکالی۔

ایوا نے نشست کی پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔ ''دیکھو پال، میرے نظریے کے مطابق میں اغوا کر لی گئی ہوں۔ اب آگے کی بات کرو۔''

''پریشان نہ ہو ایوا۔ ہم بیلر ما جا رہے ہیں۔ وہاں میں نے ایک بیچ ہاؤس کرائے پر لیا ہے۔''

اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''وہ تو......وہ تو تین سو میل دور ہے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' میں مسکرایا۔ ''کہتے ہیں کہ منظر کی تبدیلی سب سے مؤثر تھراپی ہوتی ہے۔''

''کیا واقعی؟'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ ''اور اگر میں تمہارے ساتھ تعاون نہ کروں تو کیا ہوگا؟''

''میں نہیں سمجھتا کہ تم اپنی کار چھوڑنا چاہوں گی۔'' میں نے عقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے تمام کپڑے ڈکی میں موجود ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے سامنے کوئی اور راستہ ہے۔''

اس کا منہ بن گیا۔ ''یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری خواہشات کے سامنے بھی ہتھیار ڈال دوں گی۔''

میں نے ایک گاڑی کو اوورٹیک کرتے ہوئے رفتار اور بڑھا دی۔ ''یقین کرو مائی ڈیئر، مجھے تمہارے پامال وجود میں۔ بلکہ جسم میں کوئی دلچسپی نہیں۔''

اس نے خاموشی سے اپنی سیٹ بیلٹ کس لی۔ میں گاڑی کی رفتار اور بڑھا رہا تھا۔

............☆☆☆............

جنوب کی سمت اس طویل ڈرائیو کے دوران میں اسپین کی خوب صورتی پر اش اش کر رہا تھا۔

سڑک پر خیراری کا سایہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار میں نے ۱۲۰ سے کم نہیں ہونے دی تھی۔

رات ہم بائیلن میں رکے۔ ہوٹل پلازا میں ہم نے کمرے لیے۔ ایوا پاؤں پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے میرے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن آخر میں وہ رضامند ہوگئی۔ ہمارے کشیدہ تعلقات میں وہ ایک خوش گوار بہتری تھی۔

پونے گیارہ بجے ہم کھانا کھانے بیٹھے۔ ہم نے آرڈر دیا۔ میں نے برابر والی میز کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: ''کھانا لگتا تو لذیذ ہے۔''

''تم کھانے کے شوقین ہو؟''

''نہیں۔ لیکن میری بیوی نے بہت اچھے کھانے کھلا کر مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔''

''اوہ ہاں......جینٹ نام ہے نا اُس کا؟''

''نہیں......جینس۔ لیکن میں اسے جین کہتا ہوں۔''

اس نے سر گھما کر مجھے بہت غور سے دیکھا۔ ''پتا نہیں کیوں؟ تم مجھے شادی شدہ نہیں لگتے۔ تمہارے انداز میں آزاد کنوارے مردوں کی سی بے فکری ہے۔''

میں مسکرایا۔ اسی وقت کھانا بھی آ گیا۔ ''ستمبر میں میری شادی کو ۱۶ سال ہو جائیں گے۔''

''کامیاب شادی ہے......''

''دراصل جین ہے ایسی۔ وہ ہارنے والی نہیں۔''

''بچے بھی ہیں؟''

''جین سے تو کوئی نہیں۔ ہاں، پہلی شادی سے ایک بیٹا ہے۔''

اس کی نگاہوں میں حیرت چمک اٹھی۔ ''تو تم دو بار ڈسے جا چکے ہو؟''

''ہاں۔ یہ اداس کن سہی، مگر ہے حقیقت۔''

''پہلی شادی......''

''ہونولولو میں ہوئی تھی۔''

''یقین نہیں آتا کہ تمہارا تعلق ہوائی سے ہے۔ تمہارے بال سنہری ہونے چاہئے تھے۔ تمہاری رنگت سنولانی چاہئے تھی۔''

''ضروری نہیں ہے۔ یہ تو دولت مندوں کے نخرے ہیں۔''

''مجھے اپنی پہلی بیوی کے بارے میں بتاؤ۔''

"لوشیا اور میں بڑی حد تک ایک سے تھے۔ مگر پھر کوئی گڑبڑ ہوگئی۔ میرے فوج میں جانے سے پہلے ہی ہمارے درمیان علیحدگی ہو چکی تھی۔ جنگ کے بعد میں ہونولولو واپس نہیں گیا۔ لیکن، ہم بہر حال ملتے رہے ہیں۔ خاص طور پر ہر سال جب میں رون سے ملنے جاتا ہوں تو لوشیا سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔" میں نے کندھے جھٹک دیے۔

"تمہارے درمیان کرسمس کارڈز، برتھ ڈے کارڈز کے تبادلے ہوتے ہیں۔ میرے بیٹے کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے درمیان علیحدگی کیوں ہوئی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ظاہرداری اپنی جگہ، لوشیا کو میری کوئی پروا نہیں تھی۔ بہر حال میں نقصان میں نہیں رہا۔ جین بہت اچھی بیوی ہے۔"

ایوا نے کرسی سے ٹیک لگائی اور میری آنکھوں میں جھانکا۔ "مجھے ایک بات بتاؤ پال۔"

"پوچھو۔"

"تمہیں مجھ میں کشش محسوس ہوتی ہے؟"

"عورتیں بھی عجیب مخلوق ہیں۔" میں نے آہ بھر کے کہا۔ "دوپہر کو تم موت کی آرزو کر رہی تھی...... اور اس وقت تمہیں اپنی سیکس اپیل کی فکر ہے۔"

ایوا کا چہرہ تمتما اٹھا۔ "میرے سوال کا جواب دو۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ شمعوں کی جھلملاتی روشنی میں اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔ "میرا جواب اثبات میں ہے۔ درحقیقت تم بہت پیاری ہو۔"

"کیا اسے دروغِ مصلحت آمیز کہا جائے گا؟"

"اب اس موضوع کو ختم کرو۔ یہ بات یونہی چلتی رہی تو میں جذباتی اعتبار سے خود کو عدم تحفظ کا شکار محسوس کرنے لگوں گا۔"

"ہاں...... یہ سچی بات لگتی ہے۔ لیکن تم اگر حسن پرست ہو تو پھر بیوی کے ساتھ اتنا طویل نباہ کیوں؟"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "دراصل ہم دونوں کے درمیان وہ آگ موجود ہے، جو کبھی نہیں بجھے گی۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ اسے بھی تمہاری طرح ترغیبات سے سخت جنگ کرنی پڑتی ہوگی۔"

"تم مجھے مت بھڑکاؤ ایوا۔" میں نے ترش لہجے میں کہا۔ "تم تو شاید مجھے پسند بھی نہیں کرتی۔ پھر کیوں مجھے گھیر رہی ہو۔"

"پتا ہے، مجھے تو تم نارمل آدمی بھی نہیں لگتے۔" اس نے اترا کر کہا۔

"ایسا چھپا ہوا کانٹا اور کھلا ہوا چارہ! تم ماہر شکاری ہو ایوا۔"

وہ بالکل ہی اچانک شروع ہوگئی۔ اس نے برتن الٹ دیے۔ میں اچھل کر اٹھا اور میں نے اس کے دونوں ہاتھ جکڑ لیے۔ ریسٹورنٹ میں موجود دوسرے لوگ کھانا بھول گئے۔ سب ہمیں گھور رہے تھے۔

ایوا چند لمحہ زور لگاتی رہی۔ پھر اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی چمک آہستہ آہستہ معدوم ہوتی گئی۔ میں نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ طعام گاہ سے نکل کر کمرے کی طرف چل دی۔

☆☆☆

"خدا کی پناہ پال، رات کو ہم نے کتنی پی لی تھی۔"

اس وقت ہم کار میں تھے اور کار بائیلن کی حدود سے نکل رہی تھی۔ "تیسری بوتل کے بعد تو میں نے گننا چھوڑ دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

ایوا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔ "جبکہ تم میری اصلاح کرنا چاہتے ہو؟"

راستے میں رک کر ہم نے سیاہ گرما گرم کافی پی۔ اس کے بعد ہوش کچھ ٹھکانے آئے۔

"میں نے تمہیں اپنی زندگی کی داستان سنائی تھی کل رات۔" میں نے کہا۔ "اب ذرا تم بھی تو بتاؤ اپنے بارے میں۔"

اُس کی آنکھیں دھندلا سی گئیں اور وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ "کہاں سے شروع کروں؟ بتانے کو اتنا بہت کچھ ہے۔ میرے والدین بہت غریب اور چھوٹے لوگ تھے......"

"مجھے اپنی شوخی سے معاف رکھو۔ کم از کم لنچ تک تو بخش ہی دو۔" میں نے چڑ کر کہا۔ "یہ بتاؤ، جب تم چھوٹی تھی تو تمہارے بہت دوست تھے؟"

"دوست؟ ہاں...... بہت تھے۔ بیشتر دولت مندوں کے بچے۔ ہاں، ایک بار......"

سڑک سنسان تھی اور ڈرائیو آسان۔ وہ دو گھنٹے تک اپنے بارے میں بولتی رہی۔ وہ اپنی سہیلیوں کے بارے میں بتا رہی تھی، جو اس کی گڑیوں کو توڑ دیتی تھیں۔ اس نے اپنی کالج کی زندگی اور اپنی پہلی محبت اور بعد کی ہرآوارگی کے بارے میں بتایا۔ اس نے بتایا کہ کیسے اس کا باپ اسے تباہی کی طرف دھکیلتا رہا تھا۔

میں جانتا تھا کہ جھوٹ اور سچ کی برابر کی آمیزش والی اس کہانی میں جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا

ہے، یہ سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مگر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کی ان یادوں میں ٹائی ٹے نک کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

☆☆☆

ہم بیلر مو کے بیچ ہاؤس پہنچے تو شام ڈھل رہی تھی۔ ایوا اب بھی بولے جا رہی تھی۔ ہم نشست گاہ سے نکلے اور شیشے کے سلائیڈنگ ڈور دھکیل کر بالکنی میں پہنچے۔ سامنے سمندر کا نظارہ تھا۔

وہ کھڑی ہو کر سمندر کو دیکھنے لگی۔ میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ ''کیسا خوب صورت منظر ہے۔'' میں نے کہا۔

وہ سامنے ہلالی شکل کے ساحل کو خاموشی سے دیکھتی رہی، جو ہمارے گرد گھیرا ڈالتا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر ایک دم سے ہوا چلی اور سمندر میں شورش سی پیدا ہوئی۔ بڑی بڑی موجیں اٹھنے لگیں۔ وہاں کہیں کوئی اور انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔

''بہت خوب صورت۔'' اس نے خواب ناک لہجے میں کہا۔ ''تو یہ ہے تمہارا ٹارچر سیل بہت اچھا ہے..... اور بہت مختلف۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تمہیں پسند آیا۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے بیڈروم کی طرف لے چلا۔ ''آج رات کوئی بات نہیں ہوگی ایوا۔ دن بھر کی تھکن اتارنی ہے۔ صبح سے شروع کریں گے۔ کل میں تمہیں کچھ دکھاؤں گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنی توانائیاں بحال کرلو۔''

☆☆☆

ایوا کو پہلی حیرت کا سامنا صبح سات بجے کرنا پڑا۔ میں نے کاٹیج کے پہلو میں بنا ہوا گیراج اسے دکھایا۔

''جیپ؟'' اس نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں۔

میں اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ''آؤ۔''

''تم کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟''

''جہاں خوب صورت اور تیز رفتار طالوی کاروں کی سانسیں اکھڑ جاتی ہیں۔'' میں نے ہاتھ بڑھایا۔ ''آ جاؤ..... ضرورت کی ہر چیز میں نے لے لی ہے۔''

ہم المیریا کی شاہ راہ پر سفر کرتے رہے۔ پھر صحرائی سڑک پر آ گئے۔ وہاں ریت اور بڑے بڑے گول پتھروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ خوش قسمتی سے مجھے سمتوں کا شعور ہے۔ ورنہ وہاں بھٹکنا کچھ دشوار نہیں تھا۔

''پال..... کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟'' ایوا نے مجھے جھنجوڑا۔

''دیکھتی رہو ایوا۔'' میں نے جیپ کو فور وہیل پر سیٹ کیا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھا لے گیا۔ پھر میں نے انجن بند کر دیا۔ ''میرے ساتھ آؤ ایوا۔''

میں نے پکنک باسکٹ اٹھائی اور ایوا کا ہاتھ تھام کر نیچے اترنے لگا۔ پھر ایک اور ٹیلے پر پہنچ کر میں نے کہا۔ ''ذرا دیکھو تو ایوا۔''

اس نے تباہی کے اس منظر کو دیکھا اور ایک لمحے کو جیسے سانس لینا بھی بھول گئی۔ وہاں ریل کی تباہ شدہ پٹریاں سانپوں کی طرح بکھری ہوئی تھیں۔ اور ان پر موجود جلنے کے سیاہ نشانات گواہی دے رہے تھے کہ انہیں ڈائنامیٹ سے اڑایا گیا ہے۔ قریب ہی بھاپ سے چلنے والا ایک ریلوے انجن الٹا پڑا تھا۔ دھوپ میں اس کے اسٹیل کے بنے پہیے چمک رہے تھے۔ ایک طرف پہلو کے بل پڑی بوگیوں کی قطار تھی۔ اوپر دو کوے چکرا رہے تھے۔ مگر اس پورے منظر میں میرے اور ایوا کے سوا کوئی انسان نہیں تھا۔

''یہ..... یہ سب کیا ہے؟'' ایوا نے پوچھا۔

''پہلے بتاؤ، کیسا لگا؟''

''انسانی المیے تو دل دوز ہی ہوتے ہیں۔ آدمی کو اداس کر دیتے ہیں۔''

ہم اتر کر ریت پر پڑی بوگیوں کی طرف بڑھے۔ ''یہ کوئی انسانی المیہ نہیں ہے ایوا۔'' میں نے کہا۔ ''یہ ایک فلم کا منظر ہے۔ گزشتہ موسم گرما میں یہاں اس فلم کی شوٹنگ ہوئی تھی۔ اس فلم کا نام ہے لارنس آف عربیہ۔ کرسمس پر یہ فلم نمائش کے لیے پیش کر دی جائے گی۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ سیاحوں کو ابھی تک اس جگہ کا علم نہیں ہے۔

لیکن جلد ہی ہو جائے گا۔ پھر یہاں انسان ہی انسان نظر آئیں گے۔ میں نے سوچا تمہیں یہ منظر دکھا دوں۔ یہ سمجھ لو کہ ایسے فریب ہمیشہ قائم نہیں رہتے۔ آخر کھل جاتے ہیں۔

ہم دو گھنٹے تک وہاں ہر چیز ٹٹولتے پھرے۔ ایوا ایک بوگی کی چھت پر چڑھ گئی۔ اس نے مجھے بھی زبردستی چھت پر چڑھا لیا۔ ''یہ تو بہت اچھی پکنک اسپاٹ ہے۔'' اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

ایوا کھانے کے معاملے میں خوش خوراک تھی اور میں کھانا کم لایا بھی نہیں تھا۔ وہ طبیعت سے کھاتی رہی۔ ''پال..... تم نے یہ سب کچھ کیوں چھوڑ دیا۔'' اس نے روسٹ بیف چباتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"کیا سب کچھ؟ میں سمجھا نہیں۔"

"میرا اشارہ فلمی دنیا کی طرف ہے۔تم تو ایک زمانے میں اسکرپٹ لکھ رہے تھے۔"

"ہاں۔دورِ جوانی کی بات ہے۔"

"تمہیں اچھا نہیں لگا؟"

"میٹرو گولڈون میٹر میں کام کرتے ہوئے مجھے احساس ہوتا تھا کہ میں قید کر دیا گیا ہوں میری طبیعت میں آزادی ہے۔اور وہ مجھے بتاتے تھے کہ مجھے کیا لکھنا ہے۔میں نے ان سے کہا......تو پھر تم خود ہی لکھ لو۔اور میں نکل آیا۔"

"کبھی پچھتاوا نہیں ہوتا؟"

"نہیں...... ہرگز نہیں۔" میں نے زور دے کر کہا۔"وہاں پھنسا رہتا تو حقیقی کرداروں سے کیسے ملتا میں بڑے رنگا رنگ اور متنوع لوگوں سے ملا ہوں میں۔"

"مثلاً؟"

"ایک تو تم ہی ہو۔" میں نے کہا۔"اور پھر تمہارے ڈیڈی......اور جوان کا حلقۂ احباب غلاماں ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں۔"

اس کے چہرے پر بدمزگی کا تاثر نظر آیا۔"کیا مطلب؟"

"گزشتہ چند ماہ میں مجھے ولیم رائیکر کے بارے میں زبردست اور حیرت انگیز معلومات حاصل ہوئی ہیں۔زیادہ قریب ہونے کی کوشش کرو گے تو زخم کھاؤ گے۔عمر بھر کے لیے داغ دار ہو جاؤ گے۔"

"مجھ سے پوچھتے تو یہ بات تو میں ہی تمہیں بتا دیتی۔"

"میں نے یہ کوئی محاورہ نہیں بولا ہے۔لفظ بہ لفظ حقیقت بیان کی ہے۔" میں نے اپنی قمیص کے تمام بٹن کھولے اور اپنا سینہ اور پیٹ اسے دکھایا۔

وہ جھرجھری لے کر رہ گئی اور اس نے منہ پھیر لیا۔"جیزز کرائسٹ" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یہ ہوا کیسے؟"

"تم اسے حادثہ کہہ سکتی ہو۔" میں نے کہا اور پھر اسے پوری تفصیل سنا دی۔

ایوا دور نظر آنے والے ریت کے ٹیلوں کو دیکھ رہی تھی۔"اور تمہارا خیال ہے کہ وہ حادثہ نہیں تھا۔بلکہ میرے ڈیڈی نے تمہیں ختم کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔اور شاید میرے ذہنی سکون کے لیے یہی بہتر بھی ہے۔"

وہ نجانے کن سوچوں میں کھو گئی۔تھوڑی دیر بعد ہم نے اپنا سامان اٹھایا اور جیپ کی طرف

چل دیے۔واپسی کے سفر میں خاموشی رہی۔ہمارے درمیان دس الفاظ کا بھی تبادلہ نہیں ہوا۔

ہم بیچ ہاؤس پہنچے تو سورج سمندر میں ڈوب رہا تھا۔میں نے ایک جگہ گاڑی روکی اور اشارہ کرتے ہوئے ایوا سے کہا۔"ادھر دیکھو۔"

ایوا نے اشارے کی سمت دیکھا۔دور سمندر میں ایک بحری جہاز جبرالٹر کی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔"خوب صورت ہے۔ہے نا؟"

ایوا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میں جہاز کو دیکھ رہا تھا۔"اطالوی لگتا ہے۔" میں نے کہا۔"ممکن ہے۔کرسٹوفرو کولمبو ہو......اینڈریا ڈوریا کا سسٹر شپ۔"

"وہی نا، جو ڈوب گیا تھا۔" ایوا بولی۔اس کی آواز میں عجیب سا خالی پن تھا۔"لوگ کتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

ایوا کی آنکھوں میں دھندلاہٹ اُتر آئی۔"میں مسافروں کی بات کر رہی ہوں۔وہ بے چارے اپنی اپنی دنیا میں گم ہوتے ہیں۔اور جہاز کے کیپٹن سے بس ایک غلطی ہو جائے تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب چوہے بن جاتے ہیں......ایک دوسرے سے لڑنے......بھنبھوڑنے والے......کترنے والے چوہے......" وہ سیٹ سے ٹک کر بیٹھ گئی اور ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگی۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔پلیز......واپس چلو" اس نے کہا۔

بیچ ہاؤس پہنچنے تک ہمارے درمیان مزید گفتگو نہیں ہوئی!

☆☆☆

چٹان کے عقب سے آدھے چاند نے سر اٹھایا۔سمندر کی طرف سے ہوا چل رہی تھی۔

ایوا پورچ کی طرف سے آئی تو میں کھانے کے برتن سمیٹ کر کچن میں لے جا رہا تھا۔"تو تمہیں کھانا پکانا بھی آتا ہے۔" اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔"مسٹر پال، تم ہر معاملے میں حیران کن آدمی ہو۔"

"یہ صلاحیت میں نے جنگ کے دوران حاصل کی تھی۔" میں نے اپنے ہاتھ خشک کرتے ہوئے کہا۔پھر میں اس کے پیچھے پیچھے نشست گاہ میں چلا آیا۔

"یہ بتاؤ، اب ہم کیا کریں گے۔" ایوا نے کہا۔"یہاں نہ ٹی وی ہے نہ ٹیپ ریکارڈر۔اور جسم کی تم پہلے ہی نفی کر چکے ہو۔تو اب کوئی تجویز پیش کرو۔"

میں کاؤچ پر نیم دراز ہو گیا۔"باتیں کریں؟"

''نہیں۔ میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔''

''او کے۔'' میں اٹھا اور کوٹھری کی طرف چل دیا۔ ''تو پھر میں تمہیں پرانی فلمیں دکھاتا ہوں۔'' میں ۱۶ ایم ایم کا وہ پروجیکٹر نکالتا ہوں، جو میں نے میڈرڈ میں کرائے پر حاصل کیا تھا۔ ''تمہیں جادو سا لگے گا۔''

''گڈ گاڈ پال۔'' وہ فرش پر بیٹھ گئی۔ ''مذاق کر رہے ہو؟ اچھا، مجھے اندازہ لگانے دو کہ اس فلم میں کیا ہوگا۔ گھر کے لان میں کھیلتے ہوئے تمہارے بچے؟ یا نیاگرا آبشار پر تمہارا ہنی مون؟ یا کوئی آنٹی پہاڑ پر چڑھتی ہوئی؟''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔'' میں نے پروجیکٹر کو کافی کی میز پر سیٹ کیا۔ ''یہ میری نہیں، کسی اور کی فلم ہے۔''

ایلی ویشن کنٹرول کو ایڈجسٹ کرنے کے بعد میں نے پلگ لگایا اور دوبارہ کوٹھری میں جا کر فلم نکال لایا۔ پھر میں نے اسے پروجیکٹر کے اسپول میں لگا دیا۔

''کس چیز کے بارے میں ہے یہ فلم؟'' ایوا نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں تجسس تھا۔

''خود ہی دیکھ لینا۔''

میں نے لائٹ آن کی۔ زردی مائل سفید دیوار پر سفید روشنی چھا گئی۔ پھر کلک کی آواز سنائی دی اور پردۂ دیوار پر پہلا منظر اُبھرا......

''او گاڈ...... کتنی پرانی فلم ہے یہ؟'' ایوا نے بے ساختہ کہا۔

''پچاس سال سے زیادہ پرانی۔''

''مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ویسے یہ فلم کہاں بنائی گئی ہے؟''

''انگلینڈ میں۔''

دیوار پر سین تبدیل ہو گیا تھا۔

''یہ تو کوئی بندرگاہ معلوم ہوتی ہے۔ چند بڑے جہاز بھی موجود ہیں۔''

دیوار پر اب جہاز کا مستک نظر آ رہا تھا۔

''ٹائی ٹے نک!'' ایوا کی آواز سرگوشی سے مشابہ تھی۔ ''ٹائی ٹے نک! پال، یہ کیسا مذاق ہے......؟''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دیوار پر اب سیاہ بالوں والی پُرکشش عورت اور چھوٹی لڑکی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس شاٹ کو ساکت کر دیا۔ ''اس فریم میں موجود کسی کو پہچانتی ہو تم؟''

''نہیں۔'' اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ ''نہیں...... میں نہیں پہچانتی۔''

''یہ تم ہو ایوا۔'' میں نے انگلی سے اشارہ کیا۔ ''اور وہ تمہاری ممی۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم مجھے الجھانے کی...... مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''نہیں ایوا۔ یہ سچ ہے۔'' میں نے کہا اور فلم کو آزاد کر دیا۔ پروجیکٹر لیمپ کی زرد روشنی میں ارائیکر مجھے اعصاب زدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔

دیوار پر اب سنہرے بالوں والی نوجوان لڑکی کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ ایوا یوں پلکیں جھپکا رہی تھی، جیسے اس عکس کو نہ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اب پھر ایوا اور اس کی ماں نظر آ رہی تھیں۔

''یہ نقلی ہے...... دھوکے بازی ہے۔'' ایوا کے آنسو اب اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس کی آواز بچوں جیسی لگ رہی تھی...... روتے بسورتے کسی چھوٹے سے بچے جیسی!

''نہیں ایوا۔ یہ اصلی ہے۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ نقلی ہے۔''

دیوار پر اب ایوا اور اس کی ماں کے ساتھ سنہرے بالوں والی نوجوان لڑکی کھڑی تھی۔

''یہ جھوٹ ہے...... فریب ہے...... نقلی ہے۔'' ایوا اب چلا رہی تھی۔

دیوار پر آخری منظر نظر آیا۔ اس فریم میں وہ چاروں موجود تھے...... ایوا اور کلارا رائیکر اور تھا اور البرٹ کلائن۔

ایوا اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور البرٹ کلائین کے کندھے پر سوار ننھی ایوا کو دیکھ رہی تھی۔

نہیں۔'' وہ ایک ننھی سی بچی کی چیخ تھی۔ پاگلوں جیسی، دہشت میں ڈوبی کسی ڈرے ہوئے بچے کی چیخ!

پھر ایوا [illegible] بھاگی اور کھلے ہوئے دروازے سے گزر کر باہر اندھیرے میں گم ہو گئی۔

فلم چلنے کی گرگراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ لیکن دیوار کی اسکرین اب روشن ہو گئی تھی۔ میں کے پیچھے لپکا۔ میں نے چاندنی میں نہائے ہوئے ساحل کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔ ت پر ایک سایہ سا بھاگتا نظر آ رہا تھا۔ وہ سمندر کی طرف بھاگ رہی تھی۔

میں نے ہاتھ لگائے بغیر اپنے جوتوں سے جان چھڑائی اور اس کے پیچھے بھاگا۔ تیز ہوا سے نے والی ریت میری آنکھوں میں کانٹے چبھو رہی تھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں دھند بھاگ رہا تھا۔

بائیں جانب؟ سیدھے ہاتھ کی طرف؟ یا ناک کی سیدھ میں؟ کہاں جاؤں میں؟ میں

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ایک چھپا کا سا ہوا اور پانی میں اچھال نظر آیا۔ کوئی پانی میں کودا تھا۔

میں نے بھی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ ایک چہرہ پانی کی سطح پر ابھرا۔ مگر فوراً ہی اوجھل بھی ہو گیا۔

میں نے غوطہ لگایا۔ ایک طاقت در موج مجھے ایک طرف لے گئی۔ ایک لمحے بعد میں نے سر ابھارا۔ میں نے گہری سانس لی۔ ایوا مجھ سے تھوڑا سا آگے تھی اور مجھ سے دور ہو جانے کے لیے ہاتھ پیر مار رہی تھی۔

میں نے پھر غوطہ لگایا اور اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ اس نے مجھے ٹکر ماری۔ میرا سر جھن جھنا اٹھا۔ میں نے اس کے دونوں کندھے تھام لیے۔ لیکن وحشت نے اس کی طاقت بڑھا دی تھی۔ میری گرفت کمزور پڑنے لگی تو میں نے اسے کمر سے تھام لیا۔ اس کی کہنی میرے منہ سے ٹکرائی۔ میرے کئی دانت ہل گئے۔ وہ میری گرفت سے آزاد ہو گئی۔

میں نے خود کو سنبھالا اور دوبارہ اس کے پیچھے جھپٹا۔ میں نے اسے پکڑا اور گھسیٹنے لگا۔ یہاں تک کہ میرے پیروں کے تلووں میں کنکر چبھنے لگے۔ ہم کنارے پر آ پہنچے تھے۔ میں نے اسے ریت پر گرایا اور اپنی سانسیں درست کرنے لگا۔

پھر میں گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس وقت وہ کہیں بھی ہو، وہاں میرے پاس نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ اور اس نے دانت پر دانت جما رکھے تھے۔

”نہیں..... نہیں.....“ وہ بچوں کی سی باریک آواز میں چلائی۔ ”مجھے تکلیف مت پہنچاؤ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔“

”ایوا“ میں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا۔ ”تم ٹھیک ہو ایوا۔ تم میرے ساتھ ہو اور محفوظ ہو۔“

”نہیں۔“ وہ تاریک آسمان پر نجانے کیا دیکھ رہی تھی۔ وہ پھر چلائی۔ ”مجھے چھوڑ دو میں کچھ نہیں جانتی۔ ممی! ممی! پلیز ممی، مجھے یہاں سے لے جائیں۔“

میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ میں اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ ”ایوا۔“

”ممی!“

میں نے اسے پھر تھپڑ مارا۔

”مجھے بچاؤ ممی۔“

ایک اور تھپڑ......!

”مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔“

ایک اور تھپڑ!!

طویل خاموشی چھا گئی۔ ایوا مجھے ایسے دیکھ رہی تھی، جیسے پہلے کبھی مجھے دیکھا ہی نہ ہو۔

”آؤ ایوا۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ”چلو...... گھر چلیں۔“

وہ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بغیر ایک لفظ کہے وہ میری بانہوں میں سما گئی۔

............☆☆☆............

۷ مئی ۱۹۶۲ء

ٹوکیو میں ڈاکٹر مارگریٹ سین فورڈ کا آفس تاکا ساندوا ایونیو پر واقع ہے۔ اس کے شوفر نے مجھے اور ایوا کو زیرِ زمین گیراج کا راستہ دکھایا۔ گاڑی کھڑی کر کے ہم لفٹ کی مدد سے تیسری منزل پر پہنچے۔ وہاں راہداری میں بھی قالین بچھا تھا۔

مارگریٹ کی میز پر فائلوں اور کاغذات کا ایک ڈھیر تھا۔ اس نے قریب کی نظر سے چشمے کے اوپر سے ہمیں دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”نارمن۔“ اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے میرا کان کھینچا۔ ”کیسے ہو تم؟“

”ویسا ہی ہوں۔“

”اور جینس؟“

”وہ بھی ٹھیک ہے۔ ہاں، مجھے بگاڑتی رہتی ہے۔“

”بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں ڈیر نارمن۔“ اس نے میرا ہاتھ تھپ تھپایا۔ پھر وہ ایوا کی طرف متوجہ ہوئی۔

میں نے دونوں کا تعارف کرایا۔ پھر ڈاکٹر کے سامنے ایوا کے ردِعمل کی تشریح کرنے کی کوشش کی۔ مارگریٹ کو لوگ عام طور پر ذہین نہیں سمجھتے۔ لیکن اس غلط فہمی کو دور ہونے میں زیادہ دیر بھی نہیں لگتی۔

مارگریٹ نے پہلو بدلا اور پھر تمام کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیے۔ پھر اس نے کاغذات سمیٹ کر ایک طرف رکھے۔ ”میں معافی چاہتی ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ انسان کی نفسیاتی تعریف کیا ہے۔ کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ انسان کو کاغذ

ضائع کرنے والا جانور بھی کہا جا سکتا ہے۔'' اس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر پھیلا دیے۔
''اب تم یہ بتاؤ ایوا کہ نارمن نے تمہیں میرے متعلق کیا بتایا ہے۔ بلکہ نہیں...... افواہ سازی کی
طرف جو اس کا میلان ہے، اس کے پیشِ نظر تو یہ پوچھنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس نے کیا
نہیں بتایا......''

''وہ...... دراصل......''

''اس نے کہا ہوگا کہ میں فرائیڈ کی ایسی پیروکار ہوں، جسے بہت سخت گرہیں کھولنے میں
کمال حاصل ہے۔ یہی نا۔''

ایوا کا چہرہ تمتمایا۔ پھر وہ مسکرائی۔ ''جی ہاں۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا انھوں نے۔''

''ہاں۔ نارمن کو لوگوں کی لیاقت کے بارے میں گواہی دینے کا شوق ہے۔ اس کے بس
میں ہوتا تو یہ اسناد بھی تقسیم کرتا۔'' مارگریٹ نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''لیکن ذہنی گرہوں
کے معاملے میں میں اتنی تیز بھی نہیں ہوں۔ میرے خیال میں کوئی بھی نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی
بات سامنے آتی ہے تو اسے قبول کرنے میں وقت لگتا ہے۔ میں یہاں جاپان میں دس سال سے
کام کر رہی ہوں۔ جاپانیوں کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی ہوں۔ ان کے یہاں خودکشی
کے رجحان کو جو تقدس حاصل ہے، اس پر میں نے کام کیا۔'' اس نے سر سے میز پر رکھی فائلوں کی
طرف اشارہ کیا۔ ''مگر دس برس کی اس مشقت کے باوجود کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے محض
گمان ہے کہ میں نے کچھ سمجھ لیا۔ درحقیقت میں کچھ نہیں سمجھ سکی ہوں۔''

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟'' ایوا نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، مارگریٹ انکسار سے کام لیتے ہوئے اپنی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کر
رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''میرا انکسار نارمن کے مبالغے کے مقابلے میں حیثیت سے زیادہ قریب ہے۔'' مارگریٹ
نے اپنا چشمہ اتارا اور اس کے شیشوں کو ٹشو پیپر سے صاف کرنے لگی۔ ''نارمن نے تمہارے پس
منظر کے بارے میں خاص تفصیل سے بتایا ہے۔ اسپین میں جو کچھ ہوا، وہ تو بالکل تازہ ہے۔
نارمن نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے تمہیں فلم دکھانے کا جو طریقہ اختیار کیا، وہ بے حد غیر
روایتی تھا۔ بلکہ اسے وحشیانہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس نے بہرحال ٹائی ٹے نک سے تعلق رکھنے
والے تمام معاملات اور تجربات کے خلاف جو دماغی مدافعت تم نے اختیار کر رکھی تھی، اسے پوری

طرح تہس نہس کر ڈالا۔'' چشمے کی صفائی مکمل کرنے کے بعد مارگریٹ نے چشمہ دوبارہ ناک پر
رکھ لیا۔ ''یہ بتاؤ۔'' تمہیں ٹائی ٹے نک کے بارے میں کچھ یاد ہے؟''

ایوا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''وہ فلم تمہیں یاد ہے؟''

ایوا نے کرسی پر بے چینی سے پہلو بدلا۔ ''مجھے یہ یاد ہے کہ میں وہ فلم دیکھ رہی تھی۔ پھر جیسے
ہی میرا ذہن بالکل خالی ہو گیا۔ اس کے بعد جو مجھے یاد ہے تو بس اتنا کہ نارمن میرے منہ پر تھپڑ
مار رہا تھا۔''

مارگریٹ اٹھی اور ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم عملِ تنویم سے مدد لینا چاہتی ہو۔
اس کی مدد سے تم اپنے ماضی میں جا کر اپنی یادداشت کو بحال کرنا چاہتی ہو۔''

ایوا کو احساس تھا کہ میں اور مارگریٹ اسے بہت غور سے دیکھ رہے ہیں اس نے مستحکم لہجے
میں کہا۔ ''جی ہاں۔ یہ درست ہے۔''

مارگریٹ نے ایک سوئچ آن کیا۔ میز پر رکھا ہوا ایک لیمپ روشن ہو گیا، جس کی روشنی ہلکی
کہربائی تھی۔ ''اس سلسلے میں ہم کئی طریقے استعمال کر سکتے ہیں۔'' مارگریٹ نے کہا۔ ''لیکن یہ کہنا
کہ تمہیں اس کا مشورہ دیا جا سکتا ہے یا اس سے تمہیں فائدہ ہوگا، ایک بالکل مختلف بات ہے۔
تمہارے دماغ کے ایک حصے کو ماضی کے اس تجربے کی جستجو پر مجبور کرنا، جسے اس نے پچھلے ۵۰ برس
میں مٹا ڈالنے کی کوشش کی ہے، کوئی خوش گوار کام نہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جنھوں
نے اس طرح کے معاملات میں خود کو نااہل اور غیر ذمے دار نفسیاتی معالج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا
تھا۔ نتیجہ یہ کہ اب وہ برسوں سے کسی اسپتال کے دماغی امراض کے وارڈ میں انسانی ترکاری کی
حیثیت میں پڑے ہیں...... ترکاری، جس میں دماغ نہیں ہوتا۔''

میں نے ایوا کو سہم کر سمٹتے، جھرجھری لیتے دیکھا۔

''ایوا...... یہ سوچ کر پاس نہ بھرنا کہ اس طرح تم میرے کسی نام نہاد احسان کا بدلہ چکا سکو
گی۔ تمہیں صرف خود کو خوش کرنا ہے اور کسی کو نہیں۔''

وہ بڑے تشکر سے مسکرائی اور اس نے میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

............☆☆☆............

اگلی صبح آٹھ بجے میں ایوا کے ساتھ ڈاکٹر مارگریٹ کے اندرونی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ چھوٹا سا، مربع شکل کا کمرا تھا، جس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ وہاں چمڑے کی ایک لمبی کاؤچ تھی، جس کے اوپر جدید انداز کا ایک لیمپ نصب تھا۔ ایک جانب اسٹینڈ پر سونی کا ایک بیش قیمت ٹیپ ریکارڈر موجود تھا۔ کاؤچ کے پہلو میں دو کرسیاں رکھی تھیں۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مارگریٹ نے چارج سنبھال لیا۔ ''اب ایوا، سب سے پہلے میں تمہارا ایک ٹیسٹ لینا چاہتی ہوں۔'' اس نے ایوا سے کہا۔ ''اس سے ہمیں یہ پتا چل سکے گا کہ تم روشنی کے ذریعے ٹرانس کو کس حد تک اور کس رفتار سے قبول کرسکتی ہو۔ اور یہ کہ تم میں پُرسکون ہونے کی کتنی صلاحیت ہے۔ اب تم مہربانی کر کے ذرا اس طرف چلی آؤ۔ ایوا گنگ تھی۔ تاہم اس نے ڈاکٹر مارگریٹ کی ہدایت پر عمل کیا۔

''ٹھیک ہے ڈیر۔ اب تم اس دیوار کی طرف رخ کر کے کھڑی ہو جاؤ۔ ہاں...... بالکل ٹھیک ہے۔ اب سر اٹھاؤ اور وہ جو چھت پر سیاہ دائرہ بنا ہوا ہے، اسے نظریں جما کر دیکھو۔ ہاں...... ایسے۔ بالکل سیدھی کھڑی رہو...... دونوں پاؤں ملا کے...... دونوں ہاتھ پہلوؤں سے لگا کے۔ اور اب نگاہیں ایک پل کے لئے بھی دائرے سے نہ ہٹیں۔ شاباش...... بہت خوب''۔

مارگریٹ ایوا کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ ''ٹھیک ہے ایوا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بالکل ساکت رہو۔ بالکل حرکت نہ کرنا۔ اب تم آنکھیں بند کرلو۔ سر ویسے ہی اٹھا رہے...... چھت کی طرف۔ بس آنکھیں بند ہوں۔ باقی پوزیشن پہلے والی ہی رہے۔ بہت خوب...... شاندار...... جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو ڈیر۔ تناؤ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ پوری طرح پرسکون رہنے کی کوشش کرو۔ اب میں تمہارے دونوں ہاتھ تمہارے کندھوں پر رکھوں گی...... بڑی نرمی سے...... بے حد آہستگی سے۔ تم یہ محسوس کرنے کی کوشش کروں گی کہ کوئی طاقت پیچھے میری طرف کھینچ رہی ہے۔ تم پریشان نہ ہونا...... اور مزاحمت بھی نہ کرنا۔ تم گروگی تو ہم تمہیں تھام لیں گے۔ ہاں...... اب محسوس کرو۔ تم گر رہی ہو...... تم گری رہی ہو...... تم پیچھے کی طرف گر رہی ہو...... کوئی طاقت تمہیں کھینچ رہی ہے...... تم گر رہی ہو......''۔

ایوا ایسے جھول رہی تھی، جیسے کوئی اسکائی اسکریپر گرنے والا ہو۔

''تم پیچھے گر رہی ہو...... گر رہی ہو...... پوری طرح گر رہی ہو...... ہم تمہیں پکڑ لیں گے ڈیر...... تم گر رہی ہو...... پیچھے......'' مارگریٹ کہے جا رہی تھی۔

ایوا ایک دم گرنے لگی۔ میں تیزی سے اٹھا اور میں نے اسے گرنے سے بچانے میں

مارگریٹ کی مدد کی۔

''اف'' ایوا نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور خود کو سیدھا کرنے لگی'' کیا میری ایڑیاں گول ہو گئی ہیں''؟

''تمہیں تو ایسا ہی لگ رہا ہوگا ڈیر'' مارگریٹ نے کہا'' بہرحال یہ صورتحال بے حد حوصلہ افزا ہے''۔

☆☆☆

اس شام کو بیرونی آفس میں میں مارگریٹ سے ملا۔ ہمارے پاس ٹیپ کی تین ریلیں تھیں۔ ایوا دوسرے کمرے میں لیٹی سو رہی تھی۔

مارگریٹ نے پردے ہٹائے۔ شام کے جھٹ پٹے میں ٹوکیو روشنیوں کے شہر میں تبدیل ہو رہا تھا۔ مارگریٹ نے سگریٹ سلگائی اور پیکٹ لہراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ ''لو گے''؟

''نہیں شکریہ۔ تم نے ہی میری سگریٹ چھڑھائی تھی۔ یاد ہے''؟

''ہاں، یاد آ گیا۔ معاف کرنا......''

''کبھی کبھی تو طلب بہت ستاتی ہے۔ غصہ آنے لگتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کبھی کبھی تمباکو آدمی کو سہارا بھی دیتا ہے''۔ میں نے کہا۔

''میرا خیال تھا نارمن کہ تم بیساکھیوں سے بے نیاز ہو''۔ وہ بولی۔

''ابھی تک تو ایسا نہیں ہے۔ شاید ایسا کبھی نہیں ہوگا''۔

ہم دونوں اس جہاز کو دیکھتے رہے، جو ایئرپورٹ پر لینڈ کرنے سے پہلے چکرا رہا تھا۔ ''میں ان ٹیپس کی کاپی تمہیں دے دوں گی''۔ مارگریٹ نے کہا۔ ''یہ بات سمجھ لو کہ اگر ایوا نے نہ کہا ہوتا تو میں یہ ہرگز نہ کرتی۔ ہاں...... میں چاہتی ہوں کہ وہ چند روز میرے پاس رہے۔ کم از کم دو ہفتے۔ گفتگو سے اچھی کوئی تھراپی نہیں ہوتی۔ زنجیر کی ایک ایک کڑی ملانی پڑتی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے میرے کندھے پر تھپکی دی۔ ''اسے کہتے ہیں دوڑنے سے پہلے رینگنا''۔

''مارگریٹ...... ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا۔ ایوا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر وہ ٹوٹ گئی تو......''۔

''ایوا کو کمزور مت سمجھو نارمن۔ اس میں بہت تیزی سے سنبھلنے کی صلاحیت موجود ہے۔ کوئی صدمہ اسے مستقل طور پر زیر نہیں کرسکتا۔ اسے کچھ نہیں ہوگا''۔

میں نے اپنی افسردگی چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔

☆☆☆

دو دن بعد سات گھنٹے کی اس ریکارڈنگ کا آخری ٹیپ میرے ریکارڈر پر چل رہا تھا۔ وہ ختم ہوا تو جین بڑی ہمت کر کے اٹھی اور اس نے ریکارڈر کو آف کر دیا۔ وہ پھر میری میز کے سامنے رکھی کرسی پر آ بیٹھی۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ جین یونہی بے مقصد اپنی انگلیاں مروڑتی رہی۔ وہ اپنا حوصلہ مجتمع کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مائی گاڈ نارمن، تم نے یہ سب برداشت کیسے کیا"؟ بالآخر وہ بولی۔

"نہیں کیا جا رہا تھا۔ مگر کرنا پڑا"۔ میں نے میز کی نچلی دراز سے فلاسک نکالا۔ "پیو گی"؟

جین نے کافی کی پیالیاں میری طرف بڑھا دیں۔ "مجھے ڈبل دینا"۔

میں نے دونوں پیالیوں میں شراب انڈیلی اور ایک پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔ "اب بولو۔ کیا خیال ہے تمہارا"؟

اس نے پیالی ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "کاش...... میں کچھ کہہ سکتی۔ یہ ٹیپ جتنے بھی سوال اٹھاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے دو ممکنہ جواب ہیں اور یہ کہنا مشکل ہے کہ درست کون سا ہے"۔

فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے سر جھٹک کر دماغ میں خیالات کے ہجوم کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ پھر ریسیور اٹھایا۔

"ٹام بریمل بول رہا ہوں نارمن" دوسری طرف سے ٹام نے کہا۔ "گڈ نیوز۔ ہمیں مارتھا اور البرٹ کلائین کی ایک ایک تصویر مل گئی ہے"۔

"مذاق مت کرو۔ کہاں سے"؟

"ایف بی آئی اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں تو ناکامی ہوئی۔ لیکن کیونارڈ لائن میں بات بن گئی۔ ان کے لندن آفس میں وائٹ اسٹار لائن کا ریکارڈ موجود ہے۔ ان کے پاس ان دونوں کے پاسپورٹ کی نقول محفوظ تھیں"۔

"تم نے دیکھا ہے......"؟

"نہیں۔ البتہ میرے پاس کاپی آنے والی ہے۔ میں فوراً ہی تمہیں بھجوا دوں گا۔

"ارے ٹام...... اتنا انتظار مجھ سے نہیں ہو گا۔ جلدی کی کوئی اور ترکیب نہیں ہو سکتی"۔ میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔

"ویل......" خاموشی کا ایک پر خیال لمحہ...... پھر ٹام نے کہا۔ "تم پیرس میں سیورت نیشنل ہیڈکوارٹرز پہنچ سکتے ہو"؟

"تمہارا مطلب وزارت داخلہ سے ہے نا"؟

"ہاں۔ تم جلد از جلد وہاں پہنچ جاؤ۔ ہو سکے تو ایک گھنٹے میں۔ وہاں چیف انسپکٹر بریسن سے ملو۔ میں ابھی اسے فون کروں گا۔ وہاں سے وہ تصویریں تمہیں مل جائیں گی"۔

"بہت بہت شکریہ۔ تم واقعی ایک قابل قدر دوست ہو"۔

"ہاں، میں جانتا ہوں۔ اچھا تم جلدی کرو۔ بائی"۔

میں نے ریسیور رکھا اور جین کا سامنا کیا۔ اس کے ہونٹوں پر سوال مچل رہے تھے۔ "اس وقت نہیں۔ میں تمہیں کار میں بیٹھنے کے بعد سب کچھ بتا دوں گا"۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں تیزی سے باہر آئے۔

وزارت داخلہ کے ہیڈ کوارٹر پہنچتے پہنچتے ہم ٹریفک کے تمام ضابطوں کی خلاف ورزی کر چکے تھے۔ ہم چیف انسپکٹر بریسن کے سامنے پہنچے تو ہانپ رہے تھے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اس نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

میں نے چیف انسپکٹر سے اپنا اور جین کا تعارف کرایا۔ وہ ہمیں لے کر کمرے سے نکلا۔ لفٹ میں بیٹھ کر ہم دسویں منزل پر گئے۔ وہاں راہداری میں ایک کمرے کے باہر...... ٹیلیکس روم کی تختی لگی تھی۔ ہم اس کمرے میں داخل ہوئے......

وہاں دو ٹیلی ٹائپ مشینیں تھیں اور ایک فون تھا جس کا براہ راست انٹر پول کے ریڈیو اسٹیشن سے نشریاتی رابطہ تھا۔ اس کے پاس ہی ایک نقل تیار کرنے والی مشین رکھی تھی۔ ٹیلی فون کا ریسیور کریڈل پر نہیں تھا۔

آپریٹر نے ٹیلی فون کے ریسیور کو مشین کے کریڈل پر رکھا۔ پھر ایک بٹن دبایا۔ مشین کے شیشے کے کور کے نیچے سے کاغذ کا ایک رول آہستہ آہستہ باہر آنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت انگلینڈ میں بھی اسی طرح کی ایک مشین کام کر رہی ہو گی۔

اس مکمل ٹرانس مشن میں دو منٹ لگے۔ کام مکمل ہوتے ہی مشین خود بخود رک گئی۔

آپریٹر نے تصویر انسپکٹر بریسن کو دی اور انسپکٹر نے اسے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تصویر پر ایک نظر ڈالی اور غیر ارادی طور پر پلکیں جھپکانے لگا۔ پھر میں نے تصویر کو دوبارہ دیکھا...... بہت غور سے دیکھا۔ مجھے اپنے پیٹ میں عجیب سی گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا۔

''کیا بات ہے نارمن''؟ جین نے پوچھا۔

میں کچھ بولنے کے قابل نہیں تھا۔ میں نے تصویر اس کی طرف بڑھا دی۔

''یہ...... یہ نہیں ہو سکتا'' وہ بڑبڑائی۔

''میں تم سے متفق ہوں۔ اب اگر ہم اس تصویر کو پھاڑ دیں تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ا کچھ ہوا ہی نہیں''۔

فوٹو کاپی کے بائیں جانب لکھا تھا...... البرٹ کاسیئس کلائن...... اور داہنی جانب مارتھا کلائن لکھا تھا۔

البرٹ کلائن ایک خوب رو آدمی تھا، جس کے رخساروں کی ہڈیاں پتلی اور تنگ تھیں۔ اور اس کی بیوی مارتھا بہت پیاری سی لڑکی تھی، جس کی بہت چھوٹی، تیکھی سی ناک تھی اور چہرہ گول تھا۔ دونوں کی جوڑی واقعی بہت حسین تھی۔ لیکن......

لیکن مارتھا اور البرٹ کلائن دونوں سیاہ فام تھے!

......☆☆☆......

9 مئی 1962ء

''نارمن، اس طرح تو تم کچھ بھی نہیں کر سکو گے''۔ جین نے مجھ سے کہا۔

اس کے ساتھ ہی فلم بینوں کی شش شش کی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن میرا خول اتنی آسانی سے ٹوٹنے والا نہیں تھا...... کم از کم پوری طرح تو ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا تھا۔

جین نے میرا موڈ درست کرنے کیلئے فلم دیکھنے کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن بات بنی نہیں۔

انٹرول میں ہم باہر نکلے۔ لابی میں سگریٹ کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ مجھے سگریٹ کی طلب ہونے لگی۔ لیکن میں سگریٹ چھوڑنے کا بہت پختہ عہد کر چکا تھا۔ اس لئے دوسروں کا اگلا ہوا دھواں ہی سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں اتار سکتا تھا۔

''جینس، میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا'' میرا اسے جینس کہہ کر پکارنا ہی میری اس وقت کی کیفیت کی غمازی کیلئے بہت تھا۔ ''مارتھا کلائن نے مجھ سے یہ جھوٹ کیوں بولا کہ اس نے اپنے شوہر کے ساتھ ٹائی ٹے نک پر سفر کیا تھا''؟

''تو یہ جھوٹ کہاں ہے۔ ماسٹرسن کی فلم میں وہ دونوں ٹائی ٹے نک پر موجود نظر آئے تھے''۔

''جی نہیں۔ اس فلم میں ہم نے جنہیں دیکھا، وہ سنہرے بالوں والے دو خوبصورت افراد تھے، جو مسز ہینلے کے بیان کیے ہوئے حلیے پر پورے اترتے تھے''۔ میں تلخی سے ہنسا۔ ''یہ تو ہرگز ثابت

نہیں ہوتا کہ جنہیں ہم نے فلم میں دیکھا، وہ مارتھا اور البرٹ کلائن تھے''۔

لابی کی روشنیاں بجھنے لگیں۔ انٹرول کے بعد فلم دوبارہ شروع ہونے والی تھی۔

باقی فلم کے دوران میرے دماغ میں رائیکرز اور کلائنز کے متعلق سوچیں چکراتی رہیں۔ فلم کے بعد واپس جاتے ہوئے میرے تصور میں ایک ایسا بڑا سیاہ سانپ تھا، جو پلٹ کر اپنی دم کھا رہا تھا...... اور مسلسل کھا رہا تھا...... اور یہ طے تھا کہ آخر میں اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

میری سوچیں مجھ پر اس طرح حاوی ہونے لگیں کہ میں یہ بھی بھول گیا کہ میں گاڑی ڈرائیو کر رہا ہوں۔ گاڑی قابو سے باہر ہوئی اور سڑک سے اترنے ہی والی تھی کہ جین نے مجھے جھنجھوڑ ڈالا۔ ''نارمن...... نارمن''۔

میں نے چونک کر گاڑی کو سنبھالا۔

''مائنڈ نہ کرنا نارمن۔ میں ابھی اور جینا چاہتی ہوں''۔

میں گاڑی کو دوبارہ سڑک پر لے آیا تھا۔

''تم ٹھیک تو ہو نارمن''؟

''ہاں جین۔ اور گھر پہنچتے ہی میں اپنی ہونالولو پولیس ڈیپارٹمنٹ کی فائلوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں''۔

''اس کیلئے بنیادی شرط خیر و عافیت کے ساتھ گھر پہنچنے کی ہے''۔

یہ ترغیب اس وقت میرے لیے بہت بڑی تھی۔ چنانچہ ہم کسی قابل ذکر واقعے کے بغیر خیر و عافیت کے ساتھ گھر پہنچ گئے۔

جین میرے لیے کافی بنانے لگی اور میں اپنی درازوں میں گھس گیا۔ 1961ء میں ہونالولو پولیس کو مارتھا اور البرٹ کلائن کے پاسپورٹ کی جو فوٹو کاپیاں ملی تھیں، انہیں تلاش کرنے میں مجھے صرف ایک منٹ لگا۔ جب تک جین کافی لے کر آئی، میں ریسیور اٹھا کر طویل فاصلے کا نمبر ملا چکا تھا''۔

''یہ اتنی رات کو تم کسے کال کر رہے ہو'' جین نے پوچھا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجے جا رہی تھی۔ بالآخر فون ریسیو کر لیا گیا۔

''میں نارمن بول رہا ہوں ٹام۔ کیا تم سو رہے تھے''؟

''تمہاری آواز سننے سے پہلے میں یقیناً سو رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا ہوں نارمن کہ تمہاری

بنیادی کشش بہت تیزی سے کم ہو رہی ہے“۔

”میں معذرت خواہ ہوں۔ سچ مچ بہت شرمندگی ہے مجھے۔ لیکن ایک بہت بڑی بات سا
آئی ہے“۔

”اگر وہ بہت بڑی بات مارتھا اور البرٹ کلائن کا سیاہ فام ہونا ہے تو میں پہلے ہی پیٹ بھر کر
ہنس چکا ہوں اس پر“۔

”نہیں، یہ بات نہیں۔ مگر اسی بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا“۔ میں نے میز پر رکھی
پولیس فائل کے ورق الٹے۔ ”صبح تم آفس جاؤ تو کلائنز کے قتل کے بارے میں ہونا لولو پولیس کی
اوریجنل رپورٹ دیکھنا۔ اس میں تمہیں 24 نومبر 1961ء کے لاس اینجلس سے آنے والی پا
امریکن کلپر فلائٹ 208 کے مسافروں کی فہرست بھی نظر آئے گی“۔

”یہ وہ فلائٹ ہے نا، جس سے وہ دونوں ہونا لولو پہنچے تھے“؟

”ہاں۔ اس کی کاپی اس وقت میرے سامنے رکھی ہے“ میں نے کہا۔ میں نے اس کالم میں
موجود 19 نام پڑھے کہ شاید کوئی سراغ مل جائے۔ مگر سراغ ایسے کہاں ملتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے
کہ میں تمہیں بہت پریشان کر رہا ہوں۔ مگر مجھے اس فہرست کے ہر فرد پر ایف بی آئی کی رپورٹ
درکار ہے“۔

”نارمن......“

”یہ بہت ضروری ہے“ میں نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔

اس نے تھکے تھکے انداز میں گہری سانس لی۔ ”ایف بی آئی کو کس چیز کی تلاش تھی“؟

”ایک گم شدہ شخص کی، جو ہوائی گیا، لیکن واپس بھی نہیں آیا“۔

”میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہا ہوں“۔

”میرا اپنا بھی یہی حال ہے“ میں نے کہا۔ ”مگر یہ معلومات مجھے درکار ہیں اور ہاں، پہلے
مردوں سے شروع کرنا چھان بین“۔

”ٹھیک ہے نارمن۔ جلد ہی میں تم سے رابطہ کروں گا“۔

”اگر اگلے ہفتے رابطہ کرو تو جین کو پیغام لکھوا دینا۔ کیونکہ میں یہاں موجود نہیں ہوں گا“۔

”کیوں بھئی، اب تم کہاں جا رہے ہو“؟

”ہونا لولو“۔

”کیا کرنے“؟

میں نے جین کے احتجاج سے اپنے کان بند کر لیے۔ ”ایک ایسا کام، جو مجھے کئی ماہ پہلے کر لینا
یے تھا“۔

☆☆☆

کلاڈین جارمن ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی تو میں نے اٹھ کر اس کا خیر مقدم کیا۔ میری طرف
ے احترام کے اس اظہار کے سبب محض اس کا خاتون ہونا نہیں تھا۔ مسز جارمن بننے سے پہلے وہ
ڈین مورس ہوتی تھی اور اس کا انداز ایسا تھا کہ تعظیم کا مطالبہ کرتا محسوس ہوتا تھا۔ اس کا لباس
ف بیش قیمت نہیں تھا بلکہ وہ اس کے جسم پر سج بھی رہا تھا اور اس سے اس کی خوش ذوقی کا
ازہ بھی لگایا جا سکتا تھا اور اس کے انداز میں بلا کی خود اعتمادی تھی۔

”مسٹر پال“ سفید دستانے میں لپٹا ہاتھ میری طرف بڑھا“۔ آپ سے مل کر بہت خوشی
ئی۔ آپ کو آتے ہوئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی“؟

”جی نہیں“ میں نے اپنی میزبان کے لئے کرسی کھینچی۔ ”تشریف رکھیے“

ویٹر فوراً ہی ڈرنکس لے آیا۔ مسز جارمن مارٹینی پر یوں ٹوٹ کر گری، جیسے وہ آسمان سے اتری
ئی کوئی نعمت ہو۔ ”واہ...... بہت اچھی شراب ہے“۔ اس کے لہجے میں چہکار تھی۔ ”مجھے مارٹینی
ت پسند ہے۔ آپ کو اچھی لگتی ہے“۔

”کوئی خاص نہیں“۔

”آئی ایم سوری“ اس نے جلدی سے کہا۔ ”آپ نو ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے میری پسند نا
ند کے بارے میں جاننے کیلئے تو نہیں آئے ہیں۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا“؟

”نہیں...... وہ میں......“

”میرا اندازہ ہے کہ آپ میری ماں کے متعلق بات کرنے آئے ہیں۔ ٹھیک ہے نا“؟

”جی ہاں“

وہ اپنے جام میں پڑی برف کی ڈلی کو ہلاتی رہی۔ ”ایسی کوئی بات نہیں مسٹر پال کہ میں کچھ
فوق الفطرت صلاحیتوں کی مالک ہوں۔ بات صرف اچھی یادداشت اور کامن سینس کی
ہے۔ میں جب جوان تھی تو مجھے یاد ہے کہ ان دنوں ہائی وے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے ایک پٹرول
ن نے بڑے عجیب حالات میں استعفیٰ دیا تھا اور وہ وہی وقت تھا، جب میری ماں غائب ہوئی
تھی“۔ مسز جارمن نے اپنا جام بلند کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ ”ایک جام اور“؟

”جی ہاں“ اس کی تیزی طراری نے مجھے نروس کر دیا تھا۔

ویٹر دوسرا جام لے آیا۔

''میرا خیال ہے، چوہے بلی کا کھیل اب ختم کیا جائے''۔ مسز جارمن نے کہا۔''آپ پوچھیں..... کیا جاننا چاہتے ہیں آپ''؟

''آپ کی ماں کہاں ہیں مسز جارمن''؟

''انہیں 1948ء میں قانونی طور پر مردہ قرار دے دیا گیا تھا اور کسی کو اس پر کوئی اعتراض ہوا نہ اختلاف''۔

''میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن آج تک آپ کی ماں کے بارے میں حقیقت کا پتا نہیں چل سکا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ وہ کہاں غائب ہوگئیں۔ کیا ہوا انہیں؟ پولیس نے ان کو تلاش کرنے کی کوشش بھی کی''؟

ویٹر سلاد لے آیا تھا۔ مسز جارمن کے جسم میں واضح طور پر تناؤ نظر آیا۔''مسٹر پال، میں اپنی ماں کی زندگی کا بالکل درست نقشہ کھینچنے کی کوشش کروں گی''۔ اس نے کہا۔''برائے مہربانی آپ مداخلت نہ کیجئے گا۔ تاکہ یہ تکلیف وہ معاملہ جلد از جلد نمٹ جائے۔ ٹھیک ہے''؟

''جی..... میں سن رہا ہوں''۔

''تو سنیں۔ کیتھرین مورس! میری ماں کے نام سے لگتا ہے کہ ان کا تعلق کسی نوابی گھرانے سے ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ ان کا تعلق مانٹریال کے ایک دھوبی گھرانے سے تھا۔ وہ 1922ء میں ہجرت کرکے یہاں آئیں کہ ممکن ہے تبدیلی مقام سے ان کی قسمت میں بھی کوئی تبدیلی رونما ہو۔ لیکن اس مقصد میں انہیں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ادھر ادھر کئی چھوٹی موٹی ملازمتیں کرنے کے بعد 1924ء میں انہیں ہوٹل موآنا میں خادمہ کی جاب مل گئی۔

''ماں ہوٹل کے قریب ہی رہتی تھیں اور وہ رہنے کیلئے کوئی اچھی جگہ نہیں تھی۔ اپنی آمدنی بڑھانے کیلئے انہوں نے دھندا شروع کردیا۔ وہ پیشہ وارانہ انداز میں نہیں، بلکہ شوقیہ اور ناپختہ فن کاروں کے انداز میں کام کرتی تھیں۔ یوں عورت کی کشش اور بڑھ جاتی ہے''۔ اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔''میں بڑی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میرے انکل بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ مگر میں باپ سے محروم ہوں۔ لیکن اپنے باپ کے بارے میں میں اندازہ بہرحال لگا سکتی تھی''۔

''آئی ایم سوری مسز جارمن''۔

''شکریہ۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ مما کام کے سلسلے میں بہت محتاط رہتی تھیں۔ لیکن جب موقع ملتا تو وہ بیماری کے بہانے سے چھٹی لے لیتیں۔ نومبر کے اس دن بھی انہوں نے اپنے باس

سے کہا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... اور وہ ماہانہ ناسازی طبع کی وجہ سے گھر جانا چاہتی ہیں''۔ اس کی آنکھوں میں شرارت کی چمک ناچنے لگی۔''میں نے دیکھا ہے، مرد بے چارے عورتوں کی ان تکالیف سے بہت گھبراتے ہیں۔ ہوٹل کا منیجر بھی اس عذر پر بے چون وچرا مما کو چھٹی دے دیا کرتا تھا، جیسے وہ طاعون میں مبتلا ہوں''۔ مسز جارمن اپنی سلاد پر نمک چھڑکنے لگیں۔''سو اس روز مما ہوٹل سے کام چھوڑ کر نکلیں اور اس کے بعد میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا''۔

''لیکن آپ ان کے لئے پریشان تو ہوئی تھیں۔ آپ نے ان کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی''۔

''نہ وہ کبھی مل سکیں نہ پولیس کو ان کا کوئی سراغ مل سکا۔ پھر 7 دسمبر آ گئی۔ پرل ہاربر کے واقعے کے بعد صورتحال ہی تبدیل ہوگئی۔ دماغوں پر دوسرا ہی بوجھ آ گیا۔ میں نے بھی قسمت کا لکھا سمجھ کر اسے قبول کرلیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ مما مر چکی ہیں''۔

''میں سمجھا نہیں''، میں نے کہا۔''یونہی..... خوامخواہ..... بغیر کسی وجہ کے آپ نے انہیں مردہ تسلیم کرلیا''؟

''یہ بات نہیں۔ میرے ایک انکل تاشیما..... میرے مما کے دوست..... میک کلی اسٹریٹ پر رہتے تھے۔ مما ان کے گھر بہت کثرت سے جایا کرتی تھیں۔ دسمبر کی اس صبح ایک طیارہ شکن توپ کا ایک گولا اپنے ہدف کے بجائے ان کے مکان پر گرا اور مکان کا نام ونشان مٹ گیا''۔

''لیکن ملبے سے کوئی لاش تو نہیں نکلی تھی''۔

''جی ہاں۔ لیکن آپ یہ تو سمجھ سکتے ہیں نا کہ میں یہ چاہتی بھی نہیں تھی کہ میری ماں کی لاش وہاں سے برآمد ہو۔ اسی لئے میں نے اپنی ماں کی موت کو دل سے قبول کرلیا''۔ اس وقت ویٹر بھنے ہوئے گوشت کی ڈش لے کر آ گیا۔''میرا خیال ہے، اب ہم کسی اور موضوع پر گفتگو کرسکتے ہیں''۔

''جو آپ کی مرضی''۔

''کیوں نہ میں تمہیں ایک غریب لڑکی کی..... یعنی اپنی داستان سناؤں..... عروج کی داستان''۔

''سچ پوچھیں تو مجھے اس میں برائے نام ہی دلچسپی ہے''۔

''یہ صرف دو لفظوں کی کہانی ہے''۔ اس نے اپنی پلیٹ میں گوشت نکالتے ہوئے کہا۔

''تب تو میں ضرور سننا چاہوں گا''۔

''شادی کسی دولت مند سے کرنی چاہیے''۔

''میں یہ یاد رکھوں گا''۔ میں نے کہا ''اچھا......ایک اور عنایت کر دیں مجھ پر''۔

''کہو''

''آپ کے پاس آپ کی ماں کا سامان تو ہوگا۔ وہ چیزیں جو آپ نے ان کے غائب ہونے کے بعد پیک کر کے ایک طرف رکھ دی ہوں گی۔ چھوٹی موٹی چیزیں، ان کے زیورات، روزمرہ کے استعمال کی چیزیں''۔

''آپ کی طبیعت میں ایک غیر متوقع مریضانہ میلان نظر آتا ہے مسٹر پال''۔

''میں آپ کے محسوسات سمجھ سکتا ہوں اور اس کی وجہ بھی۔ لیکن پلیز، آپ یقین کریں، اس بات کی بہت اہمیت ہے''۔

وہ چند لمحے مجھے بہت غور سے دیکھتی رہی۔ شاید اسے میری نیت پر شبہ تھا۔ بہر حال چند لمحے بعد وہ قدرے مطمئن نظر آنے لگی۔ ''میرے شوہر شام چھ بجے گھر واپس آتے ہیں'' اس نے کہا ''اور مما کی تمام چیزیں گیراج میں رکھی ہیں''۔

☆☆☆

مسز جارمن مجھے اپنی کار میں بٹھا کر ویما نالو بے لے گئی، جو متمول لوگوں کا علاقہ ہے۔ وہاں ساحل سمندر پر ہنری جارمن کا شاندار بنگلہ تھا۔ سامنے نیلا سمندر تھا، جو آسمان کے رنگ سے میچ کرتا تھا۔

کلاڈین جارمن نے ڈیش بورڈ سے ریموٹ کنٹرول نکالا اور اس کی مدد سے گیراج کا دروازہ کھولا۔ گیراج میں چار گاڑیوں کی گنجائش تھی۔

اس نے گاڑی اندر لے جا کر روکی اور گاڑی سے اتری۔ ''جہاں تک مجھے یاد آتا ہے، اس بکس کو یہاں ہونا چاہیے''۔ اس نے ایک کیبنٹ کو تھپ تھپایا۔ ''کیبنٹ کے اوپر''

وہ کیبنٹ ایک ورک بینچ کے اوپر رکھی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''سیڑھی کی ضرورت پڑے گی''۔

اس نے ایک اسٹول کی طرف اشارہ کیا۔ میں وہ اسٹول اٹھا لایا۔ پھر میں اسٹول پہ چڑھا اور وہ اسٹول کو سنبھالے کھڑی رہی۔ کیبنٹ کے اوپر پھلوں کا وہ پرانا کریٹ رکھا تھا، جس میں اس کے زمانہ عسرت کی یادگاریں موجود تھیں۔

میں نے کریٹ کو اتار کر نیچے فرش پر رکھا۔ پھر بڑی احتیاط سے ایک ایک کر کے اس میں رکھی چیزوں کو نکالا۔ اس میں کپڑے اور جوتے تو میرے کسی کام کے نہیں تھے۔ اس کے علاوہ کچھ شیشے اور کچھ چاندی کے برتن تھے۔ بالآخر مجھے سبز شیشے کا چھوٹا سا گلدان نظر آ گیا۔ اسے میں نے ہاتھ پر رومال لپیٹ کر نچلے حصے سے تھاما اور روشنی کے سامنے رکھ کر اس کا جائزہ لیا۔ ''کیا یہ آپ کی مما کا ہے''؟ میں نے پوچھا۔

وہ مسکرائی۔ ''ہاں۔ یہ ہم نے ماوئی کے ٹرپ میں خریدا تھا...... 1937ء میں''۔

''آپ نے جنگ کے بعد بھی اسے استعمال کیا''؟

''مما کے بعد میں نے ان کی چیزوں کو کم سے کم استعمال کیا''

''اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ گلدان مستعار لینا چاہتا ہوں''۔ میں نے کہا۔

''لیکن کس لئے؟ اس میں ایسی کیا خاص بات ہے''؟

''یہ میں اس وقت تو نہیں بتا سکتا۔ لیکن پلیز، مجھ پر بھروسہ کریں۔ یہ میں دو ہفتوں کے اندر آپ کو واپس بھجوا دوں گا''۔

کلاڈین نے چند لمحے میرے چہرے کو بہت غور سے دیکھا۔ اور جو کچھ دیکھا، وہ شاید اس کیلئے اطمینان بخش تھا۔ ''ٹھیک ہے مسٹر پال، آپ یہ لے جائیے۔ مجھے امید ہے کہ کبھی آپ مجھے بتا سکیں گے کہ یہ سب کیا تھا''؟

میں نے گلدان کو بڑی نزاکت سے رومال میں لپیٹا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ ''آپ ان لوگوں میں شامل ہوں گے، جنہیں میں سب سے پہلے حقیقت سے آگاہ کروں گا''۔

☆☆☆

مسلسل بارش نے سینٹ پیٹرز برگ کو دلدلی علاقے میں تبدیل کر دیا تھا۔ مائما اور فریڈ ہنلے تک پہنچتے پہنچتے میرے جوتے کیچڑ میں لت پت ہو گئے اور کپڑوں پر چھینٹوں کے داغ پھیل گئے۔

بالآخر میں نے ان کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔

ان کا گھر تھرمواسٹیٹ کی وجہ سے بہت گرم ہو رہا تھا۔ مگر پچھلی بار کے برخلاف اس بار مجھے گرمی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میرا جسم کپکپا رہا تھا۔ فریڈ نے بے حد گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔

''ہمیں تو یقین ہی نہیں تھا کہ اب کبھی تم سے رابطہ ہوگا۔ تمہاری فون کال نے ہم دونوں کو کر رکھ دیا''۔ فریڈ نے کہا۔ ''لیکن تم نے یہاں آمد کے لئے بدترین دن چنا ہے۔ یہ طوفا دن......! اب واپسی کی فلائٹ مل جائے تو بڑی بات ہے''۔

مائما کچن کی طرف سے لپکی ہوئی آئی۔ اس کے ہاتھ میں گرم چاکلیٹ کی پیالی تھی۔ وہ اس نے میری طرف بڑھائی۔ ''لو یہ پی لو۔ تمہارے اندر کی سردی بھاگ جائے گی''۔

''شکریہ۔ لیکن میں آپ دونوں کو زیادہ پریشان نہیں......''۔

''بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ اب تم رات کا کھانا کھا کر ہی جاؤ گے''۔ مائما کے لہجے میں شفقت تھی۔

''آپ کی محبت سر آنکھوں پر۔ لیکن میں معاملات کو جلد از جلد نمٹانا چاہتا ہوں''۔ میں کھڑا ہوا اور میں نے دوچھتی کو تھپ تھپایا۔ ''سیڑھی اور ٹارچ لا دیں تو مجھے ایک بار پھر دوچھتی کا جائزہ لینا ہے''۔

کلاڈین جارمن کے گیراج میں تین دن پہلے میں اسی طرح اسٹول پر چڑھا تھا۔ یہاں فریڈ اور مائما نے سیڑھی کو نیچے سے تھاما ہوا تھا۔ تاکہ سیڑھی کے، یا میرے یا دونوں کے گرنے کا کوئی امکان نہ رہے۔

میں نے پورا سامان نیچے پھیلا دیا۔ یہاں سامان نسبتاً زیادہ تھا۔ یہاں تمچے تھے، کتابیں تھیں، جوتے اور سینڈل، کئی ایش ٹرے اور ایک اخبار، مقدار میں زیادہ سہی۔ لیکن سامان یہ بھی اسی نوعیت کا تھا، جیسا تین دن پہلے میں نے کیتھرین مورس کا دیکھا تھا۔

''میں آپ دونوں سے ایک مہربانی کا خواستگار ہوں''۔ میں نے کہا۔ ''میں یہ پورا کریٹ اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ چند ہفتوں کے اندر واپس کر دوں گا''۔

''ضرور...... کیوں نہیں''۔ مائما نے کہا۔ پھر پر تجسس انداز میں پوچھا۔ ''مگر مسٹر پال، یہ معاملہ کیا ہے''؟

انہیں کچھ نہ کچھ بتانا...... سمجھانا اخلاقی نکتۂ نظر سے بہت ضروری تھی۔ ''یہ تمام چیزیں مارتھا اور البرٹ کے قاتل کی تلاش کے سلسلے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں''۔

ان کی نگاہوں میں میرے لئے شکر گزاری تھی۔ میں گتے کے اس باکس کو ڈوری سے باندھنے لگا کہ چیزیں بکھرنے کا احتمال نہ رہے۔

پھر میں کھڑا ہوا۔ ''اب میں آپ کو ایک چیز دکھاتا ہوں''۔ میں نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ بڑا لفافہ نکالا، جو کچھ سیلا سیلا سا لگ رہا تھا۔ میں نے تصویر نکال کر ان کی طرف بڑھائی۔ ''ذرا یہ تو دیکھیں''۔

وہ اصلی مارتھا اور البرٹ کلائن کا فوٹو تھا...... سیاہ فام مارتھا اور البرٹ کا، جنہوں نے ٹائی ٹے نک پر سفر کیا تھا۔ ''غور سے دیکھیں...... اور اچھی طرح یاد کر کے بتائیں کہ آپ نے پہلے کبھی انہیں دیکھا ہے''؟

وہ دونوں بہت غور سے اس تصویر کو دیکھتے رہے۔ ان کے چہروں پر ان کا جواب لکھا تھا۔ مگر میں اسے لفظوں میں سننا چاہتا تھا۔

بالآخر مائما نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں...... کبھی نہیں دیکھا انہیں۔ کون ہیں یہ لوگ''؟

''کاش...... میں بتا سکتا''۔ میں نے کہا اور لفافے سے دوسرا فوٹو نکال کر ان کی طرف بڑھایا۔ ''اور اس تصویر کے بارے میں کیا کہتے ہیں آپ لوگ''؟

مائما پلکیں جھپکاتے ہوئے اس دوسری تصویر کو دیکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ ''یہ آپ کو کہاں سے ملی مسٹر پال''؟

''سوری مائما۔ یہ میں نہیں بتا سکتا۔ ورنہ کسی سے کیا ہوا وعدہ توڑنا پڑے گا''۔

مائما کو اس بات سے کوئی بہت زیادہ دلچسپی تھی بھی نہیں۔ اس نے تصویر فریڈ کی طرف بڑھائی۔ ''دیکھو ڈیئر، ال اور مارتھا کی تصویر''۔

فریڈ نے تصویر کو ایسی نزاکت اور احتیاط سے پکڑا، جیسے وہ چھوئی موئی کا پھول ہو۔ ''بہت خوبصورت''۔ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ ''یہ بالکل ویسی ہے، جیسی ان کی یاد۔ مجھے ان کا یہی روپ تو یاد ہے''۔

''مجھے افسوس ہے کہ یہ تصویر بہت شارپ نہیں ہے''۔ میں نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ پیرس کی لیب نے 16 ایم ایم کی فلم سے پرنٹ نکالنے میں اپنی پوری فنی اور تیکنیکی مہارت صرف کر دی ہے''۔ آپ چاہیں تو یہ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں''۔

مائما نے دونوں ہاتھوں میں اس تصویر کو تھام کر یوں اٹھایا، جیسے وہ تصویر نہیں، کوئی چھوٹا سا بچہ ہو۔ ''تم سوچ بھی نہیں سکتے مسٹر پال کہ تم نے ہمیں کتنی بڑی خوشی دی ہے۔ یہ ہمارے پاس مارتھا اور البرٹ کی پہلی اور آخری تصویر ہے۔ میں نے کہا تھا نا کہ وہ دونوں بہت شرمیلے تھے۔

تصویریں کھنچوانے سے بہت گھبراتے تھے۔ ایک بار ہم نے تصویریں کھینچیں۔ مگر وہ فلم ہی ضائع ہوگئی"۔

ضائع ہوگئی یا ضائع کر دی گئی۔ میں نے دل میں سوچا۔ میں انہیں بتا سکتا تھا کہ وہ دونوں اتنے شرمیلے بھی نہیں تھے اور جعلی البرٹ تو ٹائی ٹے نک پر خود بھی فوٹوگرافی کرتا رہا تھا۔ مگر انہیں بتانا مناسب نہیں تھا۔ میں ان معصوم لوگوں کی دل آزاری نہیں کر سکتا تھا۔

مائما نے اصلی کلارا اور ایوا رائیکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ دونوں کون ہیں"

"میرا خیال ہے، یہ ان کے دوست ہوں گے۔ یہ بھی ٹائی ٹے نک پر سفر کر رہے تھے"۔ میں نے جواب دیا۔

"دوست" مائما نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہاں، وہ دونوں جہاں جاتے تھے، دوست لیتے تھے"۔ وہ مسکراتے ہوئے صوفے سے اٹھی اور فریڈ کی کرسی کے پیچھے گئی۔ اس نے تصویر کو دیو سے چپکاتے ہوئے کہا "کیا خیال ہے فریڈ ڈیئر، ہم اس تصویر کو چاندی کے فریم میں لگا کر یہاں لگا دیں گے۔ ٹھیک ہے نا"؟

"ہاں...... بالکل"۔

وہ تصویر ان دونوں کی زندگی میں ایک خوشی بن کر آئی تھی...... اور مجھے اس پر خوشی ہو رہی تھی۔ مگر میں ان دونوں کا بے حد شکر گزار بھی تھا۔ وہ دونوں ہی تو تھے، جنہوں نے پہلی بار گواہی دی تھی کہ ٹائی ٹے نک سے ماسٹرسن کی بازیاب کردہ فلم میں موجود وہ دونوں کردار مارتھا اور البرٹ کلائن ہی تھے...... بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ ان دونوں کو مارتھا اور البرٹ کلائن ہی کی حیثیت سے جانتے تھے۔

............☆☆☆............

گھر جانے سے پہلے میرا لندن جانا بہت ضروری تھا۔ وہاں مجھے دو ضروری کام نمٹانے تھے جو میرے ذہن کا بوجھ بن گئے تھے۔ ایک تو مجھے اپنے وکیل فرینک ایلمر سے ملنا تھا۔ میں اسے ایک سربہ مہر بھاری لفافہ دیا۔ اس میں ایوا، کلارا اور ولیم رائیکر اور مارتھا اور البرٹ کلائن سے متعلق ہر دستاویز کی فوٹو کاپیاں تھیں۔ میں نے فرینک ایلمر سے کہہ دیا کہ میری موت کی صورت میں اس لفافے کو کھول لیا جائے اور لفافے میں موجود ہدایات پر عمل کیا جائے۔

پھر اسی سہ پہر کو میں ٹام بریمل سے ملنے اسکاٹ لینڈ یارڈ گیا۔ اس نے ہاتھ ملانے کے ساتھ ہی مجھ سے معذرت کی۔ "میں جانتا ہوں نارمن،" تم پان ایم کے مسافروں کی اس فہرست

کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ لیکن ابھی تک ایف بی آئی والوں کی طرف سے کوئی خیر خبر نہیں ہے۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ اس طرح کے کاموں میں کتنا وقت لگتا ہے"۔

"میں جانتا ہوں ٹام کہ تم سستی کرنے والے نہیں ہو"۔ میں نے اس کا کندھا تھپکا۔ "اس وقت مجھے اس کی اتنی فکر بھی نہیں ہے"۔

وہ گھبرا گیا۔ "یہ تو اور خطرناک بات ہے۔ اب اور مجھ سے کیا چاہتے ہو تم"۔

مجھے اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔ "تم کیا مجھے بارودی سرنگ سمجھتے ہو"؟

"بالکل۔ مجھے کبھی پتا نہیں چلتا کہ کہاں پاؤں پڑنا خطرناک ہوگا"۔

"میں تم پر بہت زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا"۔ میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن تمہاری اس مہربانی پر میرے کیریئر کا انحصار ہے۔ وہ بن بھی سکتا ہے اور ختم بھی ہو سکتا ہے اور سچ پوچھو تو یہ تمہارا کیریئر بھی تباہ کر سکتی ہے"۔

"خدا رحم کرے۔ نارمن، اب اگل بھی دو"۔

میں نے گہری سانس لے کر کہا "البرٹ کلائن کو قبر کھود کر باہر کیسے نکالا جا سکتا ہے، یہ سوچو۔ اور یہ کام بہت ضروری ہے"۔

............☆☆☆............

4 ماہ بعد 12 ستمبر 1962ء کو میں نے ڈاک کے ذریعے یہ خط بھجوایا......

مسٹر ولیم الفریڈ رائیکر،

میں آپ کو 20 ستمبر 1962ء کو صبح گیارہ بجے اپنے گھر پر مدعو کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ہمارے درمیان جینس اسٹیز اور راقم الحروف کے تحریر کردہ ایک مضمون کے بارے میں تبادلہ خیال ہو جائے، جو ورلڈ میگزین کے کرسمس کے شمارے میں شائع ہونے والا ہے۔

اس میٹنگ میں جیفری پروکٹر اور آپ کی بیٹی ایوا رائیکر بھی موجود ہوں گے۔ موضوعات گفتگو میں آپ کی ٹائی ٹے نک کی بازیابی کی مہم بھی شامل ہوگی۔ اس کے علاوہ البرٹ کلائن، مارتھا کلائن اور جان میک فارلینڈ کے قتل کی وارداتیں بھی زیر بحث آئیں گی۔

اگر خرابی صحت کی بنا پر آپ شریک نہ ہو پائیں تو میں اس میٹنگ کے لئے نئے سرے سے انتظامات کروں گا۔ لیکن آپ کی غیر حاضری کا سبب اگر دوسری کوئی بات ہوئی تو میں آپ کو متنبہ کر دوں کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے اسسٹنٹ کمشنر ٹام بریمل بھی اس موقع پر موجود ہوں گے۔ میرے گھر ان کی آمد کی وجہ اس وقت تو ان کا ذاتی تجسس ہے لیکن اس میٹنگ میں شریک نہ ہونے

کی صورت میں آپ ان کی تفتیش کا مرکز بن جائیں گے۔

میں آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اس میٹنگ کے دوران جو معاملات رازداری کے ساتھ زیر بحث آئیں گے، وہ نہایت آسانی سے پریس کے حساس کانوں تک پہنچ سکتے ہیں۔

بہرحال مجھے بالکل امید نہیں ہے کہ مجھے ایسا کوئی خطرناک اور تباہ کن قدم اٹھانا پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ رازداری کے اس یک نکاتی ایجنڈے پر میں اور آپ پوری طرح متفق ہیں۔ اس لیے میں پورے یقین کے ساتھ 20 ستمبر کو مقررہ وقت پر آپ کا منتظر رہوں گا۔

خلوص......

نارمن پال

نوٹ:۔ اپنے ساتھ اپنے ویمل کو ضرور لائیے گا۔

............☆☆☆............

20 ستمبر 1962ء

''وہ آ رہے ہیں''

میں ایوا رائیکر کی طرف بڑھا، جو نشست گاہ کی کھڑکی میں کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ دور سڑک پر ایک رولز رائس کار کا ریڈی ایٹر صبح کی نرم دھوپ میں چمکتا نظر آ رہا تھا۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''گیارہ بجنے میں ایک منٹ ہے۔ انہوں نے وقت کی پابندی کا خیال رکھا ہے''۔

''میں تین سال بعد ان سے ملوں گی''۔ ایوا بولی۔ ''ان کا سامنا کرنا میرے لئے آسان نہیں ہوگا۔ ہے نا''؟

''میں کچھ کہہ نہیں سکتا''۔

''تم فکر نہ کرو نارمن''۔ وہ اداسی سے مسکرائی۔ ''میں تم پر بوجھ نہیں بنوں گی''۔

سیاہ رولز رائس ڈرائیو وے میں داخل ہوئی۔ رائیکر مشتبہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

جین اسٹڈی سے برآمد ہوئی۔ ''کیا ٹام اور جیفری کو بلانا ہوگا''؟

''نہیں''۔ میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''بس تم آجاؤ''۔

جین اور فراؤلین سلوٹ کے درمیان تمام معاملات طے پائے تھے۔ کسی ایمرجنسی کی صورت میں رائیکر کا آہنی پھیپھڑا اور تمام طبی ضروریات فورنیکس کے ایک کلینک میں موجود تھے، جو میرے گھر سے صرف پانچ منٹ کی مسافت پر تھا۔

میں نے اور جین نے مل کر راستے کا فرنیچر ہٹایا اور نشست گاہ میں دھکیل دیا۔ اس دوران مائیک، راجرز، فراؤلین سلوٹ اور جم کلہان نے مل کر ولیم رائیکر کو وھیل چیئر پر منتقل کیا۔ پھر وہ وھیل چیئر کو دھکیلتے ہوئے میری اسٹڈی میں داخل ہوئے۔

ولیم رائیکر نے ٹام اور جیفری کو ایسے نظرانداز کر دیا، جیسے وہ وجود ہی نہ رکھتے ہوں۔ ٹام اور جیفری کھسیائے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس کی وھیل چیئر کو میری میز کے سامنے روک دیا گیا۔

اپنی بیٹی کو دیکھ کر ولیم رائیکر کچھ فکرمند نظر آنے لگا۔ ''ہیلو ایوا''۔ اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''ڈیڈی، آپ......آپ بہت تھکے تھکے لگ رہے ہیں''۔

''مجھے امید ہے کہ تم مسٹر پال کے ذہنی آزمائش کے کھیلوں کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لے رہی ہوگی''۔

''نہیں ڈیڈی'' ایوا نے کہا ''میں نے اپنے ذہن کو کھلا رکھا ہے......کھلا ہوا اور غیر جانبدار''۔

مائیک سیاست سے کام لیتے ہوئے باپ اور بیٹی کے درمیان بیٹھ گیا۔ رائیکر نے میز پر رکھے ہوئے دونوں ٹیپ ریکارڈرز کو بے حد بدمزگی سے دیکھا۔ پھر اس نے مغربی دیوار پر لٹکے ہوئے دنیا کے نقشے کو اور کمرے کے وسط میں موجود ٹائی ٹے نک کے چار فٹ اونچے ماڈل کو دیکھا اور غرا کر بولا۔ ''یہ سب کیا ہے؟ کیا یہاں کوئی ٹی وی شو ہو رہا ہے''؟

میں میز کے کنارے پر ٹک گیا۔ جین نے دروازہ بند کیا۔ اب تمام لوگ مجھے مستفسرانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

میں نے ایک ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کا بٹن دبایا اور معذرت خوانہ لہجے میں مائیک سے کہا۔ ''محض ریکارڈ درست رکھنے کیلئے'' پھر میں اٹھا اور ٹائی ٹے نک کے ماڈل کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''خواتین و حضرات''۔ میں نے کہا۔ ''یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔ یہ ایک طویل کہانی ہے اور اسے کھوج نکالنے میں بہت وقت لگا ہے......نو مہینے سے زیادہ۔ اور اب بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں، جو میں نے صرف قیاس اور گمان سے سمجھی ہیں۔ لیکن بہرحال کئی اعتبار سے تصویری معمے کے تمام ٹکڑے اس شخص کے گرد فٹ ہوتے ہیں''۔

میں نے اپنی میز سے آئیڈنٹی کٹ مشین پر بنایا ہوا اسکیچ اٹھایا اور رائیکر کو دکھایا ''اسے جانتے ہیں آپ''؟

ایک لمحے کو وہ اپنی حیرت چھپا ہی نہیں سکا۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔ ''یقین سے نہیں کہہ سکتا''۔

"مگر میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ آپ اسے جانتے ہیں۔ میں نے آپ کے جہاز سیونارولا پر اس شخص کے ساتھ بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔ اس نے اپنا نام ایل ون اسپیئرز بتایا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ اس کا تعلق ریموٹ کنٹرول کے آلات کے ہارڈ ویئرز سے ہے۔ لیکن جب میں نے اس سے والڈوز کے بارے میں پوچھا تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا"۔ میں نے وہ اسکیچ ٹام بریمل کی طرف بڑھایا۔ "جبکہ مجھ جیسا بے خبر بھی صرف سائنس فکشن کے مطالعے کی وجہ سے والڈوز کے متعلق جانتا ہے۔ تو صاحبو، میں نے اسی وقت یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اس شخص کے بارے میں پوری طرح چھان بین ضرور کروں گا، جو اپنے پیشہ وارانہ میدان کے بارے میں بھی اتنا بے خبر ہے"۔

ٹام بریمل نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور اسکیچ کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ "ہم نے اس معاملے کو انٹرپول تک پہنچایا اور وہاں سے ہمیں اس کا سراغ مل گیا۔ ایل ون اسپیئرز کا اصل نام جارج وان ٹریس ہے۔ ہیروں کی پہچان اور تراش خراش کے معاملے میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جارج وان ٹریس کے اپنے ہاتھ اگرچہ صاف ہیں۔ لیکن بار ہا اس کی خدمات ایسے لوگوں نے حاصل کیں، جو مجرمانہ ریکارڈ رکھتے ہیں"۔

"اور یہ معلوم ہوتے ہی ہمارے ذہن میں فطری طور پر ایک سوال ابھرتا ہے"۔ میں نے کہا "یہ کہ سیونارولا جہاز پر ہیروں کے ایک ماہر کی کیا ضرورت ہے"؟

رائیکر کا منہ کھلا۔ پھر وہ مسکرایا۔ "میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا"

"بہر حال، کیونکہ کوئی مخالفانہ جواب سامنے نہیں آیا۔ اس لیے میں اپنے قیاس کو درست تسلیم کرتا ہوں اور میرا قیاس کہتا ہے کہ مسٹر وان ٹریس کی خدمات یہ سوچ کر حاصل کی گئی تھیں کہ ٹائی ٹے نک پر سے ہیرے ضرور ملیں گے"۔

رائیکر کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اس نے کہا "جو جی چاہے، قیاس کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"تم میرے موکل کو پھانسنے کی کوششیں بند کرو"۔ مائیک راجرز غرایا۔

"مجھے میری بات مکمل کرنے دو پھر پتا چل جائے گا کہ کون کسے پھانس رہا ہے"۔ میں نے کہا۔

میں دنیا کے نقشے کی طرف بڑھا "ہیرے کہاں سے آتے تھے؟ خوش قسمتی سے دنیا بھر میں جو ہیروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے، اس کے 80 فیصد میں ڈی بیئرز کا ہاتھ ہے ...... بلکہ پروڈکشن میں بھی۔ اس کمپنی کے پاس ماضی اور حال دونوں میں اسمگلنگ سنڈیکیٹس کے بارے میں دلچسپ اور کارآمد معلومات موجود ہیں۔ اسمگلنگ کا ایک دلچسپ سلسلہ 1905ء سے

1912ء تک چلتا رہا تھا۔ پھر جب وہ پائپ لائن منقطع ہوگئی تو ڈی بیئرز کے سیکورٹی والے اس کے جال کو سمجھنے میں کامیاب ہوگئے"۔

میری انگلی نقشے پر جنوبی افریقہ کے مقام پر ٹک گئی۔ "یہ سب یہاں شروع ہوا...... پریمیئر ڈائمنڈ مائن، 1903ء میں نئی نئی کھلی تھی۔ کیپ ٹاؤن سے بحری جہاز کے ذریعے ہیرے دارالسلام پہنچے......" میں نے مشرقی افریقہ کی ساحلی پٹی کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں سے موگا دیشو، پھر بحر احمر کے راستے قاہرہ، پھر بیروت، پھر استنبول۔ اس کے بعد اورینٹ ایکسپریس کے ذریعے صوفیہ، بلغراد اور وینس۔ وہاں سے سوئزرلینڈ اور پیرس۔ یوں ہیرے لندن پہنچتے۔ وہاں ساؤتھمپٹن سے بحری جہاز کے ذریعے نیویارک ...... یعنی پائپ لائن کا دوسرا سرا۔ وہاں پہنچ کر وہ مارکیٹ میں شامل ہوکر جائز ہیروں میں گھل مل جاتے اور ناقابل شناخت ہوجاتے۔

"ڈی بیئرز والوں کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ آپریشن کون چلا رہا ہے۔ میں نے اپنی بیوی جین کے ساتھ مل کر چھان بین کی۔ کیپ ٹاؤن سے لندن تک ہیرے لے جانے والے جہاز کوئیلی مین شپنگ کمپنی کی ملکیت تھے۔ ان کے علاوہ کوئی جہاز اس روٹ پر نہیں چلتا تھا اور یہ شپنگ کمپنی پوری طرح ساؤتھ ویسٹ افریقہ کارپوریشن کی ملکیت تھی اور ساؤتھ ویسٹ افریقہ کارپوریشن کے تمام شیئرز کے مالک صرف اور صرف آپ تھے مسٹر رائیکر"۔

بڈھے رائیکر کا چہرہ چٹان کی طرح ساکت اور بے تاثر تھا۔

"ہیروں کی یہ اسمگلنگ آپ کے روایتی کاروباری مفادات کے زیر سایہ ایک بے حد منفعت بخش ذیلی اور تفریحی کاروبار تھا۔ چند برس تو آپ نے اس کے ذریعے بہت مال بنایا۔ مگر درپردہ مسائل سر اٹھا رہے تھے، جن کی وجہ سے بالآخر اس پائپ لائن کو تباہ ہوجانا تھا اور آپ کے عزو وقار کو دھچکا پہنچنا تھا"۔ میں نے نقشے پر جزائر برطانیہ کے گرد دائرہ بنا دیا۔ "یہاں...... لندن میں آپ کے دو ایجنٹ تھے، جو اسمگل شدہ ہیروں کو ڈوور سے کالائس کے درمیان چلنے والی فیری سروس کے ذریعے لے جاتے تھے"۔

میں پلٹا اور اپنی میز کی طرف واپس آگیا۔ "سوال یہ ہے کہ وہ دونوں ایجنٹ کون تھے؟ میں بتاتا ہوں۔ آپ نے ...... خود آپ نے جون 1909ء میں نیویارک سٹی میں ان دونوں کو جولی اور اسٹیون ہیرک کے نام سے بھرتی کیا۔ یہ نام ان کے بے شمار فرضی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ وہ دونوں جوان تھے، خوبصورت تھے۔ ان کی قربت کا کسی کو علم نہیں۔ ویسٹ سائیڈ کے علاقے میں وہ زندگی کے لئے سخت جدوجہد کررہے تھے۔ کبھی حالات بہت خراب ہوجاتے تو بھوکوں مرنے

سے بچنے کے لئے جولی جسم فروشی کرتی۔ بعد میں اس کے شوہر اسٹیون ہیرک نے چھوٹا سا
گروہ بنایا اور بودری کے علاقے میں چھوٹے اسٹور والوں کو مافیا اسٹائل میں تحفظ فروخت کر
لگا۔ وہ دو ایسی سخت جان مچھلیاں تھیں، جو اپنے چھوٹے سے تالاب میں اتنی تیزی سے بڑی
رہی تھیں کہ تالاب ان کے لئے چھوٹا ہونے لگا تھا، لیکن جب ان دونوں کی ملاقات آپ کے
ملازم مارٹن بروک وے سے ہوئی تو صورتحال بدل گئی......''۔

''یہ جھوٹ ہے'' رائیکر غرایا۔

''میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم میرے موکل کو......'' مائیک بھی مرغے کی طرح پھو
گیا۔

''تمہارا باس اپنی اس موٹی گردن تک اس دلدل میں دھنسا ہوا ہے''۔ میں نے مائیک
ٹوکا ''اور جس مارٹن بروک کی میں بات کر رہا ہوں، تم اس کے جانشین ہو۔ اور گذشتہ صدی
آخر سے اب تک تم جیسے نجانے کتنے ان کے ہاتھوں استعمال ہوتے رہے ہیں''۔ میں نے رائ
کی طرف اشارہ کیا۔

ولیم رائیکر اپنی ویل چیئر پر سمٹ کر رہ گیا۔ ''ٹھیک ہے، میں مانتا ہوں۔ مارٹن بروک میر
لئے کام کرتا تھا۔ میں نے اسے اس کی نااہلی کی وجہ سے ملازمت سے نکال دیا تھا''۔ اس
مدافعانہ لہجے میں کہا۔

''مجھے اس میں کوئی شک نہیں''۔ میں نے اس کی تائید کی۔ ''اس کی سب سے بڑی نااہ
جولی اور اسٹیون ہیرک کو بھرتی کرنا تھا۔ بعد کے برسوں میں بروک وے بڑے عجیب اور تکلیف
دہ معاملات میں پھنس گیا۔ ملازمت بھی گئی اور اس کے حصے میں آئی گمنامی کی زندگی۔ اس
سب کچھ پوری تفصیل سے اپنی بیوی سارہ کو سنا دیا۔ میرا خیال ہے، آپ جانتے ہوں گے کہ سار
بروک وے اب بھی زندہ ہے۔ وہ ایری زونا میں رہتی ہے۔ ابھی جولائی میں جین اور میں جا کر
اس سے ملے تھے۔ وہ اس پورے معاملے کے متعلق سب کچھ جانتی ہے''۔

میں اٹھا اور ٹہلتا ہوا ولیم رائیکر کے سامنے جا کھڑا ہوا ''جولی اور اسٹیون ہیرک کی تو بن
آئی۔ وہ لندن میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔ ہر ماہ وہ اسمگل شدہ ہیروں ک
ایک پیکٹ فیری سے وصول کرتے اور ساؤتھمپٹن کی گودی پر کسی نامعلوم کارندے کو پہنچاتے۔ یہ
پائپ لائن دو سال تک کامیابی سے چلتی رہی۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اپنے
لئے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ ایک پیکٹ ان کے لئے بھی ہونا چاہیے۔

''یہ خیال کس کے ذہن میں آیا''۔ میں نے پر خیال لہجے میں کہا۔ ''ان کے متعلق جو تھوڑا
بہت میں جانتا ہوں، اس کے تحت میرا خیال ہے کہ وہ جولی ہوگی۔ آپ تو جانتے ہی ہیں مسٹر
رائیکر کہ وہ دونوں جتنے زمین سے اوپر تھے، اس سے زیادہ زمین کے اندر تھے۔ آپ نے اور مارٹن
بروک وے نے انہیں جتنا چالاک سمجھا تھا، وہ اس سے کہیں بڑھ کر تھے۔ سب سے بڑی بات یہ
کہ ان کے لئے کوئی اخلاقی پابندی نہیں تھی۔ وہ ضمیر سے محروم تھے۔ وہ ایسے کیوں ہو گئے، اس
کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ انہیں نفسیاتی مریض کہنا بھی زیادتی
ہوگی۔ کیونکہ وہ اس سے بہت آگے کی چیز تھے۔ ان کی فطرت میں بلا کی ایذا رسانی تھی۔ اور
ملامت نام کی کوئی چیز ان کے نفسیاتی اجزاء میں شامل نہیں تھی۔ ان کی ذہانت سے انکار ممکن نہیں۔
وہ جانتے تھے کہ یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک شپ مینٹ لے کر بھاگ لیں''۔ میں نے بھویں اچکا کر
ولیم رائیکر کو دیکھا۔ ''آپ سے بھاگ کر وہ کہاں جاتے۔ ایک ہیرا خرچ کرنے نہ پاتے وہ کہ ختم
کر دیئے جاتے۔ چنانچہ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر ایک نہایت پر پیچ منصوبہ بنایا۔ اور اس
منصوبے کی بنیاد اس حقیقت پر تھی کہ آپ کی بیوی اور بیٹی دنیا کے سب سے بڑے بحری جہاز کے
ذریعے انگلینڈ سے امریکہ جا رہی تھیں۔

میں نے ایک کاغذ مائیک کی طرف بڑھایا۔ ''یہ ٹائی ٹے نک کے مسافروں کی فہرست ہے۔
یہی فہرست 18 اپریل کے لندن ٹائمز میں شائع ہوئی تھی اور یہ ہے ٹائی ٹے نک کی روانگی کے بعد
کی فائنل فہرست۔ دونوں فہرستوں میں کچھ ناموں پر میں نے دائرے بنائے ہوئے ہیں۔ اس کا
جائزہ لیں تو تمہیں پتا چلے گا کہ دو مسافروں مسٹر اینڈ مسز کارمائیکل نے عین وقت پر اپنے ٹکٹ
کینسل کرائے۔ بعد میں ان کی جگہ مسٹر اور مسز جیسن ایڈنگٹن نے لی۔

''تمہیں ان دونوں جوڑوں کے بارے میں تجسس ہوگا۔ ان میں مسٹر اور مسز کارمائیکل کو
جاننا آسان ہے''۔ میں نے ایک پرانی ضخیم کتاب اٹھائی اور مڑے ہوئے صفحات کو کھولا۔ ''یہ کتاب
ہے Who is Who...... اور 1898ء سے 1915ء تک۔ اب یہ پڑھ کر دیکھو۔

مائیک کارمائیکلز کے بارے میں وہ اندراج پڑھنے لگا......

کارمائیکل، رالف یوینک، پیدائش 17 جون 1875ء، وفات 14 مائی 1942ء۔ مونٹ
سانٹو اینڈ یونین کاربائیڈ کے بورڈ کے ممبر رہے...... 1926ء سے 1941ء تک، 12 جولائی
1892ء کو ایستھر ٹاؤن سینڈ سے شادی کی۔ 23 جون 1893ء کو بیٹا فلپ پیدا ہوا۔ فلپ
کارمائیکل نے 19 جون 1912ء کو میونخ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا......

میں نے مسکراتے ہوئے جین کو دیکھا ''میری بیوی نے مسز کار مائیکل کو فون کیا، جوان دنوں فلاڈلفیا میں مقیم ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے ٹائی ٹے نک پر اپنی بکنگ کیوں کینسل کرائی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اور ان کے شوہر ڈورچسٹر، لندن میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ 9 اپریل 1912ء کو انہیں میونخ پولیس کی طرف سے ایک ٹیلی گرام موصول ہوا۔ اس میں لکھا تھا کہ ان کا بیٹا فلپ کار کے حادثے میں ختم ہو گیا ہے۔ وہ فوراً واپس آئیں۔

''انہوں نے سب کچھ چھوڑا اور میونخ روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ میونخ پولیس تو فلپ کار مائیکل کے نام سے بھی واقف نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے وہ ٹیلی گرام بھیجا تھا۔ ٹیلی گراف آفس سے معلومات حاصل کی گئیں۔ وہاں سے ایسا کوئی ٹیلی گرام نہیں بھیجا گیا تھا۔ آخر نتیجہ یہ نکالا گیا کہ وہ ٹیلی گرام ہر اعتبار سے جعلی تھا۔ فلپ میونخ یونیورسٹی کے کیمپس میں بخیر و عافیت موجود تھا۔

''اس کھیل میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ سوائے اس کے کہ مسز کار مائیکل پر میونخ پہنچنے پر جو گزری، وہ اس میں ختم بھی ہو سکتی تھیں۔ لیکن اس سے قطع نظر مسٹر اور مسز کار مائیکل فائدے ہی میں رہے کہ وہ ٹائی ٹے نک پر سفر نہ کر سکے اور ان کی جگہ لزا اور جیسن ایڈنگٹن ٹائی ٹے نک پر سوار ہو گئے''۔

میں نے چند کاغذات کی نقول مائیک کی طرف بڑھائیں۔ ''یہ ایڈنگٹن کے پاسپورٹ پر لگے فوٹو کی کاپیاں ہیں...... امریکن پاسپورٹ اور یہ تصویریں برطانوی فارن آفس کی فائلوں میں موجود ہیں''۔

مائیک نے تصویروں کا جائزہ لیا اور پھر انہیں رائیکر کی طرف بڑھا دیا۔

بوڑھے رائیکر کے چہرے کی جھریاں اور گہری ہو گئیں۔ وہ سنہرے بالوں والے اس خوبصورت جوڑے کی تصویروں کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے بھی دکھائیں ڈیڈی'' ایوا نے کہا۔

''نہیں'' ولیم رائیکر نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

''میں اب بچی نہیں ہوں، بڑی ہو چکی ہوں ڈیڈی۔ آپ کو مجھے تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت نہیں''۔

ولیم رائیکر نے تصویریں مجھے واپس دے دیں''۔ کچھ چیزیں، کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں، جن کے لئے آدمی کبھی بڑا نہیں ہوتا''۔

میں نے تصویریں ٹام بریمل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''مسٹر رائیکر، میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔ لیکن ایوا بھی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اب یہ احتیاط غیر ضروری ہے''۔

''اس کا فیصلہ میں کروں گا''۔

میں نے بحث نہیں کی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ابتداء ہی میں بھڑک جائے۔ ''بہر حال یہ اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کہ ہیرکس...... معاف کیجئے گا، میرا مطلب ہے ایڈنگٹنز نے یہ سب کیسے کیا۔ پاسپورٹ کی جو نقول آپ نے دیکھیں، وہ جعلی پاسپورٹ تھے اور جو لوگ جعلی پاسپورٹ بنوا سکتے ہیں، ان کے لئے جعلی ٹیلی گرام تیار کرانا تو کچھ مشکل ہی نہیں''۔

میں نے اپنا کوٹ اتارا، قمیص کی آستینیں چڑھائیں اور ٹائی ٹے نک کے ماڈل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ میں نے جہاز کے ماڈل کو انگلی سے گھمایا۔ اے ڈیک، بالائی عرشہ اور بوٹ ڈیک گھوم گیا اور بی ڈیک سامنے آ گیا۔

''اب آپ دیکھیں، یہ ہے B-76، لزا اور جیسن ایڈنگٹن کا کیبن۔ یہ مسٹر رائیکر، بائیں جانب ہے۔ جبکہ دائیں جانب B-57 ہے، جو آپ کی بیوی اور بیٹی کے باڈی گارڈ جیمز مارٹین کے نام تھا اور اس کے برابر B-53 اور B-55 ہیں۔ یہ بی ڈیک کے بالائی عرشے پر موجود سوئٹس ہیں''۔ میں نے سر گھما کر ایوا کو دیکھا۔ ''تم اور تمہاری ممی یہاں تھیں''۔

ایوا کے انداز سے لگا کہ جیسے وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ جانا چاہتی ہے۔

''سو خواتین و حضرات، آپ سب اچھی طرح دیکھ لیں۔ اسٹیج تیار ہے''۔ میں نے کہا۔ پھر میں ایوا کی کرسی کی پشت پر گیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ ''میرا خیال ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ تمہارے ٹیپ سن لیے جائیں''۔

ایوا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اٹھی، کھڑکی کی طرف گئی اور کھڑکی سے باہر لان کو دیکھنے لگی۔

چند لمحے وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے پلٹ کر دھیمے لہجے میں کہا ''جانتے ہو، ڈاکٹر سین فورڈ کی مدد کے بغیر یہ میرے لئے پہلا موقع ہو گا''۔ اس کے ہونٹوں پر کمزور سی، موہوم سی مسکراہٹ ابھری۔

''ایوا...... اگر تم اس کیلئے تیار نہیں ہو تو گا......''؟

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں نارمن۔ مجھے اس وقت مہربانی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مضبوطی سے دھکا دیا جائے۔ پچاس برس میں نے خوف کے سائے

میں گزار دیئے۔اب میں اس خوف سے چھٹکارا......اور اپنے لئے آزادی چاہتی ہوں''۔

ولیم رائنیکر مجھ پر غرایا۔''مجھے تو بتاؤ کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔کیا باتیں کر رہے ہو تم لوگ''؟

میں دوسرے ٹیپ ریکارڈر کے پاس جا کھڑا ہوا اور اپنے اور ایوا کے جاپان کے ٹرپ کا احوال سنا ڈالا۔

''لعنت ہو تم پر۔میری اجازت کے بغیر یہ سب کچھ کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا''۔وہ غصے سے پاگل ہونے لگا۔

''تمہاری بیٹی دودھ پیتی بچی نہیں ہے''۔میں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔''اس نے مجھ سے مدد مانگی اور میں اسے اس ہستی کے پاس لے گیا، جو میرے خیال میں اسے سب سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتی تھی۔یہ ٹیپ جو تم کچھ دیر بعد سنو گے، یہ ایک سیشن کے دوران ریکارڈ کیا گیا تھا، جبکہ ایوا گہری تنوعی کیفیت میں تھی۔اس ریکارڈنگ میں تمہیں میری اور ڈاکٹر سین فورڈ......دونوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ تدوین شدہ ریکارڈنگ ہے۔بنیادی طور پر یہ سات گھنٹے کی ریکارڈنگ تھی، جسے کاٹ کر ایک گھنٹے تک محدود کیا گیا ہے''۔

خاموشی چھا گئی۔صرف ٹیپ کے گھومنے کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔پھر کسی چھوٹے سے کمرے میں تین افراد کی سانسوں کی دھیمی دھیمی آوازیں ابھریں......

''ٹھیک ہے ایوا''ڈاکٹر مارگریٹ سین فورڈ کی آواز ابھری''۔سکون سے کاؤچ پر دراز ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں بند رکھو۔میں تم سے کچھ سوال پوچھوں گی۔پہلے یہ بتاؤ، تمہاری عمر کتنی ہے''؟

''61 سال''۔وہ ایوا کی آواز تھی۔

''تمہاری کبھی شادی ہوئی''؟

''ہاں۔لیکن صرف دو دن چلی۔میں اس سلسلے میں بات کرنا نہیں چاہتی''۔

''میں اور نارمن، دونوں یہاں موجود ہیں۔تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔میں چاہتی ہوں کہ تم پیچھے کی طرف جاؤ۔ماضی کے بارے میں سوچو......یاد کرو۔یہ تمہاری چالیسویں سالگرہ کا دن ہے۔تم کیا دیکھ رہی ہو''۔

''میری طلاق کو ایک سال ہو چکا ہے۔مکمل آزادی کا پورا ایک سال''۔

''تم کیا کر رہی ہو ایوا''۔

''میں پی رہی ہوں''اس نے لرزتی آواز میں قہقہہ لگایا۔''میں پی رہی ہوں......پیے جا رہی ہوں......پیے جا رہی ہوں......آزادی کے نام پر۔پھر میں مالی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ڈیڈی

بہت خفا ہوئے تھے''۔

میں نے ایوا کو دیکھا۔یہ سب کچھ سنتے ہوئے بظاہر اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

''اب ہم اور پیچھے جا رہے ہیں ایوا''۔ڈاکٹر مارگریٹ کی آواز پھر ابھری۔''ڈرنا مت، میں تمہارے ساتھ ہوں۔تم اس وقت ایک تاریک خلا میں تیر رہی ہو۔اب آہستہ آہستہ تاریکی تحلیل ہو رہی ہے، جیسے صبح کے وقت سورج نکلنے پر گھاس پر چمکتے ہوئے شبنم کے قطرے معدوم ہو جاتے ہیں تم تیر رہی ہو......گھوم رہی ہو......تم عمر سے بے نیاز ہو......تم بیک وقت سو سال کی بھی ہو اور پانچ سال کی بھی اور نہ تم سو سال کی ہو نہ پانچ سال کی۔تمہارے لیے یہ ایسا ہے، جیسے کسی کتاب کے ورق الٹنا۔ورق الٹنا اور تم چھ سال کی ہو گئیں......اور ورق الٹے تو گیارہ سال کی۔تم میری بات سمجھ رہی ہو نا''؟

''جی ہاں''ایوا اس بے حد میٹھی آواز......

''اب تم ورق الٹ رہی ہو ایوا......ایک ایک کر کے۔اب تم 59 سال کی ہو......اب 58 کی......اب 57 کی۔اب ایسا کرتے ہیں کہ ورق الٹنے کی رفتار بڑھاتے ہیں۔اب تم 42 کی ہو ایوا......اب 39 کی......اب 27 کی......21 کی......''۔

ایوا کی روتی......احتجاج کرتی آواز......

''کیا بات ہے ایوا''؟

''مجھے تکلیف مت پہنچاؤ''۔وہ ایک جوان عورت کی آواز تھی۔''ان سے کہو کہ چلے جائیں۔میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔میرے ڈیڈی سے بات کرو۔وہ مجھے یہاں سے نکال لیں گے۔ڈاکٹر کو بتا دو......میں کہہ رہی ہوں نا......یہ اتفاق تھا، حادثہ تھا۔اسے مجھ کو ایسے ڈرانا نہیں چاہیے تھا۔میرے ڈیڈی سے بات کرو''۔

ولیم رائنیکر نے غضب ناک نظروں سے مجھے گھورا۔اس کا بس چلتا تو مجھے کچا چبا ڈالتا۔

''ایوا......کوئی تمہیں تکلیف نہیں پہنچائے گا''۔مارگریٹ کی آواز پھر ابھری۔''ہسپتال کو بھول جاؤ۔ہم اب مزید پیچھے جا رہے ہیں۔17......15......''۔

''نہیں''کم عمر لڑکی کی اس پکار میں شروع میں تو ہچکچاہٹ تھی۔پھر وہ صاف اور واضح ہو گئی ''نہیں''۔

''خوف زدہ مت ہو۔میں تمہارے ساتھ ہوں''وہ میری آواز تھی۔

ہسٹریائی سسکیوں کی آواز......''مجھے چھوڑ دو۔مجھے چھوڑ دو۔میں ممی کے پاس جاؤں گی''۔

''تمہاری ممی تمہارے ساتھ ہیں''۔ مارگریٹ نرم لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''وہ تمہارے برابر کھڑی ہیں''۔

''نہیں!''

''ہاں ایوا'' ڈاکٹر مارگریٹ نے سرگوشی میں کہا۔ ''وہ تمہارا ہاتھ تھامے تمہارے برابر کھڑی ہیں۔ تم دس سال کی ہو ایوا۔ یہ صبح کا وقت ہے۔ تم اور تمہاری ممی ایک لمبے پلیٹ فارم پر کھڑی ہیں۔ ریلوے پلیٹ فارم پر۔ یہ لندن کا ایک ریلوے اسٹیشن ہے۔ تم ٹرین پر سوار ہو رہی ہو...... بوٹ ٹرین پر۔ تمہارے اردگرد بہت سے لوگ ہیں۔ تم اپنی ممی سے لپٹی ہوئی ہو......''۔

وہ چھوٹی بچی کی کھسیائی ہوئی آواز تھی۔ ''ہم کہاں جا رہے ہیں ممی؟ میں اس انتظار سے تھک گئی ہوں۔ ہم ٹرین پر کیوں نہیں جا رہے ممی؟ آپ نے مجھ سے ٹرین دکھانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے وعدہ کیا تھا...... آپ نے وعدہ کیا تھا...... وعدہ کیا تھا......۔

............☆☆☆............

کلارا رائیکر نے گہری سانس لی اور اپنی بچی کی انگلی تھام کر اسے ایک طرف لے چلی۔ ''میں جانتی ہوں ڈیزی، میں نے وعدہ کیا تھا''۔

ایوا متجسس نظروں سے لندن کے واٹرلو اسٹیشن کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر پلیٹ فارم نمبر گیارہ پر ٹرین آتی نظر آئی۔ وہ ٹرین کو دیکھنے لگی۔ مگر تیل اور کوئلے کی ملی جلی بو نے اسے ناک سکیڑنے پر مجبور کر دیا۔ تمام اسٹیشن ایک جیسے کیوں لگتے ہیں؟ اس نے سوچا۔ اسے مایوسی ہو رہی تھی کہ اس پورے موسم بہار میں اس نے کوئی نئی اور مختلف چیز نہیں دیکھی۔

لیکن اب اس سال پہلی بار سفر کا خیال اس کے جسم میں سنسنی دوڑا رہا تھا۔ وہ بے حد متجسس تھی۔ دنیا کے سب سے بڑے بحری جہاز کے پہلے سفر میں جہاز پر موجود ہونا ایک بالکل نیا تجربہ ہوتا۔ اور ایسے تجربے روز روز تو میسر نہیں آتے۔

ایوا نے پلیٹ فارم پر ادھر ادھر دیکھا۔ پورٹر سامان کی ٹرالیاں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دھکیلتے پھر رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر موجود تمام لوگ خوش لباس تھے اور دولت مند لگتے تھے۔

وہ ماں کی طرف مڑی۔ ''جارجیا اور جے ایچ کہاں ہیں ممی''؟

کلارا کا منہ بن گیا۔ ''میں تمہیں کتنی بار سمجھاؤں ایوا۔ ہماری خادمہ کا نام مس فیرل ہے۔ تم اسے جارجیا کے نام سے مت پکارا کرو۔ اور یہ جے ایچ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا نام مارٹن ہے''۔

''لیکن آپ تو اسے جے ایچ کہہ کر بلاتی ہیں''۔ ایوا نے اعتراض کیا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔ لیکن ڈیزی، دس سال کی ایک بچی تو چالیس سال کے آدمی کو جے ایچ نہیں کہہ سکتی۔ اب میں تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ مسٹر مارٹن پہلے سے جہاز پر چلے گئے ہیں۔ کیونکہ تمہارے ڈیڈی نے انہیں ایک کام سونپا ہے اور مس فیرل بھی اس وقت جہاز پر ہی ہوگی۔ وہ ہمارے کیبن کو ہمارے لیے تیار کر رہی ہوگی......''۔

لیکن ایوا اب کچھ نہیں سن رہی تھی۔ وہ ایک ایسے شخص کے پیچھے چل دی تھی، جس کے ہاتھ میں ایک مووی کیمرہ تھا، جس سے وہ پلیٹ فارم اور اسٹیشن کے گردوپیش کی عکس بندی کر رہا تھا۔

''ہے مسٹر'' ایوا نے اس کا کوٹ تھامتے ہوئے کہا ''آپ ہماری تصویر بنائیں گے''؟

''ایوا'' کلارا نے سخت لہجے میں کہا۔ ''یہ کیا بدتمیزی......''

''ارے...... ارے...... کوئی بات نہیں''۔ اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا اور جھک کر ایوا کا سر تھپتھپایا۔ ''تمہارا نام کیا ہے ننی''؟

ایوا نے اپنی بھویں اٹھائیں، پھر پلکیں جھکا لیں۔ وہ اپنی ماں کے اس انداز کی نقل کر رہی تھی، جو وہ تقریبات کے دوران اپنایا کرتی تھی۔ پھر اس نے بڑی ادا سے کہا۔ ''میں مس ایوا کلفٹن رائیکر ہوں''۔

اس شخص نے ہاتھ ایوا کی طرف بڑھایا۔ ''میں مسٹر جیسن ایڈنگٹن۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مس رائیکر''۔

''آپ اسے معاف کر دیجیے۔ دراصل میری بیٹی بہت بدتمیز ہوگئی ہے''۔ کلارا کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

''مجھے تو اچھا لگا اس کا انداز''۔ جیسن نے ہنستے ہوئے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ ''میں تو اسے اسٹائل کہوں گا، جس کی اس وقت دنیا میں کمی ہے''۔

ایوا کا منہ بن گیا۔ ایڈنگٹن، ان کی ماں کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ممی کو بہت مرد ایسے دیکھا کرتے تھے اور ایک مختصر سے ثانیے کے دوران اس نے دیکھا کہ اس کی ماں نے ایڈنگٹن کی ان نگاہوں کا آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دیا ہے۔

ماں کے ہاتھ پر ایوا کی گرفت اور سخت ہوگئی۔

''جیسن...... تم یہاں ہو! اور میں تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں''۔ سنہرے بالوں والی ایک بے حد حسین اور نوجوان لڑکی جیسن کی طرف لپکی چلی آ رہی تھی۔ وہ متجسس نگاہوں سے ایوا اور کلارا کو دیکھ رہی تھی۔

جیسن نے لڑکی کا بازو تھاما اور بولا ''مسز رائیکر...... یہ ہے لزا، میری بیوی''۔

تعارف مکمل ہوا تو پتا چلا کہ لزا اور جیسن بوٹ ٹرین میں بیٹھ کر ساؤتھمپٹن جا رہے ہیں، جہاں وہ ٹائی ٹے نک پر سوار ہوں گے۔ درحقیقت وہ ہنی مون منانے جا رہے تھے۔

ایوا کے اصرار پر وہ بوٹ ٹرین میں کلارا رائیکر کے پرائیویٹ کمپارٹمنٹ میں سفر کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

واٹرلو اسٹیشن کے بڑے کلاک میں منٹ کی سوئی نے جیسے ہی گھنٹے کی سوئی کو چھوا تو گارڈ ہری جھنڈی لہرانے لگا۔ انجن نے تیز لرزتی سیٹی بجائی اور اس کے ساتھ ہی وائٹ اسٹار بوٹ ٹرین حرکت میں آ گئی۔

گیارہ بجے تک ٹرین بیسنگ اسٹوک کی سطح مرتفع سے بتدریج نیچے ایسٹلے کے ساحلی علاقے کی طرف اترنے لگی۔ ایوا نے سر کھڑکی سے باہر نکالا اور انجن کے دھوئیں کو دیکھنے لگی۔ تیزی سے گزرتے ہوئے مناظر اسے بہت بھلے لگ رہے تھے۔

''ایوا...... سر اندر کرو''۔ کلارا نے سخت لہجے میں کہا۔

ایوا نے منہ بنا کر اندر سر کیا۔ مگر بدستور باہر ہی دیکھتی رہی۔ نجانے کیوں ممی اور جیسن کو ساتھ دیکھنا...... یک جا دیکھنا اسے کچھ عجیب لگ رہا تھا۔ بات کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ لیکن وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی......

ٹرمینس اسٹیشن کا بورڈ دیکھتے ہی وہ یہ سب کچھ بھول گئی۔ اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ''ہم پہنچ گئے، ہم پہنچ......''

جیسن نے کیمرہ سنبھالا اور کھڑکی سے باہر فوکس کرتے ہوئے باہر کے مناظر عکس بند کرنے لگا۔

بالآخر بوٹ ٹرین گودی کے ساتھ بنے ہوئے پلیٹ فارم پر رکی۔ ایوا نے زرد رنگ کی چار چمنیوں کو دیکھا، جو سیاہ دھواں اگل رہی تھیں۔ پھر اس نے بندرگاہ کی چہل پہل کو دیکھا۔ اس کا سنسنی کا احساس پھر سے جاگ اٹھا۔ ''وہ رہا...... ٹائی ٹے نک وہ رہا''۔ اس نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف لپکی۔ ٹرین سے اترتے ہی وہ رکے بغیر گودی کی طرف بھاگنے لگی۔

پھر اچانک ایوا رک گئی۔ اس نے سر اٹھایا اور اوپر دیکھنے لگی۔ اس کے لمبے سیاہ بال ہوا میں لہرا رہے تھے اور حیرت سے اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔

وہ بڑی موٹی کیلوں سے جڑا اسٹیل کا سیاہ چھجا 75 فٹ اونچا تھا، جس کے بالائی حصے پر سنہرے حروف میں ٹائی ٹے نک لکھا تھا اور جہاز کے اگلے چھوٹے مستول پر ستارے اور دھاریاں چمک رہی تھیں۔

اس نے جیسن کے ہاتھ کو اپنے بازو پر محسوس کیا۔ لیکن اس کا دھیان ٹائی ٹے نک ہی پر تھا۔

''زبردست منظر ہے...... ہے نا''؟ جیسن نے کہا۔ ''آؤ تمہاری تصویر بناؤں...... تمہاری ممی کے ساتھ''۔

ایوا نے ماں کے ساتھ کھڑے ہو کر پوز دیا۔ لیکن وہ بے صبری ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی جان چھڑائی اور وائٹ اسٹار کے شیڈ کی طرف بھاگی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی...... بے صبرے پن سے لوگوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے...... جوان جوڑے جو اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ فرسٹ کلاس گینگ وے پر پہنچی اور پھر پرسر کے آفس سے گزرتی ہوئی جہاز میں داخل ہو گئی۔

وہاں ان گنت عرشے تھے۔ ایک بہت بڑا مرکزی زینہ تھا۔ وہ فرسٹ کلاس کے نجی کمروں کے سامنے پر پیچ راہداریوں میں گھومتی پھری۔ پھر وہ بوٹ ڈیک پر جا پہنچی۔ اس نے ریلنگ سے نیچے جھانکا نیچے گودی پر سے برقی کرینوں کی مدد سے ٹرنک اور کریٹ جہاز کے مال گودام میں پہنچایا جا رہا تھا۔

بیش قیمت سوٹ پہنے ہوئے ایک شخص نے اپنے سر کے عین اوپر کرین کے کنڈے سے جھولتے ہوئے ایک کریٹ کو دیکھا اور ڈرامائی انداز میں گھونسہ لہرانے لگا۔

ایوا نے ایک انگوٹھا اور انگلی منہ میں ڈال کر زوردار سیٹی بجائی اور پکارا...... ''اے...... ادھر دیکھو جے ایچ''۔

اس شخص نے پلٹ کر دیکھا تو ایوا ہاتھ ہلا رہی تھی۔ اس نے کرین آپریٹر کو اشارہ کیا اور سیڑھیاں چڑھ کر ایوا کے پاس پہنچا۔ ''کیسی ہو ایوا''؟ اس نے کہا۔ ''تمہاری ماں کو معلوم ہے کہ تم یہاں ہو''؟

ایوا نے کندھے جھٹکے اور نظریں نیچی کر لیں۔

''میرا بھی یہی خیال تھا''۔ اس نے ایوا کا ہاتھ تھاما اور عرشے کی طرف لے چلا ''ہمیں جلدی سے انہیں ڈھونڈنا ہوگا''۔ اس نے کہا ''ورنہ تمہاری بھی پٹائی ہوگی اور میری بھی''۔

ایوا مسکرائی۔ جے ایچ کی زبان اسے بہت اچھی لگتی تھی۔ ''اس باکس میں کیا ہے جے ایچ''؟

ایوا نے کرین سے لٹکے ہوئے کریٹ کی طرف اشارہ کیا، جو اتارا جا رہا تھا۔

جیمز مارٹن کو اس کے مشاہدے پر حیرت ہوئی۔ اس نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا ''کس کریٹ کی بات کر رہے ہو تم''؟

''وہ جو ابھی تم اوپر چڑھوا رہے تھے۔ اب اتارا جا چکا ہے''۔

''اچھا...... وہ کریٹ''۔ جیمز مارٹن نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر گویا رازداری کا اشارہ کیا۔ ''شش...... آہستہ بولو۔ یہ کچھ چیزیں ہیں، جو تمہارے ڈیڈی نیویارک پہنچانا چاہتے ہیں''۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔ ''تمہارے ڈیڈی کام لینے کے معاملے میں بہت بے رحم ہیں ایوا''۔

وہ دونوں بالآخر پرسر کے آفس کے قریب پہنچے۔ وہاں دروازے پر ماں کو کھڑا دیکھ کر ایوا نے فوراً چہرے پر معصومیت اور گھبراہٹ کا تاثر سجا لیا۔

''تم یہاں ہو۔ میں تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں، اب بتاؤ، کیا کہوں میں تم کو''؟

''سوری ممی'' ایوا کا انداز ایسا تھا کہ برف بھی پگھلا دیتا۔ کلارا تو پھر اس کی ماں تھی۔

کلارا پرسر کے دفتر میں گئی۔ اس نے پرسر اور مارٹن کا شکریہ ادا کیا اور پھر ایوا کو لفٹ کی طرف لے گئی۔

''جیسن اور لزا کہاں ہیں''؟ ایوا نے لفٹ کو بلانے والا بٹن دباتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی ہم ان سے ملیں گے'' کلارا نے کہا اور ایوا کا ہاتھ پکڑ کر لفٹ میں داخل ہوگئی۔

☆☆☆

بارہ بجنے میں پانچ منٹ پر ٹائی ٹے نک کا ہارن زبردست آواز میں چیخا۔ اس کی بازگشت دور تک ساؤتھمپٹن کے شیڈز میں گونجتی رہی۔

ایوا نے بوٹ ڈیک سے نگاہیں اٹھا کر دھواں اگلتی چاروں چمنیوں کو دیکھا۔ اسے اپنے پیٹ میں مروڑ سے اٹھتے محسوس ہوئے۔ ریلنگ کے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں کی وجہ سے وہ باہر کا منظر نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

اس نے جیسن ایڈنگٹن کے کوٹ کو کھینچا۔

جیسن نے پلٹ کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔ ''تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے...... ہے نا''؟ وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''آؤ...... میرے کندھے پر چڑھ جاؤ''۔

ایوا اس کے کندھوں پر بیٹھ گئی۔ اب وہ ریلنگ کے ساتھ کھڑے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اونچائی پر تھی۔ اس نے جیسن کا کالر بے حد مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ اس وقت بھی فلم بنا رہا تھا۔

اچانک گودی کی جانب سے جہاز کی سمت لوگوں کا ایک گروہ آتا نظر آیا۔ اپنے لباس سے اور کندھے سے لٹکے ہوئے بیگ سے وہ جہاز کے عملے کے افراد لگ رہے تھے۔ وہ ہاتھ ہلاتے، شور مچاتے آخری گینگ وے کی طرف بڑھ رہے تھے، جبکہ آخری گینگ وے ہٹایا جا رہا تھا۔

جیسن نے اپنی بیوی، کلارا اور ایوا کو ہاتھ کے اشارے سے ان کی طرف متوجہ کیا۔ ''دیکھو ان بے چاروں کو، نیچے موجود افسر انہیں چڑھنے نہیں دے رہا ہے۔ بہت اچھا۔ یہ ہے دیر سے آنے کی سزا''۔ وہ ہنسا۔ ''شکر ہے کہ مجھے یہ صورتحال درپیش نہیں ہے''۔

آخری گینگ وے بھی ہٹا لیا گیا۔ ٹائی ٹے نک کے جسیم انجن بیدار ہوئے تو عرشہ مرتعش محسوس ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ہی گودی پر موجود لوگ تالیاں بجانے لگے۔ اس کے جواب میں جہاز پر موجود لوگوں نے بھی تالیاں بجائیں۔

جہاز اور گودی کے درمیان آہستہ آہستہ فاصلہ بڑھنے لگا۔

ٹائی ٹے نک کے پیچھے پانی کو ہلانے والے دو مڑے ہوئے پروں والے دیو قامت پنکھے حرکت میں آئے اور پانی کو کاٹنے لگے۔ ان دونوں کا مجموعی وزن 76 ٹن تھا۔ ٹائی ٹے نک اپنے عقب میں پانی کا بھنور لئے آگے بڑھنے لگا۔

ابتدا میں ٹائی ٹے نک کی رفتار تکلیف دہ حد تک سست تھی۔ بہرحال وہ اپنا پہلا سفر شروع کر چکا تھا۔

☆☆☆

ایوا بالائی عرشے کی کھڑکی سے ساحل کی سمت دیکھ رہی تھی۔ سینٹ کیتھرین کے گرجے کے کلس اسے ابھرتے ڈوبتے دکھائی دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا، جیسے گرجا سمندر میں سفر کر رہا ہے۔

سہ پہر کا وقت جیسن اور لزا کے ساتھ کھیل کود میں گزر گیا۔ پھر وہ اپنی ماں کے ساتھ جی ڈیک پر ٹرکش باتھ کے لئے گئی۔ اور جب نارنجی سورج سمندر میں اترنے لگا تو وہ رانیکرز سوئیٹ کے پرائیوٹ عرشے پر پڑی بیدی کرسیوں میں ایک پر بیٹھ گئی اور سمندر میں چکراتی ہوئی مرغابیوں کو دیکھنے لگی۔

جیسن اور لزا کا خیال آتا تو اس کے چہرے پر گہری سوچ کا تاثر ابھر آیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک جگنو سا چمکا...... وہ ایک یاد تھی...... اس روز کی یاد، جب کیلے پریسین میں مارٹن کو جیسن اور لزا سے متعارف کرایا گیا تھا۔ جیسن سے ہاتھ ملاتے ہوئے جے ایچ کے ہونٹوں پر رسمی

مسکراہٹ تھی۔ مگر ایک ثانیے ...... مختصر ثانیے کے لئے اس کا چہرہ ڈھیلا پڑ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں دھندلاہٹ اتر آئی تھی۔ پھر ان آنکھوں میں اندر کسی آگ کی جھلک سی چمکتی نظر آئی تھی۔ وہ مختصر سا ثانیہ گزر گیا تھا اور وہ سب بیٹھ کر رسمی گفتگو کرنے لگے تھے۔ لیکن ایوا کو اب بھی مارٹن کی آنکھوں میں ہلکا سا کھنچاؤ نظر آ رہا تھا۔

............☆☆☆............

جمعرات 11 اپریل کی سہ پہر کو ٹائی ٹے نک کوئنز ٹاؤن ہاربر پر لنگر انداز ہوا۔ یہ بندرگاہ آئرش ساحل سے دو میل دور تھی۔

آئر لینڈ اور امریکہ نام کی دو کشتیاں ٹائی ٹے نک سے آ لگیں۔ سوداگر اپنا اپنا مال لے کر بالائی عرشے پر آ گئے اور مال بیچنے لگے۔

ایوا ان کشتیوں سے آنے والوں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ان میں بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے لڑکیاں اور میلی قمیص اور بھاری جوتے پہنے جوان آدمی تھے۔ وہ جہاز کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ کچھ پلٹ کر ساحل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایوا کو نجانے کیوں وہ کچھ کچھ اداس اور کچھ خوف زدہ لگ رہے تھے۔

جہاز کے اوپر پرندوں کے غول چکرا رہے تھے۔ پھر ٹائی ٹے نک کے ہارن کی آواز گونجی۔ کشتی والوں نے اپنے سامان سمیٹے اور کھسکنے کی تیاری کرنے لگے۔ سب کچھ تیزی سے ہوا۔ منٹوں میں کشتیاں ساحل کی طرف جانے لگیں۔

ٹائی ٹے نک کے انجن حرکت میں آئے۔ پانی میں ہلچل سی مچی اور جہاز متحرک ہو گیا۔ اس نے چوتھائی دائرے کی شکل میں قوسی حرکت کی اور مغرب کی سمت روانہ ہو گیا۔

ایوا بالائی عرشے کی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ کوئی پانچ کرسیاں دور اسے دو جانے پہچانے افراد نظر آئے۔ وہ انہیں دیکھ کر ہاتھ لہرانے والی تھی۔ مگر کچھ سوچ کر رک گئی۔ الٹا اس نے اپنے کوٹ کا کالر اوپر چڑھا لیا۔ اب ممی اور جیسن اسے نہیں دیکھ سکیں گے اور وہ چھپ کر ان کی باتیں سن سکے گی۔

''خوبصورت لگ رہا ہے نا''؟ کلارا رائیکر نے سمندر سے جھانکتی ہوئی چٹانوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کاش لزا بھی یہاں ہوتی''۔

''اسے نزلہ بہت خراب ہوتا ہے''۔ جیسن نے جواب دیا۔ ''اس کیلئے لائبریری ہی میں عافیت ہے''۔

ایوا نے آگے جھکتے ہوئے دیکھا۔ کلارا کی نظریں اب بھی سمندر پر جمی تھیں۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ لوگوں کو اپنے سویٹ میں مدعو نہ کر سکی''۔ کلارا نے کہا۔ ''دراصل ہماری خادمہ بڑی لگائی بجھائی والی عورت ہے اور ایک اسی کی بات نہیں۔ مجھے تو جہاز کے عملے کے اسٹیوارڈ بھی ایسے ہی لگتے ہیں آپ سمجھ رہے ہیں نہ میری بات''۔

جیسن پہلو بدل کر کلارا کے قریب ہوا۔ لیکن وہ نظریں چرا رہا تھا۔ ''میں آپ کو کسی دشواری میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا مسز رائیکر''۔ وہ بولا ''یقین کریں'' میرے ذہن میں دور دور تک ایسی کوئی بات نہیں''۔

کلارا ہنسی۔ اس ہنسی میں ایک چیلنج بھی تھا۔ تم بھی کمال کے آدمی ہو جیسن۔ ریلوے اسٹیشن پر جب تمہیں پتا چلا کہ میں کون ہوں تو تم نے جن نظروں سے مجھے دیکھا تھا، وہ میں بھول نہیں سکتی''۔

چند لمحے خاموش رہی۔ ایوا کی سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔ وہ ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔

''آپ ایک مشہور آدمی کی بیوی ہیں مسز رائیکر۔ قدرتی طور پر میں حیران ہوا تھا اور میری بے غرض دلچسپی بھی فطری تھی''۔

''اکتا دینے والی باتیں مت کرو ڈیئر۔ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تم نے کیا سوچا تھا۔ کلارا رائیکر! تم نے سوچا...... اور تمہارے ذہن میں تمام گھٹیا اخبارات میں شائع ہونے والی خبریں گھوم گئیں۔ ولیم میری بدنامی اور رسوائی کی خبروں پر پردہ ڈالنے کے لئے بہت مال خرچ کرتا ہے۔ اس کے باوجود میرے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں۔ میری شہوت پرستی کی ہر طرف دھوم ہے اور تم نے یہ بھی سنا ہو گا کہ ولیم رائیکر کے بڑے بڑے کاروباری سودے میری ہی وجہ سے تکمیل پاتے ہیں۔ بڑے بڑے فیصلے خواب گاہوں میں ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو تم جانتے ہو نا؟''

جیسن نے سر اٹھا کر افق کو دیکھا تو اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نظر آئے۔ ''ہاں ...... میں جانتا ہوں''۔

کلارا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''تم ذرا مجھے دیکھو جیسن، کیا میں ایسی لگتی ہوں''؟

ایوا غور سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

جیسن کا چہرہ تمتمایا، ہونٹ کپکپائے اور اس نے آہستہ سے کہا ''ہاں مسز رائیکر، تم ایسی ہی لگتی ہو''۔

ایک لمحے کو ایوا کو ایسا لگا کہ اس کی ماں جیسن کو تھپڑ مارنے والی ہے۔ مگر پھر وہ ہنس دی اور اس

نے بہت عامیانہ لہجے میں کہا۔ ''جیسن، تم بہت سچے اور کھرے آدمی ہو۔ اب دنیا میں ایسے لوگ زیادہ نہیں رہے ہیں''۔ وہ ہنستے ہنستے ایک دم چپ ہوگئی، جیسے کبھی ہنسی ہی نہیں تھی۔ ''لیکن تم اتنے سچے، کھرے اور دیانت دار بھی نہیں ہو، جتنا تمہیں ہونا چاہیے''۔

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا''۔

''کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے''۔ کلارا نے جیسن کے بازو پر ہاتھ پھیرا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''لزا کو میری طرف سے پیار کرنا''۔

''بات تو سنو''۔ جیسن نے پکارا۔ لیکن جاتی ہوئی کلارا نے پلٹ کر دیکھا نہیں۔ جیسن ایوا کے قریب سے گزرا تو اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ ایوا کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

............☆☆☆............

رائیکر کے پرائیویٹ عرشے پر زرد دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ ایوا سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ سورج سے سامنے ہوتا تو وہ پلکیں جھپک کر رہ جاتی۔

ایڈنگٹن فیملی کے اسٹیورڈ جان میک فارلینڈ نے اسے اوجھل ہوتے ساحل کی آخری جھلکیاں دکھائی تھیں۔ اس کے بعد آنکھوں کے لئے پانی کے سوا کچھ نہیں رہا تھا۔ سرسبز پہاڑ نظروں سے اوجھل ہوئے تو ایوا ایسے اداس ہوگئی، جیسے اس سے کوئی بہت قیمتی چیز چھن گئی ہو۔

پارلر کے دروازے پر ہونے والی دستک اسے خیالوں کی دنیا سے کھینچ لائی۔ ''دروازے پر کون ہے جارجیا''؟ اس نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی نہیں، جے ایچ ہے''۔

جے ایچ کی آواز سنی تو ایوا لپک کر نشست گاہ میں گئی۔ وہ ڈنر کے لباس میں تھا۔ اس نے جھک کر ایوا کے گال پر نرمی سے چٹکی لی۔ ''اے گڑیا، جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ باورچی کب سے ہمارا انتظار کر رہا ہے''۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے ایوا نے جے ایچ کو جارجیا سے باتیں کرتے سنا۔ ''کلارا کہاں ہے'' وہ جارجیا سے پوچھ رہا تھا۔

''کہیں گئی ہوئی ہیں''۔ جارجیا کا انداز بے حد سرسری تھا۔ ''انہوں نے کہا تھا کہ وہ تمہیں اور ایوا کو طعام گاہ میں ملیں گی''۔

ایوا اپنے گلابی لباس کے بٹن لگاتے ہوئے ان کی گفتگو پر دھیان دے رہی تھی۔

''ایک بات بتاؤں۔ بی ڈیک پر میں نے کیا منظر دیکھا''۔ جے ایچ کے لہجے میں تلخی اور

تضحیک کا امتزاج تھا۔ ''جیسن ایڈنگٹن کے برابر والے کیبن میں ہے پتا ہے، کون لوگ ہیں۔ نیگرو! فرسٹ کلاس کیبن میں سیاہ فام لوگ۔ مارتھا اور البرٹ کلائن نام ہیں ان کے۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا ہے''۔

............☆☆☆............

جمعہ 12 اپریل کو ٹائی ٹے نک بحراوقیانوس میں 21 ناٹ فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر رہا تھا۔

صبح کے وقت جہاز کے اونچی موجوں پر سفر کرنے کی وجہ سے ایوا کی آنکھ کھل گئی۔

وہ اٹھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھی اور ندیدی آنکھوں سے سمندر کو تکنے لگی۔ پھر وہ اٹھ کر عرشے پر آئی اور ساٹھ فٹ نیچے جہاز کے ساتھ دوڑتی پانی کی سفید لکیر کو دیکھتی رہی۔ ریلنگ کو تھامے ہوئے اس کے ہاتھ کو ریلنگ کی تھرتھراہٹ صاف محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ٹائی ٹے نک اس وقت اپنی اب تک کی تیز ترین رفتار پر سفر کر رہا تھا۔

ایوا مسکرائی اور کپڑے بدلنے کیلئے کیبن کی طرف لپکی۔ وہ ایک خوبصورت دن کا آغاز تھا۔ راہ داریوں میں سنسناتی سمندری ہوا نے اس کی نیند کو پوری طرح جھٹک دیا۔ وہ مرکزی زینے پر چڑھ کر بوٹ ڈیک پر پہنچی، جہاں جمنازیم تھا۔ عام طور پر بچوں کو ایک بجے سے تین بجے کے درمیان موقع دیا جاتا تھا۔ لیکن ایوا نے دیکھا کہ اس وقت جمنازیم خالی پڑا تھا۔ وہ بالارادہ اپنی نگاہوں میں سوگوار ایت سمائے انسٹرکٹر میکالے کو دیکھنے لگی۔ میکالے چند لمحے تو نظریں چراتا رہا۔ مگر بالآخر موم ہوگیا۔ ''آؤ گڑیا...... اندر آجاؤ''۔ اس نے کہا۔

ایوا نے برقی گھوڑے اور برقی اونٹ پر سواری کی۔ پھر اس نے ورزش کرانے والی سائیکل چلائی۔ اس کے بعد وہ پتوار چلانے کی ورزش میں مصروف ہوگئی۔ یہاں تک کہ خون اس کی کنپٹیوں پر ٹھوکر کرنے لگا۔

ابھی ٹھیک طرح سے اس کی سانس بھی درست نہیں ہوئی تھی کہ وہ نیچے عرشے کی طرف دوڑی۔ مگر گفٹ شاپ میں لزا ایڈنگٹن کو دیکھ کر وہ رک گئی۔ پھر تجسس اسے دکان کے اندر لے گیا۔

''ہائی ایوا''۔ لزا نے کہا۔ پھر اس نے کلرک کو ادائیگی کی اور ایک چھوٹا سا گفٹ بکس اس سے لے لیا۔ ''کیا بات ہے ایوا، تم اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں''؟ اس نے پوچھا۔

ایوا نے جواب دینے کی بجائے الٹا اس سے سوال کر ڈالا۔ ''یہ کیا ہے''؟ اس کا اشارہ پیکٹ کی طرف تھا۔

لزا نے اس کا ہاتھ تھاما اور دکان سے نکلنے لگی۔ ''تحفہ ہے''۔ اس نے کہا۔

"کس کے لئے"؟

لزا نے ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے سے انداز میں ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔ "مسٹر مارٹر کے لئے"۔

"مگر یہ ہے کیا"؟

لزا نے پلٹ کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور سرگوشی میں بولی۔ "چاقو ہے...... جیب میں رکھنے والا چاقو"۔

"جے ایچ کو چاقو کی کیا ضرورت"؟ ایوا نے اپنی ناک مروڑتے ہوئے پوچھا۔

"کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ ایسی چیز کب کس کے کام آجائے گی"۔ لزا نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچا۔ "اچھا...... اب تیز چلو۔ ورنہ ہم ناشتے کے لئے لیٹ ہو جائیں گے"۔

............☆☆☆............

جہاز کے پچھلے حصے میں جی ڈیک پر ٹینس کورٹ کے پیچھے 17 فٹ چوڑا اور 33 فٹ لمبا سوئمنگ پول تھا۔ وائٹ اسٹار لائن کو اس پر فخر تھا۔ کیونکہ ٹائی ٹے نک کے سوا صرف ایک جہاز پر یہ سہولت میسر تھی اور وہ وائٹ اسٹار لائن ہی کا جہاز، ٹائی ٹے نک کا سسٹر شپ اولمپک تھا۔

کلارا رائیکر گلابی رنگ کے باتھ کاسٹیوم میں تھی۔ وہ پول کے کنارے کھڑی سوئمنگ اٹینڈنٹ سے بات کر رہی تھی۔

اٹینڈنٹ کے انکار پر اس کے لہجے میں تیزی آگئی۔ "مردوں کو اجازت نہیں ہے۔ کیا مطلب ہے تمہارا"؟

اٹینڈنٹ لڑکی نے کہا "مردوں اور عورتوں کی ایک ساتھ پیراکی کمپنی کی پالیسی کے خلاف ہے۔ مردوں کے لئے دو بجے سے چھ بجے اور عورتوں کے لئے دس بجے سے ایک بجے تک کا وقت مخصوص کر دیا گیا ہے"۔

کلارا نخوت سے مسکرائی اور اس نے جیسن اور لزا کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ لڑکی میری دوست ہے اور یہ اس کا شوہر ہے۔ اب مجھے بتاؤ کہ کیا تم لوگ شادی شدہ لوگوں کو جدا کرنا چاہتے ہو"؟

"چھوڑو نا کلارا......" لزا نے مداخلت کی۔

"کیسے چھوڑ دوں"۔ کلارا نے کہا اور دوبارہ لڑکی سے مخاطب ہوئی۔ "اب تم خود سوچو کہ اس وقت پول میں کوئی موجود نہیں ہے۔ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ کمپنی کے کسی اصول کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اگر تم مجھ سے تعاون کرو گی تو تمہیں اس کا صلہ بھی ملے گا۔ سمجھ رہی ہو نا تم"۔

لڑکی کے استقلال میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ "چلیں ٹھیک ہے۔ مگر صرف آدھ گھنٹے کیلئے"۔

ایوا نے ماں سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور پول میں چھلانگ لگا دی۔ ابتداء میں تو پانی اسے بہت ٹھنڈا لگا۔ مگر پھر اسے مزہ آنے لگا۔

کلارا ایک ایک کر کے سیڑھی اترنے لگی۔ نیچے کھڑے ہو کر اس نے اپنا پاؤں پانی میں ڈالا اور فوراً ہی کھینچ لیا۔ "میں تو سمجھی تھی کہ پانی گرم ہوگا"۔ اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

لیکن جیسن اور لزا نے ماہرانہ انداز میں پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔ جیسن ایک غوطہ لگا کر سطح پر ابھرا۔ اس نے سر جھٹکا اور تیرتا ہوا کلارا کی طرف بڑھا۔ "تمہیں تیرنا آتا ہے نا"؟ اس نے کلارا سے پوچھا"۔

ایوا تیرتی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تو پانی میں یوں ڈوبتی ہوں جیسے کوئی بھاری چٹان"۔ انہیں تیرنا کہاں آتا ہے"۔

"نہیں۔ آج ایسا نہیں ہوگا"۔ جیسن نے کہا۔ "تیرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے نرمی سے کلارا کا ہاتھ تھاما۔ "آؤ...... میں تمہیں تیرنا سکھاؤں گا"۔ پھر وہ اپنی بیوی کی طرف ڑا۔ "کیوں ہنی۔ ہمیں ان کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔ ہے نا"؟

"بالکل...... آپ تکلف نہ کریں مسز رائیکر"۔ لزا کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "جیسن بہت اچھا راک ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ تو شروع کرتے ہیں"۔ جیسن نے کہا۔ "آپ دونوں ہاتھ میرے گلے میں ل دیں...... ہاں ایسے"۔

ایوا نے پیراکی کی بجائے وہ تماشہ دیکھنے کا فیصلہ کیا اور ریلنگ پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ پانی سے ڈرنا غیر ضروری ہے۔ بس آدمی کو یہ معلوم ہونا ہیے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ پھر سب ٹھیک ہے"۔ جیسن نے کہا۔ "اب پانی پر پشت کے بل لیٹ یں"۔

لزا بھی ایوا کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"ہاں ایسے۔ اب میرے ہاتھ آپ کے نیچے ہیں۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اب کمر کو خم ا...... سینہ اوپر...... ہاں بہت خوب"۔

وہ ہدایات دیتا...... انہیں دہراتا رہا"۔ جسم کو ڈھیلا رکھیں...... شاباش......"۔

مگر جیسن نے جیسے ہی ہاتھ ہٹایا، کلارا ایک منٹ تو تیرتی رہی۔ مگر پھر گھبرا گئی...... اور اگلے

ہی لمحے وہ پانی میں ڈوبتی چلی گئی۔ جیسن نے بہت تیزی سے اس کے پیچھے غوطہ لگایا۔ چند لمحوں کے بعد وہ دونوں سطح آب پر ابھرے۔ کلارا جیسن سے لپٹی ہوئی تھی اور خوف زدہ بچوں کی طرح لرز رہی تھی۔

لزا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کلارا سے کہا۔ ''آپ کی بیٹی نے ٹھیک کہا تھا۔ آپ واقعی چٹان کی طرح ڈوبتی ہیں''۔ یہ کہہ کر وہ پلٹی اور ڈریسنگ روم کی طرف چلی گئی۔

............☆☆☆............

ایوا رائیکر بوٹ ڈیک پر کھڑی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ مغرب میں جھکتے سورج کی روشنی میں بحراوقیانوس افق تا افق جگمگا رہا تھا۔

بڑی عمر کا ایک شخص کلارا اور ایوا کے پاس سے گذرا۔ اس نے احتراماً اپنی ٹوپی کو چھوا۔ ''شام بخیر مادام''۔

''شام بخیر''۔ کلارا نے آہستہ سے کہا۔ اس وقت اس کی توجہ کا مرکز جیسن ایڈنگٹن تھا، جو کوئی پچاس فٹ دور اپنی بیوی کی فلم بنا رہا تھا۔

''میں نے اپنے اسٹیورڈ سے سنا ہے کہ مغرب کی سمت سفر کرنے والے جہازوں نے برف کی موجودگی کی اطلاع دی ہے''۔ اس شخص نے کہا۔

ایوا نے چونک کر سر اٹھا اور اسے دیکھا۔ ''کیا واقعی''؟

وہ مسکرایا۔ ''لیکن اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں بیٹا۔ اس موسم میں یہ معمول کے مطابق ہے''۔ یہ کہہ کر وہ شخص آگے بڑھ گیا۔ کوئی تیس فٹ آگے جا کر وہ رکا اور ریلنگ کے پاس کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگا۔

اس کے بعد ایوا کو جیسن کی آمد نے چونکایا۔ ''چند بڑے زبردست مناظر فلمائے ہیں میں نے''۔ اس نے اپنے کیمرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''چلو...... اب کچھ گروپ بنالیں۔ یہ فلم بھی تو ختم کرنی ہے''۔

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا اور ایوا کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ ''ہم دونوں کی فلم بنا گے''؟

''ہاں...... آپ جھک جائیں ذرا''۔ جیسن نے کندھے پر کیمرا رکھتا ہوئے کہا۔

وہ فلم بنا رہا تھا۔ ایوا نے کیمرے کی طرف دیکھتے ہوئے زبان نکالی اور منہ چڑانے لگی۔ کلارا نے اس کے کندھے پر دھپ لگایا۔ پھر ایوا کا کالر کھڑا کرنے لگی۔

''بہت اچھے۔ اب آپ دونوں اٹھیں اور لزا کی طرف چلیں''۔

اب وہ تینوں ساتھ کھڑی تھیں۔

''او کے لیڈیز، اب آپ کو مسکرانا ہے اور ہاتھ ہلانا ہے''۔

وہ تینوں ہاتھ ہلانے لگیں۔

جیسن تمہیں بھی ہمارے ساتھ آنا چاہیے۔'' لزا نے کہا۔ وہ دوڑتی ہوئی ڈیک پر ایک طرف ئی اور ایک شخص کے کندھے پر تھپکی دی۔ ایوا اس کے الفاظ تو نہیں سن سکی، کیونکہ وہ ہوا کی مخالف ت پر تھے۔

بہر حال وہ شخص لزا کے ساتھ چلا آیا اور اس نے جیسن سے کیمرہ لے لیا۔ جیسن اسے ہمرے کو استعمال کرنے کا طریقہ سمجھانے لگا''۔ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں''۔ اس نے کہا، سب کچھ سیٹ ہے۔ بس آپ کو فوکس کر کے بٹن دبانا ہے۔ ٹھیک ہے''؟

اس شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔ جیسن ان تینوں کی طرف چلا آیا۔ ''ریڈی''؟ جیسن نے پچھا۔

''تم چاروں فریم میں نہیں آرہے ہو''۔ فلم بنانے والے نے کہا۔

جیسن نے ایوا کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر بٹھالیا۔ ''اب کیا صورتحال ہے''؟

''اب سب ٹھیک ہے''۔ اس شخص نے کیمرہ آن کر دیا۔ فریم میں موجود تمام لوگ مسکرا رہے ے۔ پھر وہ ہاتھ ہلانے لگے اور پھر اچانک ہی فلم کا رول ختم ہو گیا۔

جیسن نے اس شخص کا شکریہ ادا کر کے اس سے کیمرہ واپس لیا اور ان سبھوں کو B ڈیک کی رف لے چلا۔ ایوا جان بوجھ کر ذرا پیچھے چل رہی تھی۔ وہ سورج کو دیکھ رہی تھی، جو مغربی افق کی رف تیزی سے جھک رہا تھا۔

''ایوا...... جلدی کرو۔ آؤ۔ ڈنر کے لئے لباس تبدیل کرنا ہے''۔ کلارا نے اسے پکارا۔

''ٹھیک ہے ممی''۔ ایوا نے کہا اور غروبِ آفتاب کے اس منظر سے ہٹ آئی، جو ٹائی ٹے نک ے کیا جانے والا غروب آفتاب کا آخری نظارہ تھا۔

............☆☆☆............

ڈنر کے بعد رائیکر فیملی، ایڈنگٹن فیملی اور مارٹن لفٹ کی طرف چل دیے۔ انہیں A ڈیک پر نا تھا، جہاں لوئس شش دہم لاؤنج میں موسیقی کا زبردست پروگرام ہونے والا تھا۔

وہاں آرکسٹرا والے ایک دھن بجا رہے تھے اور بڑے لوگ چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کافی پی

رہے تھے۔

ایوا نے ایک جمائی لی اور کرسی میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔ لوہے کی گول میز کے گرد کرسیاں تھیں اس کی ممی اور لزا ایک دوسرے کے عین سامنے بیٹھ گئیں۔ نجانے کیوں ان دونوں کے درمیان تناؤ محسوس ہو رہا تھا۔ جیسن کبھی ایک کو دیکھتا، کبھی دوسری کو، جیسے دو باہمی طور پر عمل انگریز اور طاقتور کیمیکلز کو دیکھ رہا ہو اور ڈر رہا ہو کہ کسی بھی وقت دھماکہ ہو جائے گا۔

مارٹن چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر لزا کی طرف دیکھتے ہوئے ہمدردانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

دھن ختم ہوئی۔ ایک لمحہ خاموشی رہی، پھر ناظرین تالیاں بجانے لگے۔ چند لمحے بعد میوزک ڈائریکٹر کی چھڑی پھر حرکت میں آئی اور ایک اور دھن چھڑ گئی۔

ایوا کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں اور سر یوں آگے پیچھے ہل رہا تھا، جیسے دھن کا ساتھ دے رہا ہو۔ ادھر دھن کلائمکس پر پہنچ رہی تھی۔ ایک بار پھر تالیوں کی گونج میں میوزک ڈائریکٹر ناظرین کے سامنے سر خم کر کے کھڑا ہو گیا۔

اب مجمع چھٹنے لگا تھا۔ فیملی والے اپنے اپنے کیبنوں کا رخ کرنے لگے تھے۔ لیکن اکیلے لوگ اپنی جگہ جمے بیٹھے تھے۔

کلارا نے کافی کی پیالی سے آخری گھونٹ لیا اور لاؤنج کا جائزہ لینے لگی۔ انداز ایسا تھا، جیسے وہ لاؤنج اس کی ملکیت ہو اور وہ اس کی آرائش پر فخر کر رہی ہو۔ ”بہت خوبصورت ہے...... ہے نا“؟ اس نے مربیانہ لہجے میں مارٹن سے کہا۔ ”ایک بات کہوں مارٹن۔ اب ہم اپنا ہر سفر اسی جہاز پر کیا کریں گے“۔

”میں جانتی ہوں مسز رائیکر کہ آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں“۔ لزا مسکرائی۔ ”یہ جہاز آپ کے لئے واقعی خوش قسمتی کا نشان ہے“۔

کلارا نے اپنی خالی پیالی میں جھانکتے ہوئے کہا ”تمہارا کیا مطلب ہے ڈیئر“؟

”اس اتنے بڑے جہاز پر تنہا ہونا خوش قسمتی ہی تو ہے۔“ لزا بولی۔ ”جیمز کے...... ایوا کے ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل میں تو شوہر کا ساتھ ہونا تنہائی ہے۔ ایسی تنہائی جسے آزادی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

کلارا کے چہرے کا تاثر اب بھی نہیں بدلا۔ ”اب ہم گھر جا رہے ہیں“۔ اس نے کہا ”یہ جہاز ہمیں گھر پہنچائے گا“۔

”مجھے یقین ہے کہ تمہارا شوہر تمہاری کمی بہت شدت سے محسوس کر رہا ہوگا“۔ لزا کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ وہ ایوا کو دیکھ کر مسکرائی۔ ”تم اپنے ڈیڈی سے ملنا چاہو گی۔ ہے نا گڑیا“؟

ایوا نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ لزا کے لہجے میں کوئی بات تھی، جس نے اس کا حوصلہ پست کر دیا۔

”بہرحال میرے خیال میں تو یہ ٹرپ آپ کے لئے عطیہ خداوندی ہے“۔ لزا نے کلارا کا ہاتھ تھپ تھپایا۔ ”زیادہ سے زیادہ گھلنے ملنے کیلئے اس سے بہتر تو کوئی جگہ نہیں ہو سکتی“۔

”کیا مطلب“؟

”آپ جانتی ہیں۔ ہم ایکویریم میں تیرنے والی خوبصورت رنگین مچھلیاں ہیں جو ایک دوسرے کو لبھائیں گی بھی...... اپنی اپنی دُمیں ہلا کر۔ بدقسمتی سے اگر ہم میں سے کوئی اس کھیل میں شامل نہ ہونا چاہے تو اس کے لئے کہیں کوئی گوشہ عافیت بھی نہیں“۔

”تم آج کچھ معموں سے باتیں کر رہی ہو“۔ کلارا نے کہا۔ پھر وہ جیمز مارٹن کی طرف مڑی۔ ”چلیں مارٹن“۔

جیمز مارٹن اٹھ کھڑا ہوا۔ کلارا نے میز پر رکھے اپنے پرس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ”نہیں کلارا، پارٹی تو اب شروع ہو گی“۔ یہ کہہ کر وہ اپنے شوہر کی طرف پلٹی۔ ”کیوں ڈارلنگ، میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا“۔

جیسن کی نگاہیں اپنی خالی پیالی میں کچھ ٹٹول رہی تھیں۔ ”یہاں موجود سب لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں لزا“۔ اس نے زیر لب کہا۔ ”پلیز...... ہم سب کو تماشہ نہ بناؤ“۔

لزا نے اس کو نظر انداز کر دیا اور مسکرا کر کلارا کو دیکھنے لگی۔ ”مجھے ایک بات بتاؤ“۔ اب اس کے لہجے میں بے تکلفی...... بلکہ بے تکلفی سے زیادہ بدتمیزی تھی۔ ”تمہیں میرا شوہر پرکشش لگتا ہے نا“؟

”یہ میرے کہنے کی تو کیا، میرے سوچنے کی بھی بات نہیں“۔ کلارا نے خشک لہجے میں کہا۔

”کیوں نہیں۔ آخر میں خود تم سے پوچھ رہی ہوں“۔

لیکن کلارا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

اس کی طرف سے مایوس ہو کر لزا ایوا کی طرف مڑی۔ ”اچھا تم بتاؤ گڑیا۔ جیسن ایڈنگٹن سے خوب رو کوئی مرد تم نے آج تک نہیں دیکھا نا“؟

جیسن نے ہونٹ بھینچ کر کہا ”شٹ اپ لزا“۔

''دیکھا تم نے ،اس کا جادو بچوں اور بڑوں، دونوں پر چلتا ہے''۔

کلارا نے ایوا کے کندھوں پر اس کا کوٹ ڈالا اور مارٹن سے کہا۔ ''ایوا کو اس کے کیبن میں لے جاؤ مارٹن''۔

''نہیں جیمز''۔ لزا نے مارٹن کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے۔ اور ایوا بھی بڑی ہو رہی ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں بالغ ہو جائے گی یہ۔ اسے یہاں رک کر بڑوں کے کھیل دیکھنے چاہئیں۔ دیکھے گی نہیں تو سیکھے گی کیسے''؟

جیمز مارٹن ہچکچانے لگا۔

لزا کی نگاہیں کلارا کے چہرے پر جم گئیں۔ ''ہاں تو بات ہو رہی تھی۔ تمہاری اور میرے جانو کی۔ جانتی ہو، میں نے اسے کیسے پھنسایا''؟

''مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں''۔ کلارا نے کہا۔

لزا نے مضحکہ اترانے والے انداز میں قہقہہ لگایا۔ ''کیا بات کرتی ہو کلارا۔ عفت مآبی اور طلب کے بارے میں تمہاری کیا ساکھ ہے، جانتی ہو۔ کم از کم اس کو تو ملحوظ رکھو۔ تم تو ایک دیو مالائی حیثیت رکھتی ہو''۔

کلارا کے چہرے پر تناؤ نظر آنے لگا۔ ''مائی ڈیئر، میرے اور جیسن کے درمیان ایسا کچھ نہیں ہے''۔ وہ بولی۔

جیسن نے لزا کا بازو سختی سے تھام لیا۔ ''تم کیوں خود کو تماشا بنانے پر تلی......''

''یہی تو تم چاہتے ہونا''۔ لزا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''تم مجھے ایک پالتو گائے کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے ہو، جو تمہاری دولت مند اور عیاش عورتوں کی دوستی کی طرف سے آنکھیں بند رکھے اور خود کو بے خبر ظاہر کرتی رہے''۔

ایوا کبھی ایک کو دیکھتی تھی، کبھی دوسرے، کو، اس کی سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا تھا کہ بات کیا ہے۔

کلارا اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''مارٹن، تم ایوا کو فوراً یہاں سے لے جاؤ''۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

مارٹن کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بھی ایوا کو بری بری باتیں سنائی دیتی رہیں۔

''بہت شاندار لزا''۔ جیسن بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''یہ محبت اور رقابت کا بھرپور ڈرامہ بہت اچھا کر رہی ہو تم اور تمہارا جو مارٹن کے ساتھ چکر چل رہا ہے، میں اس کے بارے میں

خاموش ہوں''۔

جے ایچ نے اپنا تذکرہ سنا تو اس کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اس نے ایوا کا ہاتھ چھوڑا اور پلٹ کر کہا۔ ''سنو جیسن، بلاوجہ میرا نام......''

اسی لمحے لزا کا زبردست تھپڑ جیسن کے رخسار پر لگا۔ ''میں جانتی ہوں کلارا، تم نے سچ کہا کہ تمہارے اور جیسن کے درمیان اب تک ایسا کچھ نہیں ہوا۔ ورنہ تم میرے سوال کا جواب ضرور دیتیں......''

مارٹن نے پلٹ کر ایوا کا ہاتھ تھاما تو اسے احساس ہوا کہ ایوا کا جسم کپکپا رہا ہے۔ اس کے عقب میں لمبے تڑنگے، بڑی بڑی مونچھوں والے اسٹیوارڈ بیچ بچاؤ کرانے کیلئے درمیان میں آ گئے تھے۔ لیکن وہ لرزتی ہوئی بلند آواز دور دور تک سنی جا رہی تھی۔ ''......ورنہ تم ضرور بتاتیں کہ سنہرے بالوں والے اس دیوتا کے پاس سب کچھ محض دکھانے ہی کا ہے، کام کا کچھ بھی نہیں ہے''۔

ایوا نے ایک گھونسے کی آواز سنی تو اس کے جسم کی لرزش اور بڑھ گئی۔ پھر پیالوں اور چمچوں کے آپس میں ٹکرانے اور فرش پر گرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ جسم گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ لزا جیسن کو نوچنے جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ سختی سے اسے دھکیل رہا تھا۔ پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کلارا کے پیچھے چل دیا۔

لوگوں کے گھیرے کے درمیان ایوا کو لزا کی ایک جھلک نظر آئی۔ لزا نے سر جھٹکتے ہوئے اپنے ہاتھ کی پشت سے خون آلود ہونٹوں کو صاف کیا اور مارٹن کے ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

ایوا کی آنکھوں سے گرم گرم آنسو بہ نکلے۔ اگلے ہی لمحے وہ اندھا دھند دروازے کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی......

☆☆☆

ٹیپ چل رہا تھا۔ ایوا ہانپتی ہوئی آواز میں خادمہ سے کہہ رہی تھی۔ ''جار جیا...... وہ سب کچھ بہت تکلیف دہ لگ رہا تھا۔ میں بھاگ...... بھاگتی رہی...... وہ سب چیخ رہے تھے...... لڑ رہے تھے...... چلا رہے تھے......''۔

میں نے جلدی سے ٹیپ ریکارڈر کا اسٹاپ کا بٹن دبا دیا۔ اسٹڈی میں مکمل خاموشی تھی۔ میں کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ باہر دھوپ میں ولیم رائیکر کی لیموزین جگمگا رہی تھی۔

پھر وہ خاموشی ایوا نے توڑی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''اب تفصیل بتانا مشکل ہے۔ تصویری معمے کے بیشتر ٹکڑوں کو وقت نے دھندلا دیا ہے۔ کبھی کچھ صاف نظر آتا ہے۔ لیکن بہت دور دور لگتا ہے۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے، جیسے میں دوربین کے دوسری طرف سے دیکھ رہی ہوں۔ اس کے باوجود بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جنہیں میں ہاتھ بڑھا کر جیسے چھو بھی سکتی ہوں''۔ وہ اپنا بازو سہلانے لگی۔ ''جیسے...... جیسے وہ خوفناک جھگڑا......''۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اسے اس اعتبار سے واقعی خوفناک ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ڈرامہ تھا...... پہلے سے طے شدہ ڈرامہ، ڈرامہ، جس کے سین اور مکالمے جیسن اور لزا نے مل کر تحریر کیے تھے''۔

میں اپنی میز کی طرف واپس آیا اور میز کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ ''کئی اعتبار سے یہ سازشی کھیلوں کی کتاب کا قدیم ترین کھیل ہے۔ میں تو اسے دونالی بندوق کہوں گا...... جنس اور رقابت کی دونالی بندوق۔ اور اس کے ہدف تھے شوہر کی رفاقت سے محروم ایک تنہائی زدہ بیوی، اور اس کا سخت جان، مگر عجیب سے انداز میں ضرر پذیر باڈی گارڈ۔ وہ ایک دھماکہ خیز جوڑی تھی۔ کیونکہ یہ بات سبھی لوگ جانتے تھے کہ کلارا رائیکر اور جیمز مارٹن کے درمیان برسوں سے بھی کبھی جلتا کبھی بجھتا معاشقہ چل رہا ہے''۔

رائیکر کرسی پر جھکا بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا کہ اس کے کندھوں پر کوئی بہت بھاری بوجھ رکھا ہے اور وہ سکڑا ہوا سا بھی لگ رہا تھا۔ اس کا منہ کھلا۔ لیکن کوئی آواز نہیں نکلی۔

''وہ اس نوع کا امتزاج تھا کہ جیسن اور لزا کو بہت زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑی''۔ میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''تم بہت چھوٹی تھیں۔ لیکن تم بھی اس کھیل کو سمجھ گئیں ایوا کہ تمہاری ماں اور جیسن کے درمیان شمع اور پروانہ والا چکر چل رہا ہے۔ اگرچہ تمہیں حتمی طور پر اس کا علم نہیں۔ لیکن ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ لزا اور جیمز مارٹن کے درمیان بھی وہی شعبدہ گری چل رہی تھی۔ بدقسمتی سے کلارا اور مارٹن دونوں اپنی اپنی جگہ اس کھیل میں خود کو شمع سمجھے بیٹھے تھے۔ لیکن جیسا کہ ہمیں بعد میں پتا چلے گا، وہ دونوں ہی غلطی پر تھے۔ جارجیا فیرل، جیمز مارٹن اور کلارا رائیکر تینوں کی حیثیت شطرنج کی بساط پر موجود اس پیدلوں کی سی تھی، جنہیں کھیل کی ابتداء میں ہی کٹ جانا تھا۔ اس لیے کہ انہیں بساط سے ہٹا کر ہی جیسن اور لزا تم تک پہنچ سکتے تھے''۔ میں اس دوران صرف ایوا سے مخاطب رہا تھا۔

ایوا ساکت بیٹھی تھی۔ ''تم اپنی بات جاری رکھو نارمن'' اس نے کہا۔

''اب یہ وہ مقام ہے......'' میں نے کہا۔ ''...... جہاں تمہارا ٹیپ ہمیں کچھ نہیں بتاتا کہ اس رات کیا ہوا تھا۔ جارجیا فیرل نے تمہیں بستر پر لٹایا اور اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹے تک تم بے خبر سوتی رہیں اور رات ساڑھے نو سے گیارہ بجے تک کا وہ ڈیڑھ گھنٹے کا عرصہ تمہاری زندگی کا اہم ترین عرصہ تھا۔ اس ڈیڑھ گھنٹے میں تمہاری زندگی کا نقشہ بدل گیا۔ تمہاری شخصیت کچل دی گئی۔

''سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ اس ڈیڑھ گھنٹے میں کیا کچھ ہوا۔ تمہارے ٹیپ کا ایک حصہ، جسے ہم بعد میں سنیں گے، اس سوال کا جزوی جواب دیتا ہے۔ مکمل جواب کے لئے مجھے حقائق کی روشنی میں قیاس آرائی کرنی ہوگی۔ تم سے ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جیسن تمہاری ماں کے پیچھے ہی لاؤنج سے نکلا تھا۔ وہ بوٹ ڈیک پر لے جانے والی سیڑھوں کی طرف جا رہے تھے......

............☆☆☆............

چاند سے محروم آسمان بحیر اوقیانوس پر ایک بڑے سیاہ خیمے کی طرح تنا ہوا تھا۔ ستاروں کو بکھتے ہوئے آسمان کسی مشرقی دوشیزہ کا آنچل لگ رہا تھا۔ رات اتنی اندھیری تھی کہ زرد چمنیوں سے نکلتا سیاہ دھواں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

جیسن ایڈنگٹن بوٹ ڈیک پر تیز قدم اٹھاتا بڑھ رہا تھا۔ ڈیک کی روشنی میں برف کے ننھے گالے ادھر ادھر چمکتے نظر آ رہے تھے۔ جہاز کے عملے کا کہنا تھا کہ ان گالوں کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ برف کہیں نزدیک ہی موجود ہے۔

اس نے لائف بوٹ نمبر 13 کے سفید تارپولین پر ہاتھ رکھا اور جہاز کے پچھلے حصے کو دیکھنے لگا۔ جہاز اپنے پیچھے پانی کی جو لکیر چھوڑتا آگے بڑھ رہا تھا، وہ سفید ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں بھی صاف نظر آ رہی تھی۔

اسے اپنے عقب کی طرف سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ مگر اس نے اسے نظر انداز کر دیا۔ وہ بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپ تھی، پھر کلارا رائیکر کی سانسیں اس کے کندھوں کو چھونے لگیں۔

''لگتا ہے، میرا اندازہ غلط تھا''۔ کلارا نے کہا۔

جیسن نے سر کو خفیف سا موڑا اسے دیکھا۔ ''کیا مطلب؟''

''میرا خیال تھا، اس جھگڑے کے بعد تمہیں کمپنی درکار ہوگی''۔ کلارا کے ہونٹوں پر اداس سی مسکراہٹ مچلی۔ ''جادوگرنیوں کے شیطانی جشن کی رات تو ابھی بہت دور ہے''۔

''میرا خیال ہے، ہم اتنا انتظار نہیں کر سکتے تھے''۔

کلارا نے اپنے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالے اور جیسن کے پیروں کی طرف دیکھنے لگی۔ ''جیسن، میں کہنا چاہتی ہوں کہ غلطی میری ہے۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ لیکن یہ سچ نہیں ہوگا۔ تم اور لزا ایک ذہنی طور پر بیمار جوڑا ہوا''۔

جیسن پلٹا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ تم نے لزا کی بکواس سنی۔ اس جہاز پر سینکڑوں مرد ایسے ہوں گے، جو تمہاری ایک مسکراہٹ کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں''۔

کلارا نے ریلنگ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ ''لوگ غصہ میں ہوتے ہیں تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ اس لیے میں ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتی''۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا''۔

''نہیں..... یہ بات نہیں''۔

کلارا سمندر کو دیکھنے لگی۔ اس کا ہاتھ جیسن کے ریلنگ پر رکھے ہاتھ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر پھر نجانے کیوں اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ''بہر حال یہاں سردی میں ٹھٹھرنا لا حاصل ہے۔ میرے سویٹ میں شمپین موجود ہے، جو دو گھنٹے بعد ضائع ہو جائے گی۔ ہم اسے کیوں ضائع کریں''۔

''تمہیں تو اپنی خادمہ اور جہاز کے عملے کی افواہ سازی کا خوف تھا!''۔

''ابھی جو جھگڑا ہوا، اس کے بعد میری ایسی کون سی ساکھ رہ گئی ہے، جسے بچانے کی میں فکر کروں''۔

''آج رات لزا میرے پاس نہیں ہوگی۔ تم آ جاؤ نا''۔ جیسن نے کہا۔

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تم مجھے کال کر دینا''۔

جیسن اس کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ چلی گئی تو وہ دائیں جانب والے عرشے کی طرف چل دیا۔ وہ اندھیرے میں ہو کر چل رہا تھا اور ریلنگ سے نیچے دیکھ رہا تھا۔ ان دو ہیولوں کو ایک ساتھ دیکھ کر اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ اس نے ان کی آوازوں سے انہیں پہچانا۔ وہ لزا اور جیمز مارٹن تھے۔ ان کے درمیان چند الفاظ کا تبادلہ ہوا، جو فاصلے کی وجہ سے جیسن کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ پھر مارٹن نے لزا کا ہاتھ چوما اور ایک طرف چلا گیا۔

لزا ریلنگ کے پاس کھڑی تھی۔ جیسن اس کے قریب پہنچا تو اس نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''مجھے افسوس ہے۔ میں تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا تھا''۔ جیسن نے کہا۔

لزا نے اس بات کو اہمیت نہیں دی۔ اسے اپنے ہونٹ پھٹنے کی کوئی پروا نہیں تھی۔ ''سب طے ہو گیا نا''؟ اس نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں ابھی پندرہ منٹ میں اسے کال کروں گی''۔

دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کے ساتھ نچلے عرشے کی طرف چل دیئے۔

..........☆☆☆..........

کلارا رائیکر نے B-76 کے دروازے پر دستک دی۔ شمپین کی یخ بستہ بوتل اس کے ہاتھ میں تھی۔

جیسن نے دروازہ تھوڑا سا کھولا اور درز سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرائی اور اس نے بوتل اٹھا کر اسے دکھائی۔ ''روم سروس'' اس نے شوخ لہجے میں کہا۔

جیسن کے ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا ''اندر آ جاؤ''۔

کلارا کیبن میں داخل ہوئی۔ اس نے کیبن کا جائزہ لیا۔ پھر سیدھی پورٹ ہول کی طرف بڑھی اور باہر تاریکی میں جھانکنے لگی۔ ''ذرا سمندر کو تو دیکھو''۔ وہ سرگوشی میں بولی۔ ''میں نے سمندر کو اتنا ہموار اور پرسکون کبھی نہیں دیکھا۔ تم نے دیکھا ہے جیسن''؟

''نہیں.....کبھی نہیں''۔ شمپین کی بوتل کا کارک توڑتے ہوئے جیسن کے ہاتھوں میں لرزش تھی۔ بوتل ہلکے سے دھماکے سے کھلی، جھاگ ابلے۔ جیسن نے دو گلاس بھرے اور بیڈ کے برابر میز پر رکھ دیے۔

کلارا نے اس کے چہرے کو دیکھا اور شوخی سے مسکرائی۔ تم تو ایسے خوف زدہ ہو، جیسے کوئی اداکار اسٹیج پر پہلی بار جاتے ہوئے ہوتا ہے''۔

کلارا پلٹی، اس نے دروازہ بند کیا، لاک کیا اور چابی نکال کر اپنے پرس میں رکھ لی۔ ''کچھ سمجھے''۔ اس نے شوخی سے کہا۔ ''پہلا قدم میں نے اٹھایا ہے۔ اب تم میرے قیدی ہو''۔

اس کی نظر گراموفون پر پڑی تو وہ اپنی ہنسی بھی بھول گئی۔ ''ارے.....تم نے نہیں بتایا کہ تمہارے پاس گراموفون بھی ہے''۔

''یہ میری بیوی کا ہے''۔ جیسن نے تیز لہجے میں کہا۔

''سوری۔ مجھے نہیں پوچھنا چاہیے تھا''۔ کلارا نے کہا اور ایک ریکارڈ منتخب کیا۔ وہ ریکارڈ لگانے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر بے بسی سے پوچھا۔ ''اسے چلاتے کیسے ہیں''؟

''یہ خاص قسم کا ماڈل ہے۔ ورنہ بحری جہاز پر چلتا بھی نہیں''۔ جیسن نے کہا اور اسے سمجھانے لگا۔

چند لمحوں میں کیبن ایک مقبول نغمے سے گونج اٹھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں گم ہو گئے ......ایک دوسرے کو کھوجنے لگے۔

مسرت کے ان لمحوں میں، جب ہوش نہیں رہتا، جیسن نے ہاتھ بڑھا کر وہ سفید ٹکیہ اٹھائی اور ایک گلاس میں ڈال دی۔ گلاس میں بلبلے سے اٹھے......اور ایک لمحے میں غائب ہو گئے۔ مشروب کی سطح پر مزید ایک لمحے دھندسی تھرکتی رہی۔ پھر وہ بھی معدوم ہو گئی۔

''تم نے مجھے پہلے جام کیوں نہیں دیا''؟ کلارا نے شکایت کی۔ ''لطف دوبالا ہو جاتا''۔

''نہیں۔ البتہ اب جام سے آتشہ ہو جائے گا''۔ جیسن نے جواب دیا۔

''سہ آتشہ! میرا خیال ہے، تم دو آتشہ کہنا چاہ رہے ہو''۔

''نہیں۔ لیکن تم چاہو تو دو آتشہ ہی سمجھ لو''۔

کلارا نے ہاتھ بڑھا کر جام اٹھایا......

''نہیں، یہ نہیں۔ دوسرا والا لو''۔ جیسن نے کہا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے''۔

''بہت فرق پڑتا ہے......زندگی اور موت کا فرق!''

''کیوں؟ مجھے بتاؤ نا''؟

''یہ لزا کا جام ہے۔ میں اس میں نہیں پی سکتا''۔

کلارا نے اٹھلا کر اسے دیکھا۔ ''لزا میرے انداز سے کہیں زیادہ بے وقوف ہے''۔ اس نے مضحکہ اڑانیوالے لہجے میں کہا۔ ''اس نے نہ صرف یہ کہ تمہاری قدر نہیں کی۔ بلکہ الٹا تمہیں میری جھولی میں ڈال دیا''۔ یہ کہہ کر اس نے دوسرا جام اٹھالیا اور بے تابی سے گھونٹ لیا۔

''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ وہ بہت چالاک ہے''۔ جیسن کے لہجے میں ستائش تھی۔

کلارا نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''اچانک تمہیں اس پر محبت آنے لگی''؟

''نہیں۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ پیو نا''۔ جیسن نے ایک گھونٹ میں آدھا جام خالی کر دیا۔

ریکارڈ ختم ہو چکا تھا۔ جیسن گراموفون کی طرف بڑھا اور دوسرا ریکارڈ لگا دیا۔

''لزا اس وقت کہاں ہو گی جیسن''؟

جیسن نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ آدھا جام خالی کر چکی تھی ''تم اس کی فکر مت کرو کلارا''۔

''کمال ہے۔ ایک خوبصورت بیوی کے شوہر کو اپنی بیوی کی طرف سے نہ بے پروا ہونا چاہیے نہ بے خبر''۔ کلارا نے جام خالی کر دیا۔

''یہ بات تمہیں اپنے شوہر کو سمجھانی چاہیے تھی۔ مگر اب تو بہت دیر ہو چکی''۔

''کیا مطلب''؟

جیسن اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ''ابھی سمجھ میں آ جائیگا''۔

اسی لمحے کلارا پیٹ پکڑ کر دہری ہو گئی۔ اس کا چہرہ ایک دم پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ سیدھی ہوئی تو اس کے چہرے پر اذیت تھی۔ ''خدا کی پناہ، میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔ شاید کھانے میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے''۔

''ہو سکتا ہے، پینے میں ہوئی ہو''۔ جیسن اب کپڑے پہن رہا تھا۔

کلارا پھر دہری ہو گئی۔ اس بار اس کے حلق سے چیخ بھی نکلی تھی۔ ''میرا لباس مجھے دو''۔ اس نے جیسن سے کہا۔ ''مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے''۔

''تمہارے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ اپنے کپڑے تمہیں خود ہی لینے ہوں گے''۔ جیسن نے بے رخی سے کہا۔

''یہ کوئی مذاق کا وقت نہیں ہے احمق آدمی''۔ کلارا بیڈ سے گر پڑی۔ ''میری طبیعت بہت خراب......'' اس سے بات پوری نہیں کی گئی۔ وہ قالین پر تڑپنے لگی۔

جیسن نے اس کا پرس کھولا اور دروازے کی چابی نکال لی۔ کلارا بری طرح تڑپ رہی تھی۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ گھسٹ کر دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر لٹو گھمانے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن دروازہ لاک تھا۔

جیسن کی انگلیاں تیزی سے اپنی قمیض کے بٹن لگا رہی تھیں۔

درد کی ایک اور تند لہر نے کلارا کو دوبارہ فرش پر گرا دیا۔ اب وہ ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ اسکے منہ سے سبز رنگ کا مادہ نکل رہا تھا۔ اب وہ کسی زاویے سے بھی حسین نہیں، بلکہ بھیانک لگ رہی تھی۔

جیسن اب اپنی ٹائی کی گرہ لگا رہا تھا۔

کلارا کی آنکھیں اس کے حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ اس کا چہرہ جامنی رنگ کا ہو گیا تھا۔

جیسن کو اپنی سونے کی ٹائی پن ڈریسر پر رکھی نظر آئی۔ وہ کلارا کو پھلانگ کر ڈریسر کی طرف بڑھا اور ٹائی پن لگا لی۔

کلارا کے حلق سے عجیب سے غرغراہٹ نکلی۔ چند لمحے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ مر چکی تھی!

جیسن نے کلارا کا پرس کھول کر اس میں سے چھوٹا سا آئینہ نکالا اور اسے کلارا کی ناک کے نیچے رکھ کر دیکھا۔ آئینے کی سطح پر کوئی دھندلاہٹ نہیں ابھری اس نے نبض چیک کی۔ نبض بھی ندارد تھی۔

جیسن مطمئن ہو گیا۔ وہ لاش کو گھسیٹتا ہوا کیبن میں لے گیا۔ اس نے لاش کو بیڈ کے نیچے چھپا دیا۔ بستر سے لٹکنے والی چادر فرش کو تقریباً چھو رہی تھی۔ لاش نظر آنے کا سوال ہی نہیں تھا۔

جیسن نے کلارا کے تمام کپڑے سمیٹے اور انہیں بھی بیڈ کے نیچے لاش پر ڈال دیا۔ ان میں اس کا کوٹ اور جوتے بھی تھے۔

جیسن نے بڑی احتیاط سے کیبن کا جائزہ لیا کہ کہیں کلارا کی کوئی چیز باہر تو نہیں رہ گئی ہے۔ گراموفون کی سوئی ریکارڈ پر اٹک گئی تھی۔ اس نے اسے نجات دلائی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ اب ٹائی ٹے نک کے انجنوں کی دھیمی سی غراہٹ کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔

جیسن نے اپنے لیے جام میں مزید مشروب انڈیلا۔ پھر وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھا اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ ''پلیز...... لائبریری میں ملا دیں''۔ اس نے دانستہ طور پر دھیمی آواز میں کہا۔ پھر آپریٹر کے ردعمل کے جواب میں بولا۔ ''جی ہاں، میں جانتا ہوں کہ کیا وقت ہو رہا ہے''۔ اس کے لہجے میں معذرت تھی۔

کلک کی آواز...... ایک چھوٹا سا وقفہ......

''میں لائبریرین...... آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں''؟

''لزا ایڈنگٹن لائبریری میں گئی''۔

''ایک منٹ پلیز''۔

جیسن انتظار کے دوران کیبن کا تنقیدی جائزہ لیتا رہا۔

ایک اور کلک کی آواز...... پھر لزا کی دھیمی آواز۔ ''ہاں۔ کیا بات ہے''؟

''وہ سفر پر روانہ ہو چکی ہے'' جیسن نے سرگوشی میں کہا۔

''بہت خوب۔ میں ابھی کچھ دیر میں تمہیں ملوں گی ڈارلنگ'' اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

..........☆☆☆..........

لزا نے لائبریرین کو گڈ نائٹ کہا اور مرکزی بڑے زینے کی طرف چل دی۔ اس کا رخ 3 ڈیک کی طرف تھا۔ سفید دستانے پہنتے ہوئے وہ B ڈیک پر اتری اور اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ داہنی جانب والے ڈیک کی راہ داری میں تمام کیبنوں کے دروازے بند نظر آ رہے تھے۔ کیبن

B-57 کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اسے اس بات کا خیال رکھنا تھا کہ کوئی اسے دیکھ نہ رہا ہو۔

دروازہ تیزی سے کھلا اور مارٹن نے ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کھینچ لیا۔ وہ دونوں اندھیرے میں کھڑے تھے۔ نشست گاہ میں روشن لیمپ کی ہلکی سی روشنی میں وہ ایک دوسرے کو واضح طور پر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

لزا ایک ہاتھ سے اپنا پرس دبوچے ہوئے تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے مارٹن کو خود سے قریب کر لیا تھا۔

''تمہیں جیسن نے زیادہ پریشان تو نہیں کیا''؟ مارٹن نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''میں نے اسے اس وقت سے اب تک نہیں دیکھا......'' لزا نے کہا اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''شش...... رو مت۔ اندر چلو۔ تمہیں ضرورت بس ایک ڈرنک کی ہے''۔ مارٹن نے اسے ...ا۔

مارٹن اسے بیڈ روم میں لے گیا۔ اس نے اسکاچ کی بوتل اٹھائی اور جلدی سے لزا کے لئے جام بنایا۔

خوب صورت نیلی آنکھیں مشروب کو ذرا شک وشبہے سے دیکھ رہی تھیں۔

''چلو پی جاؤ۔ اس میں زہر نہیں ملا ہوا ہے''۔

وہ مسکرائی اور اس نے ایک ہی گھونٹ میں جام خالی کر دیا۔ ''سوری...... میرا رویہ بچوں کا سا

مارٹن پلٹا اور اپنی قمیض کے بٹن کھولنے لگا۔ لزا نے اپنا پرس کھولا۔ پھر اس کا ہاتھ لیمپ کے ...کی طرف بڑھا۔ کلک کی آواز کے ساتھ ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔ بس پورٹ ہول سے چھن کر آتی ہوئی ہلکی روشنی کمرے کو مکمل تاریکی سے بچا رہی تھی۔

مارٹن ایک لمحے کو الجھا۔ پھر کچھ سمجھ کر مسکرایا اور لزا کی طرف پلٹا ''لزا ڈارلنگ......''

حیرت کی ایک بے لفظ آواز اس کے ہونٹوں پر ایک لمحے کو تڑپی اور فوراً ہی دم توڑ گئی۔ چاقو اس کے سینے میں بہت سرعت سے اترا تھا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ٹکرا رہا تھا۔ اسے درد کا پتا نہیں چلا۔ وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

لزا کے سفید دستانے خون میں تر ہو گئے تھے۔ اس نے چاقو کو چھوڑ دیا اور برا سا منہ بنا کر

دستانے اتارنے لگی۔ انداز ایسا تھا، جیسے خواہ، دیکھ کر اسے گھن آرہی ہو۔ دستانے اس نے پورٹ ہول سے باہر گرادیئے۔

لزا نے شیشہ بند کیا اور بیڈ کی طرف گئی۔ وہاں اس نے مارٹن کے کوٹ کی جیب سے اس کا رومال برآمد کیا، جس کے ایک کنارے پر حرف ایم کڑھا ہوا تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف گئی اور کان لگا کر باہر کی سن گن لیتی رہی۔ مگر باہر سناٹا تھا۔ اس نے رومال جیب میں رکھا اور B-57 سے نکل آئی۔

اس کے برابر میں بالترتیب کیبن نمبر B-55، B-53 اور B-51 تھے، یہ سب مل کر ابنگر سوئیٹ کی تشکیل کرتے تھے۔ ان کا اپنا پرائیویٹ عرشہ تھا۔ لزا راہ داری میں ٹہلتی رہی۔ یہاں تک کہ اسے ایک اسٹیوارڈ کھانے کی ٹرے لیے کچن کی طرف جاتا نظر آیا۔ تب لزا نے B-51 کے دروازے پر دستک دی۔ ''دروازہ کھولو''۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

جارجیا فیرل نے نیند میں ڈوبی آواز میں جواب دیا۔ اس کے لہجے میں بے رخی تھی۔ ''آپ کیا چاہتی ہیں مسز ایڈنگٹن''۔

''کلارا یہاں ہے نہ''؟ لزا غرائی۔ کن انکھیوں سے اس نے دیکھا کہ اسٹیوارڈ رک کر بہ ظاہر اپنی ٹرے میں کچھ رکھ رہا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا ہے۔

''نہیں، وہ یہاں نہیں ہیں''۔ جارجیا نے جواب دیا۔ ''رات بہت ہوگئی ہے۔ آپ جائیں ......'' دروازہ تھوڑا سا کھلا۔

''میں جانتی ہوں، وہ فاحشہ اور میرا شوہر دونوں یہاں موجود ہیں۔ مجھے اندر آنے دو''۔ اس نے جارجیا کو دھکیلا اور اندر گھس گئی۔ ''کہاں ہیں وہ''؟ وہ چلائی۔ نیلی اور تاریک پارلر میں وہ ان دونوں کو ڈھونڈ رہی تھی، جن کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ وہ یہاں نہیں ہیں۔

''......مسز ایڈنگٹن......''

''مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ وہ یہاں ہیں نا۔ بتاؤ مجھے......''

''دیکھیں، برابر میں ایوا سو رہی ہے۔ آپ اسے جگا دیں گی......''

''میں کہتی ہوں، بتاؤ مجھے......'' اس نے جارجیا کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اسی وقت اس کی نظر سوئیٹ کے پرائیویٹ عرشے کی طرف اٹھیں۔ ''اوہ......وہاں ہوں گے وہ دونوں۔ چھپے ہوئے ہیں نا'' اور وہ عرشے کی طرف بڑھی۔

جارجیا اس کے پیچھے تھی۔ وہ بے بسی سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔ لزا ریلنگ تھام کر کھڑی تھی۔

''مسز ایڈنگٹن، پلیز......''

''تم نے انہیں کہیں چھپا دیا ہے...... کہیں بھگا دیا ہے''۔ لزا کے کھلے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔

''آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں مسز ایڈنگٹن۔ اب کیبن میں جا کر سو جائیں...... پلیز''۔

اچانک لزا کی آنکھوں سے دیوانگی رخصت ہوگئی۔ اس کی ٹھوڑی کپکپانے لگی۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی اور جارجیا کے رخسار کو چوم لیا۔ ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ پتا نہیں، کیا ہوگیا تھا مجھے۔ تم بھی کیا سوچو گی......''

جارجیا نے سکون کی سانس لی اور ریلنگ سے ٹک کر سمندر کو دیکھنے لگی۔ کوئی بات نہیں مسز ایڈنگ......''

اسی لمحے لزا نے دونوں ہاتھوں سے اس کا گلا دبوچا اور پوری قوت سے دھکیل دیا۔ وہ ریلنگ سے الٹی۔ سترفٹ نیچے سمندر میں ہلکا سا ایک چھپاکا سنائی دیا اور اس کے بعد سب کچھ پہلے جیسا ہی تھا۔

اب لزا پارلر کے فرنیچر کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے دروازے بند کیا اور مصروف ہوگئی۔ وہ اندر ابتری کا ایسا منظر ابھارنا چاہتی تھی، جیسے وہاں دو افراد کے درمیان زبردست جدوجہد ہوئی ہو۔ اس کیلئے وہ توڑ پھوڑ مچا رہی تھی...... لیکن بہت خاموشی سے۔ نہ وہ ایوا کو جگانا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ آوازیں باہر سن گن لینے والے اسٹیوارڈ کو سنانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک کرسی، ایک میز اور سیٹی الٹ دی۔ قالین پر ایک گل دان توڑ دیا۔ سرخ گلاب پیروں تلے مسل ڈالے۔

سب کچھ کرنے کے بعد اس نے منظر کا جائزہ لیا۔ اس سے مطمئن ہو کر اس نے مارٹن کے مونوگرام والا رومال عرشے کی طرف کھلنے والے دروازے پر گرا دیا۔ پھر وہ کیبن سے نکل آئی۔ ویٹر بدستور راہ داری میں کھڑا برتنوں سے کھڑبڑ کر رہا تھا۔

لزا نے پلٹ کر خیالی جارجیا سے کہا۔ ''تھینک یو مسز فیرل''۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے آنسو پونچھے۔ ''مجھے معاف کر دینا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ اچھا شب بخیر''۔ اس نے دروازہ بند کیا، پلٹ کر اسٹیوارڈ کو ملامت بھری نظروں سے دیکھا، جیسے اسے سن گن لینے پر ملامت کر رہی ہو۔ بے چارہ اسٹیوارڈ شرمندہ ہو کر کچن میں چلا گیا۔

اس کے غائب ہوتے ہی لزا لفٹ کی طرف بڑھی۔ لفٹ میں وہ C ڈیک پر گئی، جہاں پرسر کا دفتر تھا۔ وہاں اس نے ڈیوٹی پر موجود اسسٹنٹ سے کہا۔ 'میں اب سونے جا رہی ہوں۔ پلیز،

آپ یہ وائرلیس آفس بھیج دیجئے گا''۔ اس نے وہ کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔

''جی مادام، بہت بہتر''۔

''شکریہ، گڈ نائٹ''۔

پیغام کا وہ کاغذ پرسر کے آفس میں موجود ٹیوب کے راستے B ڈیک پر موجود وائرلیس روم کی ان کمنگ ٹرے میں پہنچا۔

لزا نے B-51 کا دروازہ کھولا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر پارلر میں داخل ہوئی اور دبے قدموں ملحقہ کیبن B-55 کی طرف بڑھی، جہاں ایوا سو رہی تھی۔

☆☆☆

''ہمارے پاس حتمی طور پر یہ جاننے کی کوئی صورت نہیں کہ کلارا رائیکر کو لبھا کر اپنے کیبن میں لانے کیلئے جیسن ایڈنگٹن نے کیا حکمت عملی اختیار کی تھی''۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا اور رومال سے اپنا چہرہ پونچھا۔ ''لیکن ان کے تعلقات کے بارے میں جو معلومات ہمیں حاصل ہیں، ان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کلارا کو زیادہ اصرار کی ضرورت بھی نہیں تھی اور B-76 میں جو کچھ بھی ہوا، اس میں سب سے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کلارا وہاں ایک بہت برے انجام کو پہنچی۔ جب ہم سنیں گے تو آگے کا ٹیپ اس کی گواہی دے گا۔

''جیمز مارٹن اور جارجیا فیرل کا معاملہ اور پراسرار ہے۔ جے ایچ تو اچانک ہی منظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ بچنے والوں میں سے کسی نے اسے زندہ نہیں دیکھا۔ 15 اپریل کی صبح سویرے جب تمام لوگ لائف بوٹس کے گرد مجمع لگائے کھڑے تھے، وہاں بھی کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ لیکن ایوا سے بات کرتے ہوئے جیسن اور لزا نے جو بے رحمانہ باتیں کیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلارا کے ساتھ وہ بھی کوڑے کے تھیلے میں پہنچا دیا گیا۔ جیسن اور لزا کے عظیم الشان منصوبے میں ان کی حیثیت کوڑے کچرے ہی کی تھی''۔

میں چند لمحے خاموش کھڑا اپنی ٹھوڑی کھجاتا رہا۔ ''میرا خیال ہے کہ اصل کام لزا ایڈنگٹن نے کیا۔ اس نے کھلے عام چاقو خریدا اور سب کو جتایا کہ وہ مارٹن کیلئے اس کا تحفہ ہے۔ اسے محض اتفاق نہیں کہا جاسکتا۔ اور ٹائی ٹے نک کے آئس برگ سے ٹکرانے سے پہلے کے چند گھنٹوں کا جو ٹائم ٹیبل سامنے آتا ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ جارجیا فیرل کو لزا نے ہی قتل کیا۔

''جارجیا کے معاملے میں ہماری شہادت زیادہ مضبوط ہے۔ جہازی غرقابی کے چند ہفتے بعد ہیلی فیکس کے کیبل بچھانے والے جہاز میکے بینٹ نے جو تقریباً دو سو لاشیں پانی سے نکالیں، ان

میں وہ موجود تھی''۔ میں نے کہا اور رائیکر کی طرف دیکھا۔ ''گم نام لاشوں کے اس ڈھیر میں اسے شناخت کرنا کسی پہچاننے والے ہی کیلئے ممکن تھا''۔

ولیم رائیکر نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے۔ سفید ہاتھوں پر ابھری ہوئی نیلی نسوں میں کہیں کہیں ابھار نمایاں تھے۔ ''تم بھی ہیلی فیکس گئے ہو مسٹر ہال...... اور ان قبروں کو دیکھا ہے''۔

''جی ہاں۔ میں اپریل میں وہاں گیا تھا''۔

''میں ہر مہینے وہاں جاتا تھا...... ہر مہینے! مجھے لگتا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے اور مجھ سے چھپ رہی ہے، جیسے کہ زندگی میں چھپتی رہتی تھی۔ مجھے کبھی یقین نہیں آیا کہ وہ مر چکی ہے۔ مگر پھر جیسے مجھے صبر آ گیا۔ اس کے بعد میں وہاں کبھی نہیں گیا''۔ رائیکر کے ہونٹ بھینچ گئے۔ اتنی سختی سے کہ انہیں دیکھ کر کسی پرانے زخم کا خیال آنے لگا۔ ''ہاں مسٹر ہال، میکے بینٹ لاشوں کو ساحل پر لایا تو میں ہیلی فیکس میں تھا۔ مجھے کلارا تو نظر نہیں آئی۔ لیکن جارجیا فیرل مل گئی۔ فیئر ویو قبرستان میں اس کی تدفین کے انتظامات میں نے ہی کرائے تھے اور تدفین سے پہلے میں نے غیر سرکاری طور پر اس کا پوسٹ مارٹم کرایا تھا۔ وہ کسی تیز وار کے نتیجے میں گردن ٹوٹنے سے ہلاک ہوئی تھی۔ بوڑھا ڈاکٹر خود کو الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن وہ بھی جانتا تھا اور میں بھی کہ وہ موت حادثاتی نہیں تھی''۔

میں میز سے اترا اور گھوم کر میز کے عقب میں جا بیٹھا ''یہ جو ادھر ادھر بکھرے ہوئے حقائق ملے ہیں، انہیں قیاس سے جوڑ کر میں لزا اور جیسن کا منصوبہ سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس کیلئے ہمیں یہ تصور کرنا ہوگا کہ اگر ٹائی ٹے نک اپنے اس پہلے سفر کے دوران غرقاب نہ ہوتا تو کیا ہوتا''۔

میں نے کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے اپنا سر کھجایا۔ ''ہم جانتے ہیں کہ جیسن کو کلارا کی لاش ٹھکانے لگانی تھی۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ کلارا کی لاش کو اس نے اپنے کیبن میں بیڈ کے نیچے چھپا دیا تھا اور یہ بات چند گھنٹے بعد ایوا کو پتا چلی تھی......''

ایوا کا چہرہ بے تاثر رہا۔

''میرا خیال ہے، لاش کو وقتی طور پر بیڈ کے نیچے چھپا دیا گیا تھا''۔ میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''کسی لاش کو پورٹ ہول سے گرانا کوئی آسان کام نہیں۔ اگرچہ اس رات بہت ٹھنڈ تھی، اس کے باوجود بے شمار مسافر جاگ رہے تھے اور عرشے پر تھے۔ جیسن اور لزا کو کم از کم صبح کاذب تک انتظار کرنا تھا۔ اس سے پہلے وہ کلارا کی لاش سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے تھے اور اس وقت تک لاش کو کہیں چھپا کر رکھنا تھا۔ تو بیڈ کے نیچے آسان بھی تھا اور محفوظ بھی۔

''اب ہم تصور کرتے ہیں ...... قتل کی ان وارداتوں کے بعد 15 اپریل کی صبح کا۔ کر
اسٹیوارڈ کو مارٹن کے کیبن میں اس کی لاش ملتی ہے۔ فوری طور پر کیپٹن اسمتھ اور ڈاکٹر لولن کو مطل
کیا جاتا۔ جہاز پر ہنگامہ برپا ہو جاتا۔

''وہی اسٹیوارڈ یہ خبر لے کر برابر میں رائیکر کے سوئیٹ میں جاتا تو اسے پتا چلتا کہ کلارا، ایو
اور خادمہ جارجیا فیرل، تینوں ہی غائب ہیں اور وہاں کی بے ترتیبی سے پتا چلتا ہے کہ وہاں
زبردست گتھم گتھا ہوئی ہے۔ وہیں کوئی ایسی چیز بھی نظر آئی، جس سے جیمز مارٹن کی وہاں موجودگ
ثابت ہوتی ...... مثلاً ٹائی پن، سگریٹ لائٹر یا کوئی اور چیز۔

''اور اس مقام پر لزا اور جیسن سامنے آتے۔ ایوا ان کے ساتھ ہوتی۔ وہ پرسر کو بتاتے کہ
گذشتہ رات اچانک کسی نے ان کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو ایوا کو موجود پایا۔
وہ شاک کی حالت میں تھی اور چیخ چیخ کر بے ترتیب لفظوں میں اپنی ماں اور جے ایچ کی لڑائی کے
بارے میں بتا رہی تھی۔

''کیپٹن ایوا سے پوچھنے کی کوشش کرتا۔ مگر بے سود۔ ایوا تو شاک کی حالت میں ہوتی، کچھ تو
الجھن کی وجہ سے اور کچھ جیسن اور لزا کی دی ہوئی نشہ آور ادویہ کے اثر سے۔ اب ایوا سے کچھ معلوم
نہ ہوتا تو ٹائی ٹے نک کی انتظامیہ کے ذمہ دار افراد کو لامحالہ جیسن اور لزا کی کہانی پر یقین کرنا ہی
پڑتا۔ میں تصور کر سکتا ہوں کہ کیپٹن اسمتھ ان دونوں سے کیا گفتگو کرتا۔

''میرا خیال ہے، مسز ایڈنگٹن کہ گذشتہ رات کلارا رائیکر سے آپ کا سنگین نوعت کا جھگڑا ہوا
تھا''۔

''جی ہاں۔ لیکن بعد میں میں ان سے معذرت کرنے ان کے کیبن گئی تھی۔ درحقیقت میرا
طرز عمل بے حد احمقانہ تھا، لزا جواب دیتی۔

''کیپٹن اسمتھ رائیکرز کے اسٹیوارڈ سے پوچھ گچھ کرتا اور وہ اس کی تصدیق کرتا۔ اس کے
بعد کیپٹن لزا کو آلہ قتل دکھاتا۔ اب ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ چاقو ہی تھا۔ ''جی ہاں'' لزا چاقو دیکھ کر
کہتی۔ ''یہ تو میں نے جہاز کے گفٹ شاپ سے خریدا تھا اور مسٹر مارٹن کو تحفے میں دیا تھا''۔

''کیپٹن اسمتھ گفٹ شاپ کے کلرک سے پوچھ گچھ کرتا۔ کلرک کی گواہی بھی لزا کے حق میں
ہوتی۔ ویسے تو ایوا بھی اس کی گواہ تھی۔ لیکن اس وقت وہ گواہی دینے کی پوزیشن میں نہ ہوتی۔ اب
ایسے میں کیپٹن اسمتھ کیا نتیجہ نکال سکتا تھا۔

''اب پرسو یا کوئی افواہ پسند اسٹیوارڈ بتاتا کہ کلارا اور جیمز مارٹن کے درمیان تعلقات کا

سلسلہ بنتا بگڑتا، رکتا اور چلتا رہا ہے۔ اس جھگڑے نے معاملات کو اور بگڑکا دیا۔ ممکن ہے کہ رات
ئے جیمز مارٹن کلارا سے بات کرنے کیلئے اس کے سوئیٹ میں گیا ہو۔ کیونکہ کلارا کے جیسن کی
رف جھکاؤ کو دیکھ کر اسے رقابت کا احساس ہوا ہوگا۔ وہاں ان دونوں کے درمیان تلخ کلامی
ہی۔ نوبت مار پیٹ تک پہنچ گئی۔ مارٹن رقابت میں پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے کلارا کو ختم کر دیا۔
ں کے بعد گھبراہٹ میں اس نے جارجیا فیرل کو بھی مار ڈالا۔ کیونکہ وہ اس کے خلاف گواہی
تی۔ اور اس نے ان دونوں کی لاشوں کو سمندر میں لڑھکا دیا۔

''اپنے کیبن میں پہنچ کر مارٹن کو صورتحال کی سنگینی کا صحیح معنوں میں احساس ہوا۔ اس کی سمجھ
ں آیا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ اب اس کے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خود کو بھی مٹا
ے۔ چنانچہ جو چاقو اسے لزا نے تحفے میں دیا تھا، وہ اس نے اپنے پیٹ میں اتار لیا''۔

میں نے کندھے جھٹک دیئے۔ ''میں قیاس کر رہا ہوں کہ کچھ اسی طرح کی کہانی انہوں نے
ر کی ہو گی اور یہ کہانی کیپٹن اسمتھ کیلئے بھی تسلی بخش تھی ...... کم از کم وقتی طور پر تو تھی ہی۔ راز
ری کا خیال رکھنے والا وہ منتظم اس معاملے کو پریس سے دور رکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ وہ بس
سٹر رائیکر کو اور نیو یارک پولیس کو اس واقعے کی اطلاع دیتا۔ مسٹر رائیکر خود اس معاملے کو پریس
ں دیکھنا پسند نہ کرتے۔ اور اس وقت بھی ایسے ہی تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کی مرضی کے
اف اس معاملے کو پریس تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔

''اب جیسن کیپٹن اسمتھ کو پیشکش کرتا کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک وہ اور اس کی بیوی ایوا کا
ل رکھ سکتے ہیں اور وہ ایوا کو اس کے باپ تک بھی پہنچا دیں گے۔ کیپٹن کو اس میں کیا اعتراض
نا۔ اس جہاز پر اب ایوا کا کوئی نہیں تھا۔ اور ایوا نے اس کے خیال میں ان دونوں سے اتنی مانوس
ں کہ پریشانی کے وقت میں انہی کے پاس پہنچی تھی۔

''ٹائی ٹے نک سے وائر کے ذریعے یہ خبر آپ تک پہنچی''۔ میں نے ولیم رائیکر سے کہا۔
یکن جہاز والوں کو معلوم نہیں تھا کہ آپ تک خبر کوڈ ڈ پیغام کے ذریعے پہلے ہی پہنچ چکی ہے''۔
ا نے جیب سے ڈی کوڈ کیا ہوا پیغام نکالا اور پڑھ کر سنایا۔ ''تمہاری بیٹی ہمارے پاس ہے،
ٹاپ۔ اگر اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو ٹائی ٹے نک کے نیویارک پہنچنے کے بعد والی دوپہر کو سنگر
لڈنگ کی لابی میں تازہ ترین شپ مینٹ کے ساتھ ملو۔ اسٹاپ۔ کوئی ہوشیاری نہیں۔ اسٹاپ۔
ں نے کاغذ رائیکر کی طرف بڑھایا۔ ''اس کوڈ سے تو آپ خوف واقف تھے نا''؟

''بیٹے ...... تم جہنم میں جاؤ''۔ رائیکر نے آہستہ سے کہا۔ مگر اس نے کاغذ لیا اور پڑھنے لگا۔

اس کا انداز ایسا تھا، جیسے برسوں کے بعد کسی جانی دشمن کا سامنا کر رہا ہو۔

"یہ تازہ ترین شپ مینٹ سے مراد ہیرے ہی ہیں نا"؟ میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

مائیکل تیزی سے اس کی طرف مڑا۔ "آپ کو کچھ کہنے کی......"

مگر ولیم رائیکر نے بے حد صاف اور واضح آواز میں کہا۔ "ہاں"

"کیپ ریس وائرلیس اسٹیشن کے پاس اس پیغام کا ریکارڈ موجود ہے"۔ میں نے کہا۔ "کیونکہ انہوں نے غرقابی کے بارے میں سینیٹ کی تفتیشی کارروائی کیلئے ٹائی ٹے نک کے آئس برگ سے ٹکرانے سے پانچ منٹ پہلے تک بھیجے جانے والے تمام پیغامات محفوظ کر لئے تھے۔ اس پیغام کی منزل تھی سینٹ پیٹرز برگ۔ اس وقت کے اخبارات شاہد ہیں کہ آپ کوئلے کی کانوں کا سودا فائنل کرنے کیلئے وہاں مقیم تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جتنا آپ جیسن اور لزا سے باخبر تھے، اس سے زیادہ وہ آپ کے بارے میں باخبر تھے"۔

بوڑھے رائیکر کی آنکھوں میں سرخ دھندسی چھا گئی۔ میں نے اسکی آمد سے ایک گھنٹے پہلے کی اپنی کیفیت یاد کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت میں انتقام کا فرشتہ بنا ہوا تھا، جس کے ہاتھ میں سچائی کی توپ تھی۔ لیکن اب میں خود کو بہت گھٹیا اور چھچھورا لگ رہا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ پرانے زمانے کے بادشاہ میڈاس کی طرح میں بھی جس چیز کو چھولوں، وہ سونا بن جاتی ہے۔ مگر اپنی دانست میں میں نے جتنا سونا بنایا تھا، وہ سب غلاظت میں تبدیل ہو رہا تھا۔

لیکن اب پیچھے بھی نہیں ہٹا جا سکتا تھا۔ "بہر کیف، میری قیاس آرائی محض علمی نوعیت کی ہے نہ کہ عملی"۔ میں نے پست لہجے میں کہا۔ "کیونکہ قسمت نے جیسن اور لزا ایڈنگٹن کی بچھائی ہوئی بساط الٹ دی۔ جس وقت تک ان کا خفیہ پیغام آپ تک پہنچتا، ٹائی ٹے نک 1500 مسافروں کو لے کر موت کے گہرے سمندر میں اتر چکا تھا۔" میں اب ایوا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں اٹھا اور ٹیپ ریکارڈر کی طرف بڑھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ تم باقی ٹیپ بھی سننا چاہتی ہو"؟ میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں...... میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتی"۔ وہ بہت نروس ہو رہی تھی۔ "ڈاکٹر اسٹانفورڈ کی مدد کے ساتھ بھی یہ آسان کام نہیں تھا۔ برسوں میں اس سے بھاگتی رہی ہوں۔ اندھیرے میں یہ آسیب برسوں سے میرا پیچھا کرتا رہا ہے۔ میں ہمیشہ اس سے ایک قدم آگے رہی ہوں اور اب تم چاہتے ہو کہ جہاں ہوں، وہیں ٹھہر جاؤں اور پلٹ کر پوچھوں...... کون ہے؟ سامنے آؤ" وہ میری طرف مڑی۔ "تم بتاؤ، میری جگہ تم ہوتے تو یہ حوصلہ کر پاتے"۔

"میں کہہ نہیں سکتا"۔ میں نے پوری سچائی سے جواب دیا۔

"تم کبھی پوری طرح ملوث نہیں کرتے خود کو۔ یہ اسٹائل ہے نارمن ہال کا"۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "خیر...... آگے چلو۔ میں اب اس قصے کو ختم کرنا چاہتی ہوں"۔

"لیکن میں اسے سیدھا سیدھا نہیں سنواؤں گا۔ تم جانتی ہو کہ ڈاکٹر اسٹانفورڈ کے سیشن کے نتیجے میں جو کچھ سامنے آیا، وہ بالکل بے ترتیب تھا۔ اور اس سے براہ راست جو نکتہ نظر اخذ کیا جا سکتا ہے وہ محدود ہے۔ کیونکہ تم اس وقت بچی تھیں۔ پندرہ اپریل کی اس صبح سویرے ٹائی ٹے نک پر جو کچھ ہوا، ہمیں اس کو بالغ نظری کے ساتھ سمجھنا ہے۔ اس لیے جہاں کوئی اذیت ناک مرحلہ آئے گا یا ابہام پیدا ہونے لگے گا تو میں اس ٹیپ سے دور ہو جاؤں گا۔

"ایوا، اس رات تم بے خبر، گہری نیند سو رہی تھیں۔ جارجیا فیرل کے قتل کا تمہیں پتا بھی نہیں چلا۔ تم تو اس وقت ڈسٹرب ہوئیں، جب تمہارے کیبن کا دروازہ تھوڑا سا کھلا......

..........☆☆☆..........

کمبل میں دبکی ہوئی ایوا نے آنکھیں کھولیں۔ وہاں اندھیرے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور جہاز کے انجنوں کی دھیمی سی گھر گھراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ مطمئن ہو کر اس نے دوبارہ تکیے میں منہ چھپا لیا۔

مگر پھر کیبن کے ایک گوشے کی طرف سے اسے پھنکار سی سنائی دی۔ اس نے کمبل سے سر نکال کر جھانکا۔

ایک اور پھنکار...... ایک اور...... ایک اور......! اس کی سمجھ میں آیا کہ وہ سانسوں کی آواز ہے۔ سانس اندر...... سانس باہر...... سانس اندر...... سانس باہر...... کچھ گیلا گیلا، کچھ گرم گرم، سے اپنے کان کے پاس محسوس ہوا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی...... اور چلائی۔ "جارجیا...... جارجیا...... یہ تم ہو نا"؟

ایک ہاتھ اس پر جھپٹا۔ اس نے اس کا گلا دبوچ لیا۔ انگلیاں اس کی شہ رگ میں گڑی جا رہی تھیں۔ اسے تکیے پر لٹکانے کیلئے دباؤ ڈال رہی تھیں۔

"نہیں...... نہیں......" ایوا چلائی اور اس نے بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ گدے پر اچھلی ہی تھی کہ تاریکی میں ایک اور ان دیکھے ہاتھ نے اسے دبوچ لیا۔ میز کا کونا اس کی داہنی بھوں پر لگا۔ لیکن وہ تکلیف کے احساس سے بہت دور تھی۔ زخم سے بہنے والا خون اس کی آنکھ میں بھر رہا تھا۔ دوسری طرف اب پیچھے سے اس کا منہ دبایا جا رہا تھا۔ وہ بے سود، بے فیض جدوجہد کر رہی تھی۔

اس نے لڑنے کی، بھاگنے کی...... اور آخر میں خود کو اس اندھے کنویں میں گرنے سے روکنے کی کوشش کرتی رہی، جو تیزی سے اسے نگلنے کیلئے اوپر چڑھا آرہا تھا۔ لیکن وہ ناکام رہی۔

پھر جیسے اندھیروں نے اسے نگل لیا!

☆☆☆

روشنی اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کو روشنی سے بچانے کی کوشش کی۔ ایک زرد ستارہ اس کی آنکھوں کے فوکس میں آیا تو میز پر رکھا ہوا لیمپ بن گیا۔ ایک طرف گراموفون مشین رکھی تھی۔ اور اس کے سر پر دو دیو قامت ہیولے کھڑے تھے۔

ایک عورت کا ہاتھ اس کے بھوں کے پاس لگے زخم کو چھونے کیلئے بڑھا تو وہ سمٹی اور اس کے ہاتھ نے بستر کی چادر کو دبوچ لیا۔

دیو قامت ہیولے تھوڑا سا مڑے۔ ان کے چہروں پر روشنی پڑنے لگی۔

"او لزا...... لزا...... پتا ہے۔ میں نے کیسا ڈراؤنا خواب دیکھا......"۔

"سب ٹھیک ہے ڈارلنگ"۔ لزا نے اس کا سر اپنے سینے سے لگایا اور تھپ تھپانے لگی۔ "شش...... رونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہے"۔

ایوا کی سسکیاں دھیمی ہوتے ہوتے رک گئیں۔ جیسن بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ "ہے ایوا" اس نے مسکراتے ہوئے اس کی ٹھوڑی کو اپنی انگلی سے چھوا۔ "اتنی بڑی بچیاں روتی نہیں ہیں۔ ہے نا"؟

"نہیں روتیں"۔ ایوا نے اپنے نائٹ ڈریس کی آستین سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔ خون کے دھبے اسے نظر نہیں آئے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور اس کا منہ بن گیا۔ "میں...... میں یہاں کیوں ہوں......"؟

جیسن بہت سنجیدہ نظر آنے لگا۔ ہم تو سوچ رہے تھے کہ یہ بات تم ہمیں بتاؤ گی۔ تم نے آکر ہمارا دروازہ پیٹ ڈالا تھا اور جب ہم نے دروازہ کھولا تو تم اپنی ممی اور مارٹن کے درمیان جھگڑے کے بارے میں چیخ چیخ کر مبہم سی باتیں کر رہی تھیں۔ پھر تم بے ہوش ہو گئیں۔ ہم تو ڈاکٹر کو بلانے ہی والے تھے۔ یہ آنکھ کے اوپر خاصا گہرا زخم ہے تمہارے"۔

ایوا نے زخم کو چھوا اور ذہن پر زور دینے لگی۔ "مجھے تو ایسا کچھ یاد نہیں آتا۔ میرا خیال ہے، میں سو رہی تھی۔ اچانک کوئی......" اس کی سانس تیز تیز چلنے لگی۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"میری ممی کہاں ہیں؟ جارجیا کہاں ہے"؟

"مجھے نہیں معلوم ایوا"۔ جیسن نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ "لیکن میں معلوم کرتا ہوں"۔ اس نے اپنی جیبی گھڑی میں وقت دیکھا۔ گیارہ بج کر چالیس منٹ ہوئے تھے۔

ٹائی ٹے نک کے کارگو کے تہ خانے میں ڈیوٹی دینے والے فریڈرک فلیٹ نے بھی اسی لمحے گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہونے میں بیس منٹ رہ گئے تھے۔ اس کی نگاہیں جہاز کے سامنے والے حصے کو ٹٹولنے لگیں۔ لیکن وہاں سیاہ سمندر اور چمکتے ستاروں کے سوا دیکھنے کو کچھ بھی نہیں تھا اور سمندر پر سکون تھا۔

اس نے گہری سانس لی اور اپنے ڈیوٹی پارٹنر ریجنالڈ لی کو طرف دیکھا۔ لی بھی مسکرا دیا۔ ان دونوں کو جہاز کے راستے میں موجود وہ دھندلا سا، مگر بہت بڑا تاریک سا دھبہ نظر نہیں آیا۔

فریڈرک فلیٹ کی نگاہیں ایک بار پھر افق کو ٹٹولنے لگیں...... دھیرے دھیرے، بائیں سے دائیں جانب۔ اچانک وہ ٹھٹھک گیا۔ یہ گہرے سا ہیولی......! اس نے حیرت سے سوچا۔ کیا مجھے وہم ہو رہا ہے۔ میری نظر میں کوئی گڑبڑ ہے۔ اس نے بھویں اچکائیں۔ مگر نہیں، وہ وہم نہیں تھا۔ وہ چھوٹا سا کوئی ٹکڑا...... ارے...... نہیں...... مائی گاڈ...... کرائسٹ...... یہ تو بہت بڑا ہے...... پورا پہاڑ کا پہاڑ!

وہ تیزی سے گھوما اور اس نے تین بار گھنٹی بجا دی۔ پھر وہ برج پر ٹیلی فون کی طرف لپکا۔ وہ ہیولی اب اور واضح ہو گیا تھا۔ گھبراہٹ میں ریسیور اس کے ہاتھوں سے چھوٹا جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے اسے تھام ہی لیا۔

"کیا دیکھا ہے تم نے"؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"آئس برگ...... بالکل سامنے"۔ اس نے جواب دیا۔

"شکریہ"

برج پر فرسٹ آفیسر مردوخ نے یہ خبر سنی۔ اس کے دماغ میں جیسے کوئی بہت زور سے چلایا۔ اس نے پیتل کے ٹیلی گراف ہینڈل کو پوری رفتار، عقبی حصے، کی طرف گھما دیا۔ ساتھ ہی اس نے چیخ کر کہا۔ "مسٹر ہیچنز...... پوری طاقت سے داہنی سمت گھمائیں"۔

"یا...... یا...... یس سر"۔ کوارٹر ماسٹر کے ہاتھ وہیل کی طرف لپکے۔

ایک بٹن دبایا گیا۔ واٹر ٹائٹ دروازے بند ہو گئے۔

پورے جہاز میں الارم بج رہے تھے۔ آتش دان دہکانے والے جہازیوں نے اپنے سر اٹھائے اور حیرت سے دیکھنے لگے۔

فریڈرک فلیٹ نے فون رکھا دیا۔ لی اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں منتظر تھے۔

تودا قریب آ رہا تھا...... قریب...... قریب تر...... اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ بڑا لگ رہا تھا۔ خدا کی پناہ...... ہم اس ٹکر سے نہیں بچ سکیں گے۔ فریڈرک نے سوچا۔ جہاز کے انجن پوری قوت سے دھڑک رہے تھے...... پہیے گھوم رہے تھے۔

پھر فریڈرک کو ایسا لگا کہ آئس برگ اتنا بڑا نہیں ہے، جتنا اس نے سمجھا تھا۔ اس نے سوچا، ہم اسے کاٹتے ہوئے اس کے اوپر سے گزر جائیں گے۔ یہ جہاز بہت مضبوط ہے...... مضبوط ترین۔ اسے بنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ خدا بھی اسے نہیں ڈبو سکتا۔ یہ آئس برگ کو کاٹ ڈالے گا۔

مگر اگلے ہی لمحے جادو کے زور سے جیسے سب کچھ بدل گیا۔ اوہ جیزز...... یہ آئس برگ نہیں ...... یہ محض آئس برگ نہیں۔ یہ تو پورا پہاڑ ہے۔ او گاڈ، کتنا اونچا ہے یہ...... پچاس فٹ...... نہیں ستر فٹ...... ارے نہیں بھئی...... یہ تو پانی سے باہر جو نظر آ رہا ہے، وہ سو فٹ سے کم نہیں۔ سفید ...... گرے دیو! اور یہ قریب آتا جا رہا ہے، جہاز مڑ نہیں رہا ہے...... لعنت ہو...... کوئی جہاز اتنا سست رفتار بھی ہو سکتا ہے...... اور قریب...... اور اونچا...... یہ تو جہاز کے اگلے، بالائی عرشے سے بھی اونچا ہے...... اوہ خدایا...... رحم...... رحم...... مڑ جا...... اے جہاز گھوم...... مڑ...... خدا کیلئے!

وہ ایسے ہی رنگ بدلتے ہذیانی لمحے تھے۔

ٹائی ٹے نک بیس ناٹ کی رفتار سے پانی کو کاٹ رہا تھا۔ جہاز کا عقبی حصہ بائیں جانب کو گھومتے ہوئے سامنے کی طرف آ رہا تھا۔ لیکن دیکھنے والی آنکھوں کو اس کی رفتار اذیت دہ حد تک کم لگ رہی تھی۔

پانی کے نیچے ٹائی ٹے نک کا بیرونی ڈھانچہ آئس برگ کی دیوار کے پاس سے گذر رہا تھا...... پھسلتا ہوا...... پھر رگڑ کھاتا ہوا...... اور پھر زخمی ہوتا ہوا۔ اسٹیل کی موٹی چادر ایسے پھٹی، جیسے وہ اسٹیل نہیں، ایلومینیم ہو یا ٹین ہو۔

بوائلر روم نمبر چھ میں الارم کی گھنٹیوں کی آواز سن کر انجینئر اور فائر مین اچھل پڑے، جہاز کے پہلو میں اسٹیل کی ٹوٹ پھوٹ کے نتیجے میں ایک بڑا شگاف نمودار ہو گیا تھا۔ پانی اندر گھس رہا تھا۔ کمر کمر تک پانی میں کھڑے ہو کر انہوں نے واٹر ٹائٹ دروازے بند کئے۔

آواز ایسی تھی، جیسے سینکڑوں بھاری ڈرم سیڑھیوں پر لڑھکا دیئے گئے ہوں۔ عورتیں چیختی ہوئی اپنے بستروں سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

جیسن نے اپنے پاؤں مضبوطی سے قالین پر جمائے اور اس آواز کو پہچاننے کی کوشش کرنے

لگا۔ لزا چھت سے جھولتے فانوس کو بری طرح لرزتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ ایوا کو بھی بیڈ بری طرح ہلتا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ خوف زدہ بالکل نہیں تھی۔ اس نے پورٹ ہول کا شیشہ ہٹایا اور باہر اندھیرے میں جھانکنے لگی۔ ستاروں کی دھیمی روشنی میں آئس برگ کا ہیولا جہاز کے عقبی حصے سے بھی اونچا نظر آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''ایوا...... بند کرو اسے'' لزا نے شیشہ بند کیا اور ایوا کو بستر پر لٹا دیا۔

جیسن نے کہا۔ ''میں باہر جا کر دیکھتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تم دونوں یہیں رکو''۔

وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ لزا ایوا کی طرف جھکی۔ اس کے ہونٹوں پر کمزور سی مسکراہٹ تھی۔ وہ دونوں کیبن کا ایسے جائزہ لے رہی تھیں، جیسے دیکھ رہی ہوں کہ وہاں ان کے لئے تحفظ کتنا ہے۔

اسموکنگ روم میں لوگ دوبارہ اپنے تاش کے پتوں اور جاموں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کا یہ یقین صرف ایک لمحے کیلئے متزلزل ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہو گیا تھا کہ یہ جہاز پوری طرح محفوظ ہے۔

جہاز کے کچن میں چیف نائٹ بیکر والٹر بیل فورڈ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے جھٹکے کی وجہ سے بکھر جانے والے رول سمیٹ رہا تھا۔

B ڈیک کی راہ داری میں جیسن آگے بڑھا اور ڈیوٹی پر موجود اسٹیوارڈ سے بولا۔ ''سنو...... آواز کیسی تھی''؟

جان میک فارلینڈ یقین دلانے والے انداز میں مسکرایا۔ ''میں نے سنا ہے، آئس برگ کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں''۔ اس نے کہا ''لیکن سر، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کوئی سنگین بات نہیں''۔

''خدا کرے، ایسا ہی ہو، جیسن نے کھوکھلی آواز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ گڈ نائٹ''۔

''گڈ نائٹ سر، میک فارلینڈ نے سر تھوڑا سا خم کرتے ہوئے کہا اور آگے کی طرف چل دیا۔ جیسن اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر تناؤ تھا۔ اسٹیوارڈ کی تسلی سے اسے اطمینان نہیں ہوا تھا۔

پوری طرح جگمگاتا ہوا ٹائی ٹے نک اب بھی سمندر کے سینے پر دوڑا جا رہا تھا۔ برج پر وھیل ہاؤس کے قریب اپنے کیبن سے جہاز کا کیپٹن اسمتھ لپکتا ہوا نکلا۔ ''مسٹر مردوخ، یہ کیا تھا''؟

مردوخ کے چہرے پر وحشت تھی۔ ''ایک آئس برگ تھا جناب۔ میں نے جہاز کو پوری قوت سے دائیں جانب موڑ کر اور انجنوں کو ریورس میں چلا کر ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن سر، درمیانی فاصلہ بہت کم تھا۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا جناب''۔

''ہنگامی دروازے بند کردو''

''وہ پہلے ہی بند کئے جا چکے ہیں''۔

کیپٹن اسمتھ روشنی کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھوں میں فکر کی پرچھائیاں تھیں۔ ''تمام انجن بند کردو مسٹر مردوخ''

فرسٹ آفیسر نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اس کا ہاتھ ٹیلی گراف پر متحرک ہوا...... تمام انجن روکے جا رہے ہیں۔

98 ٹن اسٹیل کے بنے ٹائی ٹے نک کے تینوں پنکھے جو سمندر کے پانی کو لسی کی طرح بلو رہے تھے، ایک دم سے روک دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی وائرلیس انٹینا سے ٹکرا کر سیٹی بجاتی ہوئی ہوا بھی جیسے رک گئی۔ فرسٹ کلاس کے کیبنوں کی دیواروں میں موجود نیند لانے والی سن سناہٹ بھی موقوف ہوگئی۔ A ڈیک کے پیش دالان کے شیشے کے گنبد کی کھڑ کھڑاہٹ بھی رک گئی تھی۔

ایوا ہاسکر کو ٹائی ٹے نک کے انجنوں کی سن سناہٹ دھیمی ہوتی محسوس ہوئی، اور پھر معدوم ہی ہوگئی۔ ''جہاز رک رہا ہے''۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور پورٹ ہول سے اندھیرے میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگی۔ ''لزا...... جہاز کیوں رک رہا ہے''؟

لزا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''لیٹ جاؤ گڑیا۔ مجھے یقین ہے، یہ کوئی بڑی بات نہیں''۔

ایوا لیٹ گئی۔ مگر وہ لزا کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ ''میری ممی کہاں ہیں۔ مجھے میری ممی چاہیے''۔

''ہاں...... میں جانتی ہوں ڈیئر۔'' لزا اس کی پیشانی کو سہلا رہی تھی۔ ''میں جانتی ہوں''۔

رات کے سناٹے میں چار چمنیوں میں سے تین چمنیاں اژدھے کی پھنکار کی سی آواز کے ساتھ بوائلر روم کی بھاپ اگل رہی تھیں۔

جیسن ایڈنگٹن بوٹ ڈیک پر کھڑا چمنیوں اور ستاروں بھرے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ محض ان چند افراد میں سے ایک تھا، جو اس وقت ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اس نے ریلنگ پر کھڑے ہو کر روشن پورٹ ہولز کی قطار کو دیکھا۔

''مسٹر ایڈنگٹن، آپ کا کیا خیال ہے''؟ ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ جیک تھیئر نام کا ساتھی مسافر تھا۔ وہ اوور کوٹ اور پاجامہ پہنے ئے تھا اور اس کے چہرے پر سنسنی تھی۔ ''ہیلو جیک''۔ وہ بولا۔ ''مجھے نہیں معلوم کہ یہاں جہاز پر چکر چل رہا ہے۔ بظاہر تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک نظر آتا ہے۔'' وہ اپنے کوٹ کے بٹن بند کرنے لگا۔ اس کے ہونٹوں کے پاس دھویں جیسی نظر آ رہی تھی۔ ''ہاں'' میں نے ایک آئس برگ کے ے میں کچھ باتیں سنی ہیں۔ مگر وہ خالی خولی لگتی......''

''وہ خالی خولی باتیں نہیں ہیں۔ تم نے برف نہیں دیکھی۔'' جیک نے اس کی بات کاٹتے ئے کہا۔

جیسن نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے چہرے سے فکرمندی مترشح ہو رہی تھی۔

''آؤ میرے ساتھ''۔ جیک تھیئر اس کا ہاتھ تھام کر اسے A ڈیک پر لے گیا۔ وہاں جہاز اگلے چھوٹے مستول کے پاس ٹنوں برف کا ڈھیر پڑا تھا۔ اور قہقہے لگاتے ہوئے مسافر ایک رے پر برف اچھال رہے تھے۔

''دیکھا'' جیک تھیئر نے ہنستے ہوئے کہا ''آئس برگ کوئی افسانہ نہیں۔ وہ تو تفریح کا ذریعہ گیا ہے۔ مسافروں کے مزے آ گئے۔ اپریل کے مہینے میں کرسمس کا مزہ''۔ لیکن جیسن کے ے پر سنگینی دیکھ کر وہ ہنسنا بھول گیا۔

کیپٹن اسمتھ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ برج پر کھڑا مسافروں کا لنڈراپن دیکھتا رہا۔ پھر وہ پلٹا اور اس نے فورتھ آفیسر باکس ہال کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''نیچے جا بڑھئی سے ملو اور اس سے جہاز کی مرمت کی بات کرو''۔

لیکن باکس ہال اس زحمت سے بچ گیا۔ ہچی سن خود ہی برج پر چلا آیا۔ خاصی دیر تک وہ کیپٹن سامنے کھڑا ہانپتا رہا۔ ''پانی بہت تیزی سے جہاز میں بھر رہا ہے''۔ اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

کیپٹن اسمتھ باکس ہال کی طرف مڑا۔ ''میری اینڈریوز سے بات کراؤ''۔

ہارلینڈ اینڈ ولف کا مینیجنگ ڈائریکٹر اور ٹائی ٹے نک کا خالق تھامس اینڈریوز اپنے کیبن A-3 میں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے کاغذات اور جہاز کے بلیو پرنٹس کا ایک ڈھیر رکھا تھا۔ فون کی ٹی بجی تو اینڈریوز نے فلور پلان سے نظر اٹھا کر بڑی بدمزگی سے فون کو دیکھا۔ پھر دوبارہ اپنے م کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مگر فون کی گھنٹی بجتی رہی...... بجتی رہی۔

''سن رہا ہوں۔ بہرا نہیں ہوں میں'' وہ بڑبڑایا اور ریسیور اٹھا لیا۔ ''ہیلو''۔

''مسٹر اینڈریوز، کیپٹن اسمتھ، آپ سے ملنا چاہتے ہیں...... فوراً۔ آپ ابھی آجائیں''۔

جیسن ایڈنگٹن اور جیک تھیئر اب بھی کھڑے برف سے کھیلنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ''کیا

خیال ہے''؟ جیک تھمیئر نے کہا۔

''تم چلے جاؤ۔ میں اس وقت تفریح کے موڈ میں نہیں ہوں''۔ جیسن نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ایڈنگٹن، میں ایک بڑا ٹکڑا تمہارے لئے بچالوں گا ...... نشانی کے طور پر''

جیک تھمیئر نے کہا اور نیچے ڈیک پر جانے والی سیڑھیوں کی طرف لپکا۔

''ہاں...... ضرور بچانا''۔ جیسن نے بے دھیانی سے کہا۔ اب وہ وہاں اکیلا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سوچا، جہاز کے کسی ذمے دار افسر سے مل کر پوچھ گچھ کرنی چاہیے۔

اس نے اپنے کالر کو الٹا کر کانوں تک پہنچایا اور پلیٹ کرز ینے کی طرف چل دیا۔

کیپٹن اسمتھ اور تھامس اینڈریوز اس وقت متجسس مسافروں کے سوالوں سے بچنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ اس زینے کی طرف بڑھ رہے تھے، جو صرف جہاز کا عملہ استعمال کرتا تھا۔

وہ نیچے گئے۔ انہوں نے F ڈیک پر ڈاک خانے کا جائزہ لیا، جہاں سیلاب آیا ہوا تھا۔ پھر وہ نیچے G ڈیک پر گئے۔ وہاں اسکوئش کورٹ کی تماشائیوں کی گیلری میں کھڑے ہو کر انہوں نے دیکھا۔ کورٹ پر ایک بہت بڑے تالاب کا گمان ہو رہا تھا۔

''گیارہ پچپن'' تھامس اینڈریوز نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ''یعنی جہاز کو آئس برگ سے ٹکرائے دس منٹ ہو چکے ہیں۔ وہ چند لمحے پانی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کیپٹن اسمتھ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''چلو، ذرا بوائلر روم کا حال بھی دیکھا جائے''۔

A ڈیک سے مرکزی زینے پر آتے ہوئے جیسن نے کلاک میں وقت دیکھا۔ بارہ بجنے والے تھے۔ لوگوں کے ہجوم کو اس نے حیرت سے دیکھا۔ وہ بھانت بھانت کے لباس میں تھے اور کھڑے کسی خبر کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی پریشان نہیں لگ رہا تھا۔ وہ سب بس متجسس تھے۔ میں بھی خوامخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔ جیسن نے سوچا۔ تشویش کی کوئی بات نہیں۔

پیش دالان سے کیپٹن اسمتھ اور تھامس اینڈریوز کو گزرتے دیکھ کر وہ چونکا۔ ان دونوں سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ ان دونوں کے چہرے پر کوئی ایسی بات تھی کہ کسی کو کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ لوگ خاموش کھڑے جیسے کچھ سونگھنے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ دونوں برج پر چلے گئے اور لوگ دوبارہ اپنی خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

برج کے پاس نقشہ گھر میں تھامس اینڈریوز نے جہاز کا بلیو پرنٹ نکالا اور اسے میز پر پھیلا دیا۔ پھر اس نے اپنی جیکٹ کی جیب سے پنسل نکال لی۔ ''ہاں تو کیپٹن، اب ہمیں صورتحال کا

جائزہ لینا ہے''۔ اس نے نقشے پر نشان لگانے شروع کیے۔ ''جہاز کے اگلے سرے کے نچلے حصے میں پانی بھر چکا ہے۔ نچلے دو خانے، ڈاک کانہ اور بوائلر روم نمبر 5 اور 6 زیر آب ہیں۔ ہمارے نیچے پہنچنے تک پانی آہنی پیندے کی سطح سے اوپر ہو چکا تھا''۔ اس نے اگلے سرے سے بائیں حصے تک پنسل سے اک لکیر کھینچی۔ اس کا انداز بے حد غیر جذباتی تھا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ آئس برگ نے یہاں سے یہاں تک اور یہاں سے یہاں تک پہلے پانچ واٹر ٹائٹ کمپارٹمنٹس کی تقریبا تین سوفٹ طویل آہنی چادر کو کاٹ ڈالا ہے''۔

کیپٹن اسمتھ خاموشی سے نقشے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر اینڈریوز کو دیکھا۔

''یہ بتاؤ کہ اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں''؟ اس نے غیر جذباتی انداز میں پوچھا۔

تھامس اینڈریوز نے ہونٹ سکیڑے اور پنسل کو نقشے پر پھینک دیا۔ ''کہیں بھی نہیں''۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا بات کرتے ہو۔ کیا تم مجھے یہ بتا رہے ہو کہ......''۔

''سیدھی سچی بات یہ ہے کیپٹن کہ سمندر کیلئے پانچ کھلے خانوں کے ساتھ ٹائی ٹے نک تیر نہیں سکتا۔ ادھر دیکھو''۔ اس نے پنسل کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ کمپارٹمنٹ نمبر 5 اور 6 کی درمیانی دیوار دیکھ رہے ہو۔ یہ محض E ڈیک تک بنائی گئی ہے۔ جب یہ پانچ کمپارٹمنٹ پانی سے پوری طرح بھر جائیں گے تو اس درمیانی دیوار کے اوپر سے پانی جگہ بنا کر 6 نمبر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کے بعد 7 نمبر، 8 نمبر اور 9 نمبر......'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ''یہ وہ ہونی ہے کیپٹن، جو ٹل نہیں سکتی، جیسے سورج کا صبح طلوع ہونا......''۔

کیپٹن اسمتھ نقشے پر جھکا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ بالآخر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ جہاز اب بچ نہیں سکتا تھا۔ ''یہ بتاؤ، ہمارے پاس مہلت کتنی ہے''۔

اینڈریوز کی آواز میں کھوکھلا پن نمایاں تھا۔ ''ڈیڑھ سے دو گھنٹے...... یہ میں زیادہ بتا رہا ہوں''۔

دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ پھر کیپٹن اسمتھ چارٹ روم سے نکل کر برج پر آیا۔ اس نے برقی رو کا رخ بتانے والے آلے تعلب کا جائزہ لیا۔ اس کے مطابق جہاز کا مستک سات درجے نیچے جھکا ہوا تھا۔ اور اس کے دیکھتے دیکھتے سوئی آٹھ درجہ پر پہنچ گئی۔

''مسٹر وائلڈ''۔ کیپٹن اسمتھ نے چیف آفیسر سے کہا۔ ''لائف بوٹس کھولنے کی تیاری کرو''۔

تھامس اینڈریوز اپنے کیبن کی طرف گیا تو وہاں دروازے پر اسے ایک جوان کھڑا ملا۔ وہ

اسے جانا پہچانا لگا۔ پھر اسے یاد آ گیا۔ ارے ہاں...... یہ تو کلارا رائیکر کا تازہ ترین عاشق ہے۔

''گڈ ایوننگ مسٹر ایڈنگٹن۔ کہیے میں آپ کیلئے کیا کرسکتا ہوں''؟

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ جہاز کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے''۔

اینڈریوز نے مربیانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''مائی ڈیئر، پریشا کی کوئی بات......''۔

''میں صرف سچائی جاننا چاہتا ہوں مسٹر اینڈریوز''۔

''میں یہاں اپنی لائف جیکٹ لینے آیا ہوں اور مجھے فوری طور پر ڈیک پر رپورٹ کر ہے۔ یہ بات نہیں کہ......''۔

''معاملہ سنگین ہے......''؟

''میں نہیں سمجھتا کہ پریشانی کی......''۔

''کیا جہاز ڈوب رہا ہے......''؟

''میں نہیں کہہ......''

''مجھے بتائیں مسٹر اینڈریوز، جہاز کے بچنے کا کوئی امکان ہے......''؟

اینڈریوز کی اوڑھی ہوئی مسکراہٹ اس کے چہرے سے ہٹ گئی۔ ''اپنی بیوی کو لے کر ڈیک پر آ جاؤ۔ ہر قیمتی چیز ساتھ لے لینا۔ یہ ذہن میں رکھنا کہ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے کی مہلت ہے''۔ پھر جیسن کو ایک طرف ہٹا کر تھامس اینڈریوز اندر چلا گیا اور اس نے دروازہ بند کرلیا۔

خبر بڑی خاموشی سے، مگر بڑی تیزی سے پھیلی۔ فرسٹ آفیسر مردوخ سے پرسر میک ایلرا کو اور اس سے ڈیوٹی پر موجود اور ناموجود تمام اسٹیوارڈ کو پتا چلا اور یوں سارے جہاز کو معلوم ہوگیا کہ جہاز ڈوب رہا ہے۔

جان میک فارلینڈ کو یہ بات چیف اسٹیوارڈ نے بتائی۔ اس وقت وہ دونوں کافی کے وقفے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ چیف جانے کے لئے اٹھا تو میک فارلینڈ نے کہا۔ ''سر......''؟

''ہاں مسٹر میک فارلینڈ، کیا بات ہے''؟

''معاملہ کس حد تک سنگین ہے سر''؟

''کچھ کہہ نہیں سکتا۔'' چیف کا منہ بن گیا۔ ''ممکن ہے، یہ محض احتیاطی تدابیر ہوں۔ لیکن میک فارلینڈ، دھیان رہے کہ حتی الامکان مسافروں کے درمیان مایوسی پھیلانے سے بچنا''۔

میک فارلینڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور چیف کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس نے ریک سے گلاس اٹھایا اور پانی بھر کر پینے لگا۔ پانی پیتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ کیا میں اتنا بزدل ہوں۔ اس نے سوچا۔ اسے خود پر افسوس ہونے لگا۔

پھر گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔ تھوڑا سا پانی گلاس میں تھا، وہ بہنے لگا۔ زیر لب خود کو برا بھلا کہتے ہوئے اس نے صافی اٹھائی۔ کاؤنٹر کو صاف کرنے کے بعد اس نے گلاس اٹھایا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گلاس میں زیادہ پانی اب بھی موجود تھا۔ پانی گرا بہت کم تھا۔

وہ گلاس ہاتھ میں لیے سوچتا رہا کہ ایسا کیوں ہوا۔ جس طرف گلاس کا منہ تھا، وہاں پوط پانی بہہ جانا چاہیے تھا۔ پھر بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ گلاس کاؤنٹر کے دوسرے سرے کی طرف لڑھکتا رہا تھا اور اس طرف گلاس کا پیندہ تھا۔ پانی گر ہی نہیں سکتا تھا۔

مگر کیوں؟ گلاس اس طرف کیسے لڑھک سکتا تھا! یہ سوچتے ہوئے اس نے گلاس دوبارہ ریک پر رکھ دیا۔ گلاس اس طرف کیوں لڑھک رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جبکہ اسے دوسری طرف......! اور جس طرف گلاس لڑھک رہا تھا، اس طرف جہاز کا اگلا حصہ تھا۔

میک فارلینڈ چند لمحے ساکت کھڑا سوچتا رہا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ پھر وہ پلٹا اور تیز قدموں سے چل دیا۔ اسے اپنے مسافروں کو خبردار کرنا تھا۔

جیسے ہی اس نے راہ داری میں قدم رکھا۔ اسے وہ جانا پہچانا شخص دکھائی دیا۔ ''مسٹر ایڈنگٹن''۔ اس نے پکارا۔ ''سنیں مسٹر ایڈنگٹن......''

لیکن جیسن تک اس کی آواز نہیں پہنچ سکی۔ جیسن تیزی سے اپنے کیبن میں داخل ہوا اور اس کے عقب میں کیبن کا دروازہ بند ہوگیا۔

میک فارلینڈ نے سوچا، کوئی بات نہیں۔ یہ تو جاگ ہی رہے ہیں۔ دوسرے مسافروں کو جگانا ضروری ہے۔

اندر ٹیبل لیمپ کی روشنی میں جیسن کا سایہ اس سے بھی لمبا لگ رہا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ایوا کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر کھنچاؤ تھا اور وہ سیاہ لگ رہا تھا۔ ''ادھر آؤ''۔ اس نے سرگوشی میں لزا سے کہا۔ ''مجھے تم سے بات کرنی ہے...... اکیلے میں''۔

ایوا نے مضبوطی سے لزا کا ہاتھ تھام لیا۔ ''مجھے اکیلا نہ چھوڑنا لزا۔ پلیز لزا......''۔

لزا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ''بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا

رہی ہوں''۔

لزا اپنے شوہر کے پاس باتھ روم کے قریب چلی گئی، جہاں نیم تاریکی تھی۔ ''کیا بات ہے جیسن''؟

''جہاز ڈوب رہا ہے''۔ جیسن نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو تم''؟

''تیری تھامس اینڈریوز سے بات ہوئی ہے......''

''لیکن یہ ممکن نہیں۔ سب کچھ معمول کے مطابق......''

''وہ غلط تو نہیں کہہ سکتا۔ وہ اس جہاز کا خالق ہے''۔

''لیکن جہاز ایسے تو نہیں ڈوب......''

''لعنت ہو تم پر۔ تم سنتی کیوں نہیں''۔ جیسن نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ ''تمہاری سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ یہ جہاز ڈوب رہا ہے۔ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے کی مہلت ہے''۔

لزا بے یقینی سے اسے گھورتی رہی۔ اس کے چہرے سے جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا تھا۔ وہ سفید پڑ گیا تھا۔

ایوا ارائیکر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں بیڈ کی طرف آ رہے تھے اور اچانک ہی ڈراؤنے لگنے لگے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تبدیلی کیا ہے۔ لیکن ان کے انداز میں تبدیلی اسے صاف محسوس ہو رہی تھی...... اور وہ کوئی اچھی تبدیلی نہیں تھی۔

اس نے انہیں بہت غور سے دیکھا۔ ان کے پتلے پتلے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ دہانے لکیر جیسے نظر آ رہے تھے اور آنکھوں میں وحشت تھی۔ وہ اس کیلئے جانے پہچانے نہیں رہے تھے، اجنبی ہو گئے تھے، جیسے وہ انہیں پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

ان دونوں نے بیڈ کے نیچے سے اپنی اپنی لائف بیلٹ نکالی۔

ایوا پریشان ہو گئی۔ ''یہ کیا کر رہے ہو تم لوگ''؟

جیسن نے اپنی بیلٹ تھامی اور غصے سے اسے دیکھا۔ ''ہر ایک کو اپنی لائف بیلٹ سنبھالنی ہے''۔ اس نے کہا۔

''لیکن کیوں''؟

وہ اس کے اوپر تن کر کھڑا ہو گیا۔ ''تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کیا۔ لائف بیلٹ کیوں پہنی جاتی ہے''؟

ایوا اس کی آواز اور اس کے لہجے سے ڈر گئی تھی۔ وہ سسکنے لگی۔ ''میں...... مجھے میری ممی

ہیے''۔

''خدا کے لئے ایوا''۔ جیسن منمنایا۔ وہ لائف بیلٹ کے اسٹریپ سے الجھا ہوا تھا۔ ''پلیز
پ ہو جاؤ۔ بک بک مت کرو''۔

''مجھے میری ممی چاہیے۔ مجھے جانے دو''۔ ایوا کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ ''میں ممی کے
ں جاؤں گی''۔

لزا نے اپنی جیکٹ پہنتے ہوئے اسے گھور کر دیکھا۔ ''تم ان سے نہیں مل سکتیں''۔

''میں ملوں گی۔ مجھے اسی وقت ان سے ملنا ہے''۔

جیسن بیڈ کے ایک پائے کو جوتے سے ٹھوکر مارنے لگا اور اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ
لہرائی، جو ایوا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس مسکراہٹ میں شیطنت ہی شیطنت تھی۔ اسے
بن سے خوف آنے لگا۔

''تمہیں اپنی ماں سے ملنا ہے نا''؟ جیسن کہہ رہا تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اس
چٹخنی گرا دی۔ ''تو جاؤ اور اس سے مل لو۔ پورا کر لو اپنا شوق''۔ ایوا کا منہ کھل گیا۔ نجانے کیوں،
بن کا انداز اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔

''جا کتیا کی بچی، نکل جا یہاں سے، دفع ہو جا، اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ نکل
ہاں سے''۔ جیسن کے لہجے میں نفرت تھی۔

''میں سمجھی تھی، تم میرے دوست ہو''۔ ایوا نے شکایتی لہجے میں کہا۔

جیسن نے منہ سے مکروہ سی آواز نکالی، جیسے اس کی بات کا انکار کر رہی ہو۔

''تم انتظار کرو''۔ ایوا چلائی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ''تم بس انتظار کرو۔ میں ذرا جے
ئ سے مل لوں۔ پھر دیکھنا۔ جے ایچ تمہاری ایسی مار لگائے گا کہ زندگی بھر یاد رکھو گے''۔

جیسن لزا کو دیکھ کر مسکرایا ''واقعی...... تب تو مجھے ڈر جانا چاہیے''۔ اس نے مضحکہ اڑایا۔

''تم دیکھ لو گے''۔ ایوا دروازے کی طرف بڑھی۔ ''اور جے ایچ نے میرے ڈیڈی سے
ایت کر دی تو تمہاری خیر نہیں۔ میرے ڈیڈی تمہیں تباہ کر دیں گے''۔

جیسن لائف بیلٹ کسنے میں اپنی بیوی کی مدد کر رہا تھا۔ ''ہاں یہ تو ہے بے بی''۔

''جی ایچ میرے ڈیڈی کو تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دے گا''۔ ایوا نے دروازے کا لٹو
ام لیا۔ ''اور جیسے ہی جہاز بندرگاہ پر پہنچے گا، جے ایچ فوراً ہی میرے ڈیڈی سے ملاقات کرے
ا۔ اس کے پاس ایک پیکج ہے جہاز پر جو وہ میرے ڈیڈی کو دے گا''۔

لزا اور جیسن دونوں کے ہونٹوں سے مسکراہٹ ہوا ہوگئی۔ جیسن نے اچھل کر ایوا کو دبوچ لیا۔ ایوا لاتیں چلاتے ہوئے حلق کے بل چیخ رہی تھی۔ جیسن نے اسے دروازے سے ہٹا لیا اور اس کے دونوں ہاتھ سختی سے جکڑ لئے۔ دروازے کی چٹخنی اس نے دوبارہ چڑھا دی تھی۔ پھر اس نے ایوا کو بیڈ پر گرا دیا اور لزا اسے دبا کر بیٹھ گئی۔

''کس پیکج کی بات کر رہی ہو''؟ جیسن دانت نکوس رہا تھا'' کیسی پیکج''؟

ایوا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جیسن کی انگلیاں سختی سے ایوا کے گلے کو سہلا رہی تھیں۔ ''تمہیں مجھ کو یہ بات بتانی ہے ایوا''۔ وہ غرایا۔ ''جتنی جلدی بتادو، اتنا ہی بہتر ہے''۔

☆☆☆

چاروں طرف سے پرسکون سمندر میں گھر ٹائی ٹے نک ساکت کھڑا تھا۔ کوئی دور سے دیکھتا تو پتا چلتا کہ جہاز جگمگا رہا ہے۔ وہ ایک ایسا اسٹیج لگ رہا تھا، جس کے اوپر تاروں بھرے آسمان کا تاثر دینے کیلئے چادر تان دی گئی ہو۔ بظاہر تو جہاز کا ماحول پراعتماد تھا۔ لیکن سب سے نچلے پورٹ ہول اب سطح سمندر کے متوازی نظر نہیں آرہے تھے۔ وہ آگے کی طرف جھک رہے تھے اور جھکنے کا وہ عمل اذیت دہ حد تک سست لیکن مسلسل تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اگلے پورٹ ہول پانی میں چھپنے لگے۔

جہاز کے اگلے حصے میں واقع گودام میں پانی بھر چکا تھا۔ وہ کریٹ بھی پانی میں ڈوب رہا تھا، جس پر رائیکر انڈسٹریز لکھا تھا۔

بہت سے مسافر بوٹ ڈیک پر جمع ہوگئے تھے۔ فرسٹ کلاس کے مسافر جہاز کے درمیان، سیکنڈ کلاس کے مسافر عقبی حصے میں اور عوامی کلاس کے مسافر جہاز کے اگلے حصے میں کھڑے تھے۔ بیشتر نے چمنیوں کی پھنکار سے بچنے کیلئے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

جہاز کا عملہ آفیسر وائلڈ کی ہدایات پر لائف بوٹس کو کھول رہا تھا۔ چار لائف بوٹس برج کے نزدیک تھیں..... چار دائیں اور چار بائیں جانب۔ عقبی حصے میں بھی یہی پوزیشن تھی۔ ان میں 1178 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ جبکہ اپنے اس پہلے سفر پر ٹائی ٹے نک 2207 مسافروں کو لے جا رہا تھا۔

مسافر کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ عملے کے افراد رسیاں کھول کر کشتیوں کو آزاد کر رہے تھے۔ کشتیوں پر لپٹا ہوا تارپولین کو کھولا جارہا تھا۔ لالٹین تیار کی جارہی تھیں۔ نئے آنے والے مسافر ڈیک پر ریلنگ تھامے کھڑے کشتیوں کو جہاز کے پہلو میں اتارے جاتے دیکھ رہے تھے۔

ان سبھوں کو ان کے اسٹیوارڈز نے جگایا تھا۔ ان میں سے بہت سوں نے لباس تبدیل کرنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھے۔

جان میک فارلینڈ نے کیبن نمبر B-78 کے دروازے پر دستک دی۔ اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ جوڑا وقت ضائع کرنے والوں میں سے ہے۔ یہ دونوں جلدی میں کچھ نہیں کریں گے۔ البرٹ کلائن نے دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا۔ ''کیا بات ہے''؟

جان میک فارلینڈ نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

البرٹ کلائن نے دروازہ کھول دیا اور چند لمحے میک فارلینڈ کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ میک فارلینڈ کھولے دروازے سے مارتھا کو دیکھ رہا تھا، جو بستر پر بیٹھی تھی۔ البرٹ واپس گیا اور مارتھا کو پوری بات بتائی۔ مارتھا اٹھ کر الماری کی طرف گئی اور البرٹ دروازے پر واپس آگیا۔ ''ہمیں کچھ دیر لگے گی''۔ اس نے کہا۔

''پلیز..... زیادہ دیر نہ لگائیے گا''۔ میک فارلینڈ نے کہا۔ لیکن اتنی دیر میں دروازہ بند ہو چکا تھا۔

B-76 میں ایوا خود کو لزا کی گرفت سے چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ جیسن سرد نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ لہرائی۔ ''میں پیکج کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں ایوا۔ تم جو جانتی ہو، مجھے بتادو''۔

''نہیں''

''زیادہ چالاک نہ بنو ایوا۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم نے کہا، جے ایچ کے پاس ایک پیکج ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہے''۔

''نہیں۔ تم مجھے چھوڑ دو.....''

ایوا کا ادھورا جملہ چیخ میں تبدیل ہوگیا۔ وجہ تھی اس کے منہ پر پڑنے والا تھپڑ۔ ساتھ ہی لزا کا ہاتھ اس کے منہ پر آجما۔

''بے وقوف بچی، تم کیا اسے کوئی کھیل سمجھ رہی ہو''۔ جیسن غرایا۔

ایوا پھٹی پھٹی خوفزدہ آنکھوں میں بے یقینی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے منہ پر لزا کا ہاتھ جما تھا۔

B-78 میں البرٹ اور مارتھا کلائن تیار ہو چکے تھے۔ باہر راہداری میں جان میک فارلینڈ ان کا منتظر تھا۔ B-76 سے اسے جیسن کی آواز سنائی دی۔ لیکن اس نے اس کی طرف دھیان نہیں

دیا۔

''اب میں تم سے ایک بار پھر پوچھ رہا ہوں''۔جیسن نے سرگوشی میں کہا۔''مجھے بتاؤ، وہ پیکج کہاں ہے''۔

لزا نے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی کی اور جیسن اپنا کان اس کے منہ کے قریب لے گیا۔

''بولو......''؟

ایوا خاموش رہی۔

جیسن کا چہرہ سرخ ہوگیا۔''کم آن ایوا''۔

کوئی جواب نہیں......

''میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں ایوا''۔

ایوا نے اپنے ہونٹ میں دانت گاڑ دیئے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے منہ سے کچھ نکل جائے۔

جیسن کا سینہ پھولنے پچکنے لگا۔وہ مسکرایا۔اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔دانت نمایاں ہو گئے تھے۔''ٹھیک ہے ایوا۔جو تمہاری مرضی''۔یہ کہہ کر اس نے پوری قوت سے ایوا کے چہرے پر تھپڑ مارا......ایک، دو......اور پھر تیسرا تھپڑ۔اس کا زخم کھل گیا۔خون بہنے لگا۔وہ تھپڑ پر تھپڑ مارتا رہا۔ہر نیا تھپڑ پرانی چیخ کا گلا گھونٹ دیتا تھا۔

باہر راہ داری میں جان میک فارلینڈ نے B-76 سے ابھرنے والی دھیمی آوازوں کو نظر انداز کر دیا۔البرٹ اور مارتھا کلائن B-78 سے باہر آ رہے تھے۔

اس نے ان دونوں کا جائزہ لیا۔دونوں نے بڑے سلیقے سے لائف بیلٹس باندھی ہوئی تھیں۔''گڈ''اس نے کہا۔''ویری گڈ''۔

ایوا نے پلکیں جھپکا کر خون کو آنکھوں میں بھرنے سے روکا۔اس کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو لیمپ کی روشنی میں چمک رہے تھے۔اس کے ہونٹ بری طرح سوج رہے تھے اور ان سے خون بھی بہہ رہا تھا۔''جہا...... جہاز کے......آگے وا......والے......گودا......گودام......''اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

جیسن کا منحوس چہرہ اس کے سامنے آ گیا۔''دوبارہ بولو ایوا''۔

''وہ بڑا......کریٹ......جے ایچ نے وہ......کریٹ کرین سے چڑھوایا تھا......جہاز کے سامنے والے گودام میں......''۔

''سامنے والا گودام''؟

''ہاں۔وہاں اور بھی......بہت سے......کریٹ ہیں''۔ایوا نے آنکھیں بند کر لیں۔

جیسن اور لزا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور دانت نکوس کر رہ گئے۔وہ جانتے تھے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔انہیں بہت دیر ہو گئی تھی۔

برج پر برقی رو کا رخ دکھانے والا آلہ اب 16 درجے کا جھکاؤ ظاہر کر رہا تھا۔نیچے ٹائی ٹے نک کے ڈھانچے میں ہونے والے شگاف میں ایک بڑی مچھلی داخل ہو گئی تھی اور رائیکر انڈسٹریز کے کریٹ کے پاس دم جھٹکتے ہوئے تیر رہی تھی۔

جیسن سیدھا کھڑا ہو گیا۔اب وہ ایوا کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔''چلو......اب یہاں سے نکلنا ہے ہمیں''۔وہ لزا سے مخاطب تھا۔

لزا نے اثبات میں سر ہلایا اور دیواری الماری کی طرف بڑھ گئی۔سوٹ کیس کھول کر وہ کیش نکالنے لگی۔اسے سب سے زیادہ فکر نقد رقم کی تھی۔

ایوا ساکت و صامت لیٹی ان دونوں کی کیبن میں نقل و حرکت دیکھتی رہی۔اس نے ہلنے کی کوشش کی......ایک بازو......ٹانگ......مگر وہ ہل بھی نہیں سکی۔

''خدا حافظ ایوا''۔جیسن نے جھک کر اس کے خون میں لتھڑے ہوئے بال پیشانی سے ہٹائے۔ایوا نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ میں پوری قوت سے اپنے دانت گاڑ دیئے۔انگوٹھے کے پاس سے اس نے جیسن کا گوشت اتارا اور ایک طرف تھوک دیا۔

جیسن کے ہونٹوں سے جانور جیسی غراہٹ ابھری......دھیمی دھیمی غراہٹ۔اس کا زخمی خون آلود ہاتھ اپنی پینٹ کی طرف بڑھا۔

''جیسن......''لزا لپک کر اس کی طرف آئی۔''یہ کیا کر رہے ہو......خدا کے لئے''۔

لیکن جیسن نے اسے ایک طرف جھٹک دیا۔اس پر درندگی سوار تھی۔اگلے چند منٹوں میں جو کچھ ہوا، اس پر شیطان نے بھی شرم سے منہ چھپا لیا۔ایوا کی چیخیں کیبن کی دیواروں کو چیر رہی تھیں۔انسانیت نے ایسے منظر کم ہی دیکھے تھے۔موت کی طرف بڑھنے والے وہ لمحے بے حد انسانیت سوز تھے۔

ایوا کی دل دوز چیخوں نے میک فارلینڈ کے بڑھتے ہوئے قدموں کو ٹھٹکا دیا۔البرٹ اور مارتھا کو زینے کی طرف بڑھتا چھوڑ کر وہ پلٹا اور B-76 کے دروازے کی طرف بھاگا۔''دروازہ کھولو۔کیا ہو رہا ہے یہاں؟ دروازہ کھولو''۔وہ چلایا۔

لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

میک فارلینڈ نے کندھے سے دروازے کو دھکیلا اور اندر کی طرف جھپٹا۔

راہ داری سے نظر آنے والی روشنی میں اندر کا منظر بہت ہی خوف ناک تھا۔ ایک طرف دیوار سے لگی لزا اپڈنگٹن پھٹی پھٹی نظروں سے بیڈ کو گھور رہی تھی دوسری طرف ایوا رائیکر بیڈ پر پڑی تھی۔ اس کے چہرے کی ایک جانب سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور بازوؤں پر کھرونچوں کے نشان تھے۔ اور اس کی پھیلی ہوئی ٹانگوں کے درمیان بھی خون کا ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ اس کا چہرہ سکڑا ہوا اور بے رنگ لگ رہا تھا۔

اسی لمحے میک فارلینڈ کے عقب میں دروازہ بند ہوا اور اندھیرے نے اس کے سامنے موجود منظر کو نگل لیا۔ بس اندھیرے میں آخری چیز جو اس نے دیکھی، وہ اس پر عقب سے جھپٹتا ہوا ایک ہیولا تھا۔ پھر اس کے سر سے کوئی سخت چیز ٹکرائی اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر بیڈ کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔

لزا اور جیسن کے ساتھ کھڑے تھے۔ وہ ایوا کی سسکیوں کو نظرانداز کررہے تھے۔ ''کیا یہ مر گیا ہے''؟ لزا نے پوچھا۔

جیسن نے جھک کر میک فارلینڈ کا ہاتھ تھاما اور نبض دیکھی۔ ''نہیں''۔ اس نے جواب دیا۔

''تو اسے چھوڑ دو۔ ان دونوں کو یہیں چھوڑ دو''۔

جیسن میک فارلینڈ کی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ اس نے اس کی جیب میں سے ڈپلی کیٹ چابیوں کا گچھا نکالا۔ ایوا اپنا پیٹ پکڑے رو رہی تھی۔ لیکن ان دونوں کو جیسے اس کی موجودگی کا احساس ہی نہیں تھا۔

''تیار ہو''؟ جیسن نے لزا سے پوچھا۔

''ہاں...... میرا خیال ہے، ہمیں چل دینا چاہیے''۔

''ٹھیک ہے۔ تو چل دو''۔

''دروازہ لاک کرنا نہ بھولنا۔ لزا بولی۔

ایوا نے انہیں دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ جیسن لزا کے بعد باہر نکلا۔ دروازہ بند ہوا، چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور پھر دور جاتے قدموں کی چاپ۔

ایوا کی آنکھوں میں ایسی دہشت تھی، جسے بیان نہیں کیا جا سکتا تھا، کیبن میں اس کی سانسوں کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ سانس اندر جانے کی آواز...... سانس کے باہر آنے کی آواز...... آتی

سانس جاتی سانس...... آتی سانس جاتی سانس...... تیز...... تیز...... تیز سانس!

اس کے حلق میں ایک زبردست چیخ مچلی...... اور پھر وہ مجسم ایک چیخ بن گئی۔

☆☆☆

ایوا کی ظاہری بہادری کا ذرہ بکتر چٹخ رہا تھا۔ میں تیزی سے لپکا اور میں نے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔ وہ لفظوں سے محروم، محض ایک چیخ تھی...... کسی ایسے جانور کی سی چیخ، جسے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہو۔

''ایوا...... ایوا...... خود کو سنبھالو''۔ میں گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے پاس بیٹھا اور اس کے ہاتھ تھام لیے۔ ''سب ٹھیک ہے ایوا۔ تم خیریت سے ہو''۔

اس کی آنکھیں اس وقت کسی چھوٹے سے بچے کی آنکھیں لگ رہی تھیں۔ اور وہ آنکھیں اس وقت ڈراؤنی یادوں سے بھری ہوئی تھیں۔ میں نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور اسے ہلایا جلایا۔ تا کہ وہ مجھے دیکھ سکے۔

مائیک اور جیفری کا انداز ایسا تھا، جیسے وہ دہاں اپنی موجودگی پر شرمندہ ہوں۔ وہ خود کو مداخلت کار تصور کررہے ہوں گے۔ ٹام نے پلکیں جھپکائیں اور اپنی آنکھوں کے کنارے پونچھنے لگا۔ رائیکر نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا تھا۔

میری بیوی جین نے بوتل نکالی اور دو جام بنا کر میری طرف بڑھائے۔ میں نے ایک جام ایوا کو دیا۔ لو...... یہ پی لو۔ یہ بڑا مددگار مشروب ہے''۔

ایوا نے جام کو دونوں ہاتھوں سے تھاما، جیسے ایک ہاتھ سے پکڑنے میں چھوٹ جانے کا ڈر ہو۔ پھر اس نے لرزتے جام سے ایک بڑا گھونٹ لیا۔ چند لمحے کھنکھارنے کے بعد اس نے دوسرا گھونٹ لیا۔

''اب تم ٹھیک ہو''؟ میں نے اس سے پوچھا۔

ایوا نے اپنے بچے کھچے آنسو پونچھے اور بال ماتھے پر سے ہٹائے۔ ''ہاں ٹھیک ہوں''۔ اس نے کہا۔ ''آخر ایک بہادر اور حوصلہ مند عورت ہوں نا''۔

''اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہو''؟

وہ چند لمحے میرے سوال پر غور کرتی رہی۔ ''بہت...... بہت طویل عرصے سے یہ ایک اکیلی عورت کا جہنم رہا ہے۔ پھر ڈاکٹر اسٹان فورڈ نے اس جہنم کے دروازے کو کھول کر اندر جھانکا...... اور اب...... اب تم بھی!'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے، ٹیپ کی طرف اشارہ کیا۔ ''میں اپنی

زندگی کے اس حصے کو سب لوگوں پر عیاں نہیں کرنا چاہتی''۔

''ایوا، میرا خیال ہے، تم جانتی ہو کہ یہ میں چاہتا بھی نہیں تھا۔ ہمیں اس ٹیپ کو مزید چلانے کی ضرورت نہیں۔ ٹھیک ہے''؟

پہلی بار وہ قدرے طمانیت سے مسکرائی۔

''تمہاری یادیں اور تاریخی حقائق مل جل کر ہمیں یقین کے ساتھ بتاتے ہیں کہ 15 اپریل کی اس صبح کیا ہوا۔ جیسن اور لزا تمہیں اور میک فارلینڈ کو کیبن میں بند کر کے نکل گئے۔ وہ سیدھے بوٹ ڈیک پر پہنچے، جہاں لوگوں کا ہجوم موجود تھا..........۔

..........☆☆☆..........

چمنیوں سے نکلنے والی بھاپ کی پرشور آواز اچانک ہی رک گئی۔

بوٹ ڈیک پر موجود فرسٹ کلاس کے مسافروں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جیسن اور لزا مسافروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے کانوں مین کچھ اس طرح کے جملے پڑ رہے تھے۔

''نہایت احمقانہ بات......''

''بھئی میرے خیال میں تو یہ محض احتیاطی......''

''اس ٹرپ پر یہ کچھ ہوگا، یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں......''

''جہاز کے اگلے ڈیک پر برف دیکھی تم نے......''

''سچ! چلو پھر کل صبح میچ ہو جائے برف کے گولے مارنے کا......''

''منظور...... ہارنے والا ڈنر کرائے گا......''

جیسن نے لزا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی نگاہیں اس لائف بوٹ پر تھیں، جو مسافروں کے لئے تیار کی جا رہی تھی۔ وہ لوگوں کو ہٹاتا، ملازمت کرتا، جگہ بناتا، لزا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتا رہا۔ لوگ بڑی سست رفتاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

سیکنڈ آفیسر لائٹولر نے اپنا ایک پاؤں کشتی پر رکھا اور پلٹ کر مسافروں کا جائزہ لیا۔ ''تو جناب، پہلے عورتوں اور بچوں کو بٹھایا جائے گا''۔ اس نے اعلان کیا۔ ''پلیز آگے آیئے...... آ جایئے......''۔

عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگیں۔ ''......اس اتنی سی کشتی میں''۔

''اتنی سرد رات میں......''

''نا بابا نا...... میں نہیں بیٹھنے والی......''

''یہ جہاز چھوڑ کر اس کشتی میں! سوال ہی پیدا......''

''ہم یہاں زیادہ محفوظ ہیں بھائی......''

لزا اور جیسن کشتی کی طرف بڑھنے والے دو بوڑھے جوڑوں کے درمیان گھس گئے۔

کچھ عورتیں بچوں کا ہاتھ تھامے، جھجکتی ہوئی آگے بڑھیں۔

''معاف کیجئے۔ ہمیں جانے دیجئے پلیز......'' جیسن نے کہا۔

لائٹولر نے سر گھما کر دیکھا۔ اب کشتی کا کوئی امیدوار نہیں تھا۔ ''ٹھیک ہے۔ نیچے اتارو کشتی کو''

عملے کے افراد چرخی پر جھک گئے۔

جیسن اور لزا ریلنگ کی طرف دوڑے۔ ان کی سانس پھول رہی تھی۔ لیکن اس وقت تک چھ نمبر کشتی پرائیویٹ ڈیک کے پاس سے گزر رہی تھی۔ جیسن نے لائٹولر سے کہا۔ ''ہم دونوں کو کشتی پر سوار کرا دو''۔

لائٹولر نے بڑی بدمزگی سے اسے دیکھا۔ ''یہاں عورتوں اور بچوں کو اولیت دی جا رہی ہے جناب۔ آپ کی بیوی کو اکیلے جانا ہوگا۔ لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ وقت بہت پڑا ہے ابھی''

اسی لمحے تیز موسیقی سنائی دینے لگی۔ جیسن نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ آرکسٹرا والے تھے۔ وہ سب لائف جیکٹس پہنے ہوئے تھے۔ مرکزی زینے کے قریب کھڑے وہ ایک مقبول دھن بجا رہے تھے۔

..........☆☆☆..........

کیبن نمبر B-76 میں ایوا رائیکر بیڈ پر پڑی تھی۔ اس کا وجود اندر تک زخمی تھا۔ وہ پھیلی ہوئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ لیکن در حقیقت وہ کچھ بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے بیڈ کے نیچے بکھرے ہوئے جان میک فارلینڈ کو بھی نہیں دیکھا۔ وہ تو خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسی لمحے اس کی نظر چھت سے لٹکے ہوئے فانوس پر پڑی۔ وہ ایک ایسے زاویے سے لٹکا ہوا نظر آ رہا تھا، جو بظاہر ناممکن تھا۔

ایوا رائیکر جس کیفیت میں، جس حال میں تھی، اس میں وہ اپنی دماغی حالت پر ہی شبہ کر سکتی تھی!

..........☆☆☆..........

برج کے دائیں جانب سے رات 12 بج کر 45 منٹ پر سنہری روشنی کی ایک پھنکارتی لکیر

آسمان کی طرف گئی۔ بوٹ ڈیک پر گفتگو کے سلسلے ایک دم موقوف ہو گئے۔ سب لوگ اس روشنی کو دیکھ رہے تھے۔

روشنی کی وہ لکیر بلند ہوئی اور چمنیوں سے بھی اوپر نکل گئی۔ پھر وہ مستول سے بھی اوپر نکلی اور اچانک نیلگوں سفید روشنی میں تبدیل ہوتے ہوئے بجھنے لگی۔ ایک لمحے بعد چنگاریاں سی سمندر کی طرف گرتی نظر آئیں۔

''راکٹ'' لزا نے سرگوشی میں کہا۔

ایک ننھے بچے نے خوش ہو کر کہا ''آتش بازی''

آفیسر لائٹولر کے سامنے اب 8 نمبر کشتی تھی۔ ''اصول وہی ہے''۔ اس نے اعلان کیا۔ ''پہلے عورتیں اور بچے''۔

عورتوں نے اپنے شوہروں کو الوداعی نظروں سے دیکھا، چند لفظ کہے اور کشتی کی طرف بڑھنے لگیں۔ بیویاں شوہروں کے بغیر اور بچے والدین کے بغیر۔ دیکھتے ہی دیکھتے کشتی بھر گئی۔

جیسن نے لزا کو کہنی سے ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔ ''چلو...... دوسری طرف چل کر قسمت آزمائیں''۔

☆☆☆

ایوا رائیکر کا رونا بتدریج کم ہوتا گیا۔ بالآخر وہ چپ ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ بیڈ پر پھیلا لیے۔ بیڈ ایک طرف جھک گیا تھا۔

چند لمحے بعد وہ اٹھی اور ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے لگی۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازے کا لٹو تھاما اور اسے گھمانے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ مقفل تھا۔ اس نے زور لگایا۔ پھر چند لمحے بعد وہ دروازہ پیٹنے لگی۔ اس نے دروازے پر لاتیں ماریں۔ لیکن دروازہ ہلا تک نہیں۔

باہر بھی کوئی اس شور کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆

جیسن اور لزا مارتھا اور البرٹ کلائن کے پاس سے گزرے۔ وہ دونوں بڑی بے فکری سے ڈیک چیئرز پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

''شام بخیر مسٹر ایڈنگٹن'' البرٹ نے سر کو تھوڑا سا خم کرتے ہوئے کہا۔ ''بلکہ اب تو شاید صبح بخیر کہنا چاہیے''۔

جیسن کا انداز ایسا تھا، جیسے اس کا دھیان کہیں اور ہو۔ ''اور...... ہیلو مسٹر کلائن۔ آپ دونوں کشتی پکڑنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں''؟

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ ''ابھی تو بہت وقت پڑا ہے''۔ البرٹ نے کہا۔

''اور دوسری بات یہ کہ میں اپنے شوہر کو چھوڑ کر تو ہرگز نہیں جاؤں گی''۔ مارتھا کلائن بولی۔

سیکنڈ آفیسر لائٹولر اب 10 نمبر کشتی میں مسافر سوار کرا رہا تھا۔ ایک لمحے کو موقع نکال کر وہ E ڈیک کی طرف جانے والے ہنگامی زینے کی جانب گیا۔ ہرے رنگ کا پانی ایک ایک سیڑھی کر کے اوپر چڑھ رہا تھا، روشنیاں ڈوب رہی تھیں۔ لیکن جھلملا رہی تھیں۔

داہنی جانب والے ڈیک پر ایک عورت ریلنگ پر چڑھی اور اگلے ہی لمحے اس نے چھلانگ لگا دی۔ تاریکی نے فوراً ہی اسے نگل لیا۔ عورتیں چلائیں اور اسے دیکھنے کے لئے جھکیں۔ مگر ایک ہاتھ نے اسے پکڑ لیا۔ چند لمحے وہ اس مرغی کی طرح لٹکی رہی، جسے پروں سے باندھ کر بے بس کر دیا گیا ہو۔ پھر لوگوں کی مدد سے اسے پرائیویٹ عرشے پر اتار کر کشتی پر سوار کر دیا گیا۔

☆☆☆

''ارے...... کوئی سن رہا ہے۔ مدد کرو کوئی...... کوئی میری مدد کرو''۔

ایوا کی آواز B ڈیک کی سنسان راہداریوں میں گونج رہی تھی۔

زخمی ہاتھ دروازے کو پیٹتے جا رہے تھے، اس بات سے بے نیاز کہ سننے والا کوئی نہیں ہے۔

پھر ایوا رائیکر تھک ہار کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ اب بھی دروازے کو پیٹ رہے تھے۔

☆☆☆

ٹائی ٹے نک سے ایک اور راکٹ داغا گیا۔ جیسن اور لزا اب داہنی جانب والے ڈیک پر تھے۔

نیچے کئی حفاظتی کشتیاں جہاز کے بیرونی ڈھانچے کے پاس سے آہستہ آہستہ گزر کر تاریکی میں گم ہو رہی تھیں۔

جیسن نے لزا کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ ''چلو...... اس طرف چلو۔ جلدی کرو''۔

فرسٹ آفیسر مردوخ ان کے پاس سے گزر کر ریلنگ کی طرف گیا اور جھکتے ہوئے، نیچے پرائیویٹ عرشے پر موجود عملے کو پکارا۔ ''کشتیاں نیچے اتارو، پھر انہیں گینگ وے کی طرف کھینچ لو اور اگلے احکامات کا انتظار کرو''۔

''او کے سر...... او کے''۔

مرد وخ واپس جانے لگا۔ بے دھیانی سے اس نے لزا اور جیسن کو دیکھا اور سر کے اشارے سے سلام کیا۔ وہ دونوں ریلنگ پر جھکے نیچے جھانک رہے تھے۔ ''اور لیڈیز ہیں''؟ نیچے کسی نے پکارا۔

وہ آواز کشتی نمبر 13 سے آئی تھی، جو اس وقت بالائی پرائیویٹ عرشے کے متوازی لٹکی ہوئی تھی۔ لزا اسے دیکھ کر پلکیں جھپکاتی رہی۔ اس کشتی میں عملے کے چند افراد اور کچھ مرد تھے۔ لیکن زیادہ تر عورتیں تھیں اور کشتی تقریباً بھر چکی تھی۔

لزا نے جیسن سے ہاتھ چھڑایا، ریلنگ پر چڑھی اور کشتی میں کود گئی۔

''اے...... لعنت ہو تم پر۔ رکو...... میرا انتظار کرو'' جیسن چلایا۔

وہ ریلنگ پر چڑھ رہا تھا کہ نیچے ڈیک سے تین عورتیں، ایک آدمی اور ایک بچہ کشتی پر پہنچے پھر چرخی گھومنے لگی اور کشتی نیچے اترنے لگی۔ جیسن کو اپنے کندھے پر ایک ہاتھ کا بوجھ محسوس ہوا اگلے ہی لمحے کسی نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔ اس نے زور لگا کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔ لیکن اسے ریلنگ سے پیچھے ہٹا دیا گیا۔

وہ عملے کا ایک قوی الجثہ شخص تھا، جس نے اسے کھینچا تھا۔ ''پاگل'' ...... بے وقوف ...... تم اتاری جاتی ہوئی کشتی میں کودنے کا مطلب بھی سمجھتے ہو۔ تم تو ان سب کو ڈبو دیتے اپنے ساتھ'' وہ غرایا۔

جیسن نے اسے غچہ دیا اور دوبارہ ریلنگ کی طرف بھاگا۔ لیکن دیر ہو چکی تھی۔ 13 نمبر کشتی اس وقت تک تیس فٹ نیچے جا چکی تھی۔ اور اتنے اوپر سے چھلانگ لگانے کی اسے ہمت نہیں ہوئی۔

وہ اپنی بیوی کو غصے سے گھورتا رہا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ پھر وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

............☆☆☆............

ایوا B-76 کے دروازے کے پاس سمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔ اب اس میں دروازہ پیٹنے کی طاقت بھی نہیں رہی تھی۔

اس انسانی کراہ نے اسے چونکا دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے اسٹیوارڈ جان میک فارلینڈ نظر آیا۔ وہ اب بھی ہوش میں نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ خفیف سا ہلا تھا۔ مگر پھر وہ دوبارہ ساکت ہو گیا۔

ایوا ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل گھسٹ کر اس کی طرف بڑھی۔ اس نے اسے کندھا پکڑ کر ہلایا۔ ''مسٹر میک فارلینڈ''؟

مگر میک فارلینڈ کے جسم میں جنبش بھی نہیں ہوئی۔

اس نے اس کی کمر میں ٹہوکا دیا۔ ''مسٹر میک فارلینڈ! اٹھیے''۔

لیکن میک فارلینڈ ساکت تھا!

............☆☆☆............

13 نمبر کشتی جہاز کے بیرونی ڈھانچے کے متوازی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ لزا چرخی کے ساتھ گھومنے والی رسی کی آواز سن رہی تھی۔ کشتی ایک پورٹ ہول کے پاس سے گزری۔ شیشے کے اس طرف ایک بے حد روشن سوئیٹ نظر آ رہا تھا۔

کشتی کے سکان پر بیٹھے ہوئے ملاح نے کہا۔ ''ہم نکاسی کے پائپ کے پاس پہنچیں گے۔ ہمیں وہاں زیادہ دیر نہیں رکنا ہے۔ ورنہ کشتی ڈوب جائے گی۔ یہاں فرش پر ایک پن ہے۔ کشتی تیرنے لگے تو اسے کھینچ دینا۔ کشتی کو رسی سے آزادی مل جائے گی۔

''کیسی پن؟ کہاں ہے پن''؟ مسافروں میں کھلبلی مچ گئی۔ ہر کوئی پن تلاش کرنے لگا۔ لیکن کسی کو پن نظر نہیں آئی۔

لزا نے نکاسی کے پائپ کو دیکھا۔ اس سے پانی وقفے وقفے سے نکلتا تھا۔ لیکن بڑے دباؤ کے ساتھ نکلتا تھا۔ کشتی پانی کی لپیٹ میں تو نہیں آئی۔ لیکن جہاں وہ ریلا سمندر میں گر رہا تھا، وہاں ایک بہت بڑا بھنور سا بن گیا تھا۔ کشتی نیچے اترتے ہی اس بھنور میں گھومنے لگی۔

''مجھے کوئی پن نظر نہیں آ رہی ہے''۔ ایک مسافر رو دینے والے انداز میں چلایا۔ ''کوئی ڈھونڈے اسے''۔

لزا کو اوپر کی طرف سے رسیوں کے چرخی پر زور سے گھومنے کی آواز سنائی دی۔ اوپر سے 15 نمبر کشتی نیچے چلی آ رہی تھی۔

''رکو...... رکو...... 15 نمبر کو روکو'' وہ چلائی۔

لیکن 75 فٹ اوپر 15 نمبر کشتی کو نیچے اتارنے والوں تک وہ آواز نہیں پہنچی۔

15 نمبر کشتی کے مسافروں نے نیچے والی کشتی کو دیکھا تو چیخ کر کشتی اتارنے والوں کو خبردار کرنے لگے۔

لیکن اوپر والوں کی سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ کشتی اتارتے رہے۔

دونوں کشتیوں کے درمیان اب محض 25 فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

''ارے اس چرخے کو روکو الو کے پٹھو''

فاصلہ 20 فٹ......

''لعنت ہو تم پر۔تم سنتے کیوں نہیں''

15 فٹ......

10 فٹ......

سیکنڈ کلاس کے ایک مسافر اور جہاز کے ایک خلاصی نے پانی میں اتر کر کشتی کو دھکیلنے...... ہٹانے کی کوشش کی۔لیکن ناکام رہے۔کشتی نہیں ہلی۔

ایک اور ملاح اچھل کر کشتی سے اترا۔اس کے ہاتھ میں چاقو تھا،جس سے اس نے رسی کاٹ دی۔پھر اس نے چیخ کر کہا''ایک''

15 نمبر کشتی کا پیندا تقریباً لیزا کے بالوں کو چھو رہا تھا۔

''دو''

رسی ٹوٹ گئی۔اسی لمحے نکاسی کے پائپ سے نکلنے والے پانی نے کشتی نمبر 13 کو کھلونے کی طرح اٹھایا اور جہاز سے دور اچھال دیا۔لزا نے بڑی مشکل سے خود کو متوازن کیا۔پھر اس نے دیکھا،کشتی نمبر 15 عین اسی جگہ لٹکی ہوئی تھی،جہاں ایک لمحہ پہلے انکی کشتی تھی۔

جیسن اوپر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔اسی وقت ایک اور راکٹ چھوڑا گیا۔وہ پلٹا اور اس نے 9 نمبر کشتی کے گرد کھڑے مجمع کو مایوسی سے دیکھا۔فرسٹ آفیسر مرڈوخ کی پالیسی نسبتاً نرم تھی۔وہ مردوں کو بھی بیٹھنے کا موقع دے رہا تھا۔بشرطیکہ عورتوں اور بچوں کو بٹھانے کے بعد جگہ بچی ہو۔

کوئی دو سو گز دور جا کر لزا نے ٹائی ٹے نک کی طرف دیکھا۔موسیقی کی آواز یہاں تک بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔اور جہاز اب بھی جگمگا رہا تھا۔جہاز کی پیشانی پر لکھے ہوئے حروف TITANIC پانی میں ڈوب چکے تھے۔

..........☆☆☆..........

B-76 میں میز پر رکھی ایش ٹرے پھسل کر فرش پر گری اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ایوا ایک جھٹکے سے جاگی اور اس نے گھوم کر دیکھا۔کیبن کے کارنر میں اسے ٹوٹی ہوئی ایش ٹرے کے ٹکڑے نظر آئے۔

''مسٹر میک فارلینڈ''۔ایک پھر اسی نے اسٹیوارڈ کو جھنجھوڑ ڈالا۔''مسٹر......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔کیبن کے گرد متلاشیانہ انداز میں گھومتی ہوئی اس کی نظروں نے بیڈ کے نیچے کچھ دیکھا اور اس پر جم کر رہ گئیں۔

وہ لمبے سیاہ بال تھے،جو بیڈ کے نیچے سے جھانک رہے تھے۔

ایوا نے آنکھیں سکیڑیں۔اس کی نگاہوں میں الجھن تھی۔دوسری طرف اب فرش واضح طور پر ایک طرف کو جھک رہا تھا۔

ایوا رینگتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھی۔اس نے نظر اٹھائی......اور اب وہ اپنی ماں کی ساکت پلکوں کے نیچے اس کی ٹھہرے ہوئی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

..........☆☆☆..........

ٹائی ٹے نک سے ایک اور راکٹ چھوڑا گیا......شاید اس لئے کہ اس کی موت کا منظر واضح ہو جائے۔

نیچے بوائلر روم نمبر چار میں ایک کارکن بوائلر کو دھماکے سے بچانے کیلئے سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔اچانک اسے اپنے موزوں میں سردی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔اس نے سر جھکا کر دیکھا۔اسٹیل کی پلیٹوں سے بنے فرش کے درمیان سے پانی رس رہا تھا......اور اس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔

آخری راکٹ نے قوس شکل میں گردش کی اور اس کی سرخ اور سبز چنگاریاں افق کے پس منظر میں جل بجھیں۔لزا نے سر گھما کر دیکھا۔دور افق پر جیسے سمندر کو چھوتی ہوئی سرخ اور سبز روشنی نظر آ رہی تھی۔

''یہ تو جہاز ہے......سو فی صد جہاز ہے''۔اس نے عملے کے ایک فرد کو چیختے سنا۔''میرا خیال ہے،کوئی دس میل دور ہوگا''۔

''تو یہ آتا کیوں نہیں ہماری طرف''۔ایک عورت چلائی۔''کیا اسے ہم نظر نہیں آ رہے ہیں''؟

کسی نے جواب نہیں دیا۔وجہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھی۔

..........☆☆☆..........

B-76 میں جو خوفناک چیخ گونجی،وہ کیبن کی دیواروں سے ٹکرا کر جان میک فارلینڈ کی سماعت کو جھنجھوڑ گئی۔گھبراہٹ کے عالم میں اس کی پلکیں پھڑ پھڑائیں اور آنکھیں کھل گئیں۔وہ کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

ایوا اس کے سامنے فرش پر بیٹھی تھی...... بیڈ کی طرف رخ کیے۔ میک فار لینڈ کی طرف اس کی پشت تھی۔

میک فار لینڈ فکر مند ہو کر اس کی طرف کھسکنے لگا۔ ''ایوا...... خدا کے لئے ایوا...... کیا کر رہی ......'' ایوا کے کندھے کے اوپر سے اس نے وہ منظر دیکھا تو الفاظ اس کے منہ میں ہی ٹھٹھر گئے۔ ایوا کی گود میں کلارا رائیکر کا سر رکھا تھا۔

دھیرے دھیرے ایوا نے سر اٹھایا۔ ''میری ممی کہاں ہیں مسٹر میک فار لینڈ؟ آپ انہیں تلاش کر سکتے ہیں میرے لئے''؟

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ جو کچھ وہ دیکھ رہا تھا، وہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس پر ایوا کا سوال...... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیا سمجھے۔ پھر اسے ایوا کے چہرے اور جسم کے کھرونچے نظر آئے اور اسے بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر نظر آیا...... خون......

''اس نے کیا کیا تھا تمہارے ساتھ ایوا''؟

ایوا نے جواب نہیں دیا۔

''میں مدد لینے جا رہا ہوں'' میک فار لینڈ نے کہا۔ وہ کراہتے ہوئے اٹھا۔ اس نے سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا، جہاں گومڑا ابھر آیا تھا۔ ''تم یہیں رکو''۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن دروازے کا لٹو گھوم نہیں رہا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ مگر اس بار اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ چابیوں کا گچھا جیب میں موجود نہیں تھا۔ اس نے ایک ایک جیب ٹٹولی۔ پھر وہ سمجھ گیا کہ چابیاں جیسن ......

اسی لمحے اس نے دروازے کی نچلی درز سے پانی اندر آتے دیکھا......

☆☆☆

لزا نے بے تاثر آنکھوں سے ٹائی ٹے نک کے اگلے حصے کو زیر آب جاتے دیکھا۔ مستول کی جڑ اور کرینوں کے گرد پانی موجیں مار رہا تھا۔

16 باقاعدہ لائف بوٹس کے علاوہ ٹائی ٹے نک پر چار تہ ہو جانے والی کشتیاں بھی تھیں۔ ان میں ایک C بوٹ کے گرد اس وقت لوگوں کا ہجوم اکٹھا تھا۔ جیسن ایڈنگٹن بھی وہیں کھڑا تھا۔ وہاں بزدلانہ اور مایوس کن گفتگو ہو رہی تھی۔

''ہم اس جہاز پر مر جائیں......''

''میری بیوی کشتی میں جا چکی......''

''جگہ کم ہے اور افراد......''

''نہیں۔ میں تمہیں بیٹھنے نہیں دوں......''

مرد دہاڑ رہے تھے، آستینیں چڑھا رہے تھے، جنگ پر آمادہ تھے۔ جیسن نے فرسٹ آفیسر مردوخ کے پیٹ میں گھونسہ رسید کر دیا اور کشتی میں بیٹھ گیا۔

پرسر میک الرائے نے ایک حملہ آور کے منہ پر گھونسہ مارا اور اپنے پستول سے دو ہوائی فائر کر دیئے۔

''نکلو یہاں سے'' مردوخ چلایا۔ لوگ کشتی سے اترنے لگے ''اترو اس کشتی سے''

فرسٹ کلاس کے دو مسافر جگہ بناتے ہوئے آگے بڑھے۔ ''ہم نے کچھ چمکتا ہوا......''

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مقصد کیا......''

''ہٹاؤ ان کمینوں کو''۔ وہ کشتی سے اترنے والوں کو دھکیلنے لگے۔

جیسن نے وولفر کے پیٹ میں گھونسہ مارا۔ لیکن وولفر جاندار آدمی تھا۔ اس نے اپنے ساتھی ملیفانسن کے ساتھ مل کر جیسن کو ڈانواں ڈول کر کے کشتی سے باہر پھینک دیا۔

جیسن منہ سے بہنے والا خون صاف کرتے ہوئے اٹھا۔ بینڈ نے مشہور دھن چھیڑ رکھی تھی...... کیا تم گھر نہیں آؤ گے بل بیلے؟ کیا تم گھر نہیں آؤ گے؟ وہ پوری پوری رات روتی ہے تمہارے لئے......

☆☆☆

پانی کی سطح بلند ہو رہی تھی۔ ایوا بیڈ پر کھڑی تھی۔ مگر پانی اب بیڈ پر پہنچ رہا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ٹیبل لیمپ اب بھی روشن تھا۔

میک فار لینڈ اپنے کندھے سے دروازے پر ضربیں لگا رہا تھا۔ لیکن ابھی تک دروازہ ہلا بھی نہیں تھا۔

☆☆☆

برسات کی وہ شام تمہیں یاد نہیں کیا......

بینڈ لیڈر اپنے پاؤں سے تال دے رہا تھا......

جیسن نے بائیں جانب والی ریلنگ سے بوٹ نمبر 4 کا جائزہ لیا۔ وہ بالائی پرائیویٹ عرشے کی سطح پر تھی۔ ایک آدمی درمیانی خلا کو ڈیک چیئرز سے پر کر رہا تھا۔

جان جیکب آسٹر نے اپنی بیوی کو کشتی پر سوار کرایا۔ پھر سیکنڈ آفیسر لائٹولر سے مخاطب ہوا۔ ''میں

اس کے ساتھ جا سکتا ہوں آفیسر۔ دراصل میری بیوی کافی نازک صورت حال سے دوچار ہے''۔

''نہیں جناب۔ جب تک جہاز پر ایک عورت بھی موجود ہے، کسی مرد کو سوار ہونے کی اجازت نہیں ملے گی''۔

جیسن کو ان الفاظ نے پریشان کر دیا۔ آسٹر تو پلٹ کر ایک طرف چل دیا۔ جیسن دانتوں سے ناخن کاٹنے لگا۔ چار نمبر کشتی اور تہ ہونے والی کشتی D ہی آخری دو کشتیاں رہ گئی تھیں۔

............☆☆☆............

B-76 میں ٹیبل لیمپ بجھ چکا تھا۔ اب وہاں دھیمی سرخ روشنی رہ گئی تھی۔ ایوا بیڈ پر کھڑی تھی۔ اس کے باوجود وہ کمر کمر تک پانی میں کھڑی تھی۔ کلارا رائیکر کے سیاہ بال پانی میں لہرا رہے تھے۔ مگر ایوا کے انداز سے نہیں لگتا تھا کہ پانی پر تیرتی ہوئی وہ لاش اسے نظر آ رہی ہے...... اپنی ماں کی لاش!

''ایوا''؟ میک فارلینڈ نے اسے پکارا۔ تمہیں تیرنا آتا ہے''؟

''ہاں...... جی ہاں......''

''یہاں آؤ''

ایوا تیرتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔

''گڈ...... ویری گڈ......''

ایک پھنکار کے ساتھ مدھم سرخ روشنی بھی بجھ گئی۔ اندھیرے خلا کو جیسے ایوا کی طویل چیخ نے بھر دیا۔

''چیخو مت۔ کچھ نہیں ہوا ہے۔ تم ٹھیک ہو۔ اسی طرف آؤ''۔

''آپ مجھے نظر نہیں آ رہے ہیں''

''یہ...... یہاں ہوں میں۔ میرا ہاتھ پکڑو۔ شاباش...... ہاں، اب میرے کندھے پر چڑھ جاؤ''۔

نچلی درز سے ذریعے باہر سے جو ہلکی سی روشنی آ رہی تھی، اس کی رہنمائی میں میک فارلینڈ نے دروازے کے لٹو کو تھام کر جھٹکا دیا۔ اس کے دل میں امید جاگ اٹھی۔ لٹو ہل رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے، دروازہ کھلنے والا تھا۔ ذرا اور زور لگایا جائے۔ وہ محسوس کر سکتا تھا کہ کام بس بننے ہی والا ہے۔ اور پھر اچانک ہی لٹو اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

............☆☆☆............

چار نمبر کشتی سمندر میں اتاری جا رہی تھی۔ جہاز اب اس حد تک ڈوب چکا تھا کہ کشتی کو سمندر تک پہنچنے کیلئے صرف پندرہ فٹ کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ سمندر C ڈیک تک پہنچ چکا تھا اور فرسٹ کلاس کے کیبنوں سے فرنیچر اکھاڑ اکھاڑ کر باہر پھینک رہا تھا۔

جیسن اوپر سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے فیصلہ کر لیا۔

''اے...... تم ایسا نہیں کر سکتے''۔ پیچھے سے کسی نے چیخ کر کہا۔

جیسن نے اس چیخ کو بھی نظر انداز کر دیا اور اپنی طرف لپکتے قدموں کی چاپ کو بھی۔ اس نے چھلانگ لگا دی اور 25 فٹ نیچے چار نمبر کشتی کے پاس پانی میں جا گرا۔ سنبھلتے ہی اس نے کشتی کا دیواری کنارہ تھاما اور کشتی میں کود گیا۔

ڈری سہمی ہوئی عورتوں نے جلدی سے اس کیلئے جگہ بنا دی۔ انہیں کوئی پرواہ بھی نہیں تھی۔ لیکن کشتی کے اگلے حصے میں بیٹھے ہوئے ملاح نے جیسن کو بے حد ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر فوراً ہی سر جھکا کر پتوار چلانے لگا۔ ''سبھی کو کہنا ہوگا...... میرا مطلب ہے سارے مردوں کو''۔ اس نے کہا۔ ''جہاز سے دور نکلنا ہے۔ ورنہ ڈوبتے وقت جہاز ہماری کشتی کو بھی لے ڈوبے گا''۔

............☆☆☆............

جان میک فارلینڈ نے سر جھکا۔ پانی اب اس کے کندھوں تک آ پہنچا تھا۔ اس کی انگلیاں دروازے کے خلا میں تالے کے میکنزم کو ٹٹول رہی تھیں۔

ایوا اس کے کندھے پر سے پھسلنے لگی۔

''ایوا...... مضبوطی سے پکڑے رکھو''

ایوا کے پھسلتے ہاتھ مضبوطی سے اس کی گردن میں حمائل ہو گئے۔ اس وقت دروازے سے ہلکی سی چرچراہٹ سنائی دی۔ میک فارلینڈ نے دروازے کو جھٹکا دیا...... اور زور لگانے لگا۔ لیکن بے سود......!

............☆☆☆............

جیسن پتوار چلا رہا تھا۔ اس کے بازوؤں کے عضلات تنے ہوئے تھے۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ٹائی ٹے نک کا عقبی حصہ اٹھ رہا ہے...... اس حد تک کہ پانی کاٹنے والے پیچھے سطح آب پر ابھر رہے ہیں۔

............☆☆☆............

''میں ڈوب جاؤں گی'' ایوا نے کہا۔

''نہیں ایوا، بس مجھے پکڑے رہو''۔

لٹو کے اندرونی حصے میں ڈال کر لاک کے میکنزم سے الجھانے کی وجہ سے میک فارلینڈ کے ہاتھ زخمی ہو گئے تھے۔ اندھیرے میں وہ کیبن کے نقشے کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''پرسکون رہو ایوا......اور مجھے پکڑے رہو''۔

وہ دروازے سے ہٹا اور اینڈ ٹیبل کی طرف چلا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا تو پیتل کے بھاری ٹیبل لیمپ کا نچلا حصہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے اسے گھما کر کھولا اور لیمپ کا اوپری حصہ لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔

اب وہ دروازے پر بھاری لیمپ سے ضربیں لگا رہا تھا۔ دروازے سے کھپچیاں اڑ رہی تھیں۔ پھر روزن سا نظر آنے لگا۔

☆☆☆

عملے کے افراد نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر تہ ہو جانے والی D کشتی کے گرد حلقہ بنا لیا تھا۔ وہ آخری کشتی تھی۔ اس میں 47 افراد کی گنجائش تھی۔ جبکہ جہاز پر اس وقت 1600 افراد موجود تھے۔ سیکنڈ آفیسر لائٹولر کوئی خطرہ مول نہیں لے رہا تھا۔

عورتوں اور بچوں کو کشتی میں جانے کا راستہ دیا جا رہا تھا۔ دو ننھے بچوں کو ان کے باپوں نے کشتی میں پہنچایا۔

ڈیک کی روشنیاں اب دھیمی سرخ ہو رہی تھیں۔ بینڈ اب ایک الوداعی المیہ نغمے کی دھن بجا رہا تھا۔ ساحل سے ٹکرانے والی جھاگ جیسی چھوٹی چھوٹی موجیں آگے کی طرف جھکے ہوئے B ڈیک کے فرش سے ٹکرا رہی تھیں۔ دور سے شیشے ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

☆☆☆

''میری مدد کرو۔ ممی......ممی......میری مدد کرو''۔

پانی ایوا کے ہونٹوں تک آ پہنچا تھا۔ میک فارلینڈ سختی سے ہونٹ بھینچے پیتل کے بھاری ٹیبل لیمپ کے دروازے پر ضربیں لگائے جا رہا تھا۔ لکڑی کے پرخچے اڑ رہے تھے۔ لیکن زیرآب ہونے کی وجہ سے اس کی ضربیں پوری طاقت سے محروم تھیں۔

☆☆☆

ہجوم کشتی کو اندھیرے میں گم ہوتے دیکھ رہا تھا۔ پھر لوگ پیچھے ہٹ آئے۔ سردی کے احساس سے بیش ترنے سینے پر ہاتھ باندھ لیے تھے۔ آفیسرز کے کیبن کی چھت پر بے شمار لوگ تہ ہو جانے والی کشتی A اور B سے الجھے ہوئے تھے۔ پانی تیزی سے ان کی طرف لپک رہا تھا۔

لزا نے پتوار چلاتے چلاتے سر گھما کر دیکھا۔ ڈوبتے ہوئے جہاز پر موجود لوگوں کا ہجوم چیونٹیوں کی طرح لگ رہا تھا۔

البرٹ اور مارتھا کلائن بے فکری سے چمنی کے پاس بینچ پر بیٹھے تھے۔

☆☆☆

جان میک فارلینڈ کو، ناک سے سانس لینا تھا۔ ''میرے کندھے پر بیٹھی رہو''۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ ''گہری سانس لو ایوا......ایک اندر، ایک باہر۔ ہاں، ایسے......شاباش!''

اسی وقت دروازہ میں ایک خاصی بڑی کھڑکی کھل گئی!

☆☆☆

''ماچس چاہیے''؟ بیل بوائے جیک کرائن نے پوچھا۔

اس کے دوست نے اثبات میں سر ہلایا۔ جیک نے دیا سلائی جلا کر اپنے دوستوں کے ہونٹوں سے جھولتی ہوئی سگریٹ کی طرف بڑھائی۔

اس کے دوست نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لیا۔ پھر دونوں دوست ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش دلی سے مسکرائے۔ اس پورے سفر کے دوران وہ پہلا موقع تھا کہ انہیں سگریٹ نوشی پر کسی نے ڈانٹا نہیں تھا۔

☆☆☆

جان میک فارلینڈ دروازے کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔ خون جیسے اس کی کن پٹیوں پر ٹھوکریں مار رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب شاید پانی چھت تک پہنچ گیا ہوگا۔ ہمت کرو، سانس نہ لو۔ وہ خود سے کہہ رہا تھا۔ کتنا ہی دل چاہے، سانس نہ لو۔ اور خدا سے امید رکھو......دعا کرتے رہو کہ وہ ایوا کو بھی حوصلہ عطا فرمائے......

بالآخر دروازہ ٹوٹ گیا۔ مگر اس کی آنکھوں کے آگے نیلے پیلے دائرے ناچ رہے تھے۔ اسے لے کو نکال کر پھینکنا تھا۔

وہ ایوا کو تھام کر تیرتا رہا۔ اوپر کی سمت سرخ سی چمک نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے راستہ دکھا رہی تھی۔

''ایوا......پاؤں پیچھے کی طرف چلاؤ''۔

سطح کی روشنی اسے اپنی طرف بلا رہی تھی......اشارے کر رہی تھی۔ پھر اچانک وہ اوپر ابھرا۔

وہ پانی سے نکلا اور سرخ قالین کی طرف بڑھا۔ اس نے ایوا کو لٹا دیا اور خود بھی چند لمحے گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

چند لمحے بعد وہ ایوا پر جھکا۔ ارے...... کیا یہ مرگئی ہے؟ وہ گھبرا گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے ایوا کھانسی اور اپنا سر جھٹکنے لگی۔ میک فارلینڈ نے سکون کی سانس لی۔ پھر ایوا نے آنکھیں کھول دیں۔

''آ جاؤ ایوا''۔ اس نے ایوا کو پھر اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔

راہ داری ملبے کا ڈھیر بنی ہوئی تھی۔ پاؤں جمانا دشوار ہو رہا تھا۔ اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ایک کیبن کے دروازے کا لٹو تھام لیا۔ اس پر زور لگا کر اس نے خود کو اٹھایا۔ پانی ہر لحظہ بڑھ رہا تھا۔

اس نے دونوں پاؤں پھیلائے اور ایک دروازے کی چوکھٹ کو تھاما۔ اس کے بعد ایک دیواری لیمپ کو اور پھر ایک اور دروازے کے لٹو کو۔ بہت تیزی سے چلنا ممکن ہی نہیں تھا۔

اچانک اسے ایک بستر دار مسافر گاڑی اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے دروازے کے لٹو کو تھام کر خود کو اس کی لپیٹ میں آنے سے بچایا۔ اگلے ہی لمحے گاڑی غڑاپ کی آواز کے ساتھ سمندر میں جاگری۔

............☆☆☆............

بوٹ ڈیک پر آرکسٹرا اب 'خزاں' کی دھن بجا رہا تھا۔

سمندر برج پر چڑھ آیا۔ آفیسر لائٹولر دس بارہ افراد کے ساتھ تہ ہونے والی کشتیوں A اور B کو بندشوں سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پانی کے ریلے نے اس سبھوں کے قدم اکھاڑ دیئے۔ کشتیاں انہیں لے کر پانی میں جا پڑیں۔

جہاز کا اگلا حصہ اب بہت تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ موجیں بوٹ ڈیک پر چڑھ آئی تھیں۔ ایک عورت پانی کے آگے آگے بھاگ رہی تھی۔ مگر پھر اڑتی ہوئی ڈیک چیئرز کی لپیٹ میں آ کر وہ اڑتی چلی گئی......

............☆☆☆............

میک فارلینڈ بینسٹر ریلنگ تھام کر چڑھتا ہوا A ڈیک پر آیا۔ غراتا ہوا پانی اس کے تعاقب میں چلا آ رہا تھا۔ اس کی ہتھیلیاں ریلنگ پر بار بار پھسل رہی تھیں۔ ایوا اس کے کندھوں سے پھسلی اور چیخنے لگی۔ وہ پیٹھ کے بل گری تھی اور سیڑھیوں پر لڑھکتی چلی گئی۔

''ایوا...... نہیں ایوا...... ریلنگ پکڑ لو گڑیا''۔ میک فارلینڈ چلایا۔

ایوا ریلنگ پکڑ کر اٹھی اور چڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ میک فارلینڈ نے ہاتھ تھام کر اسے اٹھا لیا۔

............☆☆☆............

شیف جان کولنز نے دونوں پاؤں پھیلا کر جمانے کی کوشش کی۔ لیکن بوٹ ڈیک بہت خطرناک انداز میں اوپر اٹھ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں موجود ننھے بچے کو پر تشویش نظروں سے دیکھا۔ عوامی کلاس کی وہ مسافر خاتون اسے اپنا بچہ تھما کر نجانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ ''اب وہ کیا کرے؟''

موج چڑھی چلی آ رہی تھی۔ گھوم کر بھاگنے کی کوشش میں وہ پھسلا۔ برفیلا پانی اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ بچہ رو رہا تھا۔ پھر وہ اس کے ہاتھ سے نکلا اور گلابی کمبل سفید جھاگ کے ساتھ ساتھ اڑتا چلا گیا۔

............☆☆☆............

میک فارلینڈ اور ایوا نے مرکزی زینے کی آخری سیڑھیاں چڑھیں اور بوٹ ڈیک پر پہنچ گئے۔ ان کے عقب میں A ڈیک کا پیش دالان تھا۔ اسی لمحے پیش دالان میں نصب عظیم الشان کلاک ٹوٹ گیا۔

آرکسٹرا والے اس وقت بھی کوئی دھن بجا رہے تھے۔ ایوا پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ ''ہمیں ممی کو تلاش کرنا ہے''۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ ''وہی بتا سکیں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے''۔

''نہیں''۔ میک فارلینڈ نے جھپٹ کر اسے گود میں اٹھایا۔ ''میں تمہیں محفوظ......'' اسی وقت اس کی نظر ان کرینوں پر پڑیں۔ وہاں کوئی لائف بوٹ موجود نہیں تھی۔ بلکہ کرینیں بھی پانی میں ڈوب رہی تھیں۔

ادھر ایوا اس کی گود میں بری طرح ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ ''مت کرو''۔ وہ چلایا اور ایک ہاتھ سے ایوا کو تھامے تھامے اپنی لائف جیکٹ اتارنے لگا۔

''لو...... یہ تم پہن لو۔ میں تم سے بہتر پیراک ہوں۔ پھر بھی کام چلا لوں گا''۔

میک فارلینڈ ایوا کو جیکٹ پہنا رہا تھا۔ ایوا نے اس کے عقب میں وہ مہیب موج اٹھتے دیکھی اور اس نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرا لیا۔

وہ اسے پکار رہا تھا۔ لیکن ایوا نہیں سن رہی تھی۔ وہ ادھر ادھر دیکھتی، دیوانہ وار ممی ممی پکارتی

بھاگی جا رہی تھی۔اس کے گرد چیختے چلاتے چہروں کا ہجوم تھا...... بیشتر لوگ دعائیں کر رہے تھے......

مقدس ماں، خداوند ہمارے ساتھ......

مقدس باپ، آسمانوں میں......

خداوند، میری مدد فرما......میری مدد فرما خداوند...... مجھے تیرنا نہیں آتا۔

ماریا......

کودو......کودو......!

ایوا ان بے بس لوگوں کے درمیان اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔اس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا۔اسے ممی کو تلاش کرنا ہے۔اس کے ہاتھ میں وہ کیبل آ گیا تھا جس سے پچھلا مستول بندھا ہوا تھا۔اس کے برابر میں ایک بوڑھا آدمی سینٹ کرسٹوفر کی سنہری شبیہ ہاتھ میں تھامے دعا کر رہا تھا۔

چار نمبر کشتی میں بیٹھے جیسن نے ٹائی ٹے نک کو سمندر میں آخری غوطہ لگاتے دیکھا......

ایوا کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔لیکن وہ کیبل تھامے ہوئے تھی۔ایک چھوٹا لڑکا ڈیک پر پھسلا جا رہا تھا۔جس کے ہاتھ میں جو چیز آ رہی تھی، وہ اسے تھام رہا تھا۔کرسیاں، ریلنگ، روشن دان ......کوئی بھی چیز......ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔

آرکسٹرا پہلی بار خاموش ہو گیا تھا۔

13 نمبر کشتی میں بیٹھی لزا نے ٹائی ٹے نک کی روشنیوں کو بار بار جلتے بجھتے دیکھا...... یہاں تک کہ وہ ہمیشہ کیلئے بجھ گئیں۔اب ٹائی ٹے نک پر ہر طرف اندھیرا تھا۔بس عقبی مستول کا آخری لیمپ جل رہا تھا۔

29 بوائلرز نے آخری بار سسکی لی اور اپنی زنجیروں سے آزاد ہو کر درمیانی دیواروں کی طرف لڑھکنے لگے۔جہاز کے اندر کی ہر چیز ٹوٹ رہی تھی، جہاز کے اگلے حصے کی طرف گر رہی تھی۔ایوا کے کانوں میں کچھ ٹوٹنے کی آواز گونج رہی تھی۔کیبل اس کی انگلیوں کو کاٹے ڈال رہا تھا۔عرشہ اس کے نیچے سے نکلا چلا جا رہا تھا۔

آگے کی چمنی کا کیبل ٹوٹا اور وہ سمندر میں گری۔چنگاریاں سی جل بجھیں۔پانی کی سطح پر زبردست چھپا کا ہوا۔تیرنے والے تیر رہے تھے۔ان میں مارتھا اور البرٹ کلائن بھی تھے۔

ٹائی ٹے نک اب پانی میں گویا سر کے بل سیدھا کھڑا تھا۔اس کی چمنیاں پانی اگل رہی

تھیں۔ستاروں کی چھاؤں میں وہ بڑا عبرت ناک منظر تھا۔

ایوا دہشت بھری نظروں سے وہ منظر دیکھ رہی تھی۔وہ سمندر سے چار سو فٹ اوپر تھی۔اس کے برابر میں سینٹ کرسٹوفر کی شبیہ تھامے ہوئے بوڑھا آدمی اس کے سامنے سے گرتا چلا گیا۔ ایک لمحے کو اس کا چیختا ہوا چہرہ ایوا کے اتنے قریب تھا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتی تھی۔

لوگ پھسل پھسل کر گر رہے تھے۔سمندر انہیں اپنی آغوش میں پناہ دے رہا تھا۔

تیسری اور چوتھی چمنی بھی پانی میں ڈوب گئی۔

ایوا کے ہاتھوں سے خون بہہ رہا تھا۔

سمندر اب سو فٹ نیچے تھا......اب 80 فٹ......اب 75 فٹ......

چوتھی چمنی غائب ہو گئی تھی......

سمندر اب 70 فٹ نیچے تھا۔کیبل پر ایوا کی انگلیوں کی گرفت کمزور پڑ رہی تھی۔

لوگ چھلانگیں لگا رہے تھے...... پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے......

سمندر اب 60 فٹ......55 فٹ......نیچے......

ایوا کی انگلیاں پھسلیں اور وہ گرتی اور لڑھکتی چلی گئیں۔وہ جیسے کوئی گیند تھی۔وہ سمندر سے ٹکرائی۔اس کے جسم میں جیسے ہزاروں......لاکھوں......کروڑوں سوئیاں چبھ گئیں۔نجانے کہاں تک وہ پانی میں اتری......پھر سطح پر ابھری۔سردی نے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔

اور ٹائی ٹے نک نے بھی غوطہ لگایا تھا۔جہاز کے سب سے اونچے عرشے کی ریلنگ اس کے سامنے سے گزر رہی تھی۔جبلی طور پر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے تھام لیا اور جہاز کے ساتھ ساتھ نیچے جانے لگی۔

نہیں......نہیں......کوئی آواز اس کے دماغ میں چلا رہی تھی۔چھوڑ دو......چھوڑ دو اسے۔ اس نے ریلنگ کو چھوڑ دیا۔لیکن جہاز اب بھی اسے نیچے لئے جا رہا تھا۔ذرا دیر میں اس کی سمجھ میں آیا۔لائف بیلٹ کے اسٹریپ ریلنگ میں الجھ گئے تھے۔

وہ زور لگاتی رہی۔ہوا اس کے منہ سے بلبلوں کے روپ میں نکل رہی تھی۔اس نے دونوں ہاتھوں سے بیلٹ کو تھاما اور جیکٹ اتار دی۔پھر وہ پاؤں چلاتی ہوئی اوپر کو اٹھنے لگی۔بالآخر وہ سطح پر ابھر آئی۔

سطح پر کارک میٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے اور ڈیک چیئرز تیرتی پھر رہی تھیں۔ایک ان دیکھا ہاتھ اس کے چہرے سے ٹکرایا۔اس نے سختی سے دانت بھینچ لئے۔اس کے پھیپھڑے دکھ

رہے تھے...... ختم ہو رہے تھے۔ پانی اس کے منہ میں بھر گیا تھا۔

پانی کی سطح پر وہ اکیلی نہیں تھی۔ اس جیسے 1500 افراد اور بھی تھے۔ ان میں مرد، عورتیں اور روتے ہوئے بچے بھی تھے۔ اور ان کے اوپر دھند کا کمبل تھا۔

''ایک زندگی بچالو۔ ایک زندگی بچالو''۔ ایک دہاڑتی ہوئی آواز ابھری۔

''میری مدد کرو۔ ارے کوئی میری مدد کرو''۔

ایوا ایک بچے کے پاس سے گزری، جو منہ کے بل تیر رہا تھا۔

ایک جاپانی شخص بہے جا رہا تھا۔ وہ ایک دروازے سے بندھا ہوا تھا۔

پھڑ پھڑاتے ہوئے ہاتھ اسے پکڑنے کیلئے لپک رہے تھے۔ اس کے کانوں میں آوازیں تھیں۔ اس نے پریشانی اور خوف سے ابلتی آنکھوں کو دیکھا اور لاتیں چلاتی ہوئی ان کے گھیرے سے نکلی۔ جبلت نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ ان کے ہاتھ آ گئی تو وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبیں گے۔

آگے کوئی سیاہ سی چیز تیر رہی تھی۔ اس کے اوپر ایک ہیولا بیٹھا تھا۔ ایوا نے ہاتھ بڑھا کر اس کا کنارہ تھام لیا۔ وہ تہ ہو جانے والی کشتی B تھی، جو الٹی ہوئی تھی۔ اس کے پیندے سے کچھ لوگ چمٹے ہوئے تھے۔

''میری مدد کرو''۔ وہ چلائی۔ ''میری مدد کرو''۔

لیکن آوازوں کے اس ہجوم میں کوئی اس کی سننے والا نہیں تھا۔ ہر نئے بوجھ کے بعد کشتی پانی میں کچھ اور ڈوبتی جا رہی تھی۔ ''بائیں جانب زور ڈالو۔ کشتی ڈوب رہی ہے''۔ کسی نے چیخ کر کہا۔

ایوا وہ آواز پہچانتی تھی۔ ''مسٹر میک فارلینڈ، مسٹر میک فارلینڈ'' اس نے پکارا۔

لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ کشتی بہتی ہوئی دور چلی گئی۔

ایوا کچھ تیر رہی تھی، کچھ پانی پر بہہ رہی تھی۔ مگر اسے ہوش بھی نہیں تھا کہ وہ حرکت میں ہے۔ آوازیں دور ہوتی گئیں۔ سمندر میں جسم تیرتے نظر آ رہے تھے۔ کسی اسٹیوارڈ کی سفید جیکٹ، ایک نوجوان فرانسیسی لڑکی، ٹکسیڈو پہنے ہوئے ایک بوڑھا شخص، کوئی فوجی...... ارے...... وہ تو سب لاشیں تھیں......

وہ مشینی انداز میں ہاتھ پاؤں چلاتی رہی...... شعوری احساس کے بغیر تیرتی رہی۔ اپنے ہاتھ خود اس کے اختیار میں نہیں تھے۔

پھر اس کا ہاتھ لکڑی کے کسی تختے سے ٹکرایا۔ وہ پلٹی۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ کوئی چیز اس

راستے میں حائل ہے۔ لیکن وہ اسے ہٹا نہیں سکتی تھی۔ وہ ہاتھ سے اسے تھپ تھپاتی رہی...... بات سے بے خبر کہ وہ ایک کشتی کی پہلو والی دیوار ہے۔

''ادھر آ جاؤ'' کسی نے چیخ کر کہا۔ پھر کسی نے اسے بازوؤں سے تھاما اور چار نمبر کشتی پر کھینچ

''کون ہے''؟ ایک اور آواز نے پوچھا۔

''ایک چھوٹی لڑکی ہے...... نیم مردہ...... کمبل ہے کسی کے پاس''؟

ایوا نے محسوس کیا کہ اسے کپڑے میں لپیٹا جا رہا ہے۔

جہاز کے خلاصی نے کشتی کے پچھلے حصے کی طرف رخ کرتے ہوئے پکارا۔ ''پچھلے حصے میں ری سی جگہ ہو تو بتاؤ۔ بچی کو لٹانا ہے''۔ وہ سیموئل ہیمنگز تھا۔ عورتوں کی آوازیں اور لباسوں کی راہٹیں سنائی دیں۔ پھر ایک نسوانی آواز نے کہا۔ ''ہم نے جگہ بنا دی ہے۔ بھیج دو بچی کو''۔

ایوا نے محسوس کیا کہ ہیمنگز نے اسے کسی اور آدمی کو دے دیا ہے۔ ''اسے پیچھے عورتوں کی ف پہنچا دو''۔

ایوا نے سر اٹھا کر تاروں کی مدھم روشنی میں اس شخص کے سائے جیسے چہرے کو دیکھا۔

چہرہ تو وہ نہیں پہچان سکی تھی۔ لیکن اس نے آواز پہچان لی۔

''بہت برے حال میں ہے''۔ جیسن ایڈنگٹن نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ یہ بچے گی نہیں''۔

ایوا چیخی...... اور چیختی چلی گئی۔ ستارے اس کے گرد گھومنے لگے۔ پھر وہ جیسے ایک پہیے کے تھ گھوم رہی تھی...... اور گھومتے گھومتے جیسے وہ کسی اندھے کنوئیں میں گرتی چلی گئی۔ وہ ایسی کی تھی، جس کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

......☆☆☆......

وہ اٹھارہ لائف بوٹس سمندر میں پانچ میل کے علاقے میں بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں سے تر اکیلی تھیں اور بے مقصد ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ ان کے تباہ حال اور غمزدہ مسافر سینکڑوں اکوں کی موت کی آوازیں سن رہے تھے۔ برف جیسے ٹھنڈے پانی میں سینکڑوں افراد موجود تھے، مدد کی موہوم سی امید کے انتظار میں پانی میں تیر رہے تھے اور جب ان کے ٹھٹھرے ہوئے ہاتھ ب جواب دے جاتے تو وہ ڈوب جاتے۔ بہت کم کشتیاں ایسی تھیں، جنھوں نے ان بے بسوں بچانے کیلئے اس طرف جانے کی زحمت کی ہو۔ ان میں سے زیادہ تر کو یہ غلط فہمی تھی کہ اگر وں نے ٹائی ٹے نک کے مقام غرقابی کے قریب جانے کی کوشش کی تو وہ ڈوبتے ہوئے جہاز کی

لپیٹ میں آ کر ڈوب جائیں گے۔ جبکہ دوسروں کا بجا طور پر یہ خیال تھا کہ اگر انہوں نے اس طرف جانے کی کوشش کی تو تیرنے والوں کی کشتیوں پر یلغار ان لوگوں کو بھی لے بیٹھے گی، جو خوش قسمتی سے کشتیوں میں محفوظ ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کشتیوں میں بیٹھے اپنے نمبر پر بوجھ بننے والی وہ آوازیں سنتے رہے۔

لیکن کچھ استثنیات بھی تھیں۔ کشتی نمبر 4 کے ساتھ 10، 12، 14 نمبر کشتی کے علاوہ تہ ہو جانے والی کشتی D بھی تھی۔ یہ پانچ کشتیاں ففتھ آفیسر لو کی قیادت میں لوگوں کی امداد کے لئے سرگرم عمل ہوئی تھیں۔

''آپ سب خود کو میری کمان میں سمجھیں۔'' لو نے 14 نمبر کشتی کے اگلے حصے میں کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ ''ہم واپس جائیں گے اور بچ جانے والوں کو اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اس کیلئے مجھے کچھ رضا کار درکار ہیں''۔

مختلف کشتیوں سے لوگ اٹھے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔

14 نمبر کشتی میں 55 افراد کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے دوسری کشتیوں پر منتقل ہونے لگے۔ ایوا کے کانوں میں لوگوں کی دھیمی دھیمی بھن بھناہٹ اور پتواروں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ 14 نمبر کشتی اپنے انسانیت کے مشن پر روانہ ہو رہی تھی۔

ایوا اس وقت ایک عورت کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ اندھیرا ایسا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ساکت لیٹی آسمان پر بکھرے ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔

..........☆☆☆..........

کشتیاں رات بھر چلتی رہیں اور ان میں موجود لوگوں کی نظریں افق کو ٹٹولتی رہیں۔

''دو جڑواں روشنیوں پر نظر رکھیے گا'' بوٹ نمبر 4 میں خلاصی ہیمنگز نے لوگوں سے کہا۔ ''وہ ایک دوسری کے اوپر ہوں گی۔ ایسا ہوا تو وہ کسی جہاز کے مستول کی روشنیاں ہوں گی۔''

مسافروں کو تکلیف دہ بے کاری میں ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا۔

''وہ...... وہاں دیکھو'' جیسن ایڈنگٹن نے جنوب مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

ہیمنگز نے سر گھما کر اشارے کی سمت دیکھا۔ ایک روشنی آہستہ آہستہ اوپر کی سمت اٹھ رہی تھی۔ جبکہ نیچے والی روشنی اپنی جگہ موجود اور ساکت تھی۔ ''نہیں بھئی...... یہ تو ستارے ہیں''۔ اس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

ٹھنڈ ایسی تھی کہ ایوا کی ہڈیوں میں اتری جا رہی تھی۔ اس نے کمبل کو مٹھی میں دبوچا اور دانت

پر دانت جما دیئے۔ ورنہ اس کے دانت بجنے لگتے۔ اس کے بال گچھوں کی شکل میں سخت ہو گئے تھے اور ہر حرکت کے ساتھ ان میں دکھن ہو رہی تھی۔

''آئس برگ کی طرف سے خبردار رہنا'' کوارٹر ماسٹر پارکس کہہ رہا تھا۔

''آئس برگ...... آئس برگ...... آئس برگ...... ایوا کا ذہن اس ایک لفظ کی تکرار کرتا رہا۔

پھر وہ اس عورت کے سینے سے لگ کر سو گئی۔

اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ اس کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔ وہ سامنے پھیلے ہوئے سیاہ سائے کو دیکھ رہی تھی۔

''شش......'' عورت نے سرگوشی میں کہا اور اسے اپنی آغوش میں بھینچ لیا۔ ''لیٹی رہو...... سب ٹھیک ہے''۔

روشنی کا ایک دھبہ سا افق پر چمک رہا تھا۔ مسز آسٹر نے اس طرف اشارہ کیا ''وہ دیکھو، سورج طلوع ہو رہا تھا۔ صبح ہو گئی''۔

روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر اچانک وہ معدوم ہو گئی۔ لیکن ذرا دیر بعد پھر چمک اٹھی۔

''نہیں''، ہیمنگز نے کہا۔ ''یہ شمال کی روشنی ہے''۔

ایوا شمالی افق کو دیکھتی رہی۔ وہاں ایک ستارہ بھی نظر آ رہا تھا۔

رات گزرتی رہی۔ سردی سے بچنے کیلئے مسافر ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے۔ دور...... کافی دور فورتھ آفیسر باکس ہال رنگین گولے داغ رہا تھا۔ سبز چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ انار سے پھوٹ رہے تھے۔

پھر دوسری کشتیوں کے سفید ہیولے نمایاں ہونے لگے۔ تہ ہونے والی کشتی D اور 10،4 اور 12 نمبر کشتیاں اب بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ لو کی 14 نمبر کشتی کہیں اندھیرے میں گم تھی۔ وہ کشتی جو انسانیت کے مشن پر نکلی تھی۔

چار نمبر کشتی میں ایک خلاصی لیٹا تھا۔ اس نے ملتجیانہ نگاہوں سے مسز جان تھیئر کو دیکھا جو ایوا کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ ''کسی خاتون کے پاس برانڈی یا کوئی اور چیز ہو گی۔ مجھے لگ رہا ہے کہ میں سردی سے ختم ہو رہا ہوں''۔

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ ایوا کو برانڈی کی بو محسوس ہوئی۔

ہوا اور تیز...... اور سرد ہو گئی تھی۔ ہر شخص سمٹ کر بیٹھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کشتیوں میں سے لکڑی چٹخنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

جنوب مشرق میں ایک روشنی چمکی...... اور اس کے فوراً بعد ایک دھماکہ سنائی دیا۔ ایوا کپکپائی اور مسز تھیسیئر سے لپٹ گئی۔

پانی پر ایک متحرک چمک دکھائی دی۔ پھر راکٹ داغے جانے لگے...... اور اچانک وہ جہاز کشتیوں کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ کچھ لوگوں کے منہ سے سکون بھری چیخ نکلی اور کچھ خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ جہاز کوئی تین میل دور ہوگا۔ انہیں اس کا عرشہ اور روشن پورٹ ہول صاف دکھائی دے رہے تھے۔ کشتی والے ایک پل میں خوش اور مطمئن نظر آنے لگے تھے۔

پھر مشرق میں افق پر سبز رنگ پھوٹا اور روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ اگلے ہی لمحے ہر چیز گلابی رنگ میں نہا گئی۔

ستارے اچانک یوں بجھ گئے، جیسے ان کی پاور سپلائی منقطع ہوگئی ہو۔ زہرہ نچلے افق پر زرد نئے چاند کے قریب چمک رہا تھا۔

سنہری اور گلابی کرنوں کے نیلے سمندر کو نہلا دیا۔ وہ ناقابل یقین حد تک خوب صورت منظر تھا۔ لیکن اس کے ساتھ خوفناک بھی تھی۔ رات کے اندھیرے میں تو کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔ مگر اب لوگوں کو نظر آ رہا تھا کہ وہ آئس برگ سے کتنے قریب ہیں۔ برف کا وہ دو سو فٹ اونچا پہاڑ کشتیوں کے بہت قریب سر اٹھائے کھڑا تھا۔ پانچ میل دور دھوپ میں برف چمک رہی تھی۔

ٹائی ٹے نک کی 18 کشتیاں آئس برگ کی موجودگی میں بہت چھوٹی، بہت حقیر لگ رہی تھیں۔ لیکن اب وہ پورے اعتماد کے ساتھ جہاز کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ کشتی نمبر 13 سب سے آگے تھی اور اس پر لزا ایڈنگٹن موجود تھی۔

ایک خلاصی نے جہاز کی چمنی کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ کونارڈ کمپنی کا جہاز ہے''۔

چار میل دور تہ ہو جانے والی کشتی B غیر متوازن ہو رہی تھی۔ متلاطم موجوں نے اسے کھلونا بنایا ہوا تھا۔ ہر موج کے ساتھ وہ ڈوب رہی تھی۔

''کھیتے رہو...... کھیتے رہو...... لائٹولر چیخ رہا تھا''۔

لیکن کشتی الٹ گئی۔ کچھ لوگ اس کے پیندے پر چڑھ گئے اور کچھ اس کے دیواروں کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔ آفیسر لائٹولر نے جیب سے وسل نکال کر ہونٹوں سے لگائی اور پوری طاقت سے بجا دی۔

سیٹی کی تیز آواز دور تک گونجی۔ چار اور بارہ نمبر کشتی کے خلاصی آواز کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے B کشتی کو دیکھ لیا جو اس وقت مصیبت میں تھی۔

خلاصی ہمینگز نے کوارٹر ماسٹر کے کندھے پر تھپکی دی۔ وہ جلدی سے اگلے حصے میں گیا اور

مستول کی رسی کھولنے لگا۔

جیسن ایڈنگٹن اس وقت چپو چلا رہا تھا۔ وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے سامنے ان بیس افراد کو دیکھنے لگا، جو الٹی ہوئی کشتی سے چپٹے ہوئے تھے۔ اور انہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ کسی بھی وقت سمندر انہیں نگل لے گا......

فاصلہ کم ہوا تو جیسن کو ان لوگوں کے چہرے نظر آنے لگے۔ اس نے جیک تھیسیئر کو پہچان لیا۔ اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر تناؤ ابھرا۔ اس نے جان میک فارلینڈ کو بھی پہچان لیا، جو سردی سے کپکپا رہا تھا۔

وہ بیس افراد دو کشتیوں میں بیٹھ گئے۔ جیسن نے نظریں جھکالی تھیں اور فرد کو غیر نمایاں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایوا نے اس شخص کو اپنے برابر بیٹھتے دیکھا۔ وہ اب بھی مسز تھیسیئر کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔

جیک تھیسیئر بارہ نمبر کشتی میں بیٹھ گیا۔ اسے آٹھ فٹ دور چار نمبر کشتی میں بیٹھی اپنی ماں نظر نہیں آئی۔ جان میک فارلینڈ چار نمبر کشتی میں بیٹھا تھا۔ لائٹولر الٹی ہوئی کشتی کا آخری مسافر تھا، جو بارہ نمبر کشتی میں سوار ہوا۔

دونوں کشتیاں اب جہاز کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ چار نمبر اور بارہ نمبر کشتیاں ایک دوسرے سے دور ہو رہی تھیں۔ اچانک میک فارلینڈ کو وہ جانا پہچانا چہرہ نظر آ گیا۔ ''ایوا......'' وہ چلایا۔

ایوا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اس کا جسم کپکپا کر رہ گیا۔

چار نمبر کشتی کے مسافروں کا جائزہ لیتے ہوئے میک فارلینڈ کا چہرہ اچانک ڈھیلا پڑ گیا۔

''ایڈنگٹن...... باسٹرڈ ایڈنگٹن''، وہ چلایا۔

جیسن نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ دونوں کشتیوں کے درمیان فاصلہ مسلسل بڑھ رہا تھا۔

''پکڑو اس آدمی کو''۔ میک فارلینڈ اشارہ کرتے ہوئے چلایا۔ ''یہ...... اس نے......''

''بیٹھ جاؤ''۔ لائٹولر نے اسے کھینچ کر بٹھا دیا۔

''تم سمجھ نہیں رہے ہو۔ اس نے......''

''مسٹر میک فارلینڈ، تمہارے اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا ہے تو وہ بعد میں نمٹا لینا''۔

اس کے بعد کچھ نہیں کہا گیا۔ کشتیاں دور ہوتی گئیں۔

صبح سوا آٹھ بجے کے قریب چار نمبر کشتی کارپیتھیا نامی جہاز کے قریب پہنچی۔ بوٹ ڈیک کی ریلنگ سے بے شمار لوگ جھک کر نیچے دیکھ رہے تھے۔ ان میں جیسن کو لزا ہی نظر آئی۔ دونوں نے

ایک دوسرے کو دیکھا۔ لیکن دونوں کے ہونٹ مسکراہٹ سے محروم رہے۔ نہ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ معاندانہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

کارپیتھیا سے کشتی نمبر 4 کے مسافروں کیلئے رسی کی سیڑھی لٹکائی جارہی تھی۔

ایوا کی طرف ہاتھ بڑھ رہے تھے۔ گردوپیش میں آوازیں ہی آوازیں تھیں۔

''ہاں...... یہاں سے پکڑو...... احتیاط سے......''

''زندہ تو نہیں لگتی......''

''اسے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہے......لو پکڑو''۔

اسے جہاز اور آسمان ایک دوسرے کو چھوتے دکھائی دے رہے تھے۔ ''اسے سنبھال کر...... گرا نہ دینا اسے''۔ کوئی چلایا۔

دو مضبوط ہاتھوں نے اسے تھام لیا۔ اس کا چہرہ کسی اونی قمیص سے مس ہو رہا تھا...... پھولی ہوئی سانس، پسینے کی بو...... وہ جھٹکوں سے اوپر جا رہی تھی۔ پھر اسے اٹھانے والے کے قدم ہموار ہو گئے۔

اسے سفید چادر پر لٹایا گیا۔ کسی نے اس کے رخسار تھپ تھپائے۔ اس کی آنکھوں کو پھیلا کر دیکھا۔ وہ ایک مہربان چہرہ تھا۔ ''اس کے گیلے کپڑے اتارو اور خشک کپڑے میں لپیٹو اسے...... اور ہاں، کچھ پٹیاں لاؤ......'' وہ ہدایات دے رہا تھا۔

......☆☆☆......

کارپیتھیا برفانی تودوں کے درمیان لہراتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پانی پر ٹائی ٹے نک کی ٹوٹی ہوئی چیزیں دور تک بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں وہ لائف بوٹس بھی تھیں، جو چھوڑ دی گئی تھیں اور سینکڑوں لاشیں بھی تھیں۔ ان میں وہ بھی تھے، جو لائف جیکٹس سے چپٹے چپٹے مر گئے تھے۔ ان میں مشہور لوگ بھی تھے اور گمنام بھی۔ موت نے انہیں یکجا کر دیا تھا۔

دو ہفتے بعد ہیلی فیکس سے میکے بینٹ نامی جہاز کو آنا تھا اور یہاں سے دو سو کے لگ بھگ لاشوں کو لے کر جانا تھا اور جو رہ جائیں گے، وہ ہفتوں اور مہینوں یونہی بحر اوقیانوس میں بکھرے رہیں گے۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ سورج لاشوں کا گوشت گلا سڑا دے گا اور پانی لائف جیکٹس کو گلا کر لاشوں کو آزاد کر دے گا اور ڈھانچے اور ہڈیاں سمندری تہہ میں اتر کر میلوں تک بکھر جائیں گے۔ یہ اس جہاز کا انجام تھا، جس کے بنانے والوں نے دعویٰ کیا تھا کہ اس جہاز کو خدا بھی نہیں ڈبو سکتا۔

آنے والے برسوں میں، برسوں کی دہائیوں میں جہازوں کے کپتانوں نے اس راستے کو ژک کر دیا۔ ان کے خیال میں وہاں اب بھوتوں کا بسیرا تھا۔ ٹائی ٹے نک کی غرقابی بھی ایک ں داستان بن گئی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ پچاس سال بعد انسان ٹائی ٹے نک کو اس کی قبر سے نکالنے کی کوشش ریں گے!

......☆☆☆......

خبریں بہت تیز سفر کرتی ہیں!

سب سے پہلے بحر اوقیانوس میں موجود جہازوں نے ایک دوسرے کو مطلع کیا۔ ان میں فینک رڈ، اولمپک، ماؤنٹ ٹیمپل، ورجینین اور برما نامی جہاز شامل تھے۔ پھر جہازوں کے ذریعے یہ خبر شکی تک پہنچی۔

ٹیلی فون لائنیں مصروف ہو گئیں۔ ٹیلی گراف کھڑکھڑانے لگے اور وہ گرم خبر پریس تک پہنچ ئی۔

بڑی بڑی شہ سرخیاں چلا رہی تھیں۔ نیویارک ٹائمز، شکاگو ٹربیون، لاس اینجلس ٹائمز، پٹس رگ پوسٹ گزٹ اور بے شمار اخبار......

ولیم رائیکر پٹس برگ میں اپنے ہوٹل کے سوئیٹ میں اپنی میز کے عقب میں بیٹھا کھڑکی کے اہر دیکھ رہا تھا۔ ایک زرد مارکونی گرام کاغذ اس کے سامنے میز پر رکھا تھا۔ اس کے برابر ایک کھلی ہوئی ڈائری تھی، جس کے صفحے پر ایک کوڈ تحریر تھا۔ جبکہ مارکونی گرام کاغذ پر کوڈڈ پیغام تحریر تھا۔ ولیم ائیکر اس پیغام کو ڈی کوڈ کر کے پریشان ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیسے ہو گیا۔

دروازہ کھلا اور ولیم رائیکر کا ملازم خاص رچرڈ گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ''مم...... یں...... مجھے افسوس ہے جناب۔ مجھے آپ سے ملنا...... ضروری ملنا تھا۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ......'' اس نے ایک اخبار اس کی طرف بڑھایا۔

ولیم رائیکر نے اخبار لیا اور شہ سرخی پر نظر ڈالی۔ پھر اس نے الجھن بھری نگاہوں سے میز پر رکھے کوڈڈ پیغام کو دیکھا۔

دونوں خاموش تھے۔ پھر رائیکر نے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور رچرڈ کو یکھنے لگا۔

اچانک ولیم رائیکر قہقہے لگانے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا، جیسے خود کو روکنا اس کے اختیار میں نہ ہو۔ جیسے اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا ہے۔ ہنستے ہنستے وہ دہرا ہو گیا۔ رچرڈ متعجبانہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ''سر...... سر...... آپ ٹھیک تو ہیں......''؟ اس نے رائیکر سے پوچھا۔

لیکن ولیم رائیکر دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑے ہنسے جا رہا تھا۔

''معاف کیجئے سر......'' رچرڈ کا چہرہ تمتمانے لگا۔

مگر رائیکر کے لیے خود پر قابو پانا ناممکن تھا۔ ہاں...... اس نے رچرڈ کو باہر جانے کا اشارہ بہر حال کر دیا۔

رچرڈ پلٹا اور باہر نکل گیا۔ وہ لفٹ میں بیٹھ کر نیچے پہنچا اور ہوٹل سے نکل گیا۔ اسے کسی بار کی تلاش تھی، جہاں بیٹھ کر وہ اتنی پی سکے کہ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جائے۔

کار پیتھیا جنوب مغرب کی سمت سفر کر رہا تھا۔ نیویارک اس کی منزل تھی۔ جیسن ایڈنگٹن ایک کرین سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اگر اس نے ہونٹ سختی سے نہ بھینچ رکھے ہوتے تو اس کے دانت بجنے لگے۔ وہ وہاں اکیلا تھا۔ کوئی بھی شخص بغیر کسی معقول وجہ کے وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

جیسن کے پاس وہاں کھڑے ہونے کی ایک معقول وجہ موجود تھی۔ وہ جس ڈیک پر کھڑا تھا، وہاں سے راستہ وھیل ہاؤس کی طرف اور کیپٹن کے کیبن کی طرف جاتا تھا۔

ڈیک کے آخری سرے پر کوئی نمودار ہوا اور اسی طرف بڑھنے لگا، جہاں وہ کھڑا تھا۔ جب وہ قریب آ گیا تو جیسن ہٹ کر اس کے راستے میں آ کھڑا ہوا۔

وہ شخص جیسن کو دیکھتے ہی رک گیا۔ مگر ایک لمحے بعد دوبارہ چلنے لگا۔ وہ قریب آیا تو پتا چلا کہ وہ جان میک فارلینڈ ہے اور وہ خونخوار نگاہوں سے جیسن کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن انداز سے خوف زدگی بھی ظاہر ہو رہی تھی۔

''میرا راستہ چھوڑ دو ایڈنگٹن''

ایڈنگٹن مسکرایا ''کہاں کا ارادہ ہے''؟

جان میک فارلینڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس کے برابر سے نکلنے کی کوشش کی۔

جیسن نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور انہیں موڑ کر اس کی پشت سے لگا دیا۔ پھر وہ اسے دھکیل کر ریلنگ تک لے گیا۔ ''تمہیں مجھ کو بتانے کی ضرورت نہیں جان''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''کیونکہ میں پہلے ہی سے جانتا ہوں۔ تم کیپٹن کو میرے بارے میں سب کچھ بتانے کیلئے جا رہے ہو''۔ اس نے میک فارلینڈ کے ایک ہاتھ کو طاقت لگا کر مروڑا۔

میک فارلینڈ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ ورنہ شاید وہ تکلیف سے چیخ پڑتا۔

''میں تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی یہ غلطی نہ کرتا'' جیسن نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بس ایک ہلکے سے دھکے کی بات ہے...... اور کہانی ختم''۔

''تم ایسا کر نہیں سکتے''۔ میک فارلینڈ نے نفرت سے تھوک دیا۔ ''تم اپنے سر ایک اور قتل کا الزام لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے''۔

''بہت چالاک ہو جان۔ تم تو سراغ رساں لگتے ہو''۔

''بس تو مجھے جانے دو''۔

''یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ پہلے تمہیں میری بات سننی ہو گی۔ غور سے سنو۔ تم کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ تم نے ٹائی ٹے نک پر کیا دیکھا''۔ اس کی گرفت سخت ہو گئی۔ ''کیونکہ وہ تمہارا بیان ہو گا...... میرے اور لزا کے خلاف۔ اور یاد رکھنا، میں اور میری بیوی بہت خوبصورتی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ جبکہ تمہارے پاس اپنے بیان کی تصدیق کیلئے کوئی گواہ بھی نہیں ہو گا۔ نہ کوئی ثبوت، نہ کوئی گواہ، ایوا بھی نہیں۔ میں نے ڈاکٹر میکارتھی سے بات کی ہے۔ ایوا سے تو بات بھی نہیں کی جا رہی ہے۔ لہٰذا تمہارا بیان تم پر ہی الٹ دیا جائے گا۔ تمہارے کیریئر پر یہ بھی نہ مٹنے والا داغ ہو گا......''

میک فارلینڈ کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ اس کا حوصلہ ٹوٹنے لگا۔

جیسن نے اسے چھوڑ دیا۔ اب وہ مسکرا رہا تھا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم عقل رکھتے ہو۔ ورنہ آج کل تو یہ نعمت عنقا ہی ہو گئی ہے۔ اب تم مہربانی کر کے میری نظروں سے دور ہو جاؤ''۔

......☆☆☆......

''کیسا رہا؟'' لزا نے جیسن سے پوچھا۔ وہ دونوں سب سے اوپر والے عرشے پر کھڑے تھے۔

جیسن دور افق کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ''اب میک فارلینڈ ہمارے لئے مسئلہ نہیں بنے گا۔ میں نے اس کا منہ بند کر دیا ہے''۔

لزا نے اپنا کالر اوپر کر لیا۔ ''لیکن ہماری پریشانیاں تو اور بھی ہیں۔ یہ تو چھوٹی پریشانی تھی''۔

''میں جانتا ہوں''

''رائیکر کے آدمی نیویارک پر ہمارے منتظر ہوں گے''۔

''ضروری تو نہیں''۔ جیسن نے بے پروائی سے کہا۔

''کیا مطلب''؟

جیسن نے اس کے کندھے کو تھپ تھپاتے ہوئے نچلے ڈیک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

لزا نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ وہاں شال میں لپٹی ہوئی دو عورتیں تھیں اور کلپ بورڈ اور پنسل ہاتھ میں لیے سیکنڈ آفیسر بیسٹ ان سے بات کر رہا تھا۔

''میں سمجھی نہیں''۔لزا نے کہا۔

''یہ ٹائی ٹے نک سے بچ نکلنے والوں کی فہرست بنائی جا رہی ہے''۔جیسن نے کہا۔''اور یہ فہرست وائرلس کے ذریعے نیویارک بھیجی جائیگی''۔

لزا کی سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا تھا۔

''رائیکر ہمارے پیچھے اسی وقت تو پڑے گا، جب وہ یہ سمجھے گا کہ ہم زندہ ہیں۔لیکن اگر بچ نکلنے والوں کی فہرست میں ہمارے نام ہی نہ ہوئے تو''؟

............☆☆☆............

سیکنڈ آفیسر بیسٹ نے سکون کی سانس لی کہ یہ اکتا دینے والا کام تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔اس نے ریلنگ پر جھک کر اوپر دیکھا۔سب سے اوپر والے عرشے پر اسے ایک جوڑا دکھائی دیا۔اتنی سردی میں یہ لوگ اوپر کیا کر رہے ہیں۔اس نے سوچا۔اور وہ اسے صاف نظر بھی نہیں آ رہے تھے کہ وہ انہیں پہچان سکتا۔اس نے سوچا، جا کر چیک کرنا ہی پڑے گا۔

وہ اوپر گیا تو ان دونوں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

''مداخلت پر معافی چاہتا ہوں''۔بیسٹ نے کہا۔''میں ٹائی ٹے نک کے بچنے والوں کی فہرست بنا رہا ہوں۔آپ دونوں بھی انہی میں سے ہیں نا''؟

لزا نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ اپنی باہیں اپنے شوہر کے گلے میں ڈال دیں۔''جی ہاں۔یہ کشتی نمبر 4 میں تھے اور میں 13 نمبر میں''۔

''آپ لوگ بہت خوش نصیب ہیں۔کیونکہ آج میں نے اتنی بیواؤں سے بات کی ہے کہ دل گھبرانے لگا ہے''۔

''جی ہاں۔خدا کا شکر کہ ہم دونوں زندہ ہیں''۔جیسن نے کہا۔

بیسٹ نے اپنا کلپ بورڈ سیدھا کیا اور پنسل سنبھالی۔''اپنے نام لکھوا دیں پلیز''

''مسٹر اور مسز کلائن''۔جیسن نے اپنی بیوی کو لپٹاتے ہوئے کہا۔''مارتھا اور البرٹ کلائن''۔

............☆☆☆............

نیو یارک میں وائٹ اسٹار لائن کے دفتر کے باہر روتی ہوئی عورتوں اور پریشان حال

مردوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ان کے گرد پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔

ولیم رائیکر کی سیاہ پیکارڈ لیموزین آ کر رکی۔گاڑی کے رکنے سے پہلے ہی رائیکر عقبی دروازہ کھول کر اترا۔قریب ہی چند لڑکے 16 اپریل کے اخبار بیچ رہے تھے۔وہ انہیں ایک طرف ہٹاتا آگے بڑھا۔اخبار والے چیخ چیخ کر سرخیاں دہرا رہے تھے۔

ولیم رائیکر کو کسی نے پہچانا نہ ہوتا تو اسے آگے بڑھنے کی جگہ نہ ملتی۔مگر کسی نے سرگوشی میں کہا۔''ارے......یہ تو ولیم رائیکر ہے......'' اور پھر لبوں سے لبوں تک وہ نام سرگوشی میں پھیلتا دور تک چلا گیا۔

لوگ چھٹ کر اس کیلئے راستہ بنانے لگے۔یوں وہ دروازے تک پہنچا۔وہ دروازے سے گزرنے ہی والا تھا کہ اخباری رپورٹرز کے ہجوم نے اسے گھیر لیا۔وہ سب سوالات کر رہے تھے۔اور سب کو کاغذ دیئے جا رہے تھے۔

وائٹ اسٹار کا نائب صدر فلپ فرینکلن لابی میں کھڑا تھا۔اس کے دفتر کا دروازہ کھلا تھا...... اور دفتر مچھلی بازار کا منظر پیش کر رہا تھا۔ہر طرف ٹیلی فون کی گھنٹیاں بج رہی تھیں...... یا ٹیلی فون پر بات ہو رہی تھی۔

''مسٹر......مسٹر رائیکر'' فرینکلن ہانپتا کانپتا آگے بڑھا۔''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ......''

''یہ اخباری نمائندوں کو کیا دیا جا رہا ہے؟ ولیم رائیکر نے پوچھا۔

فرینکلن نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔''یہ اولمپک نے ریلے کی ہے اور ابھی ابھی یہاں پہنچی ہے''۔اس نے استقبالیہ سے ایک صفحہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''یہ ٹائی ٹے نک کے غرقابی سے بچنے والوں کی فہرست......''

رائیکر نے فہرست اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔اس میں ناموں کے سوا کچھ نہیں تھا۔حروف تہجی کی ترتیب کے اعتبار سے نام ہی نام، رینیز، رابرٹ، رولمین، روزن بام، روتھس، روتھس چائلڈ، رائرسن، رائرسن، رائرسن، رائرسن......

پھر اچانک جیسے وہ نام اچھل کر اس کے سامنے آیا......رائیکر، ایوا (بچہ)......اور اس کے ساتھ ہی رائیکر کو ایک نام کی ناموجودگی کا احساس ہوا۔وہاں مسز رائیکر کے نام کا اندراج نہیں تھا۔مایوسی سے سر جھٹک کر وہ حرف ایچ کو چیک کرنے لگا۔ہاک فورڈ، ہینز......مگر ہیرک بھی نہیں تھے۔

وہ وحشیانہ انداز میں مسکرایا۔''مر گئے وہ حرامی بھی''۔

''آئی ایم سوری سر......''؟

لیکن ولیم رائیکر ایڑیوں پر گھوما اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

..........☆☆☆..........

وہ اتوار کی رات تھی......اور تاریخ 18 اپریل......البرٹ اور مارتھا کلائن جہاز کارپیتھیا کے ڈیک پر سرد ہوا کے تھپیڑے کھاتے ہوئے مجسمۂ آزادی کی روشن مشعل کو رات کے اندھیرے سے لڑتے دیکھ رہے تھے۔

دس ہزار افراد ٹگ بوٹس کے جلو میں جہاز کو آتے دیکھ رہے تھے۔ اور ہر ٹگ بوٹ میں رپورٹرز تھے، جو میگا فون اٹھائے کیپٹن روسٹرون اور اس کے عملے کے افراد سے چیخ چیخ کر سوال کر رہے تھے۔

جہاز کیونارڈ کی برتھ نمبر 54 پر لنگر انداز ہوا۔ باہر تیز بارش میں تیس ہزار افراد چھتریاں لیے کھڑے آنیوالوں کا انتظار کر رہے تھے۔ پولیس ڈسپلن قائم رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اندر فلیش لائٹس چمک رہی تھیں۔ اخباری فوٹو گرافر کنارے لگتے جہاز کی تصویریں بنا رہے تھے۔

ٹائی ٹے نک کے بچنے والے خوش نصیب ایک ایک کر کے جہاز سے اترے۔ ان میں 0 بیوائیں تھیں۔

ولیم رائیکر اپنے فیملی ڈاکٹر کے ساتھ گینگ وے کے پاس کھڑا ایک ایک مسافر کو دیکھ رہا تھ پھر اسے اوپر اپنی بیٹی نظر آئی۔ اس کے ساتھ ڈاکٹر میکارتھی تھا۔ ایوا اردگرد کی روشنیوں اور شور سے گھبرائی ہوئی تھی اور بار بار پلکیں جھپک رہی تھی۔

نیچے اتر کر ڈاکٹر میکارتھی نے ایوا کو ولیم رائیکر کے سپرد کر دیا۔ رائیکر کے آنسو اور اس بوسے ایوا کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔ لیکن ایوا کا چہرہ بے تاثر تھا...... معمولی سے ردعمل سے عاری۔ اور وہ اپنے باپ کو پہچانی بھی نہیں تھی۔

''میں اسے لے جاؤں''؟ ولیم رائیکر نے پوچھا۔

''جی، لے جائیں۔ لیکن مجھے آپ کے ڈاکٹر سے بات کرنی ہے''۔

رائیکر ایوا کو گود میں لیے اپنی گاڑی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ میکارتھی نے ڈاکٹر کی طر ہاتھ بڑھایا۔ ''آپ سے مل کر خوشی ہوئی ڈاکٹر......''؟

''......اسٹیونز''

''اصل میں مجھے آپ کے مریض کے متعلق آپ کو معلومات دینی ہیں''۔

''جی......فرمایئے''؟

''جہاں تک میں سمجھتا ہوں، ایوا جسمانی طور پر بیمار نہیں ہے۔ البتہ اس واقعے کی خو

ی اسے روند ڈالا ہے۔ اس کے جسم پر جو نیل ہیں اور جو زخم ہیں، میں نے ان کا علاج کرنے کی شش کی ہے۔ لیکن درحقیقت میں اس کی ذہنی حالت کی طرف سے فکرمند ہوں''۔

ڈاکٹر اسٹیونز نے سر کو تفہیمی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''جی ہاں۔ وہ مجھے بہت خوفزدہ لگی ہے''۔

''خوف زدہ! پچھلے چار دن میں اس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا ہے۔ ایک لفظ بھی نہیں۔ اور ات میری سمجھ سے باہر ہے''۔ ڈاکٹر میکارتھی نے کہا۔ ''یا یوں کہیں کہ میں سمجھ تو رہا ہوں۔ لیکن ھنا نہیں چاہتا''۔

''کیا مطلب ہے آپ کا''؟

''میں نے ایوا کا بہت تفصیلی معائنہ کیا ہے۔ وہ......وہ......مکمل نہیں رہی ہے...... یا یہ کہا ئے کہ......نامکمل......نامکمل نہیں رہی ہے''۔

''میں آپ کی بات سمجھا نہیں''۔

''آپ بنیں مت''۔ ڈاکٹر میکارتھی جھنجھلا گیا۔ ''آپ میری بات سمجھ رہے ہیں''۔

''جس قسم کا یہ واقعہ ہے، اس میں یہ کوئی غیر معمولی......''

''اس کا تعلق ٹائی ٹے نک کی غرقابی سے نہیں۔ جہاز کی غرقابی سے پہلے بچی کو درندگی کا نہ بنایا گیا اور اس پر جسمانی تشدد بھی ہوا''۔ ڈاکٹر میکارتھی سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ ''اتنی کم عمری ، بدترین ذہنی، جسمانی اور جنسی تشدد کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے، آپ جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ں۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ بچی کا باپ جذباتی طور پر مستحکم آدمی ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ آپ کو رنا ہے ڈاکٹر کہ اسے یہ سب کچھ بتایا جائے یا نہیں اور بتایا جائے تو کب بتایا جائے''۔

ڈاکٹر اسٹیونز نے پلٹ کر دیکھا۔ ولیم رائیکر گاڑی سے ٹکا کھڑا تھا۔ پھر وہ دوبارہ ڈاکٹر ارتھی کی طرف پلٹا۔ ''آپ نے معلومات فراہم کیں، آپ کا شکریہ ڈاکٹر''۔ اس نے کہا۔ ''مجھے بارے میں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا''۔ یہ کہہ کر اس نے ہاتھ ملایا اور پلٹ کر رائیکر کی ڑی کی طرف چل دیا۔

البرٹ اور مارتھا کلائن جہاز کے گینگ وے پر کھڑے جاتی ہوئی پیکارڈ کی عقبی بتیوں کو دیکھ رہے ے۔ وہ اوجھل ہو گئیں تو وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیچے اترے اور لوگوں کے ہجوم میں گھل مل گئے۔

اوپر بوٹ ڈیک پر جان میک فار لینڈ انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ انہیں دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ ا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

..........☆☆☆..........

دس دن بعد سینٹ پیٹر برگ، فلوریڈا میں مائما بینلے نے سینٹرل ایونیو کے علاقے میں اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا۔ ''جی، فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں''؟

وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر دل موہ لینے والی مسکراہٹ تھی۔ پھر البرٹ کلائن نے کہا۔ ''میں نے سنا ہے کہ آپ کے برابر والا اپارٹمنٹ کرائے کیلئے خالی ہے۔ نیچے والوں نے بتایا ہے کہ چابی آپ کے پاس ہے''۔

''ہاں، ہے۔ میں ابھی آئی۔'' مائما نے دروازہ بند کیا اور باتھ روم میں لٹکی ہوئی فریڈ کی پتلون سے چابی نکالنے لگی۔

فریڈ نے باتھ ٹب میں پہلو بدلا۔ ''اب میں مصیبت آ گئی''؟

''ایک جوان جوڑا ہے..... فلیٹ دیکھنا چاہتا ہے''۔

''ہوں گے پہلے جیسے ہی گھٹیا لوگ''۔ فریڈ نے بدمزگی سے کہا۔

''اے ہش''۔ مائما نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو بہت اچھے لوگ ہیں...... صاف ستھرے..... خوبصورت..... ویسے ہی، جیسے لوگوں کی اس علاقے کو ضرورت ہے''۔

اس کے جانے کے بعد فریڈ نے اپنا جسم تولیے سے خشک کیا اور پینٹ پہننے لگا۔ باہر نشست گاہ کی طرف سے اسے مائما کے بلند آہنگ اور چہکتے ہوئے قہقہے کی آواز سنائی دی۔ ''میں تمہیں دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی''۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ''..... کہ تم لوگ یہاں رہو گے اور اس گھر کو بساؤ گے...... آباد کرو گے!''

..........☆☆☆..........

''..... جیسن اور لزا ایڈنگٹن نے ٹائی ٹے نک سے اترنے کے بعد فرار ہونے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا، بدقسمتی سے یہ ہم نہیں جان سکتے۔ کیونکہ وہ ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو چکا ہے''۔ میں نے کہا اور اٹھ کر کھڑکی کی طرف گیا اور کھڑکی کھول دی۔ ''ایوا کے ٹیپ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ جیسن کشتی نمبر چار میں تھا، جو ٹائی ٹے نک سے اتاری جانے والی آخری کشتیوں میں سے تھی۔ لزا بالکل ابتداء میں ہی کشتی کے ذریعے نکل گئی تھی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کون سی کشتی میں گئی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ دونوں ہی اپنے نقش پا چھپانے کے فن میں طاق ہیں''۔

میں پھر اپنی کرسی پر آ بیٹھا۔ ''تو کارپیتھیا نامی جہاز کے ذریعے بچ نکلنے کے بعد ان دونوں نے ایک بار پھر اپنی کایا پلٹ کر ڈالی۔ ٹائی ٹے نک پر سوار ہوتے ہوئے وہ جولی اور اسٹیفن ہیرک سے لزا اور جیسن ایڈنگٹن بنے تھے۔ کارپیتھیا پر سوار ہونے کے بعد وہ مارتھا اور البرٹ کلائن

بن گئے۔ ان کی بروقت تیز ترین فیصلہ کرنے کی صلاحیت قابل رشک تھی''۔ میں نے بھویں اچکاتے ہوئے تائید طلب نظروں سے ولیم رائیکر کو دیکھا۔ ''جانتے تھے کہ تمہارے انتقام سے بچنے کی ان کیلئے ایک ہی صورت ہے۔ ٹائی ٹے نک سے بچ نکلنے والے 705 مسافروں میں انہیں گمنام بن کر رہنا ہوگا۔ انہوں نے تو بالکل ابتداء میں ہی نوبیاہتا جوڑے لزا اور جیسن ایڈنگٹن کے روپ میں اپنی پہچان تمہارے لئے مشکل کر دی تھی۔ مگر اب البرٹ اور مارتھا کلائن بن کر تو وہ تم سے اور دور...... اور محفوظ ہو گئے۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ انہوں نے یہ نام اپنا کر کمال کیا۔

''میرا خیال ہے، مارتھا اور البرٹ کلائن بننے کیلئے ان کے پاس بہت مضبوط منطق تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ مارتھا اور البرٹ کلائن کارپیتھیا پر نہیں پہنچ سکے تھے۔ پہنچتے تو سیاہ فام ہونے کی وجہ سے وہ الگ نظر آتے۔ دوسرے وہ ٹائی ٹے نک پر ان کی بے فکری دیکھ چکے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور جدا ہونے کیلئے تیار نہیں تھے۔ جبکہ بچنے والوں میں 70 عورتیں ایسی تھیں، جو شوہروں کو یقینی موت کی آغوش میں چھوڑ آئی تھیں۔ تو ایسے محبت کرنیوالوں کیلئے ساتھ جینے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن ان کیلئے ساتھ مرنا بہت آسان تھا۔

''لزا اور جیسن کو..... میرا مطلب ہے، جولی اور اسٹیونز کو صرف اتنا ہی تو کرنا تھا کہ کارپیتھیا پر سیکنڈ آفیسر بیسٹ کے پوچھنے پر اپنا نام مارتھا اور البرٹ کلائن بتا دیتے۔ ایک تو انہوں نے بیسٹ کو اپنا نام تنہائی میں بتائے تھے۔ دوسرے وہ جانتے تھے کہ اصلی مارتھا اور البرٹ سیاہ فام ہونے کی وجہ سے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے کی وجہ سے وہ دوسروں سے الگ تھلگ رہے تھے۔ انہیں جاننے والے چند ایک ہی رہے ہوں گے۔ اور اب ضروری نہیں کہ وہ زندہ بھی ہوں۔ لہٰذا انہیں چیلنج کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اب پاسپورٹ کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ ٹائی ٹے نک کی تباہی کے بعد کاغذات کا ہوش کسے تھے۔ ایسے میں ان کیلئے مارتھا اور البرٹ کلائن بن جانا مشکل نہیں تھا۔

''لیکن ایک بات مجھے الجھن میں مبتلا کرتی ہے''۔ میں نے ولیم رائیکر سے کہا۔ ''تم تو ان کے ماضی سے کسی حد تک واقف تھے۔ تم نے اتنی آسانی سے یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ وہ مر چکے ہیں۔ صرف اس لیے کہ جولی اور اسٹیفن ہیرک کے نام ٹائی ٹے نک کے بچنے والوں کی فہرست میں شامل نہیں تھے''۔

ولیم رائیکر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے سہلا رہا تھا۔ ''مسٹر پال، تم خوفناک حد تک خود

اعتمادی کا شکار ہو''۔ اس نے کہا۔ ''لیکن یہ نہ بھولو کہ اس اتنے بڑے المیے کے بعد لوگوں میں صاف اور واضح طور پر سوچنے کی اہلیت نہیں رہی تھی۔ وہ وقت ہی ایسا تھا''۔

''یہ تو میں سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن البرٹ اور مارتھا کے فرار سے متعلق ایک پراسرار پہلو اور ہے۔ جان میک فارلینڈ نے کارپیتھیا پر سفر کے دوران جیسن ایڈنگٹن کا سامنا بڑی بہادری سے کیا تھا۔ مگر پھر اس کے بعد کیا ہوا؟

''میرے خیال میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ حوصلہ ہار گیا۔ کسی جسمانی خطرے یا دھمکی کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ کارپیتھیا کے عملے کے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا...... ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ اس لئے البرٹ اور مارتھا اسے راستے سے ہٹانے کی غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن میرا خیال ہے، انہوں نے میک فارلینڈ کو قائل کر لیا تھا۔ میک فارلینڈ کے پاس اپنے الزام کی تائید کے لئے نہ کوئی گواہ تھا نہ ثبوت۔ اور مجھے میک فارلینڈ شخصیت کے اعتبار سے کمزور آدمی لگا۔ وہ ایسا آدمی تھا، جسے فتح کا امکان نظر نہ آئے تو وہ بڑی آسانی سے ہتھیار رکھنے کو تیار ہو جائے۔

''بہرحال کچھ بھی ہو۔ کارپیتھیا کے نیویارک پہنچنے کے بعد البرٹ اور مارتھا کلائن تمہیں غچہ دے کر نکل لیے۔ دس دن بعد وہ سینٹ پیٹرز برگ، فلوریڈا پہنچے اور مائما اور فریڈ ہینلے کے پڑوسی بن گئے۔ 29 سال تک وہ ان کے اچھے پڑوسی بنے رہے۔

''ان کا ریکارڈ گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے 9 مئی 1912ء کو ایک اسٹور کھولنے کیلئے کاروباری لائسنس کی درخواست دی۔ ان کے پاس کیش کی کمی نہیں تھی۔ وہ لندن سے ٹائی ٹے نک پر سوار ہوئے ہوں گے تو ان کی عمر بھر کی کمائی ان کے پاس ہوگی۔ آخر وہ تمہارے لئے ہیرے ادھر سے ادھر کرتے رہے تھے۔

''لیکن ایک بات طے ہے۔ انہوں نے بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ فریڈ ہینلے نے مجھے بتایا تھا کہ البرٹ کہتا تھا...... میں یہ کاروبار اپنی فیملی میں ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کاروبار کو کبھی پھیلایا نہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ دونوں خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہتے تھے۔

مائیک راجرز نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ ''تم آخر ثابت کیا کرنا چاہتے ہو''۔

''تم اپنا دماغ بھی استعمال کرو''۔ میں نے جھنجھلا کر کہا۔ ''اور نہیں کر سکتے تو اپنے آقا سے پوچھو''۔

مائیک نے اپیل کرنے والے انداز میں رائنکر کو دیکھا۔ ابتدا میں تو رائنکر نے جیسے کچھ سنا ہی

نہیں۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خالی پن تھا۔ مگر پھر اس کے ہونٹ ہلے۔ ''جب ایوا مجھے دوبارہ ملی تو ابتدائی عرصے میں تو میں ٹھیک سے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا۔ ایوا واپس آ گئی تھی اور بچنے والوں کی فہرست میں ان منحوسوں کے نام نہیں تھے۔ یہ میری تسلی کیلئے بہت تھا۔ مگر پھر ڈاکٹر اسٹیونز نے مجھے بتایا کہ انہوں نے میری بیٹی کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اس کے بعد تو میں ان کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا''۔ اس نے گہری سانس لی۔ ''ہر رات میں گھٹنوں کے بل جھک کر خدا سے دعا کرتا کہ وہ انہیں زندہ کر دے تا کہ میں انہیں تلاش کروں اور اپنے ہاتھوں سے انہیں سزا دوں...... میں ان کی آنتیں نکال کر چباڈالنا چاہتا تھا......''۔

''مسٹر رائنکر''۔ مائیک کے لہجے میں تنبیہ تھی۔ ''خدا کے لیے، آپ......''۔

مگر رائنکر نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ ''اسی ہفتے مجھے میرا انعام مل گیا''۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا''اور یہ کتنی عجیب بات ہے حالانکہ اس سے پہلے، نہ اس کے بعد...... اس دعا کے سوا میری کوئی دعا کبھی قبول نہیں ہوئی''۔

''حساب کسی نہ کسی طرح برابر ہو جاتا ہے مسٹر رائنکر''۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''خدا نے تمہاری دعا سنی اور ادھر جان میک فارلینڈ جو خدا سے امیر آدمی بننے کی دعا کرتا تھا، تو وہ دعا تمہاری وجہ سے پوری ہوئی۔ تم نے اسے امیر آدمی بنا دیا''۔

رائنکر نے میرے انداز پر حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ ''بیٹے...... میک فارلینڈ میرے لئے جو اطلاع لایا تھا، اس کے سامنے دولت کی کوئی حیثیت نہیں تھی''۔

''تمہاری سخاوت نے اسے دونوں عظیم جنگوں کے درمیانی وقفے میں باعزت ریٹائرمنٹ کا موقع فراہم کر دیا۔ اس کے تو عیش ہو گئے''۔

''میک فارلینڈ لالچی آدمی نہیں تھا''۔ رائنکر کی نگاہیں کہیں اور تھیں...... کسی اور عہد میں''۔ وہ ڈیوپورٹ میں میرے گھر مجھ سے ملنے آیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے پاس بہت اہم معلومات ہیں۔ مگر وہ صرف مجھے...... ذاتی طور پر صرف مجھ سے بات کرے گا......''۔

☆☆☆

ولیم رائنکر کی اسٹڈی میں میک فارلینڈ اور رائنکر کافی کے گھونٹ لے رہے تھے۔ وہ اس وقت لاج میں تھے، جہاں رائنکر موسم گرما میں رہنے آتا تھا۔ باہر لان میں خادمہ ایوا کو ٹہلا رہی تھی۔ میک فارلینڈ بولے جا رہا تھا...... اور رائنکر لان میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کی سماعت پوری طرح میک فارلینڈ کی باتوں پر مرکوز تھی۔ باہر ایوا نے مضبوطی سے خادمہ کا ہاتھ پکڑ

رکھا تھا، جیسے ہاتھ چھوٹا تو وہ گر جائے گی۔ کبھی کبھی تو وہ ایسی ہو جاتی تھی کہ خود سے چل بھی نہیں سکتی تھی۔

رائیکر نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اسے احساس ہوا کہ میک فارلینڈ خاموش ہو گیا ہے۔ ''اور تم نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں کو کار پیتھیا سے اتر کر رخصت ہوتے دیکھا''؟ اس نے میک فارلینڈ سے پوچھا۔

''جی ہاں جناب''

''تجھ اندازہ ہے کہ وہ کس طرف گئے تھے''؟

''نہیں جناب۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہاں ہزاروں افراد تھے۔ اور بارش کی وجہ سے افراتفری بھی تھی......''۔

''ہاں، مجھے یاد ہے''۔ رائیکر چند لمحے باہر لان میں دیکھتا رہا۔ پھر اچانک تن کر بیٹھ گیا ''کیری، آج کیلئے اتنا ہی کافی ہے''۔ اس نے خادمہ کو پکارا۔ ''اب ایوا کو اندر لے جاؤ''۔

میک فارلینڈ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ ''ایوا کیسی جا رہی ہے سر''؟

''وہ...... یہ سمجھو، بہتری کی طرف مائل ہے''۔ رائیکر ایوا کو رک رک کر اندر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ''ہاں تو مسٹر میک فارلینڈ، تم بلاشبہ بہادر بھی ہو اور باتدبیر بھی......''۔

''اصل میں میں بہت خوفزدہ تھا مسٹر رائیکر، کبھی خوف بہت طاقتور محرک بھی بن جاتا ہے''۔

''نہیں، وہ طنز نہیں تھا۔ میں نے کسی اور خیال سے وہ بات کہی تھی''۔ رائیکر نے جلدی سے کہا۔ ''تمہارے لیے یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ ڈاکٹر اسٹیونز نے مجھے یہ سب کچھ بتا دیا ہے کہ ایوا پر کیا گزری۔ میرے لئے وہ اتنا بڑا شاک تھا کہ اس سے سنبھلنے میں مجھے کئی دن لگے۔ اگر تم فوراً ہی یہ کہانی لے کر میرے پاس آ گئے ہوتے تو......'' اس نے نظریں اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔ ''تمہیں پرانے زمانے کا دستور معلوم ہے۔ جو قاصد بادشاہ کے پاس کوئی بری اور تباہ کن خبر لے کر آتا تھا تو بادشاہ جلاد کو اس کا سر اڑانے کا حکم دے دیتا تھا''۔

میک فارلینڈ کے جسم میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ ''کیا واقعی سر''؟

''ہاں، بادشاہ تو ایسے ہی ہوتے ہیں، خوش قسمتی سے ہم ایک مہذب دنیا میں جی رہے ہیں۔ میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھ پر اعتماد کیا اور مجھے یہ سب کچھ بتایا''۔ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک بک نکالی۔ ''آج ایوا زندہ ہے تو صرف تمہاری وجہ سے''۔ اس نے چیک میک فارلینڈ کی طرف بڑھایا۔

میک فارلینڈ نے دس ہزار کے چیک کو دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ ''مسٹر رائیکر، میرا ہرگز یہ......''

''میں جانتا ہوں۔ لیکن یہ تو میری خوشی کی بات ہے۔ تم قبول کر لو گے تو یہ میری عزت افزائی ہوگی......''۔

میک فارلینڈ نے لڑکھڑاتی آواز میں اس کا شکریہ ادا کیا اور چیک کو تہ کر کے اپنے بٹوے میں رکھ لیا۔ رائیکر نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ ''کبھی میری کسی بھی طرح کی مدد درکار ہو تو ہرگز تکلف نہ کرنا۔ میں حاضر ہوں......''۔

............☆☆☆............

''اور اسے مدد کی ضرورت پڑتی رہی......'' رائیکر نے کہا۔ 1920ء میں، 1926ء میں، 1935ء میں اور 1949ء میں۔ اس کیلئے جس رقم کی بڑی اہمیت تھی، میرے لئے وہ بے معنی، بے حیثیت تھی۔ سب کچھ مل ملا کر لاکھ ڈیڑھ لاکھ ڈالر ہی تو لیے اس نے اتنے برسوں میں۔ اس سے زیادہ تو میرا کافی کا خرچ تھا۔ اور میری بیٹی کی زندگی کے بدلے تو وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ احسان تو اس کا ہی بڑا تھا مجھ پر''۔

''ٹھیک کہتے ہیں آپ''۔ میں نے کہا۔ ''مگر میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ میک فارلینڈ نے جو معلومات آپ کو فراہم کیں، آپ نے ان کو کس انداز میں استعمال کیا۔ یعنی جب آپ کو پتا چلا کہ وہ دونوں زندہ ہیں تو آپ نے کیا کیا''۔ میں نے ایک آئیڈنٹی کٹ اسکیچ اٹھایا اور رائیکر کو دکھایا۔ ''ذرا اسے غور سے دیکھیں۔ اس شخص کو پہچانتے ہیں آپ''؟

''ہاں، شاید پہچانتا ہوں''۔ اس نے بڑے محتاط انداز میں کہا ''یہ سیونارولا کا کوئی کریو مین ہے...... ہے نا''؟

''وہ تو ہے ہی...... لیکن اس کے علاوہ بھی وہ بہت کچھ ہے''۔ میں نے اسکیچ ٹام بریمل کی طرف بڑھایا۔ ''انسپکٹر بریمل بھی یہ بات جانتے ہیں۔ اس شخص کا نام الفریڈو پیاچی ہے۔ اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ امریکہ اور یورپ میں منظم جرائم والوں کا قانون نافذ کرنے والا ایک رکنی کمیشن ہے اور وہ بھی پچھلے 25 برس سے......''

''نارمن''۔ مائیک نے جلدی سے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ میرے موکل کو......''

''ہمارے پاس وقت کم ہے''۔ میں نے رائیکر سے کہا۔ ''اپنے وکیل کو سمجھاؤ کہ بلاوجہ وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرے''۔

جھریوں بھرا ہاتھ سختی سے وھیل چیئر کے ہتھے پر جم گیا۔ ''وہ سیونا رولا پر موجود ہے تو ایسا میری وجہ سے نہیں ہے''۔ اس نے کہا۔ ''دراصل پیاچی کچھ لوگوں کی نمائندگی...... ہمارے سرمایہ کاروں کا نمائندہ ہے وہ''۔

''اسکالیسی فیملی کا''؟

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اور سرمایہ کار تو ایسے اور بھی ہوں گے''؟

''میں یہ بات کبھی پوچھتا نہیں''۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ مچلی۔ ''وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آدمی کو یہ آداب آ ہی جاتے ہیں''۔

''اور میرا خیال ہے، پیاچی نے جب ہمارا ہیلی کاپٹر تباہ کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ نے منہ پھیر لیا ہوگا۔ بعض اوقات پوچھنا ہی نہیں، جاننا بھی نامناسب ہوتا ہے''۔ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''نہیں''۔ اس کی پیشانی دہک اٹھی۔ ''میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہے ہو۔ مگر میں پوری سچائی کے ساتھ سمجھتا اور کہتا ہوں کہ وہ محض ایک خوف ناک حادثہ تھا''۔

''حقیقت ایک آدمی جانتا ہے''۔ ٹام بریمل نے سخت لہجے میں کہا۔ ''آپ یہ بتائیں، پیاچی اب بھی آپ کے جہاز پر موجود ہے''؟

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ وہ آتا جاتا رہتا ہے''۔ رائیکر نے جواب دیا۔ پھر وہ مائیک راجرز کی طرف مڑا۔ ''راجرز...... تم نے چیک کیا ہے؟''

''خاصے عرصے سے چیک نہیں کیا''۔ مائیک اپنی ٹائی سے خیالی گرد جھاڑنے لگا۔ ''سیونا رولا پر بے شمار لوگ کام کرتے ہیں''۔

''اور حقائق حسب ضرورت تمہاری یادداشت سے پھسل جاتے ہیں''۔ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ٹام بریمل کی پنسل اس کے پیڈ پر حرکت کر رہی تھی۔ ''ہم ابھی اس سلسلے میں معلوم کراتے ہیں نارمن''۔ اس نے کہا۔

ایوا نے ہاتھ بڑھایا اور رائیکر کے بازو کو چھو لیا۔ ''ڈیڈی...... آپ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ کیسے ملوث ہو سکتے ہیں''۔

رائیکر نے اپنی آنکھیں پونچھیں۔ ''میں نے یہ سب تمہاری خاطر کیا ڈارلنگ''۔

''تیری سمجھ میں نہیں آتی یہ بات''۔

''جب مجھے میک فارلینڈ نے بتایا کہ وہ دونوں زندہ ہیں تو میں نے ملک کے بہترین سراغ رسانوں کی خدمات حاصل کیں۔ میں کہتا تھا، صرف انہیں تلاش کر دو، میں منہ مانگا معاوضہ دوں گا''۔ وہ تلخی سے ہنسنے لگا۔ ''لیکن یہ وہ جگہ تھی، جہاں ایک بار تو میری دولت بھی ناکام ہو گئی۔ ایک سال گزرا، دو...... اور پھر پانچ سال ہو گئے۔ کچھ پتا نہیں چلا ان کا''۔ اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔

''تم سوچ ہی نہیں سکتیں کہ مجھ پر کیا گزر رہی تھی۔ مجھے اپنی نااہلی کا احساس کتنی شدت سے...... اور کتنی گہرائی میں ہو رہا تھا۔ میں دولت کے بل پر ہمیشہ اپنی مرضی کرتا آیا تھا۔ مگر یہاں میں ناکام تھا...... زندگی کے سب سے اہم معاملے میں۔ ان خبیثوں نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا تھا اور صاف بچ نکلے تھے۔ یہ میں کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

''بہر حال تلاش جاری رہی۔ میں نے کھلبلی تو مچا دی تھی۔ 1933ء میں اسکالیسی فیملی کا ایک نمائندہ مجھ سے ملنے آیا۔ مجھے اس کا نام نہیں معلوم۔ اس نے بتایا کہ فیملی کو میرے اس مسئلے کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔ ان کے پاس کچھ ایسے رابطے ہیں، جن پر میری رسائی ممکن نہیں۔ لیکن وہ اس سلسلے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں''۔ اس نے جیسے اس پرانی یاد پر کراہ کی بدمزگی کا اظہار کیا۔ ''اس آدمی نے یہی لفظ استعمال کیا تھا...... رابطے! وہ میرے لئے کھلی پیشکش تھی کہ میں گندے نالوں کے چوہوں سے دوستی کر لوں۔ میں نے جواباً کہا...... قیمت بتاؤ اپنی۔ جو مانگو گے، میں دوں گا۔

''مگر یہ پوچھنا مجھے بہت مہنگا پڑا۔ بہت بھاری قیمت چکائی میں نے۔ لیکن چند اور لاحاصل برس بیت گئے۔ میں نے تمہیں علاج کیلئے فراؤلین سلوٹ کے پاس سوئٹزرلینڈ بھیج دیا۔ پھر 1938ء میں خود بھی سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ میں نے اس بدبودار ملک سے منہ موڑ لیا تھا، جہاں وہ ملعون چھپے بیٹھے تھے اور سرتوڑ کوشش کے باوجود مجھے نہیں مل رہے تھے۔ اور پھر یہ......''۔

اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ''تم نے ٹھیک کہا پال۔ آخر میں معاملات برابر ہو جاتے ہیں۔ چھ ماہ بعد مجھے ایک فون کال موصول ہوئی۔ الفریڈو پیاچی نام کے ایک جوان نے جو اسکالیسی فیملی کے میامی اور سینٹ پیٹرزبرگ کے معاملات سنبھالتا تھا، ان کا پتا چلا لیا تھا۔ وہ دونوں سینٹ پیٹرزبرگ میں ایک اسٹور چلا رہے تھے۔ پیاچی اور اس کے آدمی ان پر نظر رکھے ہوئے تھے''۔

''یعنی مارتھا کلائن کی کہانی کا کم از کم یہ حصہ تو سچ تھا''۔ میں نے تبصرہ کیا۔

''فون پر مجھ سے پوچھا گیا کہ اب میں اس سلسلے میں کیا چاہتا ہوں۔ اگر میں معاملے کو فائنل کرنا چاہوں تو یہ بھی ہو جائے گا...... اور وہ بھی فوری طور پر......''۔

"نہیں ڈیڈی......" ایوا نے سر جھٹکا۔" پلیز ڈیڈی...... کہہ دیں کہ یہ جھوٹ......"۔

"مسٹر رائیکر" آپ کے وکیل کی حیثیت سے میں آپ کو یاد دلا دوں کہ......" مائیک راجرز جلدی سے بیچ میں کودا۔

"شٹ اپ راجرز"۔ رائیکر نے اسے ڈانٹ دیا۔ شام کی دھوپ میں اس کے چہرے کی جھریاں اور گہری ہوگئی تھیں۔"میں بوڑھا آدمی ہوں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہوں گا۔ تو پھر میں کیوں پرواہ کروں کہ کون جانتا ہے اور کون نہیں جانتا۔ کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا...... جیل میں ڈال دیں گے مجھے؟ سزائے موت دے دیں گے مجھے؟ میں نے پیٹا چی کو منہ مانگی قیمت ادا کی۔ وہ مجھے بھی خوش کرنا چاہتا تھا اور اپنے آقاؤں کو بھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ زیادہ محتاط نہیں تھا۔ ان دونوں کو اندازہ ہوگیا اور وہ نکل بھاگے۔ لیکن پیٹا چی ان کے پیچھے ہوائی تک گیا۔ وہ ادھیڑ عمر ہو چکے تھے اور موٹے اور غیر محتاط بھی۔ پیٹا چی نے پہلے اسٹیفن میرک کو ختم کیا اور پھر جولی کو۔ یوں یہ معاملہ ختم ہوگیا"۔

کمرے میں خاموشی تھی۔ رائیکر کی ٹھوڑی اس کے سینے سے جا لگی تھی۔

میں نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور انہیں دیکھنے لگا۔ ان میں لرزش تھی۔"تم خبیث بڈھے"۔ میں نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔"تو تمہیں معلوم تھا؟ تم ابتداء ہی سے جانتے تھے"۔

"کیا جانتا تھا"؟

"یہی کہ ان دونوں کی لاشیں میں نے دریافت کی تھیں"۔

اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔"بیٹے...... تمہیں بات سمجھنے میں بہت دیر لگتی ہے۔ یعنی تم خاصے کوڑھ مغز ہو۔ یقیناً میں یہ بات جانتا تھا۔ ورنہ میں نے جیفری پروکٹر کے سامنے یہ شرط کیوں رکھی ہوتی کہ یہ اسٹوری تم لکھو گے"۔

جینی کو میرے چہرے پر یقیناً کوئی بدصورت جذبہ نظر آیا ہوگا۔ تبھی تو وہ اٹھی اور لپک کر میرے اور رائیکر کے درمیان آ گئی۔

جیفری پروکٹر نے کہا۔"نارمن" میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ......"

"بعد میں بتانا جیفری، بعد میں......" میری آواز لرز رہی تھی۔ میں پھر اپنی میز پر ٹک گیا۔"تو یہ منحوس اسٹوری تمہارے لئے محض ایک مذاق کی حیثیت رکھتی تھی...... ایک لطیفے کی...... ہے نا؟ اور میں کوئی گلہری تھا؛ جو بے وقوفوں کی طرح ادھر ادھر دوڑ رہا تھا اور جسے کوئی سرا نہیں مل رہا تھا"۔

میں نے رائیکر سے کہا۔

رائیکر نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا۔"ممکن ہے، شروع میں ایسا رہا ہو۔ میں ابتداء ہی سے تمہارے کیریئر پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ بیٹے، جس طرح اتنی بڑی بے عزتی اور بدنامی کے بعد تم نے خود کو سنبھالا اور جس مقام تک لے آئے، وہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کتنے لوگ ایسا کر سکتے ہیں؟ لاکھوں میں کوئی ایک"۔

اس نے اداسی سے سر جھکایا اور بولا"اور مجھے اعتراف ہے کہ ہونا لولو میں تمہیں جن ناخوشگوار حالات سے گزرنا پڑا، ان کا کسی حد تک میں خود کو ذمے دار سمجھتا ہوں"۔

"مائی گاڈ...... تو کیا یہ تم اس کی تلافی کر رہے تھے"۔

"نہیں...... ارے نہیں...... تم سمجھے ہی نہیں"۔ اس کے لہجے میں احتجاج تھا۔"یہ سب کچھ یوں تھوڑا ہی ہونا تھا۔ تمہیں تو بس ٹائی ٹے نک کے بارے میں لکھنا تھا اور اس کی بازیابی کی مہم کے بارے میں۔ یوں اسی اسٹوری سے ان ہیروں کو زبردست پبلسٹی ملتی، جو ٹائی ٹے نک سے نکالے جانے والے تھے۔ جانتے ہو۔ 1912ء میں ان ہیروں کی مالیت 50 لاکھ ڈالر تھی۔ اب سوچو کہ اس وقت ان کی کیا قیمت ہوتی...... اور پبلسٹی کے بعد تو وہ کہیں کی کہیں جا پہنچتی۔ یہ تو سیدھا سا کاروباری معاملہ...... کاروباری کھیل تھا۔ بیٹے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم پاگلوں کی طرح اندھادھند ہاتھ پاؤں چلانا شروع کر دو گے۔ تمہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا کہ وہ دونوں ٹائی ٹے نک پر سفر کر رہے تھے۔ پتا نہیں کیسے معلوم ہوگیا تمہیں"؟

مجھے اپنا دل حلق میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن میں خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔"رائیکر...... تم ضرورت سے زیادہ چالاک ہو۔ اور وہ چالاکی ہی تمہیں لے بیٹھی۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ مجھے یہ بات خود مارتھا کلائن نے ہی بتائی تھی ہونا لولو میں۔ کیوں بتائی تھی، اس کے بارے میں میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بہرحال یہ بات میں ابتداء ہی سے جانتا تھا"۔

رائیکر کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ کچھ اور سکڑ گیا ہے۔ ایسا میرے ساتھ بھی کبھی ہو چکا تھا۔ میں جانتا تھا، جب آدمی کے بہترین منصوبے ناکام ہوتے ہیں تو وہ ایسے ہی چرمرا جاتا ہے۔

"اچھا یہ بتاؤ، وہ ہیرے مل گئے تمہیں"؟ میں نے پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔"اصل میں وہ دواؤں کے روپ میں جہاز پر لادے گئے تھے۔ وہ اب بھی جہاز میں موجود ہیں...... اپنے نکالے جانے کے منتظر۔ بدقسمتی سے وقت تیزی سے ہم لوگوں کے ہاتھ سے پھسلا جا رہا ہے...... خصوصاً میرے ہاتھ سے"۔

"ڈیڈی...... آپ کو کب معلوم ہوئی یہ بات"؟ ایوا نے پوچھا۔

"ابھی دو تین مہینے پہلے۔ اور یقین کرو، مجھے سکون ملا...... خوشی ہوئی یہ جان کر۔ بہت جی لیا میں...... طویل زندگی!" یہ کہہ کر رائیکر میری طرف مڑا۔ "ممکن ہے، تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے پال۔ لیکن سچ یہ ہے کہ گڑے مردے مجھے اچھے نہیں لگتے...... خاص طور پر اگر انہیں اکھاڑا جائے"۔

"جیسے ہیر اللہ ماسٹرسن"؟ میں نے کہا۔

"ہاں۔ ایک وہ بھی ہے۔ مگر اور بھی ہیں گڑے مردے اکھاڑنے والے"۔

"میں تمہاری پریشانی سمجھ سکتا ہوں"۔ میں نے کہا۔ "اگر وہ فلم پریس والوں کو دے دی جاتی تو البرٹ اور مارتھا کلائن کے روشن چہرے دنیا کے ہر ٹی وی اسکرین پر نمودار ہو جاتے...... اور ان کے ساتھ کلارا اور ایوا رائیکر کے چہرے بھی"۔

"یہ...... یہ تمہیں کیسے معلوم"؟

"ماسٹرسن نے ایک کاپی مجھے دی تھی۔ تمہاری بیٹی دیکھ چکی ہے"۔ میں نے اپنی فائلنگ کیبنٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "کہو تو چلا کر دکھاؤں"؟

"اوہ مائی گاڈ...... نہیں"۔ وہ کھنکھارا۔ "اور تمہارا کیا خیال ہے، اب کوئی فرق پڑتا ہے۔ پچاس سال میں نے ان دونوں کی یادوں کو کچلنے میں صرف کر دیئے۔ انہی کیوجہ سے میں پیٹا چی کو برداشت کرتا رہا۔ حالانکہ وہ مجھے اپنے گلے میں پڑا ہوا طوق لگتا ہے۔ اس نے میرے لئے جو کچھ کیا، وہ میں سراہنے پر مجبور ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے حقارت سے ٹام بریمل کو دیکھا۔ "مگر اب تم چاہو تو اسے گرفتار کر لو اور ہیرو بن جاؤ۔ مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے"۔

ایوا بڑے غور سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ "کیا آپ نے زندگی صرف...... صرف انتقام کے لئے گزاری ہے ڈیڈی"؟

"اور یہ بات تم پوچھ رہی ہو۔ کوئی اور پوچھتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا"۔

"جو کچھ آپ نے کیا، میں اس پر آپ کا شکریہ ادا کروں؟ اس پر فخر کروں کہ میرا باپ قاتل ہے"۔

"تو تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میں جب کار پیتھیا سے تمہیں لے کر آیا تو تم کس حال میں تھیں؟ مجھے ڈاکٹر اسٹیونز کی گفتگو اب بھی یاد ہے۔ اس نے کتنی احتیاط اور نزاکت بھری نرمی سے مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ لیکن دس سال کی بیٹی کے ریپ کے بارے میں کتنی ہی نزاکت سے بتایا جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دکھ ہلکا تو نہیں ہوتا۔

اذیت کم تو نہیں ہوتی"۔

اب وہ چیخ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں اذیت تھی۔ "تم جانتی ہو کہ 50 سال میں کیا محسوس کرتا رہا ہوں؟ میں تمہیں ایک کے بعد ایک اسپیشلسٹ کے پاس لے جاتا رہا ہوں۔ دو سال تک تمہارے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ میں راتوں کو تمہاری اذیت بھری چیخیں سنتا رہا ہوں۔ تم بار بار خودکشی کی کوشش کرتی رہیں اور میں نے...... یا کسی نے بھی تمہیں محبت اور شفقت دینے کی کوشش کی تو تم کیسے خوفزدہ ہو جاتی تھیں۔ میں نے تمہیں 50 سال جہنم میں تڑپتے دیکھا ہے اور میں خود بھی جہنم میں جلا ہوں اور تم مجھ میں احساس جرم پھونکنے کی کوشش کر رہی ہو"۔

"بالکل ابتداء میں آپ ہی نے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ آپ ہی کی دریافت تھے"۔ ایوا نے چیخ کر کہا۔

"تم ان معاملات میں بچی ہو ایوا......"

"بے کار کی باتیں"۔ ایوا نے حقارت سے کہا اور میری طرف اشارہ کیا۔ "جو کچھ ابھی اس نے بتایا، اس کے بعد بھی آپ میں اتنی ہمت ہے کہ مجھے وعظ دیتے ہیں۔ اگر آپ نے ان دونوں کا ہاتھ نہ تھاما ہوتا تو شائد یہ سب کچھ کرنے سے پہلے ہی وہ کسی جیل میں سڑ گئے ہوتے، جو ان کی اصل جگہ تھی۔ لیکن آپ نے انہیں ملازمت دی، مالی طور پر سہارا دیا۔ اسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے آپ کا گھر پھونک ڈالا۔ ان کی وجہ سے آپ بیوی سے اور میں ماں سے، اپنے بچپن سے اور ایک نارمل زندگی سے محروم ہوئی۔ ان کی وجہ سے میں کچلی اور ٹوٹی پھوٹی آپ کے پاس واپس آئی۔ مگر آپ کے لئے اتنا کافی نہیں تھا۔ آپ کو ان کے ساتھ مل کر ایک اور کھیل کھیلنا تھا......"۔

میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "ایوا...... چپ ہو جاؤ"۔

اس نے میری بات نظر انداز کر دی۔ "آپ گینگسٹر کا رول ادا کرنے لگے...... صرف انتقام کی خاطر۔ آپ کے خیال میں جو کچھ آپ کے...... بلکہ آپ کی فیملی کے ساتھ ہوا، اس کے بعد آپ کو قتل کا لائسنس مل گیا۔ آپ کیلئے قتل کرنا جائز ہو گیا۔ واہ ڈیڈی واہ...... اس کھیل میں تو بڑی سنسنی ہو گی...... بڑا لطف آتا ہو گا آپ کو......"؟

"کیا تم مجھے یہ بتا رہی ہو کہ ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں محسوس کرتیں...... ان کے اتنا کچھ کرنے کے باوجود! تمہیں ان پر غصہ نہیں آتا۔ نفرت نہیں محسوس ہوتی ان سے......"؟

ایوا کھڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ "اب تو بہت دیر ہو گئی۔ پھر بھی میں بتا دوں،

مجھے بالکل افسوس نہیں کہ وہ مر گئے۔ ہاں، میں یہ سوچتی ہوں کہ وہ کیسے مرے، قتل کیے گئے؟ اب ڈیڈی، میں ساری زندگی تو کسی سے نفرت نہیں کرسکتی۔ یہ آپ ہی کو مبارک ہو"۔

رائیکر نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے عجیب سی فتح مندی جھلک رہی تھی۔ "کوئی کچھ بھی کہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ مر چکے ہیں اور انہیں اذیت ناک موت نصیب ہوئی"۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔

میری بیوی نے غصے بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ مجھے اندازہ تھا۔ میں نے برسوں سے اسے اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا اور میں اس غصے کی وجہ بھی جانتا تھا۔ وہ گھٹیا پن اور غیر انسانی رویے برداشت نہیں کر سکتی تھی اور یہ پوری کہانی ایسے ہی رویوں سے عبارت تھی۔

غصہ تو مجھے بھی آ رہا تھا۔ مگر میں نے اسے ضبط کرتے ہوئے رائیکر سے کہا۔ "ایک بات تم بھی بھول گئے"؟

"کون سی بات"؟

"جان میک فارلینڈ کو کس نے قتل کیا"؟

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ہو بھی نہیں سکتا۔ وہ میرا محسن تھا۔ اس نے ایوا کی جان بچائی تھی"۔

"یہ میں بھی جانتا ہوں۔ تمہارے اسے قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ لیکن یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اسے کس نے قتل کیا"۔

"بیٹے ...... تم کیا کہہ رہے ہو"؟

میں چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر میں نے کہا "میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ بولو، کچھ کہا ہے میں نے؟ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میک فارلینڈ کو کس نے قتل کیا اور میں کچھ کہوں بھی تو اسے عدالت میں ثابت نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سلسلے میں میرے نزدیک سب سے مشتبہ شخص البرٹ کلائن ہے"۔

مائیک راجرز بری طرح چونکا۔ "البرٹ کلائن، یہ کیا کہہ رہے ہو تم"؟

"یا پھر مارتھا کلائن"۔ میں نے کندھے جھٹکے۔ "یا پھر دونوں۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا"۔

"لعنت ہو تم پر"۔ رائیکر نے زمین پر تھوک دیا۔ "مطلب کیا ہے تمہارا"؟

میرے کان جھنجھنا گئے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ مارتھا اور البرٹ کلائن مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں"۔

اس کے حلق سے ہلکی سی غراہٹ نکلی۔ "تم کس کی ٹانگ کھینچ رہے ہو پال"؟

"ایسی کوئی بات نہیں"۔ میں نے کہا۔ "میں نے حقیقت بیان کی ہے"۔

"حقیقت! حقیقت تو یہ ہے کہ الفریڈو پیٹاچی نے ان دونوں کو قتل کر دیا تھا"۔

"نہیں مسٹر رائیکر۔ ہونولولو میں دو قتل ہوئے تھے، پیٹاچی نے ان کا کریڈٹ لے لیا تھا۔ صرف اس لئے کہ قتل ہونے والوں کو مارتھا کلائن اور البرٹ کلائن کی حیثیت سے شناخت کیا گیا تھا"۔

"خدا کی پناہ ...... کیا کہہ رہے ہو تم ......"

"ٹام"۔ میں نے ٹام بریمل سے کہا۔ "ذرا تم وضاحت تو کرو"۔

"ٹام نے اپنی نوٹ بک سے منسلک ایک تھرموفیکس کاپی علیحدہ کرکے رائیکر کی طرف بڑھائی۔ "یہ ایف بی آئی کی تلاش گمشدہ کی رپورٹ ہے ...... 25 جنوری 1942ء کی۔ یہ کیلی فورنیا کی مارگریٹ کیرانز نے درج کرائی تھی ...... اپنے والد برائن ونٹرز کی گمشدگی کے سلسلے میں۔ رپورٹ کے مطابق 52 سالہ برائن ونٹرز 24 نومبر 1941ء کو پان امریکن کلپر فلائٹ نمبر 208 کے ذریعے لاس اینجلس سے ہونولولو کیلئے روانہ ہوا تھا۔ اس کا ارادہ تعطیلات گزارنے کا تھا اور ہونولولو اس کے پہلو دار سفر کی پہلی کڑی تھا۔ جہاز ہوائی میں خیریت سے اترا۔ لیکن برائن ونٹرز کو اس کے بعد کسی نے نہیں ......"

............☆☆☆............

برائن ونٹرا اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا!

اسے بھول جاؤ۔ اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔ اب تم چھٹیاں گزارنے نکلے ہو۔ تم نے بچوں سے وعدہ کیا تھا کہ تم یہ چھٹیاں مناؤ گے۔ بھول جاؤ وہ ایکسرے اور بلڈ رپورٹس اور وہ ڈاکٹر جن کے ہونٹوں پر دھلی دھلائی جراثیم سے پاک مسکراہٹیں ہوتی تھیں۔ بھول جاؤ وہ ریڈیم کے ذریعے کیا جانے والا علاج اور وہ مارفین کے انجکشن ...... اور اس کی چیختی ہوئی خشک اور بے رنگ جلد اور اس بیوی کی آنکھوں کے اس آخری تاثر کی جھلک، جو تمہیں بہت محبوب تھی، جسے اب تم کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔

اور بھول جاؤ اس کی تدفین کا وہ منظر ...... اس کی آخری رسومات ...... وہ پھول ...... وہ لوگوں کے آنسوؤں میں بھیگے تسلی کے الفاظ ...... وہ نحیف و نزار جسم، جسے دیکھ کر لگتا تھا کہ ہڈیوں پر کھال منڈھ دی گئی ہے ...... وہ جسم جو کبھی پھولوں کی طرح شاداب اور شگفتہ تھا ...... اور وہ استخوانی

چہرہ......

وہ اٹھا اور فرسٹ کلاس لاؤنج کی طرف چل دیا۔ نیلا یونیفارم پہنے ایک فضائی میزبان اسے دیکھ کر مسکرائی اور ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ اس نے رومال نکال کر اپنی پیشانی پونچھی اور ایک کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

''میں آپ کے لئے کچھ لاؤں جناب''؟ ایک اور فضائی میزبان نے اس سے پوچھا۔

''ہاں۔ کوکا کولا لا دو مجھے''۔

وہ گئی تو اس نے کاؤچ سے ٹیک لگائی۔ چھوٹی چھوٹی گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے سر اٹھایا تو اسے درمیانی راستے کے اس طرف بیٹھا وہ ادھیڑ عمر جوڑا نظر آیا۔ وہ دونوں تاش کا کھیل پوکر کھیل رہے تھے۔

''یہ آپ کی کوکا کولا جناب''

اس نے گلاس لے کر اسے گھمایا تا کہ آئس کیوب کچھ گھل جائیں۔ پھر ایک گھونٹ لے کر وہ دوبارہ اس جوڑے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عورت کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ کیونکہ اس کا شوہر تیسرا ہاتھ بنانے میں ناکام ہو گیا تھا۔ ''ہاہا...... دو میرے دو پوائنٹ اور ہوئے۔ مجھ سے کھیلنا تمہارے بس کی بات نہیں...... وہ کہہ رہی تھی۔

''تم بے ایمانی نہ کرو تو پتا چلے......''۔

''یہ تو وہی ہوئی...... انگور کھٹے ہیں۔ ہار کر رونا کوئی اچھی بات نہیں''۔

ونٹر مسکرا دیا۔ مرد دوبارہ پتے بانٹ رہا تھا۔ اس نے پانچ پتے بیوی کو دیئے اور پانچ اپنے پاس رکھے۔ ونٹر انہیں غور سے دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ لوگ کہاں کے ہو سکتے ہیں۔

''معاف کیجئے گا......'' کسی نے اسے چونکا دیا۔

ونٹر نے پلکیں جھپکائیں۔ ''جی......''؟

''آئی ایم سوری''۔ عورت کے ہونٹوں پر بہت کشادہ مسکراہٹ تھی۔ ''دراصل آپ یہاں بیٹھے اتنے اکیلے لگ رہے تھے کہ مجھ سے رہا نہیں گیا۔ آپ ہمارے ساتھ آ جائیں نا''۔

''وہ...... میں دراصل......''

''اوہ...... سوری......'' وہ پھر مسکرائی۔ ''میں مارتھا کلائن ہوں اور یہ میرے شوہر البرٹ کلائن''۔

''کیسے ہیں آپ''؟ البرٹ نے کہا۔

''اوہ ہیلو......'' ونٹر نے البرٹ سے ہاتھ ملایا۔ ''میں...... میں خود کو آپ لوگوں پر تھوپنا نہیں......''۔

''کسی بات کرتے ہیں۔ آپ کو یقیناً کھیلنا آتا ہوگا''۔ البرٹ نے دانت نکالے۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا......''

''ریل روڈ کھیلنا آتا ہے آپ کو......''

''ٹھیک سے یاد نہیں ہے''۔

''اچھا...... کٹ تھروٹ تو کھیل لیں گے''۔

''ہاں...... یہ ٹھیک ہے''۔ ونٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

''بس تو اب کٹ تھروٹ کھیلیں گے''۔

☆☆☆

تین گھنٹے گزر گئے اور اسکور پیڈ پر تمام اندراجات اباؤ دی لائن ہوئے تھے۔ کوئی ابھی تک ایک گیم بھی نہیں بنا سکا تھا۔

مارتھا نے پتوں پر سے سر اٹھا کر دیکھا۔ ''تو آپ کی بیوی مر چکی ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔ مگر آج کل بیویاں کثرت سے شوہروں کا ساتھ چھوڑنے لگی ہیں''۔

ونٹر نے وہ ہاتھ بنا کر ایک طرف رکھا۔ ''بڑھاپے میں یہ مسئلہ تو ہوتا ہی ہے''۔

''جی ہاں۔ اسی لئے تو میں اور ال اس ٹرپ پر نکل کھڑے ہوئے''۔

البرٹ نے بدمزگی سے کہا۔ ''تمہیں پتا چلنا ہے مارتھا۔ کھیلو گی یا نہیں''۔

''چھوڑو نا۔ بات تو کرنے دو''۔ مارتھا نے کہا اور ونٹر کی طرف مڑی۔ ''ہر سال ہم بچوں کے لئے بچاتے رہے۔ پھر میں نے کہا، اب ہماری باری ہے۔ اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے، موقع سے فائدہ اٹھانا ہوگا''۔

''یہ عقل مندی کی تم نے''۔ ونٹر کا دھیان اب اپنے پتوں کی طرف نہیں تھا۔ ''تب بھی ایک سال لیٹ ہو گیا''۔

البرٹ نے پانچواں ہاتھ اٹھایا اور بولا۔ ''آپ لائٹ ہو گئے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ وقت دھوکے باز ہے۔ جب سے میں اور مارتھا ٹائی ٹینک سے بچ کر نکلے ہیں تو ہم نے سمجھ لیا کہ اعتبار کے قابل صرف موجودہ پل ہے۔ اگلے پل کا کوئی اعتبار نہیں''۔

"ارے..... واقعی"۔ ونٹر نے اپنے پتے پھینک دیئے۔

"جی ہاں۔ تقریباً تیس سال ہو گئے موت سے بچ کر نکلے۔ اب ہم دس ہزار فٹ کی بلندی پر پوکر کھیل رہے ہیں۔ سمندر سے نکلے اور فضا میں اڑنے لگے۔ زندگی بھی کبھی عجیب تماشے کرتی ہے"۔

ونٹر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "تم ٹائی ٹے نک کے بارے میں مذاق کر رہے ہو"؟

"نہیں جناب۔ یہ مذاق نہیں۔ اٹل حقیقت ہے"۔ البرٹ نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

☆☆☆

چار گھنٹے بعد جہاز ہونولولو ایئر پورٹ پر اترا۔ اسی وقت تک ان تینوں کے درمیان خاصی بے تکلفی ہو چکی تھی۔ برائن ونٹر نے ٹرمینل بیگج کلیم سے اپنا ٹوسوٹر لیا اور کھڑکی سے باہر دیکھا۔ رات کے تیور کچھ طوفانی لگ رہے تھے۔

مارتھا کلائن نے ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھا۔ "آپ کہاں قیام کریں گے مسٹر ونٹر"؟

"رائل ہوائیاں میں"

"اوہ..... ہم نے موآنا میں کمرے بک کرائے ہوئے ہیں۔ یعنی ہم پڑوسی ہوئے۔ کیوں نہ آج آپ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں"۔

ونٹر معذرت کرنے ہی والا تھا۔ لیکن باہر موسم کے تیور دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں نہیں مارتھا۔ بلکہ میں شکر گذار ہوں....."۔

☆☆☆

برائن ونٹر نشے میں دھت تھا۔ اسے ہر چیز تیرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی..... مارتھا بھی اور البرٹ کلائن بھی..... اور وہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"ایک آخری ڈرنگ اور" البرٹ نے کہا۔ تھوڑی سی شیمپین بچ گئی ہے"۔

"شیمپین" برائن ونٹر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ "اتنا کچھ پینے کے بعد شیمپین بھی۔ او مائی گاڈ، ال....."

لیکن البرٹ شراب انڈیل چکا تھا۔ "اب یہ جام....."؟

"کس کے نام....." مارتھا نے ہنستے ہوئے پوچھا اور ونٹر کے قریب ہو گئی۔

"ہم سب کے نام"۔ ونٹر نے جام بلند کرتے ہوئے کہا۔

انہوں نے جام ٹکرائے..... اور گھونٹ لئے۔ برائن ونٹر ہنسے جا رہا تھا۔ اسے پتا بھی نہیں چلا کہ مارتھا نے اس کی جیکٹ کی جیب سے پاسپورٹ نکال لیا ہے۔

☆☆☆

اگلی صبح ناشتے پر وہ یکجا ہوئے تو برائن ونٹر نے وہ بری خبر انہیں سنائی۔

"آپ کو کب پتا چلا کہ وہ غائب ہے"؟ البرٹ نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"آج صبح۔ میں نے اپنی جیکٹ لٹکائی اور جیبیں ٹٹولیں تو پتا چلا کہ پاسپورٹ غائب ہے۔ میں نے ہر جگہ دیکھ لیا۔ بے چاری خادمہ نے پورا کمرا تلپٹ کر دیا۔ لیکن پاسپورٹ نہیں ملا"۔ وہ اپنی کافی میں کریم ملانے لگا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی اس طرح کی چیز کیوں چرائے گا"؟

"ممکن ہے، آپ نے کہیں گرا دیا ہو"۔ مارتھا نے کہا۔

"بہر حال جو بھی ہوا ہو، مجھے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ جا کر اس کی اطلاع دینی ہے"۔ اس نے کہا اور غور سے البرٹ کو دیکھا۔ "کیا بات ہے البرٹ، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔ مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے"۔

"میں نے بھی یہی کہا تھا"۔ مارتھا نے فکرمندی سے البرٹ کی پیشانی چھوتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے، ڈاکٹر کو دکھانا....."۔

البرٹ نے مارتھا کا ہاتھ جھٹک دیا۔ "میرے پیچھے مت پڑو۔ خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو۔ پاگل عورت، اس کیفیت کو خمار کہا جاتا ہے۔ رات اتنی زیادہ پی تھی تو صبح یہ تو ہونا ہی تھا"۔

ویٹران کے لئے موسمی کا جوس لے آیا۔

البرٹ نے برائن ونٹر کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ دونوں میری وجہ سے اپنی تفریح برباد نہ کریں۔ مارتھا آج صبح پالی جانا چاہتی تھی۔ برائن، تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ میں چند گھنٹے آرام کروں گا تو طبیعت بہتر ہو جائے گی"۔

"میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں"۔ مارتھا بولی۔

"فضول باتیں مت کرو"۔ البرٹ نے کہا اور کرائے پر لی ہوئی کار کی چابیاں برائن کی طرف بڑھائیں۔ "برائن..... تم فورڈ لے جاؤ..... اور ہاں، خوب تفریح کرنا۔ اور بے شک واپسی میں اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ بھی ہوتے آنا"۔

ویٹر نے مارتھا اور البرٹ کو جوس کے گلاس دیئے اور برائن ونٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ البرٹ نے ٹرے سے تیسرا گلاس بھی اٹھا لیا۔ تم جاؤ۔ میں دے دوں گا جوس برائن کو"۔ اس نے کہا

"گلاس لینے کے دوران اس کی دو انگلیوں میں دبی ہوئی سفید ٹکیہ گلاس میں ٹپک گئی۔ پھر البرٹ نے جوس کا گلاس ونٹر کی طرف بڑھا دیا۔

"تم بھی چلتے تو اچھا ہوتا"۔ برائن ونٹر نے کہا۔

"کل سہی"۔ البرٹ نے کہا۔ برائن جوس پی رہا تھا۔ "بس تم مارتھا کو بور نہ ہونے دینا اور اس کا خیال رکھنا"۔

......☆☆☆......

فورڈ پالی ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ "خوبصورت جگہ ہے...... ہے نا"؟

مارتھا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں......خوبصورت ہے، کاش سینٹ پیٹرز برگ بھی ایسا ہی ہوتا"۔

"کیوں......گھر یاد آ رہا ہے"؟

"نہیں......ایسی کوئی بات نہیں۔ پالی دیکھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ میں جلد از جلد وہاں پہنچ جانا چاہتی ہوں"۔

"پالی خوبصورت تو ہے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے خونریزی بھی بہت دیکھی ہے"۔

"میں ایسی باتیں یاد نہیں کرتی" مارتھا نے منہ بنا کر کہا۔

کار ایک موڑ کاٹ رہی تھی۔ اچانک برائن ونٹر پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔ "میرا خیال ہے، مجھے ناشتہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پیٹ میں درد ہو رہا ہے"۔ اس نے کہا۔

"کیا واقعی"؟

برائن ونٹر کے ہونٹ اب لرز رہے تھے۔ "میری طبیعت تو بہت تیزی سے بگڑ رہی ہے......" اس کے بعد وہ بولنے کے قابل نہیں رہا اور سیٹ پر گر کر تڑپنے لگا۔ اذیت اسے بے حال کیے دے رہی تھی۔

کار قابو سے باہر ہو رہی تھی۔ مارتھا نے جلدی سے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اس نے لات مار کر برائن کے پاؤں کو پیڈل سے ہٹایا۔ برائن کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ مارتھا نے گاڑی کو سنبھال لیا۔

مارتھا نے ادھر ادھر دیکھا۔ ہائی وے پر کوئی اور گاڑی نہیں تھی۔ اس نے گاڑی کو ایک گڑھے میں گھسایا اور انجن بند کر دیا۔ چابی کو اس نے اگنیشن میں ہی لگا رہنے دیا۔

برائن ونٹر اب منہ کے بل گرا ہوا تھا۔ مارتھا نے اسے سیدھا کیا اور اپنے پرس سے پاسپورٹ

نکال کر اسے برائن کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ دیا۔ اس ایک لمحے میں بڑی تیزی سے برائن ونٹر آنجہانی البرٹ کلائن بن گیا۔

مارتھا نے حلق پر ہاتھ رکھ اس کی نبض محسوس کرنے کی کوشش کی۔ اس کی آنکھیں پہلے ہی ہر تاثر سے محروم ہو چکی تھیں۔ مارتھا مطمئن ہو گئی کہ وہ مر چکا ہے۔ اس نے برائن کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کا سر ونڈ شیلڈ سے ٹکرا دیا۔ شیشہ ٹوٹا اور ٹکڑے اڑے۔ اس نے برائن کو دھکیلا اور ٹوٹا ہوا ایک شیشہ اٹھایا اور عقب نما آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اپنے چہرے اور بازوؤں پر چند خراشیں لگائیں......

سڑک اب بھی سنسان تھی۔ وہ کار سے اتری اور ہائی وے پر پلٹ کر ہونا لولو کی طرف چلنے لگی۔ اوپر پہاڑوں کی طرف سے سیاہ بادل اکٹھے ہو رہے تھے۔ بارش ہونے والی تھی۔ مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ پورے اعتماد سے بڑھتی رہی۔ بارش ہو یا نہ ہو، اس نے جو کہانی تیار کی تھی، اسے کوئی چیلنج کرنے والا نہیں تھا۔ کار اس کی کہانی کو ثابت کر دیتی۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کتنا پیدل چلنا پڑے گا......

جب تک کوئی گاڑی نظر نہیں آتی......!

......☆☆☆......

"......مارتھا اور البرٹ اپنے شکار کا انتخاب بڑی احتیاط اور عرق ریزی سے کرتے تھے"۔ میں نے کہا۔ "برائن ونٹر اس عرصے میں رنڈوا ہوا تھا۔ ہوائی میں اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ عمومی طور پر وہ البرٹ کلائن سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ برائن ونٹر کو وہ دونوں پر کشش لگے۔ ایوا......تم جانتی ہو کہ وہ جب جی چاہتا، اپنی کشش کے سوئچ کو آن اور آف کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ برائن ونٹر سے دوستی کر لینا ان کے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ اس کا پاسپورٹ چرانا بھی ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جعل سازی کے بھی وہ ماہر تھے۔ اپنے کمرے میں انہوں نے برائن ونٹر کے پاسپورٹ پر سے اس کے دستخط اور کچھ اندراجات مٹائے اور ان کی جگہ البرٹ کلائن کے دستخط اور کوائف درج کر دیئے۔ زہر دینے کے کام میں بھی وہ ماہر تھے۔ مارتھا کے ساتھ ونٹر کو باہر بھیجتے ہوئے انہوں نے ونٹر کو زہر دیا اور ٹائمنگ کا خاص خیال رکھا۔

"آنسو بہاتی ہوئی، لرزتی آواز میں ایسے باتیں کرتی، جیسے وہ کسی گہرے شاک میں ہو، وہ منحوس عورت، وہ مکار عورت......قسمت مجھے اس کی طرف لے گئی۔ میں اس وقت بھی اس کی آواز

سن سکتا ہوں ...... میرے شوہر کو ہارٹ اٹیک نہیں ہوا ہے۔ اسے قتل کیا گیا ہے ...... زہر دیا گیا ہے۔ تمہیں ان کو پکڑنا ہوگا آفیسر، جنہوں نے اسے قتل کیا ہے......

ایمبولینس آئی، لاش لے جائی گی، پوسٹ مارٹم ہوا اور ڈاکٹروں نے تشخیص کیا کہ مقتول کو تنوٹین سلفیٹ نامی زہر دیا گیا ہے''۔

میں چند لمحے چھت کو گھورتا رہا۔ پھر میں اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ تاسف سے ایک آہ بھر کر میں نے سلسلۂ کلام جوڑا۔''اور میں نے مان لیا۔ میں اس وقت صرف بیس سال کا تھا۔ مجھے مارتھا بے ضرر اور قابل رحم لگی۔ مجھے اس کی کہانی پر یقین آ گیا۔ میں موآنا ہوٹل اسے لینے کیلئے گیا، تب بھی مجھے اس پر اور اس کی کہانی پر یقین تھا۔ موآنا ہوٹل میں جب میں پہنچا تو مارتھا اور البرٹ اپنے ایک اور نئے دوست کو ٹھکانے لگا کر فارغ ہوئے تھے''۔

میں نے اپنی دراز کھولی اور پلاسٹک کے بیگ میں لپٹا ہوا شیشے کا وہ سبز گلدان نکالا۔''یہ موآنا ہوٹل کی کیتھرین مورس نامی ایک خادمہ کی ملکیت ہے۔ ہونالولو پولیس کو مارتھا کلائن کے قتل کے سلسلے میں اس پر شبہ تھا۔ 13 نومبر کو جب میں نے مارتھا کلائن کی لاش دریافت کی ......''میرے لہجے میں شرمندگی در آئی۔ تاہم میں نے اپنی بات جاری رکھی''......اس سے چند گھنٹے پہلے کیتھرین مورس اپنے مینجر سے بیماری کے بہانے چھٹی لے کر گئی تھی۔ اس کے بعد اسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ برائن ونٹر کی طرح وہ بھی صفحہ ہستی سے ناپید ہوگئی۔ خوش قسمتی سے مجھے اس کی بیٹی سے یہ گل دان مل گیا۔ شام بریمل اور ان کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ساتھ اس گلدان پر سے کچھ نشان اٹھانے میں کامیاب ہوگئے''۔

ٹام بریمل نے کھنکھار کر اپنا گلا صاف کیا۔''اس گلدان پر سے کم از کم چھ مختلف افراد کی انگلیوں کی نشانات اٹھائے گئے''۔ اس نے کہا''لیکن ان میں دو ...... ایک داہنے انگوٹھے کا اور ایک بیچ کی انگلی کا نشان ہونالولو پولیس اور ایف بی آئی کے ریکارڈ سے میچ کرتے تھے۔ اور آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ وہ نشان مارتھا کلائن کے ہیں ...... آنجہانی مارتھا کلائن''۔

ولیم رائیکر ایسے ساکت بیٹھا تھا کہ اسے سانس لینا ہی یاد نہیں رہا تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا۔''یہ اندازہ لگانا کچھ دشوار نہیں کہ مارتھا کلائن نے کیتھرین مورس کو کیسے اپنے جال میں پھنسایا ہوگا۔ اس کے پاس دو مؤثر ہتھیار تھے ...... بھاری ٹپ اور چکنی چپڑی باتیں۔ اس نے کیا ہوگا ...... اوہ مائی ڈیئر، اس زمانے میں خدمت گزاری کہاں رہ گئی ہے۔ تم غیر معمولی عورت ہو ...... کیا نام ہے تمہارا؟ میں تمہارے مینجر کو تمہارے بارے میں ضرور بتاؤں گی۔

''کیتھرین کو اندازہ بھی نہیں ہوا ہوگا کہ اب اس کی سانسیں گنی جا چکی ہیں۔ بس اس کے بعد اس نے ایک بار مارتھا کلائن کی طرف پیٹھ کرنے کی غلطی کی ہوگی اور اعشاریہ دو پانچ کی گولیاں اس کی ریڑھ کی ہڈی کو تباہ کر گئی ہوں گی۔ اس کے بعد اس نے منہ پر رومال رکھ کر فون پر مینجر سے بات کی ہوگی کہ وہ بیمار ہے اور گھر جا رہی ہے۔ پھر اس نے البرٹ کو فون کیا ہوگا، جو اس وقت کہیں چھپا ہوا ہوگا۔ البرٹ آیا ہوگا اور ان دونوں نے لاش کو کاٹ پیٹ کر ٹو سوٹر میں بھرا ہوگا ...... میرے لئے''۔

میرے منہ میں تلخی کا ذائقہ بھر گیا تھا۔ مگر میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ وہ تلخی تو بیس سال سے میرے اندر تھی۔''پولیس کے پاس لاش کی شناخت کے لئے انگلیوں کے نشانات کے سوا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور قدرتی طور پر کیتھرین مورس کی انگلیوں کے نشانات کمرے میں بیسیوں جگہ موجود ہوں گے۔ آخر وہی کمرے کی صفائی کرتی تھی۔ بس انہیں اتنا کرنا تھا کہ مارتھا کلائن کے پاسپورٹ سے اس کی انگلیوں کے نشانات مٹا کر اسے کیتھرین کے ہاتھ میں تھما دیتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے سامان پر جا بجا کیتھرین کی انگلیوں کے نشانات ثبت کر دیئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے البرٹ کلائن کی ہر چیز کو احتیاط سے پونچھا ہوگا کہ کہیں کسی چیز پر اس کی انگلیوں کے نشان نہ رہ جائیں اور پولیس برائن ونٹر کے نشانات سے ان کا موازنہ نہ کر بیٹھے۔ حالانکہ ایسا کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن غیر محتاط رہنا ان دونوں کے مزاج میں ہی نہیں تھا۔

''موآنا ہوٹل کے بغلی دروازے کے راستے کھسک لینے سے پہلے انہیں ایک کام اور کرنا تھا۔ انہوں نے چاقو لے کر کیتھرین کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گدے سے ربڑ کی شیٹ اتار کر انہوں نے ان ٹکروں کو......''میری آواز بری طرح لرز رہی تھی۔

''نارمن''ایوا نے مجھے ٹوکا۔''ضروری نہیں کہ تم تصور کو اتنا زیادہ استعمال......''

''انہوں نے بہت تیزی سے ...... بڑی احتیاط سے سرجنوں کی سی مہارت سے کام کیا۔ سوچو تو، خون کا ایک قطرہ، ہڈی کا ایک ذرہ بھی ربڑ کی شیٹ کے باہر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کمرے میں اتنی دیر رہا اور مجھے کسی غیر معمولی بات کا......''

''نارمن، بس کرو''۔ اس بار میری بیوی نے مجھے ٹوکا۔

''...... پھر ان ٹکڑوں کو شیٹ میں لپیٹ باندھ کر شیٹ کو ڈریس کیریئر میں ٹھونسا تھا۔ ڈریس کیریئر کی اتنی سمائی نہیں تھی۔ اس لئے اس کی زپ چر گئی۔ اور ڈریس کیریئر کو انہوں نے کوٹھری میں ٹھونس دیا۔ اب جو بھی اسے دریافت کرتا، اسے کیسا شاک لگتا۔ اور کیسی خوفناک سرخیاں لگتی

اخباروں میں......''۔

میں کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ اتنی دیر میں میں اپنی توانائی کھو چکا تھا۔ وہ تکلیف دہ یاد آج بھی اتنی ہی اذیت ناک تھی۔ کسی نے مجھ سے اظہار ہمدردی نہیں کیا۔ سب جانتے تھے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس سے میں اور زخمی ہوں گا۔

مجھے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی۔ پھر میں نے بات آگے بڑھانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ٹام بریمل نے مجھے اس زحمت سے بچالیا۔ ''اس جولائی میں مجھے اور نارمن کو عدالت نے ہونا لولو میں البرٹ کلائن کی قبر کھود کر......''۔

''مارتھا ہمیشہ آگے کی پلاننگ کرتی تھی''۔ میں نے کہا۔ ''اس مقامی تدفین کرنیوالے سے پہلے ہی تمام انتظامات پر بات کر رکھی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ غلط قسم کے لوگ مثلاً مائما اور فریڈ بیلے تدفین میں شرکت کیلئے آجائیں، جو کہ انہیں پہچانتے ہیں۔ اس نے فوری تدفین کی ہدایت دی تھی''۔

''اب ظاہر ہے، بیس سال پرانی لاش سے ہمیں فنگر پرنٹس تو نہیں مل سکتے تھے''۔ ٹام نے مداخلت کی۔ ''مگر خوش قسمتی سے برائن ونٹر کی بیٹی مارگریٹ کیرانز ابھی زندہ ہے اور اس نے ہمارے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ اسی کی مدد سے ہم نے گلینڈیل کے اسپتال سے برائن ونٹر کا میڈیکل ریکارڈ ملا۔ اس سے پتا چلا کہ جنگ کے دوران ونٹر کی ہنسلی کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹی تھی۔ البرٹ کلائن کی باقیات کا معائنہ کیا گیا تو اس ہڈی پر اب بھی وہ دو بال موجود تھے۔'' وہ کہتے کہتے رکا اور میری طرف دیکھا۔ یہ میرے لئے بات آگے بڑھانے کا اشارہ تھا۔

''اب میں نے کیتھرین مورس کی بیٹی سے بات کی''۔ میں نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''اگرچہ وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اس کیلئے اس کی ماں مردہ ہی بہتر تھی۔ جبکہ مارگریٹ اپنے باپ سے بہت محبت کرتی تھی۔ برائن ونٹرز کی گمشدگی کے کیس کی چھان بین کرتے ہوئے ایف بی آئی کو پتا چلا تھا کہ برائن ونٹر 6 دسمبر 1941ء کی شام ہونا لولو سے فلائٹ 702 کے ذریعے لاس اینجلس کیلئے روانہ ہوا تھا۔ مگر عجیب بات یہ تھی کہ اس بار اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی...... مسز ایڈتھ ونٹر۔

''مارگریٹ کو اطمینان ہو گیا کہ ہونا لولو میں اس کے باپ کو کوئی اچھی عورت مل گئی اور انہوں نے دوسری شادی کر لی۔ اور وہ ان کا دھیان رکھے گی۔ لیکن مسٹر اور مسز ونٹر لاس اینجلس ایئرپورٹ پر اترتے ہی جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ اس کے بعد نہ تو ایف بی آئی والوں کو ان کا کوئی سراغ ملا نہ مارگریٹ کیرانز کے پرائیویٹ سراغ رسانوں کو۔

''آپ تو مارتھا اور البرٹ کو جانتے ہی ہیں۔ میں انہیں ایڈتھ اور ونٹر کہنا ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔ وہ تو ٹائی ٹے نک سے بچ کر نکل آئے تھے۔ تاریخ ان کے تعاقب میں تھی اور وہ اسے بھی غچہ دیئے جا رہے تھے۔ خوش قسمتی بھی ان کے ساتھ تھی۔ جس وقت وہ ہونا لولو سے نکلے، اس کے دس گھنٹے بعد جاپان نے پرل ہاربر پر حملہ کیا۔ اگر وہ اس دن نہ نکلے ہوتے تو ہونا لولو میں ہی پھنس کر رہ جاتے اور پھر یقیناً ان کی پول کھل جاتی۔

''لیکن الفریڈ پیاٹی چی وہیں رہ گیا تھا۔ وہ اور اس کے آدمی حیران و پریشان تھے۔ وہ مارتھا اور البرٹ کا پیچھا کرتے ہوئے ہوائی آئے تھے اور اس کی ایک وجہ تھی۔ اب انہیں یہ حیرت تھی کہ وہ کون ہے، جو انہیں پیچھے چھوڑ گیا۔ جس نے ان کا کام کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ پیاٹی چی شکوک و شبہات میں مبتلا تھا۔ لیکن ہونا لولو پولیس نے لاشوں کی حتمی شناخت کر دی تھی۔ پیاٹی چی انہیں بھی خوش کرنا چاہتا تھا......'' میں نے ولیم رانیکر کی طرف اشارہ کیا۔ ''......اسے بغیر محنت کیے کریڈٹ بھی مل رہا تھا اور منہ مانگا معاوضہ بھی۔ وہ کفران نعمت کیوں کرتا۔ اس نے انہیں اطلاع دی کہ اس نے ان کے دونوں دشمنوں کو قتل کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جیسے فعال آدمی کو چند لمحوں کے لئے سہی، مگر اس بات پر ضرور شرمندگی ہوئی ہوگی کہ زندگی میں پہلی بار وہ قتل کی ایسی وارداتوں کے بارے میں ڈینگیں مار رہا ہے، جو اس نے نہیں کیں''۔

ولیم رانیکر خاموش تھا۔ لیکن اس کے جسم کا تناؤ بے حد نمایاں تھا۔

''سو ہوا یہ کہ الفریڈو پیاٹی چی کو منہ مانگا انعام مل گیا۔'' میں نے آہ بھر کے کہا۔ ''یوں یہ جن دوبارہ بوتل میں بند ہو گیا......بیس سال کے لئے۔ البرٹ اور مارتھا نے اپنے لئے نئے نام اور پس منظر تخلیق کیئے اور معاشرے میں گھل گئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اب وہ کس نام سے......اور کہاں رہ رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس بات کی کوئی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ اس جنوری تک وہ پیش منظر میں نہیں آئے۔ مگر پھر ماریانا اور نپ چون نے ٹائی ٹے نک کو دریافت کیا اور رانیکر کا نام میڈیا پر چھا گیا۔ انہوں نے اخبارات کے صفحہ اول پر شہ سرخیاں پڑھیں اور انہیں یہ بھی پتا چلا کہ اس سلسلے میں بیک گراؤنڈ اسٹوری میں لکھ رہا ہوں''۔

میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ''مارتھا اور البرٹ نے وقت بالکل ضائع نہیں کیا۔ جس روز یہ خبر نشر ہوئی، میرے پاس پریس والوں کی فون کالز کا تانتا بندھ گیا۔ ان میں بہت کم ایسے تھے، جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ میں نے ان میں سے بیشتر کو ٹرخا دیا۔ لیکن ایک شخص، جو اپنا تعلق اے پی سے بتا رہا تھا، میرے پیچھے ہی پڑ گیا۔ میں نے جھنجھلا کر اسے بتا دیا کہ میں ایک انٹرویو کے لئے

سینٹ پیٹرز برگ جا رہا ہوں۔

''اس میں سب کچھ غلط تھا۔ میں نے غلط وقت پر غلط شخص کو غلط بات بتائی تھی۔ میں یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ لیکن یقین سے کہہ رہا ہوں کہ وہ شخص البرٹ کلائن تھا۔ اور کسی طرح بات واضح ہی نہیں ہوتی۔ وہ واحد شخص تھا، جو جانتا تھا کہ میں سینٹ پیٹرز برگ جا رہا ہوں اور وہی ایک شخص تو تھا جو سمجھ سکتا تھا کہ میں وہاں جا رہا ہوں تو صرف مائما اور فریڈ ہنلے سے ملنے۔ اسی لیے وہاں مجھے یہ احساس ستاتا رہا تھا کہ کوئی میری نگرانی کر رہا ہے۔ ویسے انہیں ان سے کسی خطرے کا احساس ہرگز نہیں ہوا ہوگا''۔

میں نے تین کاغذ رائیکر کو دکھائے۔ ''جنوری میں جو میں نے سفر کئے، یہ ان تینوں پروازوں کے مسافروں کی فہرست ہے۔ آئیڈل وائلڈ سے سینٹ پیٹرز برگ، سینٹ پیٹرز برگ سے نیو یارک اور پھر نیویارک سے ایڈی لیڈ براستہ ہونالولو۔ ان تینوں فہرستوں میں میرے علاوہ ایک نام ......صرف ایک نام مشترک ہے...... مسٹر والٹر شائرر، میرا خیال ہے، میں نے ایک بوڑھے آدمی کو تینوں پروازوں کے دوران دیکھا ہوگا۔ لیکن دھیان نہیں دیا ہوگا۔

''والٹر شائرر نے ایڈی لیڈ میں چارٹر کمپنی سے معلوم کیا ہوگا تو پتا چلا ہوگا کہ میں طیارہ چارٹر کر کے کوبر پیڈی جا رہا ہوں۔ البرٹ بے حد مستعد اور قوت متخیلہ سے مالا مال آدمی ہے۔ وہ جہاز کے ذریعے لیبل کریک گیا ہوگا اور وہاں سے لینڈ روور کرائے پر لی ہوگی...... جان میک فارلینڈ تک پہنچنے کے خیال سے۔ اور وہ ایسا آدمی نہیں، جو صرف ذاتی عناد اور رنجش کی وجہ سے کسی کو قتل کر دے۔ اصل میں وہ اسی بات سے ڈر رہا تھا کہ میک فارلینڈ مجھے حقیقت بتا دے گا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ کچھ زیادہ ہی خوفزدہ تھا''۔

میں ولیم رائیکر کی طرف مڑا۔ ''وہ اب تک البرٹ کلائن کا آخری سراغ ہے''۔ میں نے کہا۔ ''میں نے اور ٹام نے ہر ممکن کوشش کر دیکھی۔ لیکن انہوں نے خود کو بہت کامیابی سے چھپا رکھا ہے۔ اور پتا ہے، وہ انہی ہیروں کے چکر میں ہے کہ موقع ملے تو انہیں لے اڑیں...... تمہاری طرح مسٹر رائیکر۔ تمہارے اور ان کے درمیان ہوس اور لالچ کے معاملے میں مستقل مزاجی قدر مشترک ہے''۔

رائیکر کے ہونٹ بھنچے۔ ''تم تکلیف دہ آدمی...... تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟''۔

''تمہارے ساتھ؟ ہاں...... یہ تو میں جانتا ہوں''۔

''میں نے انہیں پالیا۔ وہ میرے تھے...... صرف میرے''۔ اس کا پورا چہرہ لرز رہا تھا۔ ''ہر

رات میں دعا کرتا...... صبح تک دعا کرتا...... اے خدا، انہیں مجھ کو دے دے...... اب میں پوچھتا ہوں، کیا وہ گناہ تھا؟ کیا میں حق پر نہیں تھا؟

''پھر خدا نے میری سن لی۔ بیس سال بعد...... مجھے میری دعاؤں کا بہت اچھا صلہ ملا۔ اب جو کچھ انہوں نے کیا تھا، اس کی انہیں سزا ملنی تھی اور انہیں سزا دے کر میں خوشی سے مر سکتا تھا...... طمانیت سے...... خوش و خرم......'' اس کی آواز ڈوب گئی۔ وہ خالی خالی نظروں سے خلا میں گھور رہا تھا...... مظلوم ظالم...... اسے لگ رہا ہوگا کہ خدا اس سے ناخوش ہے۔

میں خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ ٹیپ کی ریل گھومے جا رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اب یہ ٹیپ دوبارہ چلانے کی مجھے کبھی جرات نہیں ہوگی۔

''ایک بات کہوں مسٹر رائیکر''۔ میں نے کہا۔ ''ایک ایسا طریقہ ہے، جس سے وہ دوبارہ آپ کو مل سکتے ہیں''۔

☆☆☆

25 ستمبر 1962ء

ہیلی فیکس (اے پی) باتھی اسکیپ ماریانا کے ذریعے 1912ء میں غرق ہونے والے جہاز ٹائی ٹے نک سے 50 لاکھ ڈالر مالیت کے ناتراشیدہ ہیرے برآمد کئے گئے ہیں۔

لندن میں ہیروں کے ماہر ڈیبرز کو جب اس اطلاع کی دریافت ملی تو انہوں نے ان ہیروں کی موجودہ مالیت کے بارے میں واضح طور پر کچھ کہنے سے گریز کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہیروں کو دیکھے بغیر وہ کوئی حتمی بات نہیں کر سکتے۔ تاہم صرف ان ہیروں کے پس منظر کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی اصل قیمت میں کم از کم دس سے پندرہ گنا زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔

ماریانا کے کیپٹن فلپ ٹوفلر نے بتایا کہ ہیرے بی ڈیک کے ایک کیبن میں دوائیں رکھنے کے ایک جار میں رکھے ملے۔

ہیروں کے ملنے کی اطلاع فوری طور پر مسٹر ولیم رائیکر کو دی گئی، جنہوں نے ٹائی ٹے نک کو نکالنے کی اس مہم کے لئے بھاری سرمایہ کاری کی ہے۔ انہوں نے اس خبر پر حیرت اور خوشی کا اظہار کیا۔ ''ہمیں ٹائی ٹے نک پر ہیروں کی موجودگی کی کوئی خبر نہیں تھی''۔ انہوں نے کہا۔ ''کیونکہ اس بات کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے کہ ہیرے ٹائی ٹے نک پر لے جائے گئے تھے۔ یعنی ان کی جہاز پر موجودگی قانونی نہیں تھی۔ بہر حال میرے نزدیک نہ صرف ان کی تاریخی اہمیت ہے۔ بلکہ مالی طور پر بھی یہ ایک بہت بڑی دریافت ہے''۔

ہیروں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہیلی فیکس لایا گیا اور پھر وہاں سے انہیں لندن منتقل کر دیا گیا۔ وہاں ماہرین ان کی مالیت کا اندازہ لگانے کے علاوہ انہیں تراش کر اس کی نیلامی کا اہتمام کریں گے۔

ہیروں کی سب سے بڑی فرم بوشیرون کے ترجمان کا کہنا ہے کہ ہیرے لندن میں فرم کے ہیڈ کوارٹر میں اگلے دو ہفتوں کے دوران عام نمائش کیلئے رکھے جائیں گے۔

............☆☆☆............

صدی کی سب سے بڑی دریافت وہ ہیرے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے۔ لیکن انہیں شیشے کے کیس میں نیلے رنگ کے مخمل پر ایسے رکھا گیا تھا کہ کوئی انہیں چھو نہیں سکتا تھا۔ کسی کو ان کی تصویر کھینچنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ ڈسپلے کیس کے گرد سرخ رسیوں سے روک لگا دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سیکورٹی گارڈز کا ایک ہجوم تھا، جو رسی کے اس طرف جانے والوں کو روکتا تھا۔ لیکن بوشیرون میں آ کر ہیروں کا دیدار کرنے والوں کا تجسس بہت زیادہ بھڑکا ہوا تھا۔ ٹائی ٹے نک کے حوالے میں بڑی کشش تھی۔

نمائش میں ہیروں کے علاوہ خوب صورت اور بیش بہا زیورات بھی رکھے گئے تھے۔ لوگ کھڑے ہوتے، چند لمحے رک کر ان کا جائزہ لیتے اور پھر آگے بڑھ جاتے۔ وہ ٹائی ٹے نک کے ہیرے دیکھنے کیلئے کتنے بے صبرے ہو رہے تھے، یہ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ناتراشیدہ ہیرے بہت بدشکل تھے۔ لوگ یہ سوچتے کہ کیا واقعی تراش خراش کے بعد یہ چمک دار اور خوب صورت ہو جائیں گے۔

ہیروں کے کیس پر ایک تختی نصب تھی، جس پر تحریر تھا......

یہ نامعلوم ہیرے غرق شدہ بحری جہاز ٹائی ٹے نک سے 25 ستمبر 1962ء کو ماریانا نامی باتھی اسکیپ کی مدد سے برآمد کئے گئے۔ یہ رائیکر انٹرنیشنل کارپوریشن کی ملکیت ہے۔

ولیم رائیکر کی ملکیت ان ہیروں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جنوبی افریقہ میں ہیروں کی کس کان سے نکالے گئے تھے۔ ناتراشیدہ حالت میں ان کی مالیت کا اندازہ بیس لاکھ پاؤنڈز لگایا گیا ہے۔ لیکن ان کی تاریخی اہمیت نے اس کی قیمت کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے پس منظر کی وجہ سے ان کی موجودہ قیمت دو سے تین کروڑ پاؤنڈ کے درمیان ہے۔

بوشیرون ولیم رائیکر کی شکر گزار ہے کہ انہوں نے ان کو اس کلیکشن کی نمائش کا اعزاز بخشا۔ اس کے علاوہ انہیں تراشنے، ان کی مالیت کا اندازہ لگانے اور ان کی نیلامی کی ذمے داری بھی ہمیں

سونپی گئی ہے۔

لوگ اس لوح کی تحریر پڑھتے، اس کے بعد ہیروں کو بھوکی نظروں سے دیکھتے اور تھکے تھکے انداز میں دروازے کی طرف بڑھ جاتے۔

میں سیکورٹی آفس میں بیٹھ کر یہ سب کچھ ٹی وی مانیٹر پر دیکھ رہا ہوتا تھا۔ چار دن ہو گئے تھے اور میری آنکھیں دکھنے لگی تھیں۔ لیکن میری یہ محنت بار آور نہیں ثابت ہوئی تھی۔ درحقیقت ڈیوٹی بہت سخت تھی۔ مگر میں یہ ذمے داری کسی اور کو سونپ بھی نہیں سکتا تھا۔

میں اس وقت بھی اپنی حالت زار پر افسوس کر رہا تھا، جب اچانک مانیٹر پر دیکھتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ انتظار کے دن ختم ہوئے۔

ایک شریف آدمی نے بڑے احترام سے اس خاتون کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ مارتھا کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ چلنا اس کیلئے آسان نہیں ہے۔

میری انگلی نے ویڈیو ٹیپ مشین پر ریکارڈ کا بٹن دبا دیا اور میں آگے کی طرف جھکا۔ کونے میں چھپا ہوا کیمرا اس کا پیچھا کر رہا تھا اور وہ ڈسپلے کیس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے زوم ان کا بٹن بھی دبا دیا۔

وہ مارتھا ہی تھی...... پہلے جیسی سویٹ......مگر دادیوں جیسی۔ میرے دانت نکل پڑے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں سچ مچ اسے ہی دیکھ رہا ہوں۔

مارتھا نے بوشیرون کے اسٹاف کا جائزہ لیا، کلرکوں کو مربیانہ مسکراہٹ سے نوازا۔ اس کے بعد اس نے گارڈز کو کن اکھیوں سے دیکھا اور پھر ڈسپلے کیس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان چند لمحوں میں اس نے شطرنج کی پوری بساط کو ہر مہرے کی پوزیشن سمیت ذہن نشین کر لیا تھا۔ اس نے ہیروں کو دیکھا اور پلکیں پٹ پٹانے لگی۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور جیسے براہ راست میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ درحقیقت اس کی نظریں چھپے ہوئے کیمروں کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن مجھے سچ مچ ایسا لگا کہ وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ مجھے اپنی گردن پر بال کھڑے ہوتے محسوس ہوئے اور جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

ہیروں کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر استعجاب سا نظر آیا۔ لمحے رینگ رینگ کر گزر رہے تھے۔ پھر جیسے وہ مطمئن ہو گئی اور واپسی کیلئے پلٹی۔

میں نے سائیڈ میں رکھا ہوا مائیکروفون اٹھا لیا۔ ”میں نارمن بول رہا ہوں۔ وہ یہاں موجود ہے۔ اب وہ نکل رہی ہے“۔

میرے یہ الفاظ پولیس کی ایک سادہ کار میں گونج رہے ہوں گے، جو بوشیرون کے دروازے کے سامنے سڑک پار کھڑی تھی۔

''پرسکون رہو نارمن''۔ مجھے ٹام بریمل کی آواز سنائی دی۔ ''ہم نے اسے دیکھ لیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چھتری ہے نا...... اور وہ نیلا سوٹ پہنے۔......''

''ہاں...... وہی ہے''۔

''بس تو ہم اس کے پیچھے جا رہے ہیں''۔ یہ سارجنٹ رینڈ کی آواز تھی۔ ''تم وہیں بیٹھے رہو۔ ہم رابطے میں رہیں گے''۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے باخبر رکھنا''۔

وہ دونوں میرے انداز پر ہنسنے لگے اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

میں وہاں تشویش اور پریشانی سے دوچار بیٹھا رہا۔ میرا خیال ہے، ان کے رابطہ کرنے تک میری پانچ پونڈ چربی پسینہ بن کر بہہ گئی ہو گی۔

بالآخر انہوں نے رابطہ کیا۔ ''ہاں...... بولو، کیا خبر ہے''۔ میں نے کہا۔

ٹام کے لہجے میں کشیدگی تھی۔ ''ہمیں وہ دونوں مل گئے ہیں نارمن''۔ اس نے کہا۔ ''پتا ہے...... 702، لندن آرمز اپارٹمنٹس''۔

............☆☆☆............

رات کے ایک بجے سوہو کے علاقے میں چلا کوئی مذاق نہیں۔ کہر کی چادر اتنی دبیز ہوتی ہے کہ آپ خود اپنے ہاتھ کو بھی مشکل ہی سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور یہ بات آدمی کے نروس سسٹم پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔

میں پیٹرول کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ میں دعا کر رہا تھا کہ رات کی یہ مہم ناکامی سے محفوظ رہے۔

کار اولڈ کامپٹن اسٹریٹ سے گزری۔ اب ہم سوہو کی گہرائی میں تھے۔ سارجنٹ مورلے کار ڈرائیو کر رہا تھا اور ٹام اور سارجنٹ رینڈ سمیت تمام لوگوں کی کیفیت ان فوجیوں کی تھی، جو کسی اہم ترین اور جان لیوا مشن پر نکلے ہوں۔ سب کے چہرے پسینے میں تر تھے اور ہتھیلیاں بھیگی ہوئی تھیں۔

''ہمیں سرکاری طور پر کام کرنا چاہیے تھا''۔ ٹام کی آواز کراہ سے مشابہ تھی۔ ''نجانے کیوں میں تمہاری چکنی چپڑی باتوں میں آ جاتا ہوں۔ یہ تو پاگل پن ہے......''۔

''السر تو تمہیں اس کے باوجود بھی ہونا ہی تھا''۔ میں نے اسے چھیڑا۔ ''میں نے وعدہ کیا تھا تاکہ میں کسی کے بھی راستے میں بھی نہیں آؤں گا''۔

''نارمن، تم پیشہ ور مداخلت کار ہو۔ زیادہ معصوم اور احسان شناس بننے کی کوشش مت کرو۔ ہمیں یہاں تک لانے کے بعد......''

''سر'' مورلے نے مداخلت کی۔ ''کیا یہاں سے ٹرن کرنا ہے ہمیں''؟

ٹام آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ونڈ شیلڈ کے پار دیکھنے لگا۔ ''نہیں...... اگلا ٹرن ہے بائیں جانب۔ اپارٹمنٹ داہنے ہاتھ پر ہے۔

گاڑی اگلے موڑ سے مڑی اور فائر ہائیڈرینٹس کے قریب سے گزری۔ کہر کی وجہ سے کھڑکیوں سے نظر آنے والی روشنی ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔

ٹام نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ''ہاں...... یہی بلڈنگ ہے''۔

گاڑی روک دی گئی۔ ٹام نے جھکتے ہوئے میرے بائیں کان میں سرگوشی کی۔ ''اگر میں تمہیں حکم دوں کہ تمہیں یہیں مورلے کے ساتھ رک کر انتظار کرنا ہے تو تم کیا کرو گے''۔

''میرا خیال ہے، تم نے یونہی تفریحاً یہ سوال کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرے لئے اس معاملے کی کیا اہمیت ہے۔ لیکن اگر تم جواب پر اصرار کرو گے تو میں یہی کہوں گا کہ میں نے کچھ سنا نہیں۔ کہ میں میری سماعت معطل ہو جاتی ہے''۔

''تم بہت تکلیف دہ آدمی ہو نارمن۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم کہہ رہے تھے کہ تم کسی کے راستے میں نہیں آؤ گے۔ مگر تم ناقابل اعتبار آدمی ہو''۔ اس نے دروازہ کھولا اور درشتہ لہجے میں بولا۔ ''ٹھیک ہے، آؤ۔ لیکن یاد رہے کہ تمہیں میرے اور سارجنٹ رینڈ کے پیچھے رہنا ہے۔ اور تم کسی قیمت پر اس کی خلاف ورزی نہیں کرو گے''۔

''میں اس حکم کی پابندی کروں گا ٹام۔ یہ تو میرے لئے بڑے اعزاز والی پوزیشن ہو گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہونے دوں گا''۔

''کاش تم اپنا یہ وعدہ پورا کر سکو''۔ ٹام بڑبڑایا۔

ہم گاڑی سے اترے۔ اسی وقت تھمیز میں کسی مال بردار جہاز نے سیٹی بجائی۔ پکاڈلی اسکوائر کی طرف سے اتنی رات کو بھی ٹریفک کی مدھم آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ قریب ہی کہیں جھینگر بول رہے تھے۔ میں نے روشن کھڑکیوں کا جائزہ لیا۔ کسی کھڑکی سے کوئی جھانکتا نظر نہیں آیا۔

ہم بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ کمرہ نمبر 702 ساتویں منزل پر تھا۔ وہاں چوبی زینے بھی تھے اور لفٹ بھی منہ کھولے کھڑی تھی۔ عمارت میں انسانی بالوں کی اور ابلی ہوئی بند گوبھی کی بو رچی ہوئی تھی۔

''لفٹ میں چلیں گے''؟ سارجنٹ رینڈ نے پوچھا۔

ٹام نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہم سب لفٹ میں داخل ہو گئے۔ ٹام نے ساتویں منزل کا بٹن دبایا۔

ساتویں منزل پر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ سامنے ایک نیم روشن راہداری تھی۔ دیواروں پر جا بجا انگلیوں کے نشان تھے۔ ہم دونوں دروازوں پر لکھے ہوئے نمبر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

دائیں جناب 706......704 اور پھر 702۔ وہ کارنر کا اپارٹمنٹ تھا۔

''ٹام نے انگلی کے پوروں سے دروازے پر دستک دی۔ ''دروازہ کھولیں پلیز ...... ہم پولیس کے لوگ ہیں......''۔

اندر خاموشی تھی۔ ٹام نے پھر دستک دی۔ ''دروازہ کھولو مسٹر کلائن''۔

کوئی جواب نہیں ملا۔ کوئی آواز نہیں سنائی دی۔

ٹام اور سارجنٹ رینڈ دو قدم پیچھے ہٹے اور پھر انہوں نے ایک ساتھ پوری قوت سے دروازے پر اپنے کندھوں سے ضرب لگائی۔ لیکن دروازہ مضبوط تھا۔ ''ایک دھکا اور'' ٹام نے چیخ کر کہا۔ ''نارمن، تم بھی ہمارا ساتھ دو''۔

اس بار دروازہ ٹھہر نہ سکا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ بستر پر شکنیں تھیں۔ مگر وہ خالی تھا۔ کھلی ہوئی کھڑکی کی وجہ سے پردہ ہوا سے سرسرا رہا تھا۔ کافی ٹیبل کے پاس مارتھا کلائن کی چھڑی گری ہوئی تھی۔

میں خاموشی سے کھڑا کان لگائے ہوئے تھا۔ پھر آپ سے بچاؤ والے زینے کی طرف سے مجھے قدموں کی چاپیں سنائی دیں۔

یا تو میں نے بہت تیز رفتاری دکھائی تھی۔ یا میرے ساتھیوں کے پاؤں پھسل گئے تھے۔ بہر حال میں سب سے آگے تھے۔ میں زینے پر جھپٹا اور اوپر چڑھنے لگا۔ اوپر چھت پر دبیز کہر کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پھر چاندنی میں مجھے بے شمار ٹی وی انٹینا نظر آئے۔ پھر لوہے کے جنگل کے اس پار مجھے وہ دونوں جھکی ہوئی حالت میں نظر آئے۔ اور مجھے دیکھتے ہی وہ گھبرائے ہوئے جانوروں کے سے

انداز میں چھت کے کنارے کی طرف جھپٹے۔

ایک لمحے میں ان کا منصوبہ میری سمجھ میں آ گیا۔ لندن آرمز اپارٹمنٹس کوئی اکیلی عمارت نہیں تھی۔ اس کے پہلو میں اس کی جڑواں عمارت بھی تھی۔ دونوں عمارتوں کے درمیان دس فٹ کا خلا تھا۔ اور اس خلا کو پاٹنے کیلئے دونوں عمارتوں کی چھتوں کے درمیان لکڑی کا ایک چوڑا تختہ رکھا تھا۔ ہنگامی صورتحال میں اس پر چل کر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آیا جا سکتا تھا۔

مارتھا جڑواں بلڈنگ کی چھت پر پہنچ چکی تھی اور اب البرٹ اس تختے پر سے گزر رہا تھا۔ میں چھجے پر پہنچا۔ مگر اسی لمحے ان دونوں نے بھاری تختے کو اٹھایا اور دونوں عمارتوں کے درمیانی خلا میں گرا دیا۔

ٹام اور سارجنٹ رینڈ ہانپتے ہوئے میری طرف آئے۔ ''کیا ہوا؟'' ٹام نے پوچھا۔

میں جواب دینے کے بجائے آگ سے بچاؤ والے زینے کی طرف لپکا۔ عقب سے سنائی دینے والی آہٹیں گواہی دے رہی تھیں کہ وہ دونوں بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔

میں دھند سے الجھتا اندھا دھند سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ ساتھ ہی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہر موڑ پر مجھے روشن کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں اور ہر روشن کھڑکی میں کوئی نہ کوئی کھڑا مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا۔ کئی بار میرا جی چاہا کہ پلٹ کر اوپر چلا جاؤں۔ ہم لفٹ ہی تو پکڑ سکتے تھے۔

مگر اب اس کوشش میں محض وقت کا زیاں ہوتا۔

ایک بوڑھی اور بدشکل عورت نے میرے منہ پر بدبو بھری سانس چھوڑتے ہوئے کہا ''کیا ہو رہا ہے یہ سب؟ کیا شریف لوگ رات کو سکون سے سو بھی نہیں سکتے''؟

شریف لوگ اور البرٹ کلائن کے پڑوس میں! میں نے جھنجھلا کر سوچا اور شراب کی بو سے گھبرا کر تیزی سے بھاگا۔

ٹام میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

''برابر والی بلڈنگ سے نکلنے کے کتنے راستے ہیں''؟ میں نے پوچھا۔

''وہ بالکل اس بلڈنگ جیسی ہے۔ آگ سے بچاؤ والے زینے چاروں طرف موجود ہیں''۔

اس نے جواب دیا۔

اس کا مطلب تھا، فرار ہونے کے چار راستے ......اور پانچواں سامنے والا دروازہ۔ میں نے قدم اور تیز کر دیئے۔ اب میں تین تین سیڑھیاں پھلانگ رہا تھا اور پانچویں منزل پر تھا۔ پھر

چوتھی...... تیسری...... دوسری...... اور اس کے بعد لابی۔ ہم وہیں آ پہنچے تھے، جہاں سے ہم نے اسٹارٹ لیا تھا۔ لیکن خالی دامن، خالی ہاتھ۔ کھایا پیا کچھ نہیں۔ گلاس توڑا بارہ آنے......۔

ٹام نے لابی کا دروازہ کھولا اور بولا۔ ''مجھے تو یہاں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے''۔

پتا نہیں، اسے کیا توقع تھی۔ یہ کہ وہ یہاں ہاتھ باندھے کھڑے ملیں گے! میں نے بھنا کر سوچا۔ بے بسی کے احساس نے مجھے شل کر کے رکھ دیا تھا۔ ایک تو ان کے نکلنے کے امکانات...... اور اس پر وہ دھند، جس میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اسی لمحے دھند تھوڑی سی ہٹی۔ لیکن اب بھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ٹام اور سارجنٹ رینڈ اندھیرے میں غوطہ لگا گئے۔ میں ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر فٹ پاتھ پر ان کے بھاگتے قدموں کی چاپ ابھری اور میں بھی ان کے پیچھے دوڑ لیا۔

چند لمحوں میں میں سارجنٹ رینڈ تک پہنچ گیا، جو اکیلا کھڑا تھا۔ ''ٹام کہاں ہے''؟ میں نے پوچھا۔

''وہ سارجنٹ مولے کو چیک کر رہے ہیں''

دو جلتی ہوئی نارنجی آنکھیں ہمیں گھور رہی تھیں۔ وہ پٹرول کار کی ہیڈ لائٹس تھیں۔ پھر ٹام کار سے نکلا۔ اس کے ہاتھ میں فلیش لائٹ تھی۔ اس نے اس کا ایک طرف رخ کرتے ہوئے لائٹ آن کر دی۔

اس روشنی میں ہمیں دونوں اپارٹمنٹس کے درمیان اندھی گلی نظر آئی۔ وہیں آگ سے بچاؤ والا ایک زینہ بھی تھا۔ دو بلیاں وہاں کوڑے کے ڈبوں کو کھنگال رہی تھیں۔ اچانک روشنی سے گھبرا کر وہ بھاگ کھڑی ہوئیں۔

''یہاں تو کوئی نہیں ہے''۔ ٹام نے کہا۔ ''آؤ...... دوسری طرف دیکھیں''۔

جس طرف سے ہم آئے تھے، اس طرف اندھیرا تھا۔ کسی کسی روشن کھڑکی سے روشنی بھی نیچے آ رہی تھی۔ اس روشنی میں میں نے وہاں ایک بہت بڑا پتھر دیکھا۔ اس پتھر پر کسی نے دھات کی کسی نکیلی چیز سے محبت بھرا ایک پیغام...... بلکہ اعلان کندہ کر ڈالا تھا۔ ایک کھڑکی سے آنے والی روشنی میں میں اسے بخوبی پڑھ سکتا تھا...... بارنی ولیمز کو والما رٹلیج سے عشق ہے......

وہ بہت پرانی تحریر لگ رہی تھی۔ میں بارنی اور ولما کی اس طوفانی محبت کا تصور کر رہا تھا، جس نے بارنی کو وہ اعلان کندہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ محبت آج بھی اسی طرح قائم و دائم ہو۔ ممکن ہے، اس کا انجام ہی الم ناک ہوا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ولما اب

بارنی کے آدھا درجن بچوں کی ماں بننے کے بعد ان لمحوں کو کوستی ہو، جب اس نے بارنی کو پہلی بار دیکھا تھا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ بارنی کے بھی کم و بیش اسی طرح کے جذبات ہوں۔

کہانیاں لکھنے والے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں سب کچھ بھول کر اس پتھر پر کندہ اس عبارت میں کھو گیا تھا۔ اس عبارت میں سے کوئی کہانی مجھے اشارے کر کے بلا رہی تھی مگر اسی وقت میری نظر آگے والی عمارت کے شیشے کے دروازے پر پڑی، جس پر بڑے بڑے حروف میں عمارت کا نام...... برائٹن گارڈن لکھا تھا۔ پھر اچانک مجھے گارڈن کے G پر ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ میں نے ٹام کا کندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے اس طرف اشارہ کیا۔ ٹام اس طرف لپکا۔ مگر دیر ہو چکی تھی۔

وہ دونوں دروازے سے نکلے اور میری طرح لپکے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ہمیں البرٹ نے دیکھا تھا اور وہ مارتھا کا ہاتھ تھام کر فٹ پاتھ کی طرف دوڑا تھا۔ ٹام ان کے پیچھے لپکا۔ ایک لمحے کو مارتھا لڑکھڑائی۔ مگر اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

''میری بات سنو''۔ ٹام نے چیخ کر کہا ''ہم نے تمام سڑکیں بلاک کر دی ہیں۔ تم بچ کر نکل نہیں سکتے''۔

لیکن ٹام کے کھوکھلے لفظ قریبی عمارتوں سے ٹکرا کر لوٹ آئے۔

''مارتھا...... تم بچ نہیں سکتیں''۔ میں بھی چلایا ''البرٹ سے کہو، خود کو پولیس کے حوالے کر دے''۔

ہم ساکت کھڑے رہے...... جواب کے منتظر، جو نہیں ملنا تھا۔

لیکن نہیں، جواب ہمیں ملا تھا...... فائر کی صورت میں! اور میرے پیچھے کچھ فاصلے پر گولی دیوار سے ٹکرائی۔ پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے اڑے۔ اس کے بعد فائر کی بازگشت گونجتی رہی۔ مجھے احساس تھا کہ گولی میرے کان کے بہت قریب سے گزری ہے۔

میں تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹا۔ ادھر کھڑکیاں کھلنے لگیں۔ اگر لوگ باہر نکل آتے تو انہیں پکڑنے کا امکان بالکل ہی ختم ہو جاتا۔

اپنے منہ سے سانس لیتے ہوئے میں ساکت کھڑا تھا...... مجسم سماعت...... کہیں سے کسی آواز، کسی آہٹ کا منتظر۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر آوازیں ابھریں...... کسی بچے کے رونے کی آواز، پھر ڈانٹنے کی اور دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز...... اور پھر ایک اور آواز...... پتے چرمرانے کی آواز...... ایک، پھر دوسری، پھر تیسری...... اور میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ وہ

سینڈل کی ایڑی کے نیچے فٹ پاتھ پر پڑے پتوں کے چرمرانے کی آواز تھی۔ وہ مارتھا تھی۔

ٹام ایک طرف سے بھاگتا ہوا آیا۔ ''میرا خیال ہے، ہم انہیں کھو بیٹھے ہیں''۔ اس نے کہا۔

''شٹ اپ''۔ میں نے کہا۔ ''وہ اس وقت دائیں جانب چوراہے کے اس سرے پر ہیں''۔

''یہ تم کیسے......'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ بحث کا نہیں، عمل کا وقت ہے۔ اس نے سارجنٹ رینڈ سے کہا۔ ''تم کار میں جاؤ اور ریڈیو پر رابطہ کر کے تمام یونٹ طلب کرو اور پکاڈلی کے علاقے کو سیل کرا دو۔ ہم ان کے تعاقب میں پیدل جا رہے ہیں۔ مورلے سے کہو کہ گاڑی ہمارے پیچھے رکھے''۔

سارجنٹ رینڈ تیز قدموں سے پٹرول کار کی طرف گیا۔

ٹام میری طرف مڑا۔ ''نارمن ......تم دائیں ہاتھ کی طرف چلو اور میں بائیں طرف چلتا ہوں۔ ہم دونوں کو متوازی چلنا ہے''۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

اس دھند میں بھاگتے ہوئے ٹام، مورلے اور رینڈ چند ہی لمحوں میں میرے ذہن سے محو ہو گئے۔ اب دھند سے اٹے اس اندھیرے میں بس میں تھا اور مارتھا اور البرٹ کلائن۔ ان کے قدموں کی چاپیں مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی۔ وہ دوڑ رہے تھے۔ مگر چاپیں بتا رہی تھیں کہ ان کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ ہے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے کتنا آگے ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ کاش میں سارجنٹ رینڈ کی طرح جوان اور تازہ دم ہوتا۔

اور مجھے ایک اور کمی کا احساس ہو رہا تھا۔ انہیں مجھ پر ایک فوقیت حاصل تھی۔ وہ مسلح تھے۔ لیکن مجھے اپنے لئے ریوالور کی کوئی تمنا نہیں تھی۔ جنگ کے بعد سے اب تک میں نے کبھی ٹریگر نہیں دبایا تھا۔ لیکن ابھی چند لمحے پہلے مجھ پر فائر ہوا تھا......اور ٹام اور رینڈ کی خاموشی گواہی دے رہی تھی کہ وہ مسلح نہیں ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میرے پاس ریوالور ہوتا اور میں صرف ہوائی فائر بھی کر دیتا تو وہ گولی چلانے میں احتیاط کرتے۔ لیکن اب تو وہ بے دریغ گولی چلائیں گے۔

دھند کچھ چھٹ گئی تھی۔ میں آرچر اسٹریٹ پار کر کے رکا۔ مجھے اپنی سانس بحال کرنی تھی۔ اسی لمحے ایک لیمپ پوسٹ کے نیچے ایک لمحے کو......صرف ایک لمحے کو مجھے وہ دو ہیولے دکھائی دیئے اور پھر دھند میں چھپ گئے۔

ٹام بائیں جانب والے فٹ پاتھ پر دوڑ رہا تھا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس وقت وہ ایک آسان ہدف تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر میں میرا خوف دور ہو گیا کیونکہ البرٹ نے کوئی

فائر نہیں کیا تھا۔

مگر اسی وقت ایک روشن زرد پھول ٹام کی طرف لپکا۔ شاید گولی سے پہلے ہی گولی کی آواز نے ٹام کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں یوں مچلے، جیسے کوئی سہارا تلاش کر رہے ہوں۔ اگلے ہی لمحے وہ ڈھیر ہو گیا۔

میں اس کی طرف دوڑا۔ اس کے بائیں پہلو پر ایک سرخ دھبہ تھا۔ میں نے اس کے حلق کو ٹٹولا۔ ''تم ساکت لیٹے رہو''۔ میں نے اپنی طرف آتی ہوئی نارنجی روشنیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کار آ رہی ہے۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا''۔

ٹام کراہا۔ لیکن وہ اس وقت شاک میں تھا۔ اسے احساس ہی نہیں تھا کہ اس کا بایاں بازو ہڈیوں سے محروم لوتھڑا بن کر رہ گیا ہے۔

کار رکی تو میں نے ٹام کو بھی سیٹ پر دھکیل کر لٹایا اور خود اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سارجنٹ رینڈ کا انداز ایسا تھا، جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو۔ ''ہوا کیا ہے آخر''؟ وہ غرایا۔

میں نے اس کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ وہ بچہ نہیں تھا۔ ایک پولیس مین تھا۔ جانتا تھا کہ کیا ہوا ہے۔

رینڈ ٹام کی جیکٹ اتارنے لگا اور مورلے نے فرسٹ ایڈ باکس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے اس سے فرسٹ ایڈ باکس لیا اور خون روکنے کیلئے شریان بندی کرنے لگا۔ ٹام کی یہ خوش قسمتی تھی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔

رینڈ نے میری کارکردگی کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔ ''تم تو اس کام میں ماہر لگتے ہو''۔

''بس......کر لیتا ہوں''۔

''یہ بتاؤ، وہ کس طرف جا رہے تھے''؟

''شافٹس بری سے آگے......پکاڈلی کی طرف''

رینڈ نے مورلے کے کندھے پر تھپکی دی۔ وہ گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ تھا۔ مورلے نے اس کی تعمیل کی۔

میں نے نظریں اٹھا کر سارجنٹ رینڈ کو دیکھا۔ ''کیا ہمیں پہلے اسپتال نہیں جانا چاہیے''؟

رینڈ نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''جریان خون رک چکا ہے، فی الوقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان دونوں کو نکل بھاگنے کا موقع دیا جائے''؟

"خوش قسمتی سے فیصلہ مجھے نہیں، تمہیں کرنا ہے سارجنٹ"

گاڑی آگے بڑھ رہی تھی اور دھند بہت تیزی سے چھٹ رہی تھی۔

"وہ بھیڑ میں گھل مل جانے کی کوشش کریں گے۔اس لیئے گاڑی بے کار ہے۔" سارجنٹ رینڈ نے کہا۔" پکاڈلی سرکس پر اس وقت بھی اچھا خاصا ہجوم ہوگا۔خدا ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ سوتے کب ہیں"۔

ایونیو پر ہم لوگ کار سے اترے۔وہاں روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔نائٹ کلب، شوز، جاز، شوروغل، ہنگامہ، وہاں رات جاگ رہی تھی اور جوان تھی۔اب اس بھیڑ میں کسی کو تلاش کرنا تو آسان نہیں ہوسکتا۔نشانی کیا...... کالا سوٹ مرد کا...... لائٹ گرے ڈریس عورت کا! اندھیرے میں تو تمام بلیاں ہی گرے لگتی ہیں۔

لیکن قسمت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔شافٹس بری اور گریٹ ونڈمل اسٹریٹ کے موڑ پر وہ جانا پہچانا سفید سر مجھے نظر آگیا۔"وہ رہی...... وہاں......"۔

"یہ پولیس ہے......" ایک کار کی چھت پر میگا فون چیخ رہا تھا۔

اس اعلان کی ضرورت نہیں تھی۔وہ دونوں بہت سمجھدار تھے۔ایک لمحے کو مجھے البرٹ کلائن کا دانت نکوستا چہرہ نظر آیا۔اس کے ریوالور کی نالی ہماری پیٹرول کار کی طرف اٹھی......

ونڈ شیلڈ بکھر گیا۔لیکن دھماکے سے پہلے ہی میں اور رینڈ گاڑی سے اتر چکے تھے اور مورلے گاڑی کو آگے بڑھا لے گیا تھا۔پکاڈلی پر اب لوگوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔نجانے کہاں سے لوگ اکٹھے ہوگئے تھے۔رش لگ رہا تھا۔

وہ دونوں مجھ سے صرف چند گز آگے تھے۔لیکن درمیان میں بہت سارے لوگ تھے۔میں لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے ادھر ادھر ہٹاتا آگے بڑھا۔میں کیا بڑبڑا رہا تھا، مجھے خود بھی اس کا ہوش نہیں تھا۔

اچانک...... بالکل اچانک وہ دونوں اور میں...... ہم پکاڈلی سرکس کے علاقے میں داخل ہوگئے۔مجھے دھندلا دھندلا سا احساس تھا...... روشنیوں کا، ان دکانوں کا جن کے سامنے سے میں گزر رہا تھا...... اور نیون سائنز کا...... ان مصنوعات کا جن کی الیکٹرونک تشہیر ہورہی تھی۔

وہ دونوں اندھا دھند سڑک پر اتر گئے تھے۔ہر طرف بریک لگائے جانے کی آواز...... ہارنوں کی چیخ پکار...... چلاتے ہوئے راہ گیر اور وہ دونوں گاڑیوں کے ریلے میں پھنس گئے تھے۔ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔اس وقت میں اس سڑک پر پہنچا۔

وہاں ٹریفک جام تھا۔مشتعل ڈرائیور بے بسی سے ہارن بجانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔میں بھی سڑک پار کرنے کیلئے جھپٹا۔میں نے آتی ہوئی کاروں کو رکنے کا اشارہ کیا۔لیکن کوئی رکنے کو تیار نہیں تھا۔میں ایک گاڑی سے ٹکرایا اور اس کے بونٹ پر چڑھ گیا۔یہ اس وقت ہوا تھا، جب میں ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا تھا۔بونٹ سے پھسلتے ہوئے میں نے ہاتھ بڑھایا اور البرٹ کی آستین میرے ہاتھ میں آگئی۔

اس نے پلٹ کر میرے منہ پر گھونسہ رسید کردیا اور اگلے ہی لمحے مارتھا کا ہاتھ تھام کر اس نے فٹ پاتھ پر چھلانگ لگا دی۔میں سنبھل کر اٹھا۔میرے اردگرد متعجب اور ہراساں چہروں کا ہجوم تھا۔مگر مجھے صرف ان دونوں کا خیال تھا۔میرا اندازہ تھا کہ اب بھی وہ مجھ سے بمشکل پانچ گز آگے ہوں گے"۔

لیکن فٹ پاتھ پر پہنچ کر مجھے حیرت ہوئی...... حیرت ان کی تیز رفتاری پر۔لیکن شکار ہمیشہ شکاری سے زیادہ تیز دوڑتا ہے...... اور یہاں وہ شکار کی حیثیت سے دوڑ رہے تھے۔

وہ اسی وقت ٹیوب کے داخلی دروازے پر تھے۔مارتھا نے خوف زدہ نظروں سے پلٹ کر دیکھا اور میں منہ بنا کر رہ گیا۔وہ نیچے اترنیوالے زینے کی طرف لپکے۔لندن کا سب وے ایسی بھول بھلیاں ہیں، جہاں کوئی چھپ جائے تو اسے ڈھونڈنا ناممکن نہیں۔

زیر زمین ریلوے اسٹیشن میں لے جانے والے زینے پر اس وقت بھی تفریح کے لئے نکلنے والوں کا ہجوم تھا۔میں ان کے درمیان جگہ بناتا اترتا رہا۔ادھر رینڈ نے چیخ کر کہا۔"پولیس...... ہٹ جاؤ...... راستہ چھوڑو پولیس کیلئے"۔

وہ دونوں واقعی بہت تیز تھے۔لیکن اس وقت میں انہیں سراہ نہیں سکتا تھا۔میں لوگوں کو دھکیلتا ہوا اندھا دھند آگے بڑھ رہا تھا۔مسئلہ یہ تھا کہ وہ مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔لیکن مارتھا کا ڈریس ہر بار میری مدد کرتا تھا۔کوئی دس گز آگے مجھے پھر اس کے ڈریس کی جھلک نظر آئی۔

مارتھا نے البرٹ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور وہ مجمع کے درمیان سے راستہ بناتی ہوئی ایسے گزر رہی تھی، جیسے برف پر اسکیٹنگ کر رہی ہو۔دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں دوسری منزل کے زینے پر پہنچ گئے۔

میں بھی پوری قوت سے بھاگ رہا تھا۔خوش قسمتی سے نیچے رش کم تھا۔مگر اب مسلسل بھاگنے کی وجہ سے مجھے لگ رہا تھا کہ میری ٹانگیں ربڑ کی بنی ہوئی ہیں۔بھاگنا اب دوبھر ہورہا تھا۔

"پولیس! کوئی اس آدمی کو پکڑو"۔میں چلایا۔

میرے اس اعلان نے البرٹ کو دہشت زدہ کر دیا۔ اس نے اپنی بیوی سے ہاتھ چھڑایا اور حفاظتی جنگلے پر چڑھ کر ریل کی پٹری پر کود گیا۔

مارتھا کلائن گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ بری طرح سسک رہی تھی۔ ”نہیں ال...... پلیز۔ اوہ مائی گاڈ...... مجھے یوں اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ“۔

میں نے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔ میں تیزی سے جنگلے کی طرف لپکا اور اس پر چڑھنے لگا۔

البرٹ کلائن اس سرنگ کی طرف دوڑ رہا تھا۔ وہ مشکل سے پانچ قدم آگے گیا ہوگا کہ اس کی بائیں ٹانگ مڑی اور وہ منہ کے بل اسٹیل کی ریلنگ پر گرا۔ وہ تھکا ہوا بھی تھا اور گرنے کی وجہ سے اسے چکر بھی آ رہے تھے۔ وہ فوری طور پر نہیں اٹھ سکا۔ اتنی دیر میں خودکار کانٹا بدلنے والے میکنزم کے حرکت میں آ جانے کی وجہ سے وہ دو پٹریاں متحرک ہوئیں، جنکے درمیان اس کا بایاں پاؤں رکھا تھا اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا وہ پاؤں ان دونوں پٹریوں کے درمیان بھنچ گیا۔ وہ زور لگاتا رہا۔ لیکن اس کا پاؤں ٹخنے تک دونوں پٹریوں کے درمیان بری طرح پھنس گیا تھا۔ زور لگانے سے اس کا پاؤں زخمی ہو رہا تھا۔ تکلیف سے اس کا چہرہ چیخ رہا تھا۔

انسانی دماغ بھی عجیب اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ اخلاقیات آدمی کو عجیب مشکل میں ڈال دیتی ہیں۔ چند لمحے پہلے میں اسے جانی دشمن کی طرح، پکڑنے کیلئے دوڑ رہا تھا۔ مگر اسے اس حال میں دیکھ کر میں جنگلے سے کودا، اس کی طرف لپکا اور اس کے پاس پہنچ کر اس کے پاؤں کو پٹریوں سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

سرنگ سے دور، اسٹیشن پر شمال کی طرف جانے والی ٹرین لالچی پن سے ہمیں تک رہی تھی۔

البرٹ دونوں ہاتھوں سے مجھے پرے دھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ میں اسے نہ پکڑ پاؤں۔

”ساکت ہو جاؤ لعنتی آدمی“۔ میں نے اسے ڈانٹا۔ ”تمہیں نہیں معلوم کہ یہ پٹریاں برقی رو سے کنٹرول کی جاتی ہیں، خودکار ہیں۔

یہ سن کر وہ ایسے ساکت ہوا کہ مجھے لگا، وہ مر گیا ہے۔

میں جھک کر اس کے جوتے کے تسمے کھولنے لگا۔ اس کا پاؤں نکالنے کی واحد صورت یہی تھی کہ پاؤں کو جوتے سے آزاد کرایا جائے۔ دور سے سنائی دینے والی آوازیں اس وقت مجھے زہر لگ رہی تھیں۔ پتا نہیں، انہیں کیا پریشانی ہے! میں بڑبڑایا۔ اور یہ عورت نجانے کیوں چلا رہی ہے۔ یہ

مجھے سکون سے کام نہیں کرنے دیں گے۔

میری آنکھوں کے آگے رنگ برنگے ترمرے ناچنے لگے۔ میں اس کے پاؤں کو جوتے سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس کے ٹخنے بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ ٹخنے نکل آتے تو پاؤں بھی نکل آتا۔ وہ درد سے چلا رہا تھا۔ ”مت چیخو“۔ میں نے اسے ڈانٹا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جگہ بن رہی ہے۔

اس وقت مجھے اس جوتے کے سوا کچھ یاد نہیں تھا۔ وہ جوتا میری کل کائنات تھا۔ میں زور لگائے جا رہا تھا۔ ادھر سیٹی بجی اور انجن کی ایک روشنی آنکھ جاگ اٹھی۔ شمال کی طرف جانیوالی ٹرین روانہ ہونے والی تھی۔

مگر اب پاؤں ہل بھی نہیں رہا تھا۔ کھینچا تانی میں پاؤں سوج گیا...... اور اب وہ جوتے میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ کم از کم جوتے سے اس کا نکلنا ممکن ہی نہیں تھا۔ میں نے اپنی حکمت عملی تبدیل کر دی۔ اب میں جوتے کو کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ادھر ٹرین حرکت میں آ چکی تھی۔ ابھی اس کی رفتار کم تھی۔ لیکن بتدریج بڑھ رہی تھی اور فاصلہ مسلسل کم ہو رہا تھا۔

البرٹ نے ہاتھ پاؤں بالکل ہی چھوڑ دیئے تھے۔ میں کوشش کئے جا رہا تھا۔ لیکن اب مایوسی میرے وجود میں اتر رہی تھی۔

ٹرین اب صرف دس فٹ دور تھی۔ انجن کی سامنے والی روشنیوں کی آنچ مجھے اپنے جسم کو چھوتی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر مجھے کنڈکٹر نظر آیا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایئر بریکس کھینچے۔

اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ میں جلدی سے لپکا اور پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ ٹرین کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ مگر فاصلہ اتنا کم تھا کہ رکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مجھے ایسا لگا کہ وہ چیخ جہنم کی گہرائی سے بلند ہوئی ہے۔

میری آنکھوں کے آگے لال نیلے دائرے ناچ رہے تھے۔ تھکن سے میں نڈھال تھا۔ اب تک نجانے کیسے میں دوڑتا رہا تھا۔ مگر اب میرا حوصلہ جواب دے گیا۔ سب کچھ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے نہیں معلوم، میں کتنی دیر بے ہوش رہا...... چند منٹ یا چند سیکنڈ۔ میں نے پلکیں جھپکائیں۔ میرے ارد گرد لوگ کھڑے تھے۔ اور پیش منظر میں کوئی اکیلی شخصیت......

"تم ٹھیک تو ہونا"؟ سارجنٹ رینڈ پوچھ رہا تھا۔

میں چکراتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "وہ......اس کا کیا......"؟

"تم نے کوشش کی تھی مسٹر ہال...... لیکن زیادہ مہلت نہیں تھی"۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

مہلت نہیں تھی۔...... مہلت نہیں ...... مہلت ...... اس کے الفاظ میرے دماغ میں چکرا رہے تھے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ٹرین رکی کھڑی تھی۔ اس کے مسافر کھڑکیوں سے سر نکال نکال کر اس طرف دیکھ رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کی بڑبڑاہٹیں مجھے بہت بلند آہنگ محسوس ہو رہی تھیں۔ کنڈکٹر اور اسٹیشن منیجر ٹرین کے پاس کھڑے سرخ رنگ کے گوشت اور ہڈیوں کے ان بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے، جو کبھی یکجا تھے اور اس وقت البرٹ کلائن کہلاتے تھے۔

خود کو سنبھالو نارمن۔ میں نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔ الٹی کرنے میں نہ صرف بے وقار ہو گے۔ بلکہ اس سے کچھ حاصل بھی نہیں ہو گا۔ گہری گہری سانسیں لو۔ تھوک نگلنے کی کوشش نہیں کرو اور آہستہ آہستہ...... ایک ایک کر کے قدم اٹھاؤ۔ ہاں...... پیچھے ہٹو...... اور خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔

میں نے البرٹ کلائن کی باقیات سے منہ موڑا اور آہستہ آہستہ اس کی بیوہ کی طرف بڑھا۔ مارتھا گٹھری بنی بیٹھی تھی اور اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھایا اور مجھے دیکھا۔ "تم نے...... تم نے اسے مار ڈالا۔ یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ تم نے اسے مرنے دیا۔ تم ہی اس کے قاتل ہو"۔ وہ بولی۔

میں نے کچھ نہیں کہا۔ اسے رونے دیا۔ اس طرح اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو سکتا تھا۔

جھریوں بھرے رخساروں پر آنسو بہے جا رہے تھے۔ "تمہیں پتا ہے، میں نے جو کچھ بھی کیا، اس کیلئے...... صرف اس کی خاطر کیا۔ یہ اتنے قتل...... یہ روپوشی کی طویل زندگی ...... میں یہ سب کچھ نہیں چاہتی تھی۔ میں ایک گھر بسا کر سکون سے رہنا چاہتی تھی۔ مجھے ان ہیروں کا کیا کرنا تھا، مجھے تو بس سکون اور محبت کی ضرورت تھی۔

بے چاری مارتھا کلائن...... اب اس کے پاس خجالت، ندامت اور تنہائی کے سوا کچھ بھی نہیں رہا تھا۔

"تمہاری خواہش ضرور پوری ہو گی مارتھا۔ تمہارے پاس پرانے گناہوں کو یاد کرنے، ان پر پچھتانے اور نادم ہونے کیلئے وقت کی کوئی کمی نہیں ہو گی۔" میں نے کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر بوشیرون کا ایک ہیرا اس کے سامنے فرش پر پھینک دیا۔ پھر میں نے جوتے کی ایڑی سے

اسے رگڑا اور وہ سفوف میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے اپنا جوتا ہٹایا۔ اب وہ سفوف پلیٹ فارم کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

ایک بار میں نے سونورا میں ایک گھرے ہوئے کھڑکھڑے سانپ کو پکڑا جاتے دیکھا تھا۔ چند لمحے پہلے ہی وہ کسی پر وار کر چکا تھا اور اس کی زہر کی تھیلیاں بالکل خالی تھیں۔ مگر وہ اس وقت بھی بے سود ڈنک مارنے کیلئے منہ کھول رہا تھا، جب میرے دوست نے چمڑے سے اس کے سر پر وار کیا۔ اس وقت مجھے اس سانپ پر بہت ترس آیا تھا۔ اس وقت مجھے مارتھا پر اسی طرح ترس آیا۔

"آؤ چلیں"۔ میں نے اس سے کہا۔ وہ مجھے بے حد نفرت سے دیکھ رہی تھی۔

......☆☆☆......

"پس اشاعت"

ہماری کہانی ماہنامہ ورلڈ کے 16 دسمبر 1962ء کے شمارے کی زینت بنی۔ اس میں تمام مسالے موجود تھے۔ ہم نے دنیا کے سب سے بڑے جہاز کی غرقابی، اغوا اور قتل کے جو حقیقی واقعات تفصیل سے بیان کئے تھے، وہ لوگوں کیلئے افسانوں سے بڑھ کر پرکشش تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ورلڈ میگزین چھ سال کے عرصے میں پہلی بار تعداد اشاعت کی ان حدود کو پار کر گیا، جہاں سے منافع شروع ہوتا ہے۔ اس کے صلے میں جیفری پروکٹری مجھ پر اور جین پر اتنی عنایت برسیں کہ ہم پریشان ہو گئے۔ تاہم اس کے دیئے ہوئے چیک کیش کرانے میں ہم نے کبھی تاخیر نہیں کی۔ کیونکہ پبلشر کو بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔

ہماری طرح ایوا رائیکر اور اس کے باپ کو بھی عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ ولیم رائیکر کے حصے میں ولن کا رول آیا تھا۔ افواہ پسند اخبار نویس میڈرڈ میں ان جگہوں کی کھوج میں لگ گئے، جہاں ایوا کبھی جایا کرتی تھی۔ جبکہ ایوا جمیکا میں جا چھپی، جہاں اس نے ایک کاٹیج کرائے پر لے لیا تھا۔ جنوری میں مجھے ایک پوسٹ کارڈ موصول ہوا، جس پر کنگسٹن کے ڈاک خانے کی مہر تھی۔ لکھا تھا...... خدا تمہیں خوش رکھے۔ جنگ ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔

لیکن پریس کی تمام توپوں کا رخ بوڑھے رائیکر کی طرف تھا۔ کالم نویس اور اداریے لکھنے والے ایک جنون کے سے عالم میں اس کے پیچھے پڑ گئے تھے اور اس کے بعد تو کانگریس میں بھی دولت مندوں کے کرپشن کے بارے میں لمبی لمبی جذباتی تقریریں کرنے لگے۔ وہ مطالبہ کر رہے تھے کہ اس سلسلے میں سینٹ کی تحقیقاتی کمیٹی بنائے جائے، جو اپنی رپورٹ مکمل کر کے سینٹ میں پیش کرے۔

ولیم رائیکر کو کسی کی بد دعا لگ گئی تھی...... دنیا کی سب سے خوفناک بد دعا! اس کے ماضی کی

غلطیاں اور جرائم لوگوں کے سامنے عیاں ہو گئے تھے۔لوگوں کے ردعمل کے جواب میں اس نے بھی اقدامات کیئے۔ پہلے تو اس نے محل پر پہرہ بہت زیادہ کر دیا۔اس کے علاوہ محل کی تمام ٹیلی فون لائینیں منقطع کر دیں گئیں۔ ادھر مائیک راجرز نے ہرالزام کو سختی سے رد کرنے کی پالیسی اپنائی اور دوسری طرف اس نے جس پر بھی موقع ملا، ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کر دیا۔سب جانتے تھے کہ ایسے مقدمے برسوں چلتے ہیں۔ جج، وکیل اور گواہ سب بوڑھے ہو جاتے ہیں، مگر گرہیں نہیں کھل پاتیں۔

میری کہانی کی اشاعت کے دو ماہ بعد رائیکر کارپوریشن نے ٹائی ٹے نک کی بازیابی کی مہم سے ہاتھ کھینچ لیا۔نیشنل جیوگرافک سوسائٹی اور امریکی بحریہ ہیروں کی بازیابی کے معاملے میں اپنی معصومیت ثابت کرنے کیلئے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے لگے۔غرق شدہ جہاز کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پروجیکٹ شروع ہونے کے ایک سال بعد سیونا رولا کو ولیم رائیکر...... انسٹیٹیوٹ کو عطیہ کر دیا۔ بدلے میں اسے انکم ٹیکس کی ادائیگی میں زبردست بچت ملی۔

7 مئی 1963ء کو میامی کے فاؤنٹین بلیو ہوٹل کے باہر گزرتی ہوئی ایک سیڈان میں موجود دو افراد کی فائرنگ کے نتیجے میں الفریڈو پیاٹچی ہلاک ہو گیا۔ کار اور اس میں سوار دونوں افراد کے بارے میں کسی کو بھی کچھ پتا نہیں چلا اور نہ ہی انہیں دوبارہ کبھی دیکھا گیا۔ اس کی موت کی خبریں چھاپنے والے اخبارات نے مقتول الفریڈو پیاٹچی کے اسکالیسی فیملی یعنی مافیا سے تعلق کو خوب اچھالا۔لیکن مجھے رہ رہ کر ولیم رائیکر کی آنکھوں کا وہ تاثر یاد آ رہا تھا، جو میں نے اس وقت دیکھا، جب اسے یہ بتایا تھا کہ الفریڈو پیاٹچی نے اسے بے وقوف بنایا۔ ورنہ وہ مارتھا اور البرٹ کلائن کو قتل نہیں کر سکا تھا۔ اور یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ بڈھا رائیکر ہر حال میں حساب چکانے کا قائل تھا، خواہ وہ کتنا ہی پرانا ہو۔

☆☆☆

12 جون 1963ء کو مارتھا کلائن کی دماغی شریان پھٹ گئی۔ لندن کی عدالت میں اس پر مقدمہ شروع ہونے والا تھا کہ اس سے دس دن پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ بعد میں اسے ہوش تو آ گیا۔ لیکن اس کے بعد وہ نہ کبھی اپنے قدموں پر کھڑی ہو سکی اور نہ ہی وہ کبھی بول سکی۔ ڈاکٹر یقین سے نہیں بتا سکتے تھے کہ اس کے دماغ کا کتنا حصہ کام کر رہا ہے۔ ٹام بریمل نے خاموشی سے اسے جیل سے دماغی امراض کے ہسپتال میں منتقل کرا دیا۔ وہاں وہ زیادہ وقت کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر سامنے پرسکون باغ کو دیکھتے ہوئے گزارتی۔ میں ایک بار اس سے ملنے گیا۔ لیکن اس کے انداز

سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ مجھے پہچانتی ہے۔

میرے علاوہ صرف ایک ہستی تھی، جو اس سے ملنے گئی۔ اور وہ تھی مائما ہینلے، جو حال ہی میں بیوہ ہوئی تھی۔ فریڈ اس کے لئے بہت کچھ چھوڑ کر مرا تھا۔ چنانچہ وہ موسم گرما گزارنے انگلینڈ چلی آئی تھی۔ مائمہ کو اپنی پرانی پڑوسن اور دوست پر اب بھی غیر متزلزل یقین تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جو کچھ مارتھا اور البرٹ سے منسوب کیا گیا ہے، اتنے جرائم کوئی اکیلا شخص کیسے کر سکتا تھا۔ وہ تو بس یہ جانتی تھی کہ مارتھا اور البرٹ اس کے اور اس کے محبوب شوہر کے بہترین دوست تھے...... اور وہ انہیں اسی حیثیت میں یاد رکھنا چاہتی تھی۔

چنانچہ مائما اپنے انگلینڈ میں قیام کے دوران کئی بار مارتھا سے ملنے آئی۔ وہ اسے وہیل چیئر میں بٹھا کر باہر باغ میں لے جاتی اور اس کے ساتھ پرانے زمانے کی خوشگوار یادیں یکطرفہ طور پر تازہ کرتی۔ مارتھا بس مسکراتی رہتی...... مسکرائے جاتی......!

☆☆☆

نومبر 1963ء کے چوتھے جمعے کو...... امریکہ میں یوم تشکر کے اگلے روز ولیم رائیکر چل بسا۔ اس کی موت کا سبب نظام تنفس کا منقطع ہو جانا تھا۔ اخبارات نے اس کی موت کی خبر نیم دلانہ انداز میں شائع کی۔ ٹی وی چینلز کا بھی رویہ کچھ اس طرح کا تھا۔ بہر حال مجھے خوشی تھی کہ وہ طمانیت کی حالت میں مرا تھا۔ اپنے حصے کے تمام کام وہ کر چکا تھا۔ اس کی منتقم مزاجی کو بھی سکون آ گیا تھا۔

میں اس وقت ہالی وڈ میں ایک تحقیقی کام کر رہا تھا۔ بیورلے ولٹ شائر میں مجھے کمرے میں ایوا کا ٹیلی گرام ملا۔ لکھا تھا......

خبر تو تم نے پڑھ اور سن لی ہوگی۔ تدفین 30 نومبر کو صبح نو بجے ہوگی۔ برائے مہربانی ہیلی فیکس فیئر ویو قبرستان پہنچو۔ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔

مجھے بعد میں پتا چلا کہ ولیم رائیکر نے برسوں پہلے اس قبرستان میں اپنی قبر کے لئے زمین خریدی تھی۔ اسے امید تھی کہ اس کی بیوی کلارا رائیکر ٹائی ٹے نک کے گمنام مرنے والوں کے درمیان وہیں دفن ہے۔ لیکن جب ایوا کی یادیں سامنے آئیں اور وہ اذیت ناک ٹکڑے یکجا ہوئے تو وہ اس یقین سے بھی محروم ہو گیا۔ اس کے باوجود اس نے وہیں دفن ہونے کی وصیت کی۔ وہ ایسا آدمی تھا کہ اس کے دماغ میں جو سما جاتی، وہ کر کے رہتا تھا۔

☆☆☆

مجھے تدفین میں شریک ہونا کبھی اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ کوئی آج کی بات نہیں۔ یہ ناپسندیدگی

برسوں پرانی ہے۔ لہٰذا اس دن اپنے کوٹ کے لیبل میں کارنیشن کا پھول لگائے ہوئے میں خود کو خاصا الو محسوس کر رہا تھا۔

وہاں زیادہ لوگ نہیں تھے۔ یہ بھی بڑے میاں کی وصیت تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہونی چاہیے۔ قبرستان کے عین درمیان ایک بے نام، بے نشان قبر...... جس پر کتبہ بھی نصب نہیں ہوگا۔

جنازے میں مائیک راجرز، فراؤلین سلوٹ اور میں شامل تھے۔ جیفری پروکٹر کو بھی آنا تھا۔ مگر اس نے عین وقت پر معذرت کر لی تھی۔ تین ہم، چوتھی ایوا اور پانچواں پادری۔ اس کے علاوہ دو بن بلائے شرکا بھی تھے، جن کی وہاں موجودگی حیرت انگیز تھی اور وہ تھا ہیرالڈ ماسٹرن اور اس کی بیوی روتھ۔

پادری دعائیں پڑھ رہا تھا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں گھٹا تھی۔ مجھے یاد آیا، میں پہلی بار اس قبرستان میں 19 ماہ پہلے اس وقت آیا تھا، جب وکٹوریہ جنرل ہسپتال سے مجھے چھٹی ملی تھیں...... ہیلی کاپٹر کے خوف ناک حادثے کے بعد!

''......راکھ سے راکھ، مٹی سے مٹی...... آمین......'' پادری نے دعا ختم کی۔ تابوت قبر میں اتارا جانے لگا۔

ایک ہاتھ نے میرے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ایوا کا چہرہ سیاہ نقاب میں تھا۔ وہ بہت سوگوار لگ رہی تھی۔ ہم ساتھ کھڑے تابوت کو مٹی کے نیچے چھپتا دیکھتے رہے۔ تابوت کے کنارے جلی حرفوں میں لکھا تھا...... ولیم الفریڈ رائیکر...... 1877-1963ء۔

تدفین مکمل ہو گئی۔ ایوا نے سرگوشی میں مجھ سے کہا ''میں کار لاتی ہوں''۔

مائیک راجرز نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ ''تمہارا شکریہ نارمن۔ اگرچہ میں سمجھ نہیں سکا کہ تم یہاں کیوں آئے......''۔

''ذاتی فرض سمجھ کر...... قرض سمجھ کر اور کچھ تجسس کے زیر اثر''۔

''وجہ کچھ بھی رہی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر رائیکر ہوتے تو یقیناً خوش ہوتے''۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ وہ اپنے جوتے کی نوک سے برف کرید رہا تھا۔ ''تم سناؤ...... آگے کی کہو مائیک''۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں''۔

''میں تمہارے اور تمہارے کیریئر کے بارے میں پوچھ رہا ہوں''۔

وہ چند لمحے سر کھجاتا رہا۔ ''میں نے کچھ زیادہ سوچا نہیں اس بارے میں''۔ بالآخر وہ بولا۔ ''ایک تو رائیکر کارپوریشن کے ادھورے کام ہی اتنے ہیں کہ ان کی تکمیل میں بھی برسوں لگ

جائیں گے''۔

''تم جیسا ذہین اور قابل جوان آدمی ایک بوڑھے آدمی کے اصطبل کی صفائی کا کام کیوں کرے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتی یہ بات''۔

اس کے ہونٹوں پر سرد مسکراہٹ مچلی۔ ''تم میری فکر کر رہے ہو نارمن...... یا یہ ایک کہانی کار کا تجسس ہے''؟

''دونوں باتیں ہیں کچھ کچھ۔ ایک کہانی کار ہونے کی حیثیت سے مجھے اوچھے اور تیز طرار لوگوں میں اوسط درجے کی ذہانت والے شریف النفس لوگوں کے مقابلے میں زیادہ کشش محسوس ہوتی ہے۔ ان میں رنگینی زیادہ ہوتی ہے نا......''۔

''اس تعریف کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ویسے میرے لئے کوئی مشورہ''؟

''نہیں۔ لیکن ابھی یہاں کھڑے کھڑے مجھے ایک خیال نے چونکا دیا''۔ میں نے قبر کی طرف اشارہ کیا۔ ''60 سال پہلے یہ مرنے والا بھی تم جیسا ہی تھا۔ لوگوں کو دھکیل کر، پیچھے ہٹا کر آگے نکلنے والا، اپنے آگے کسی کی نہ چلنے دینے والا، ترقی کا شوقین۔ اور تم سے زیادہ کون جانتا ہوگا کہ اس شوق نے اسے کتنا ذہنی سکون دیا اور کتنا بے سکون کیا۔ اور آخر میں انجام کیا ہے...... وہی دو گز زمین۔ کم از کم مجھے اس کی زندگی بھی قابل رشک نہیں لگی...... اور کبھی نہیں لگے گی''۔

اسی وقت ہارن کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ایوا گاڑی لے آئی تھی اور اشارے سے مجھے بلا رہی تھی۔

''اب مجھے جانا ہے مائیک، بیسٹ آف لک''۔ میں نے کہا اور ایوا کی سرخ گاڑی کی طرف چل دیا۔

گاڑی قبرستان سے نکلی تو ایوا نے نقاب نوچ کر ایک طرف اچھال دیا۔ ''میں تمہاری آمد پر تمہاری شکر گزار ہوں نارمن''۔ اس نے کہا۔ ''میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے سہارے کے بغیر میں اس مرحلے سے نہیں گزر سکتی تھی''۔

میں مسکرایا۔ کار اب کناٹ ایونیو سے گزر رہی تھی۔ ''میں مائی پلیژر نہیں کہوں گا ایوا۔ کیونکہ یہ جھوٹ ہوگا۔ لیکن مجھے اپنے یہاں آنے پر افسوس بھی نہیں ہے''۔ گاڑی سگنل پر رکی۔ ''اور تم بھی جانتی ہو کہ آخر میں وہ کتنے اکیلے ہو گئے تھے''۔

''وہ یہی چاہتے تھے نارمن...... تنہائی۔ تمہارا دروازے توڑ کر اندر گھسنا انہیں اچھا نہیں لگا تھا''۔

''کیا وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتے تھے''؟

''نفرت کا تو مجھے نہیں پتا۔ مگر وہ اپنی زندگی کے بیشتر دکھوں اور تکلیفوں کا ذمے دار تمہیں ہی سمجھتے تھے''۔

"تم مجھ سے معذرت کی توقع رکھتی ہو"؟

"نہیں...... ہرگز نہیں"۔ سگنل کی روشنی زرد ہوئی اور اس نے کار آگے بڑھا دی۔ "ڈیڈی بڑی بڑی سکیمیں بنانے والے آدمی تھے۔ انہیں اپنے لئے کٹھ پتلیوں کا تماشہ دکھانے والے کا رول بہت پسند تھا۔ اس میں ان کی خوشی تھی۔ لیکن میں سوچتی ہوں، اس سے انہیں ملا کیا"۔

"میں کم از کم اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہیرے بہر حال نہیں ملے"۔

"بہرحال مجھے خوشی ہے کہ دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ انصاف تو ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جنہیں دفنا کر بھول جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ٹائی ٹے نک بھی ایسی ہی ایک چیز ہے۔ اتنی نفرتیں، اتنے دکھ...... اس ایک جہاز کی وجہ سے! اسے اوپر لانا...... دوبارہ سے ابھارنا...... یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔ ڈیڈی کو بھی اس کی سزا مل گئی۔ اس نحوست سے تو دنیا کو محفوظ ہی رہنا چاہیے۔ ڈیڈی نے یہ بھی نہیں سوچا کہ خدا نے ٹائی ٹے نک کو دنیا کو سب سے گہری اور نارسا قبر عطا کی تو اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی"۔

میں نے اس کی دائیں آنکھ کے اوپر بھوں کے پاس زخم کے اس نشان کو دیکھا۔ "تم نے پچاس سال تک اسے اپنے دماغ کی قبر میں دفن رکھا تو کیا فائدہ ہوا۔ بتاؤ، تم نے کیا پایا"؟

"ٹھیک کہا تم نے...... ہمیشہ کی طرح! خدا کی پناہ نارمن، اتنی ساری سچی اور درست باتیں دماغ میں رکھے رکھے...... اور وہ بھی ہر وقت...... تمہارے سر میں درد نہیں ہوتا۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ، جین کیسی ہے"۔

"نزلے نے اسے بیڈ پر گرا دیا ہے۔ ورنہ وہ بھی یہاں آتی"۔

"ہوں آہم......"

"اس کا کیا مطلب ہے"؟

"کس کا کیا مطلب ہے"؟ اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"یہ جو مضحکہ اڑانے والی ڈکار جیسی آواز ابھی تمہارے منہ سے نکلی تھی"۔

"رائٹر ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم میرے چہرے کے عضلات کی ہر جنبش کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاؤ"۔

میں خاموش رہا۔ اس بات کا کیا جواب دیتا۔

اس نے سرد آہ بھر کے کہا۔ "میں تمہاری بیوی کے بارے میں الجھتی ہوں۔ اسے ہمارے بارے میں سوچنا...... فکر کرنا چاہیے"۔

"ممکن ہے۔ لیکن اس بارے میں میں جو سوچ لیتا ہوں...... میں جو فکر کر لیتا ہوں۔ تو پھر وہ کیوں کرے"۔

"تمہارے درمیان کبھی لڑائی نہیں ہوئی میرے بارے میں؟ تمہاری بیوی کو رقابت کا احساس نہیں ستاتا"

"نہیں۔ میں نے اسے سچائی جو بتا دی تھی"۔

"سچائی! کون سی سچائی؟ ایک وقت میں کئی سچائیاں بھی تو ہوتی ہیں...... ایک دوسرے سے متصادم"۔

"ہاں...... ہوتی تو ہیں"۔ میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا...... تو سچائی بتانے کے نتیجے میں تمہیں آزادی مل گئی"؟

"نہیں...... مکمل آزادی تو نہیں۔ اسے طویل المعیاد پرول کہہ لو...... مشروط رہائی"۔

وہ ہنسنے لگی۔ کار اب اوبی اسٹریٹ پر تھی۔

"تم اپنے بارے میں بات کرو ایوا"۔

"کیا بات"؟

تم اب بھی کھیل کھیلتی رہو گی؟ کروڑ پتی باپ کی اکلوتی وارث، باپ کی قبر پر ناچتی رہے گی؟ مگر میں تمہیں خبردار کر دوں کہ بہت جلدی یہ سب کچھ بہت باسی اور بدمزہ لگنے لگے گا"۔

اس نے بھویں اچکا کر مجھے دیکھا۔ "یہ کیا ہے...... وعظ"

"تقریباً"۔

"خدا کی پناہ...... تم چاہتے کیا ہو۔ میرا اپنے بارے میں پنج سالہ منصوبہ"؟

"ایوا، میں تمہیں نن بننے کیلئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ لیکن تفریح اور آوارگی میں فرق بہرحال ہونا چاہیے"۔

"پچھلے کئی مہینوں سے تم خود کو مسلسل مجھ پر تھوپ رہے ہو نارمن۔ میرا خیال ہے، اب تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیے"۔

میں نے پشت گاہ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری فکر کرنا میرے لئے اپنی فکر کرنے کے برابر ہے...... ساحل کی اس رات کے بعد سے......"

"بے حد...... بے حد رومینٹک"۔ اس نے چٹخارہ لے کر کہا۔ "میں فرط جذبات سے بے ہوش ہوئی جا رہی ہوں"۔

"ایوا...... کم از کم اس وقت میں سنجیدگی سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

سگنل پر بتی سرخ ہو گئی تھی۔ اس نے گاڑی روک دی اور آنکھیں موند لیں۔ "شٹ اپ نارمن، پلیز شٹ اپ"۔

"دیکھو ایوا، تم گٹر میں رہتی تھی۔ پھر میں نے گٹر کی گندگی تمہارے چہرے پر اچھال دی۔ میرا

طرز عمل بے حد خود غرضانہ تھا۔ اب میں اپنے احساس جرم کو جھٹکنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن تم اگر بدلی ہی نہیں تو میں کیسا محسوس کروں گا...... سوچو تو ذرا‘‘۔

’’نارمن‘‘۔ اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ’’ایک ہی وقت میں تم نہایت ذہین اور بے حد غبی ہونے کا مظاہرہ کیسے کر لیتے ہو۔ یہ تو بہت ہی مشکل کام ہے۔

ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ وہ ایسے لمحے تھے، جنہیں میں کسی کے ساتھ بھی شیئر نہیں کرنا چاہتا۔ نہ میں اس بارے میں کوئی بات کرنا، کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

پھر پیچھے کھڑی کار نے ہارن کے ذریعے احتجاج کیا۔ ایوا نے چونک کر سگنل کی سبز بتی کو دیکھا اور کار کو ایک دم آگے بڑھا دیا۔

ہم دونوں خاموش تھے۔ کار لارڈ نیلسن ہوٹل کے ڈرائیو وے میں داخل ہوئی۔ ایوا نے گاڑی روکی۔ لیکن انجن بند نہیں کیا۔ وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی۔ ’’لو...... یہ آ گیا تمہارا مقام‘‘۔ اس نے بناوٹی چہکتے لہجے میں کہا۔

میں کار سے اترا اور میں نے جھک کر کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر جھانکتے ہوئے کہا ’’ایوا......‘‘

’’نارمن، میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے کیا سننا چاہتے ہو۔ یہی نا کہ میں پاک صاف ہو چکی ہوں۔ اب مجھے اپنے پچھلے داغ دھبوں اور دوسروں کی تھوپی ہوئی گندگی کو بھلا کر، بے حد بہادری سے ایک نئی اور صاف ستھری زندگی جینا شروع کر دوں۔ لیکن مت بھولو کہ اب میں 62 سال کی ہوں۔ جب بھی میں ایسا کرنے کے لئے اپنا حوصلہ مجتمع کرتی ہوں، مجھے کیک پر موم بتیوں کے بے کراں جنگل کا خیال آ جاتا ہے‘‘۔

’’ایوا...... آدمی کو بڑا...... بالغ ہونے کیلئے بہت حوصلہ نہیں چاہیے ہوتا۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ بڑے ہونے کیلئے عمر کی کوئی شرط ہے۔ اس نیک کام میں کبھی دیر نہیں ہوئی...... کبھی بھی نہیں۔ تم یہ سمجھ لو کہ بلوغت تک پہنچنے میں تمہیں 60 برس لگے ہیں‘‘۔

ایوا مسکرائی۔ مجھے احساس ہو گیا کہ وہ زبردستی کی مسکراہٹ ہے۔ ’’تم بہت شاطر ہو نارمن‘‘۔ اس نے میری پیشانی پر بوسہ دیا۔ ’’کوشش کرنا کہ زمانہ تمہیں خراب نہ کرے‘‘۔

میں دیر تک کھڑا اس کی کار کو دور ہوتی ہوئی عقبی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ آسمان سے گرتی ہوئی برف نے اسے نگل لیا۔

اس کے بعد میں ایوا سے کبھی نہیں ملا۔

.......☆☆☆.......

’’حرف آخر‘‘

7 جنوری 1963ء

بحر اوقیانوس کی سطح سے 12482 فٹ نیچے اچانک روشنیاں گل ہو گئیں۔

وہ کوارٹز ہیلوجینی لیمپ جنہوں نے گذشتہ دس ماہ سے آر ایم ایس ٹائی ٹے نک کو جگمگا رکھا تھا۔ انہوں نے ماریانا اور نپ چون نامی باتھی اسکیپس نے اکھاڑ لیا۔ تمام سرچ لائٹس کو اپنے اسٹین لیس اسٹیل کے پنجوں میں دبا کر دونوں باتھی اسکیپ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگے۔ ان کی منزل سمندری سطح تھی۔

ماریانا اور نپ چون کی بیرونی روشنیوں میں تباہ شدہ ٹائی ٹے نک کا ڈھانچہ چمک رہا تھا۔ مگر وہ چمک بتدریج ماند پڑتی جا رہی تھی۔ وہ چار سرخ اور سبز ستاروں جیسی روشنیاں تھیں۔ جیسے جیسے وہ اوپر جا رہی تھیں، نیچے سمندر کا اتھاہ اندھیرا چھا رہا تھا۔

یوں ٹائی ٹے نک کو اسی حال میں چھوڑ دیا گیا، جس میں وہ 15 اپریل 1912ء کی صبح سمندر میں اترا تھا...... نحوست کا نشان، متروک، غیر ضروری اور غیر مطلوب!

جہاز کے بیرونی ڈھانچے اور سپر اسٹرکچر پر جلائے جانے کے ان گنت زخم تھے۔ جو گواہی دے رہے تھے کہ انسانی ہاتھوں نے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ جہاز کے عرشوں پر موجود بہت سی چیزیں مثلاً سکے، پیالیاں، گلے میں ڈالی جانے والی صلیبیں اور ایسی ان گنت چیزیں وہاں سے نکالی جا چکی تھیں اور اب دنیا کے معروف اور ممتاز عجائب گھروں کی زینت بن چکی تھیں۔ لیکن ولیم رائیکر نے یہ پوری مہم ایک خاص چیز کی تلاش کی خاطر ترتیب دی تھی اور اس پر کثیر دولت صرف کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ چیز مل جائے گی تو سرمایہ کاری سے سینکڑوں گنا منافع اسے حاصل ہوگا۔ لیکن دس ماہ کے بعد بھی وہ انعام اسے نہیں مل سکا تھا۔ تلاش کرنے والے انسانوں اور مشینوں نے دس ماہ بعد اسی کے حکم پر اس جستجو سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

اور ان کی روانگی کے بعد جہاز کے پرانے مکین ایک ایک کر کے اپنے گھر لوٹ کر آنے لگے تھے۔ ان میں کچھ تو ایسے تھے، جو اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود وہاں سے گئے ہی نہیں تھے۔ ان میں جھینگے، لینٹرن فش اور بہت سی مخلوقات تھیں۔ انسانوں کی جستجو کے دوران بھی وہ تباہ شدہ جہاز میں رہتے رہے تھے۔ مداخلت شروع ہوئی تو ان میں سے کچھ جہاز کی نچلی راہ داریوں میں چلے گئے تھے۔ لیکن بیشتر جہاز کی چمنیوں میں گھس گئے تھے۔ وہاں وہ مہین حیولوں سے اپنا پیٹ بھر کر گزارہ کرتے رہے تھے۔

لیکن بیشتر سمندری مخلوق روشنی سے گھبرا کر، خوفزدہ ہو کر جہاز سے دور چلے گئے تھے۔ انہیں اس تپش سے بھی خوف آتا تھا، جو لوہے کو بھی پگھلا دیتی تھی۔ جب تک انسان وہاں موجود تھے، انہوں نے جہاز سے دور ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب جبکہ آدمی واپس چلے گئے تھے تو ٹائی ٹے نک پر زندگی معمول کے مطابق جاری وساری ہو گئی تھی۔

کئی اعتبار سے وہ ایک خوفناک اور ڈراونی دنیا تھی۔ نسلوں کی نسلیں جہاز کے تاریک گوشوں

میں پیدا ہوتیں، زندگی گزارتیں، انڈے دیتیں، بچے نکالتیں اور مر جاتیں۔ وہ جہاز کے ہر گوشے میں گھوم پھر چکی تھیں۔ جہاز کا نچلا حصہ انہیں سب سے زیادہ پسند تھا، جہاں کبھی جسیم مزدور بڑے بڑے بوائلرز کو دہکانے کیلئے ان میں کوئلہ جھونکتے رہتے تھے۔ جگمگاتی دموں والی چھوٹی شکاری مچھلیاں خاص طور پر شکاری تلاش میں وہاں گھومتی تھیں۔ مگر جب اپنے سے بڑے، طاقتور اور چالاک دشمنوں سے سامنا ہوتا تو وہ راہ فرار اختیار کرتیں۔

ایسی ہی ایک نر مچھلی جس کی عمر چھ سال تھی، بہت ہی پیٹو تھی۔ قدرتی طور پر اس کا پیٹ نہ صرف بڑا تھا بلکہ بہت لچک دار بھی تھا۔ وہ بہت بڑا شکار بھی نگل لیتی تو بھی بس اتنا ہوتا کہ اس کا پیٹ لٹک جاتا۔ اسے ہر وقت بھوک لگتی تھی اور ہر وقت وہ شکار کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ شکار کی تلاش اسے جہاز کے اگلے حصے کی طرف لے گئی۔ وہاں وہ خانے تھے، جن میں سامان لدا ہوا تھا، وہ جہاز کا سب سے نچلا حصہ تھا، جہاں ریت بھی بھری ہوئی تھی اور جا بجا ریت سے نکیلے پتھر بھی نکلے ہوئے نظر آرہے تھے۔ وہاں اس کا پیٹ بکسوں کو باندھنے والی رسی کے ریشوں سے رگڑ کھا گیا۔ مچھلی کو فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ جو بھی چیز ہے، اس کیلئے نقصان دہ ہے۔ اس کے بعد وہ اس سے بچ کر ہی نکلی۔ کیونکہ اس کے پیٹ میں درد شروع ہو گیا تھا۔

وہ رسی کچھ عرصہ پہلے تک ایک کریٹ کو باندھے ہوئے تھی، جس پر رائیکر انڈسٹریز کا لیبل لگا تھا۔ کریٹ کی لکڑی تو برسوں پہلے ہی گل سڑ گئی تھی۔ دیگر چیزیں بھی خراب ہو گئی تھیں۔ مگر کچھ چیزیں اب بھی سلامت تھیں۔ ان میں ریت کے نیچے دبا شیشے کا ایک دوائیں رکھنے والا جار بھی تھا۔ جار پر گوندھ سے چپکایا ہوا لیبل کب کا ختم ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی اس لیبل پر لکھی تحریر بتاتی تھی کہ اس میں مسز مین فورڈ کے بنائے تین درجن جادوئی کیپسول پیک ہیں۔

کیپسول اب بھی موجود تھے۔ سمندر کے رہنے والے پانی نے ان کے اوپر کی شوگر کوٹنگ چاٹ لی تھی۔ اب وہ تین درجن کیپسول نہیں، تین درجن ناتراشیدہ ہیرے تھے۔ عناصر ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے تھے۔ کہتے ہیں کہ طبعاً ہیروں میں سب سے زیادہ قوت برداشت اور انتظار کرنے کی غیر محدود صلاحیت ہوتی ہے۔

ان ہیروں سے دو میل اوپر سطح سمندر پر سیونا رولا ہیلی فیکس روانہ ہونے کیلئے لنگر اٹھا رہا تھا۔ لیکن ٹائی ٹے نک پر موجود کسی بھی مخلوق کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔ اور معلوم ہوتی بھی تو انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

غرق شدہ جہاز ٹائی ٹے نک اور اس میں موجود ہیرے اندھیرے میں سمندر کی تہہ پر منتظر بیٹھے تھے۔ وہ انتظار کر رہے تھے کہ کوئی آئے اور انہیں یہاں سے اٹھا کر لے جائے۔

لیکن ان کا یہ انتظار قیامت تک ختم نہیں ہوگا!

............☆☆☆............